بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب لاجواب

مسمّٰی بہ

ضربِ حیدریہ

علیٰ اعناق النجدیہ

معروف بہ

تاریخ وہابیہ

از قلم

جناب حافظ حبیب اللہ صاحب قریشی

پھگواڑی تحصیل کوہ مری

میثم قادری

جس نے ہر دل میں لگائی عشقِ احمدؐ کی لگن
وہ امامِ عاشقاں احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ

ضربِ حیدریہ

المعروف

تاریخِ وہابیہ

جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ

نام کتاب : ــــــــــ ضربِ حیدریہ
نام مصنّف : ــــــــــ حافظ حبیب اللہ قریشی
موضوع : ــــــــــ ردِ وہابیت

صفحات : ــــــــــ ۵۵۲
کتابت : ــــــــــ محمد اشرف نظامی
تاریخ اشاعت : ــــــــــ ۱۹۹۴ء بمطابق ۱۴۱۴ھ
تعداد : ــــــــــ ۱۰۰۰
ھدیہ : ــــــــــ 210 روپیہ

ملنے کا پتہ

حافظ حبیب اللہ قریشی بازار بھگواڑی، تحصیل کوہ مری
ضلع راولپنڈی

اِنتساب

اِس کتاب تاریخ وہابیہ کو مجاہد ملت فخرِ اہلسنّت عظیم البرکت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں جنہوں نے ہر میدان میں گستاخانِ رسول کو للکارا۔ اور انہیں شکستِ فاش دی۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خاکپائے علماءِ اہلِ سُنّت و غوثِ رضا

حافظ حبیب اللہ القریشی الہاشمی
بھگواڑی۔ تحصیل کوہ مری

ماخذ کتب

نام کتب	نام مصنف
صحیح بخاری شریف	
صحیح مسلم	
مشکوٰۃ شریف	
فیض الباری	علامہ انور شاہ صاحب کشمیری
الدار السنیہ	علامہ زینی دحلان مفتی مکہ
عنوان النجد فی تاریخ نجد [المجد]	ابن بشیر نجدی
محمد بن عبدالوہاب	مولانا مسعود عالم ندوی
صواعق الہیہ	شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی
الفجر الصادق	علامہ جمیل عراقی
الفجر الصادق	علامہ آفندی مصری
سوانح حیات سلطان بن عبدالعزیز آل سعود	سید حسنی مبارک بی اے آنرز
تاریخ نجد و حجاز	علامہ مفتی محمد عبدالقیوم صاحب قادری
التوسل بالنبی	شیخ ابی حامد مرزوق
خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام	سید ابن حامد بن زینی دحلان
شہاب ثاقب	مولوی حسین احمد مدنی
ترجمان وہابیہ	نواب صدیق حسن بھوپالی
حیات طیبہ	مرزا حیرت دہلوی
تاریخ نجد و حجاز	سید محمد رشید ایڈیٹر۔ المنار۔ مصری

نام کتاب	نام مصنف
شوارقِ محمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ	مولانا فضل الرسول صاحب بدایونی
تاریخی حقائق	مولانا فضل الرسول صاحب بدایونی
سفرنامہ ارض القرآن	مولانا محمد عاصم صاحب
تحقیق الفتویٰ	مولانا فضلِ حق صاحب خیرآبادی
فریاد المسلمین	مفتی محمد حسین رئیس نہٹور ضلع بجنور
انوار آفتاب صداقت	قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی
تاریخ ہزارہ	مرزا محمد اعظم بیگ اسسٹنٹ کمشنر ہزارہ
سیف الجبار	مولانا فضل الرسول صاحب
تقدیس الوکیل	مولانا غلام دستگیر صاحب فاضل قصوری
تاریخ وہابیہ دیوبندیہ	حاجی منشی لعل خان صاحب مدراسی
اللہ المنظم فی بیان حکم مولد النبی المعظم	مولانا عبدالحق صاحب الہ آبادی
حسام الحرمین	فتاویٰ مصدقہ علمائے حرمین
شمول الوہابیہ فی مسلک النجدیہ	جناب مفتی رضا خان صاحب
نجدی وہابی	تابش قصوری
خون کے آنسو۔ اول۔ دوم	خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی
بھونچال بر لشکرِ دجال	مطبع قمر الہند پریس لاہور
المہند	متفقہ فتاویٰ دیوبند
علمِ غیب	قاری محمد طیب صاحب دیوبندی
مسئلہ علمِ غیب	مولوی رشید احمد گنگوہی، دیوبندی
تحذیر الناس	مولوی محمد قاسم صاحب، دیوبندی

نام کتاب	نام مصنف
زلزلہ	علامہ ارشد القادری
زیر و زبر	علامہ ارشد القادری
تبلیغی جماعت	علامہ ارشد القادری
تبلیغی جماعت	مولانا محمد اشرف صاحب نقشبندی
تعارف علمائے دیوبند	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
ہاتھی کے دانت	علامہ خلیل اشرف رضوی
سیف چشتیائی	پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی
سیوف البارقہ علی رؤس الفاسقہ	مولانا عبدالقادر صاحب خراسانی
ارواح ثلاثہ	مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
ارواح ثلاثہ	مولوی امیر شاہ صاحب دیوبندی
فتاویٰ رشیدیہ	مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی
سوانح قاسمی	مناظر احسن گیلانی دیوبندی
تذکرۃ الرشید	عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی
انفاس قدسیہ	مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی
اشرف السوانح	خواجہ عزیز حسن دیوبندی
حفظ الایمان	مولوی اشرف علی دیوبندی
براہینِ قاطعہ	مولوی خلیل احمد دیوبندی
اشد العذاب	مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی
تقویۃ الایمان	مولوی اسماعیل دہلوی
حیاتِ ولی	شاہ عبدالرحیم دیوبندی

نام کتاب	نام مصنف	
درسِ حیات	قاری فخر الدین	دیوبندی
سیفِ یمانی	مولوی منظور سلمانی	دیوبندی
الختم علیٰ لسان الخصم	مولوی خلیل احمد	دیوبندی
قطع الوتین	مولوی خلیل احمد	دیوبندی
فتاوای امدادیہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی	
مسئلہ قومیت	مولوی حسین احمد	دیوبندی
نقشِ حیات	مولوی حسین احمد	دیوبندی
الفتوحات اسلامیہ	علامہ زینی دحلان	
سوانح	مولوی محمد یوسف کاندھلوی	دیوبندی
حکیم الامت	مولنٰا عبد الماجد دریا آبادی	دیوبندی
چشمۂ آفتاب	محمود الحسن	دیوبندی
سیرت سیّد احمد	ابو الحسن ندوی	دیوبندی
سیرت سیّد احمد	مولنٰا غلام رسول مہر	دیوبندی
ملفوظات شیخ الاسلام	مولنٰا حسین احمد	دیوبندی
مکاتیبِ الیاس	ابو الحسن ندوی	دیوبندی
ملفوظاتِ الیاس	ابو الحسن ندوی	دیوبندی
سوانح قاسمی	شائع کردہ دار العلوم دیوبند	
شب جائے کہ من بودم	جناب شورش کشمیری	
چمنستان	مولنٰا ظفر علی خان	
دیوبندی حقائق حصہ دوم	رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ	

نام کتاب	نام مصنف
اعتراف	انگریز جاسوس۔ ہمفرے کی یادداشتوں کا مجموعہ
انگریز اور پاکستان	رضائے مصطفٰے
رپورٹ خلافت کمیٹی	
مقالات محمد علی جوہر	
رسالہ الامداد	مولوی اشرف علی تھانوی
اصول دعوت و تبلیغ	مرتب مولوی نور محمد چندینی
شیخ الاسلام نمبر	
قادیان تھانہ بھون میں	مولنٰا ظفر علی خان
مناظرہ جھنگ۔	

رسائل و جرائد

ماہنامہ فاران توحید نمبر	
ماہنامہ الفرقان	لکھنؤ
ماہنامہ برہان	دہلی
ماہنامہ تجلّی	دیوبند
ماہنامہ نقاد	کراچی
ماہنامہ رضائے مصطفٰے	گوجرانوالہ
ماہنامہ دار العلوم	دیوبند
ماہنامہ ضیائے حرم	لاہور

ماہنامہ الرشید	لاہور
ماہنامہ نصرت	لاہور
پندرہ روزہ ندائے اہل سنت	لاہور
پندرہ روزہ خدام الدین	لاہور
ہفت روزہ چٹان	لاہور
ہفت روزہ آفاق	لاہور
ہفت روزہ صحافت	لاہور
تاثرات ابراہیم جلیس	
تاثرات مولوی عبدالاعلیٰ مودودی	
تاثرات مولٰنا احتشام الحق تھانوی	
سہ روزہ مدینہ	بجنور، بھارت
روزنامہ پاکستان	لاہور
روزنامہ آزاد	لاہور
روزنامہ مغربی پاکستان	لاہور
روزنامہ مشرق	لاہور
روزنامہ حیات	لاہور
روزنامہ غریب	لائلپور
روزنامہ جنگ	راولپنڈی
روزنامہ نوائے وقت	لاہور
روزنامہ خبریں	لاہور۔اسلام آباد
روزنامہ مساوات	لاہور۔
روزنامہ امروز	لاہور۔

فہرست مضامین

پیشِ لفظ

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو خیر و شر کا مرکّب بنایا ہے۔ ملکوتی قوّتوں کے ساتھ شیطانی و طاغوتی عناصر بھی اس دنیا میں زور آزمائی کر رہے ہیں۔

حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقدس عہد میں بھی باطل پرستوں نے حق کے مقابلے میں پوری قوّت آزمائی۔ ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (الصف) یعنی دشمنانِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ جلّ شانہٗ اپنے نور کو تمام (مکمل) کرنے والا ہے۔ خواہ کافر بُرا جانیں۔

حق و باطل کی آویزش کا ایک رنگ یہ تھا کہ جو لوگ کھلم کھلا کافر تھے وہ مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوئے۔ مگر اس کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ مسلمانی لبادہ اوڑھنے والے کچھ افراد یا گروہ قوّتِ ایمانی کو کمزور کرنے اور دینِ اسلام میں رخنہ ڈالنے کی بھرپور جدّ وجہد کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زمانے میں یہ فتنہ رونما ہوا۔ منکرینِ زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوّت کے پیروکار پیدا ہوئے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شہادت اسی فتنہ گری کا شاخسانہ تھا پھر حضرت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت اور پھر حضرت امام حسین کی شہادتِ کبرای جیسے واقعات اسی فتنہ پردازی کی مثالیں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آخری اُمّت کے لئے یہی آزمائش رکھی ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ ھُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ۔ الانعام ۶۵

اس آیت کریمہ میں تین اختیارات کا ذکر فرمایا ہے جو اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کے بارے میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیئے گئے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی لکھتے ہیں۔ عمرؓ بن دینارؒ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعوذ بوجه الله پھر جب آخری ٹکڑا نازل ہوا" اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؛ تو حضورِ علیہ السّلام نے فرمایا۔ ھاتان اھون۔ یعنی پہلے دو طرح کے عذاب زیادہ سخت تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اللہ کی پناہ لی۔ اور تیسری ابتلا کی دونوں صورتیں نسبتاً ہلکی تھیں اس لئے اسے قبول کیا گیا۔

امام قرطبی ہی بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السّلام نے اس سے معافی چاہی حضرت جبریل نازل ہوئے اور بشارت دی کہ پہلے دو طرح کے عذابوں سے نجات ہوئی اور جب تیسرے عذاب سے نجات کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ الم ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ یعنی تیسری ابتلا اس امت کے لئے لازم کر دی گئی۔

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جب اپنے رب سے تین چیزیں مانگی تھیں دو مجھے عطا فرمائیں اور تیسری سے منع فرمایا۔[۱]

اللہ جل شانہٗ نے ہر اُمّت کے لئے آزمائش رکھی اور آخری امت کے لئے یہی ابتلا ہے کہ وہ فرقوں میں بٹ جائیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ایذا رسانی کرتے رہیں ہر دور میں افراد یا گروہ پیدا ہوتے رہے۔ مگر اہلِ سنت و جماعت کی قوّت نے ہمیشہ انہیں دبا دیا۔ اہلِ سنت و جماعت مسلک اعتدال پر قائم رہی ہے اور اپنی افرادی کثرت، علمی قوت اور حقانیت کی وجہ سے دیگر افراط و تفریط میں الجھے ہوئے افراد یا فرقوں پر

---

[۱] ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی ۔ الجامع الاحکام القرآن : ۷ : ۱۱ دارالکتب المصریہ
شیخ اسماعیل حقی رُوح البیان ۷ : ۴ مطبوعہ عثمانیہ ۱۳۳۰ھ

غالب رہے۔

تمام فرقوں کے حالات و نظریات کتابوں میں محفوظ کئے گئے تاکہ آئندہ نسلیں ان سے باخبر رہیں۔ اسی تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے حضرت علامہ حافظ حبیب اللہ قریشی صاحب نے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ محترم حافظ صاحب نے اس سے قبل کئی کتب تالیف فرمائیں جو زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہلِ علم سے دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

مؤلف نے اس کتاب میں مکمل حوالہ جات کے ساتھ شُستہ اور رواں اردو میں تمام تاریخی حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔

یہ کتاب آئندہ زمانوں کے لئے ایک تاریخی دستاویز اور حقیقی سند کے طور پر محفوظ رکھی جائے گی۔

حضرت مؤلف سے مجھے شرفِ ملاقات حاصل ہوا اگرچہ اپنی عمر کے اس حصے سے گزر رہے ہیں جب اعصاب اور جذبات و احساسات کمزور پڑ جاتے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیبی قوّت کارفرما ہے۔ جوانوں سے بڑھ کر متحرک اور پُرجوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمرِ خضر عطا فرمائے۔ علمائے سلف صالحین کی یادگار ہیں۔

پروفیسر محمد غلام عبدالحق
ریسرچ سکالر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
اسلام آباد

اِبتدائیہ

کسی ملک یا جماعت کی تاریخ لکھنی آسان کام نہیں سب سے مشکل فنِ تاریخ ہے اگر اس میں ایک واقعہ بھی خلافِ حقیقت ہو تو وہ تاریخ - تاریخ نہیں رہتی - بلکہ اس میں رطب و یابس ملا کر افسانوی شکل بن جاتی ہے اور حالات مسخ شدہ ہو کر مؤرخ کو تنقید کا نشانہ بننا پڑتا ہے. آج کل جتنا تاریخ پر کام ہو رہا ہے شائد ہی اور کسی فن پر اتنی تحقیق کی جا رہی ہو۔

تاریخ لکھنے میں تاریخی واقعات ، معلومات ، مشاہدات سے کام لیا جاتا ہے تاریخ خود نہیں بنتی. تاریخ بنائی جاتی ہے اور تاریخ تعصب سے بالاتر ہو کر انتہائی چھان بین کے بعد مرتب کی جاتی ہے۔ تاریخ لکھنی پُل صراط پر چلنے کے مترادف ہے اگر ایک قدم بھی اِدھر اُدھر ہو جائے تو نیچے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے اسی طرح تاریخ لکھنے میں ایک حوالہ بھی غلط ہو جائے تو مؤرخ کو تعصب کا نشانہ بننا پڑتا ہے کیونکہ مرتب کردہ تاریخ آنے والی نسلوں کو مینار کا کام دیتی ہے۔

تاریخ نیا فن نہیں ہے یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانی تاریخ - اللہ تعالیٰ نے جب سے انسان کو شرفِ انسانیت سے نوازا اس وقت سے تاریخ چلی آ رہی ہے۔

سب سے پہلی تاریخ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو پورے قرآن پاک کے تیسرے حصے پر پھیلی ہوئی ہے اس تاریخ نے از آدم تا ہنوز جتنی تاریخ رقم کی ہے. وہ اسی کا حصّہ ہے جس نے کھلے الفاظ میں فرمایا: ان ھذا لھو القصص الحق. بلا شبہ یہ قصے (تاریخ) حقیقت پر مبنی ہیں. ان میں کسی قسم کی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں۔

اس قرآنی تاریخ نے جہاں بے شمار موتی بکھیرے ہیں وہاں آدم اور ابلیس کی تاریخ ہابیل اور قابیل - نوح علیہ السلام اور ان کی سرکش اور گمراہ قوم - ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی نافرمان قوم - ابراہیم علیہ السلام اور نمرود - موسیٰ علیہ السلام اور فرعون - عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری - جملہ امم سابقہ اور دیگر اقوام کی مکمل تاریخ قرآن پاک میں موجود ہے. تاریخ اقوامِ عالم اور دیگر اقوام کی تاریخ انسانیت قرآنِ حکیم نے بالوضاحت بیان کی ہے۔

نزولِ قرآنِ پاک کے بعد صحابہ کرام - تابعین سے تبع تابعین - سلاطینِ اسلامیہ نے اس فن کی بہت خدمت کی ہے. تاریخ ابن ہشام - ابن سعد ، ابنِ خلدون ، الطبری ، ابن اثیر کامل ، ان کے علاوہ ان گنت اور بے شمار تاریخیں لکھی جاتی رہیں اور لکھی جا رہی ہیں. خلافت ملوکیت بنوامیہ - خلافت اور امارت بنوعباس ، تاریخ شاہانِ مغلیہ ایک طرف مرتب ہوتی رہیں تو دوسری طرف عرب کی وادیوں سے ایک نوعمر مجاہد اور کھلنڈرا شہزادہ سترہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف جیسا ظالم لیکن باغیرت انسان - صرف ایک عورت کی فریاد پر لبیک کہہ کر نوعمر مجاہد کو حکم دیتا ہے کہ جاؤ مظلوم مسلمانوں کی مدد کرو. لیکن افسوس آج کئی برسوں سے ہزاروں بیٹیاں فریاد کر رہی ہیں - ناموس ان کے تار تار ہو رہے ہیں. لیکن پاکستانی مسلمان ٹس سے مَس نہیں ہو رہا. کہاں گئی غیرت مسلمان کی -

محمد بن قاسم سرزمینِ عرب سے نکل کر ہندوستان کے ریگستانوں - بیابانوں ، صحراؤں اور ویرانوں کو روندتا ہوا قلعہ پر قلعہ فتح کرتا ہوا اسلامی فتوحات کا پرچم لہراتا ہوا ہندوستان کے آخری کنارے تک پہنچتا ہے آگے آگے انسان نما بھیڑیئے بھاگ رہے ہیں. اچانک نوعمر مجاہد کے قدم رک جاتے ہیں اسے فتح کے صلے میں پابجولاں کر کے دربارِ خلافت میں لایا جاتا ہے اور بے کسی کی موت سے ہمکنار کر دیا جاتا ہے. کاش ایسا نہ ہوتا. ہندوستان کی تاریخ اندھیرے میں گم ہو جاتی ہے۔

تاریخ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ طارق بن زیاد بارہ ہزار کا لشکر لے کر افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں پہنچ کر سمندر کے کنارے اتر کر جہازوں اور کشتیوں کو آگ لگا کر واپس جانے کا تمام راستہ بند کر دیتا ہے. ساتھی سوال کرتے ہیں مبادا شکست کی صورت میں واپسی کیسے ممکن ہوگی تو سالارِ اعلیٰ برملا جواب دیتا ہے کہ شکست کا لفظ ذہن سے اتار دو - فتح ہوگی یا شہادت - دشمن کے تین لاکھ لشکر جرار آہن پوش کے ساتھ بارہ ہزار مولے ٹکرا جاتے ہیں، چشمِ فلک نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا. جب طارق نے کہا کہ ہر ملک ملک ماست کہ ملکِ خدائے ماست دنیا نے دیکھا - مسلمانوں نے فتح پائی - اندلس فتح ہوگیا۔

تقریباً سات سو سال تک اندلس میں اسلام کا پرچم لہراتا رہا - ہزاروں مساجد لاکھوں

لائبریریاں اور علوم وفنون کے دریا بہنے لگے۔ آخر ایک نالائق۔ عیش پرست۔ جاہ وطلب کا پجاری، عشوہ و ناز کا پروردہ نے بصد یاس وحسرت میں اندلس شہر کی چابیاں عیسائی بادشاہ کے حوالے کردیں۔ چرخِ نیلگوں نے پہلا منظر طارق کا بھی دیکھا اور آخر منظر عبداللہ کا اس تاریخ میں کتنا سبق ہے۔ تفو بر گردنِ عبداللہ تفو۔

تاریخ نے عقبہ بن نافع کی بہادری بھی رقم کی۔ جو ریگستانوں، صحراؤں، بیابانوں، کوہساروں کو عبور کرتا ہوا خشکی کے آخری کنارے جا پہنچتا ہے آگے سمندر ہے خشکی کو نہ پاکر سمندر میں ہی اپنا گھوڑا ڈال دیتا ہے اور آسمان کی طرف منہ کرکے بصد یاس وحسرت کہتا ہے کہ اے پروردگارِ عالم اب خشکی ختم ہوگئی ہے ورنہ جی یہی چاہتا ہے کہ آگے ہی بڑھتا چلا جاؤں۔ لیکن درمیان میں سمندر حائل ہے۔ علامہ اقبال نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

؎ دشت تو دشت صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

کس کس کی تاریخ رقم کروں یادوں کے دریچے۔ کھلتے جارہے ہیں جوں جوں نظر پیچھے جاتی ہے انتہائی تابناک اور سنہری تاریخ نظر آتی ہے۔ لیکن جب ننگِ ناموس، ننگِ ملت اور ننگِ وطن کی تاریخ پر نظر پڑتی ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ کس کس کی تاریخ رقم کی جائے۔ راعی اور رعایا کی۔ ظالم اور مظلوم کی، عادل یا ظالم حکمرانوں کی، خائن کی یا امین کی، ماضی کی یا حال کی۔ یزید کی اور امام حسین کی، حجاج کی یا عبداللہ بن زبیر کی۔ پاکستان بنانے والوں کی یا پاکستان توڑنے والوں کی۔ پاکستان کے نمک خواروں کی یا نمک حراموں کی۔ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کرنے والوں کی یا درمیان میں روڑے اٹکانے والوں کی پاکستان حاصل کرنیوالوں کی یا مخالفت کرنے والوں کی۔ جنگِ جمل کی یا جنگِ صفین کی۔ آج بھی جنگ صفین اور جنگِ جمل کی حالت نظر آرہی ہے۔

جب یادوں کے دریچے مزید کھلتے ہیں تو دورِ افق پر مشرق کی جانب نعرۂ تکبیر اور جے ہند کے نعرے سنائی دے رہے ہیں ایک طرف باطل قوت پوری طاقت سے نبرد آزما ہے۔ دوسری طرف چند مولے بے سروسامان باطل کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ جب نظر گہری جاتی ہے تو ایک سمندر مشرق کی

طرف سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا بہہ رہا ہے اس میں کچھ لاشیں نظر آتی ہیں کبھی ابھرتی ہیں اور کبھی نیچے چلی جاتی ہیں پھر ابھرتی ہیں۔ بہتی ہوئی جارہی ہیں جب کوئی لاش کنارے تک پہنچتی ہے تو کچھ انسان نما بھیڑیئے ان لاشوں کو لہروں کے حوالے کردیتے ہیں۔ اُف خدایا۔ کتنا خوفناک منظر۔

یہی نہیں۔ مکانات دوکانات بلکہ پورا کشمیر جل رہا ہے۔ بچے اور بوڑھے، مائیں اور بہنیں چھُپ چھُپ کر ان درندوں سے اپنے ناموس بچا رہی ہیں۔ لیکن بُتوں کے پجاری جو ہلاکو اور چنگیز خان سے نہیں بلکہ شیطان سے بھی بازی لے گئے ہیں۔ پھر دیکھتے دیکھتے اندھیرا چھا جاتا ہے۔

اور جب اندھیرا چھٹتا ہے تو مغرب کی وادیوں سے مجاہدین کا سمندر فوج در فوج دشمنانِ اسلام کو گھوڑوں کے ٹاپوں تلے روندتا ہوا مار دھاڑ کرتا ہوا۔ متھرا۔ یوپی، ہردوار اور سومنات جا پہنچتا ہے کوششِ بسیار کے باوجود قلعہ سومنات فتح ہونے میں نہیں آتا۔ ایک طرف جان نثار اور جان فروش ہیں۔ دوسری طرف ہندوؤں کی پوری باطل قوت نبرد آزما ہے۔ سلطان ایک فقیر ابوالحسن خرقانی کے قدموں میں حاضری دے کر فتح کی التجا کرتا ہے۔ فقیر نے اپنا پیرہن دے کر فرمایا کہ جاؤ اسے پہن کر پھر دعا مانگو۔ ابھی سلطان نے پیرہن زیبِ تن کرکے سجدے میں سر رکھا ہی تھا کہ قاصد نے آکر خوشخبری سنائی۔ کہ عالی جاہ۔ قلعہ فتح ہوگیا۔ مبارک ہو۔

اچانک تاریخ پلٹا کھاتی ہے۔ کئی سو سال بعد ہندو پختہ ارادہ کرتا ہے کہ ہم نے سومنات کا بدلہ لینا ہے۔ شاہانِ مغلیہ کے سربراہ کی تعمیر شدہ مسجد (بابری) کو گرانے کا ارادہ کرلیتا ہے۔ مسلمان سراپا احتجاج ہیں لیکن ہندوؤں نے کسی کی نہ سُنی۔ مسجد کے اُوپر چڑھ کر مسجد گرائی جارہی ہے۔ خوشی سے ڈھول پیٹتے جارہے ہیں۔ حکومتِ وقت خاموش تماشائی ہے۔ ہندو مسجد پہ چڑھ گیا۔ کدالوں سے مسجد کی اینٹ سے اینٹ توڑی جارہی ہے آخر مسجد کے مینار اور گنبد دھڑام سے نیچے آ پڑے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اُف خدایا: ہندوؤں نے مسجد کے ملبے پر چڑھ کر بھجن گائے۔ رقص کیا، مظلوم مُسلمان دیکھتے ہی رہ گئے۔ اَبابیلوں کا لشکر مدد کو نہ آیا۔ صلاح الدین ایوبی اور سلطان محمود کی رُوحیں لرز اٹھیں۔ لیکن کسی مسلمان حکومت کو بیان دینے کا بھی حوصلہ نہ ہوا پاکستان کی حکومت نے مسلمانوں کی اشک شوئی کے لئے کچھ بیان دیئے۔ ہڑتالیں بھی کروائیں۔ مگرمچھ کی طرح آنسو بھی بہائے۔ بنگلہ دیش

اور پاکستان کے مسلمانوں نے مظاہرے کئے اتنے میں امریکہ کی گرجدار آواز سنائی دی۔ خبردار کوئی مسلمان بابری مسجد کا نام نہ لے یہ بھارت سرکار کا اندرونی معاملہ ہے۔

سمندر پار کے مسلمانوں نے مظاہرے کئے تو عرب امارات کے شیوخ نے کچھ مسلمانوں کو جیلوں میں بند کر دیا اور ہزارہا پاکستانیوں کو واپس بھیج دیا کہ خبردار ہندو کے خلاف آواز نہ اٹھانا عرب امارات کے شیوخ امریکہ کے نمک خوار ہیں اور امریکہ کا یہ مؤقف کہ امریکہ اور ہندو ایک ہے۔ ہم یہودی ہیں اور وہ ہندو۔ ہمارا کلچر، تمدّن، افکار و نظریات سب ایک ہیں۔ یہود اور ہنود میں کچھ فرق نہیں۔

اُف خدایا! تیری خدائی کہاں گئی، تیری جبّاریت اور قہّاریت مسلمانوں کی نااہلی میں تبدیل ہوگئی۔

ع برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

نہیں نہیں۔ دیر ہے اندھیر نہیں ہے کوئی اورنگ زیب عالمگیر آئے گا۔ ایوبی صلاح الدین اور سلطان محمود آئیں گے۔ احمد شاہ ابدالی، سلطان فتح علی ٹیپو جیسا کوئی سپوت آئے گا۔

مسجد شہید گنج کی تحریک نے ہمیں پاکستان جیسی نعمت سے نوازا۔ بابری مسجد کی تحریک ایک اور پاکستان دہلی تک دے گی۔ کوئی محمد بن قاسم جیسا سپوت منظرِ عام پر آکر موجودہ قیادت سے مسلمانوں کو صحیح مسلمان بنائے گا یہ سُپر طاقتیں اسلام کے مقابلے میں روس کی طرح شکست و ریخت سے دوچار ہوکر دم توڑ جائیں گی۔

تاریخ نے ہمیں کیا کچھ نہیں بتایا تاریخ نے کیا کچھ قلمبند نہیں کیا ابھی چند برسوں کی بات ہے رات کے اندھیرے میں ہندو بنیا نے پاکستان کی غیرت کو للکارا اور حملہ کرکے ختم کرنے کی کوشش کی۔ اسے علم نہیں تھا کہ پاکستان اتنا کچا پھل نہیں تھا کہ اس کی جھولی میں جاگرتا۔ پاکستان کے مسلمان ایک ہوگئے۔ کوئی پنجابی، پٹھان، بلوچی، سندھی، بنگلہ دیشی نہ رہے، جان واحد بن گئے۔ چور اُچکے، ڈاکو لٹیرے، زانی، شرابی، قاتل، سمگلر، ذخیرہ اندوز وغیرہ سب ایک ہوگئے۔ کوئی شیعہ، سُنّی، وہابی نہ رہا۔ ملّتِ واحدہ تسبیح کی طرح ایک ہوگئے۔ پاکستانی قیادت نے ایک ہی جملے میں تمام مسلمانانِ پاکستان کی ترجمانی کر دی۔ کہ ہندو کو معلوم نہیں کہ اس نے کِس قوم کو

للکارا ہے۔ یہ نعرہ کیا تھا اسلامیانِ پاکستان کے دِلوں میں بجلی کی لہر دوڑ گئی۔ قوم نے فتح پائی۔

ے یہ ایماں کا نعرہ تھا یا صوت ہادی
کہ دشمن کے دل پر بجلی گرا دی[1]

اچانک پاکستانی قیادت نے کروٹ بدلی۔ زانی شرابی، عشوہ و ناز کا شیدائی۔ جام و سبو کا مجسمہ، عیّاش انسان کے ہاتھ میں آئی تو اُندلس کی طرح پاکستان کا نقشہ ہی بدل گیا۔ دُنیا نے دیکھا کہ عالمِ اسلام میں مانی ہوئی بہادر فوج نے نااہل قیادت کی وجہ سے ایسی بُری شکست کھائی کہ نوّے ہزار مسلمان ہندو کی قید میں چلا گیا جو غالباً عالمِ اسلام میں سب سے زیادہ المناک اور تاریک باب تھا اور بدنمائی کا داغ ایسا لگایا کہ دشمن نے دو قومی نظریئے کے پرخچے اُڑا دیئے کاش مسلمان قوم عبرت حاصل کرکے پورا پورا انتقام لے کر ہندوؤں کو دکھا دیتی کہ مسلمان ابھی زندہ ہے۔ ایمان کی چنگاری اور محبتِ رسولؐ کی شمع کا جذبہ ابھی زندہ ہے، قوم بھی زندہ ہے لیکن۔ لیکن افسوس کہ اقتدار کی دال جُوتوں میں بانٹی جارہی ہے عزت اور غیرت فروخت ہو رہی ہے ضمیر اور جذبات کا سودا لین دین سے ہو رہا ہے۔ کیا ایسی قوم زندہ رہنے کے قابل ہے۔ ایک طرف سفید ہاتھی قوم کو پاؤں کے نیچے مسل مسل کر خود دافع البلا ہو چکا ہے۔ لیکن دوسری طرف مگرمچھوں کی فوج ظفر موج جبڑے کھول کر عوام کا خون چُوس رہی ہے اور اپنی بنیادیں اس خون سے مضبوط کر رہی ہے نہ کسی کو ملک و ملّت سے محبت ہے اور نہ اسلامی جذبہ۔ طائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔ اقتدار کی سرد جنگ لڑی جارہی ہے۔ قوم بے بس ہو چکی ہے۔ جس طرف نظر اٹھائیے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ کوئی قانون نہیں عوام حیران ہیں کہ اس پاکستان کا کیا بنے گا۔

ے خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی تو عیّاری ہے اور درویشی بھی عیّاری

قوم کا یہ حال ہے کہ فلمی دُنیا میں ڈوب چکی ہے۔ عیاشی اور بے راہ روی کے ساتھ دُنیا بھر کی

---

[1] مولانا حالؔی سے معذرت کے ساتھ

بے ایمانی، بددیانتی۔ ہر جرم پاکستانی قوم کے پاس ہے ایسی قوم کب ترقی یافتہ کہلا سکتی ہے جس کا ہر قدم اسلام کے منافی ہو۔

؎ آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

آج طاؤس و رباب نے شمشیر و سناں کی جگہ لے لی ہے۔ قوم کو بے سہارا چھوڑ دیا گیا بلکہ قوم بے مہار ہو چکی ہے لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ جرائم کی بھرمار ہے۔ اگر قوم کو کوئی لائحہ عمل دیا جائے۔ قوم کو وجاھدو فی اللہ حق جہادہ کا سبق دیا جاتا تو تمام جرائم خود بخود ختم ہو جاتے۔ کاش کوئی مرد دانا آگے بڑھ کر ہماری ڈوبتی کشتی کو ساحلِ آشنا کر دیتا۔ کب تک ہم در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے کب تک ہم اغیار سے بھیک مانگتے رہیں گے کاش کوئی مردِ مجاہد آگے بڑھ کر قوم کو اللہ کا پیغام وقاتلوھم حتّٰی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ کا پیغامِ جہاد دیتا۔ اور قوم کی ہچکولے کھانے والی کشتی کو ساحلِ مراد پہ لگاتا۔

اے پروردگارِ عالم تو ہر چیز پر قادر ہے ہماری مملکتِ خداداد کی حفاظت کا خود سامان اور اسباب مہیا فرما۔ اور اس مملکتِ پاکستان کو عالمِ اسلام کے لئے قلعہ ثابت فرما۔ آمین

ان تمام وجوہات کو سامنے رکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے اچانک ایک طرف سے روشنی کی ایک جھلک نظر آتی ہے دیکھتا ہوں کہ سامنے ایک سرسبز چمن ہے، بہار ہی بہار ہے، پھول کھل رہے ہیں اور کچھ پھول کھلنے والے ہیں، کلیاں ہیں غنچے ہیں، کیاریاں ہیں پھول ہی پھول ہیں، دل چاہتا ہے کہ تمام پھول چن لوں، جھولیاں بھر لوں، لیکن سب پر تو میرا حق نہیں۔ آخر کچھ پھول سمیٹ لیتا ہوں۔ کچھ کلیاں اکٹھی کر لیتا ہوں۔ مختلف رنگ کے پھول، مختلف خوشبو کے پھول ہر کلی سے ہر پھول سے اپنا حصہ وصول کر لیتا ہوں۔ ان پھولوں کی رعنائی و زیبائی۔ دلکشی اور رنگینی سے کچھ پھول مع ٹہنیوں کے جمع کر لیتا ہوں۔ ان سب کو ملا کر ترتیب دے کر کتاب کی شکل تیار کرتا ہوں۔ یہ ہے میری مرتب کردہ تاریخ جو آپ کے سامنے ہے۔

چنانچہ زیرِ ترتیب کتاب وہابیہ نجدیہ، وہابیہ دیوبندیہ، وہابیہ تبلیغیہ، سپاہ صحابہ وغیرہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں جتنے بھی حوالے دیئے گئے ہیں۔ وہ مستند تاریخی کتابوں

رسالوں، اخباروں اور خصوصاً علمائے دیوبند کی کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں کسی شخصیت یا کسی مکتبۂ فکر کی توہین یا تنقیص اور دل آزاری مقصود نہیں۔ کسی سے مناظرہ اور نہ کسی سے سب وشتم کرنے کا خیال ہے۔ نہ ہی کسی کی بے جا طرفداری شعار ہے۔ ہر بات کا ثبوت کتاب اور حوالہ سے موجود ہے۔ تاریخ کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔ تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی۔ اس میں صرف حقائق کو سامنے لایا گیا ہے اگر کسی شخص یا جماعت کو اس تاریخی آئینہ میں اپنے خدو خال نظر آئیں تو اُسے تاریخی حقائق پر غصہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ غصے میں آکر آئینہ توڑ دینا چاہیئے۔ آئینہ توڑنے سے اس کی شکل درست نہیں ہو سکے گی۔ تاریخ ماضی کے حالات اور واقعات کا آئینہ ہوتی ہے۔ چاہیئے تو یہ کہ اس تاریخی آئینہ میں کسی کو اپنی شکل میں نقص نظر آئے تو اس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ ماضی کی غلطیوں کی مستقبل کے لئے روایت نہ بنالے اور نہ ہی اُسے آئینہ توڑ کر انتقام لینا چاہیئے۔

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اہلِ سنت دیوبندیوں، وہابیوں کی تکفیر کرتے رہتے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حقیقت میں مسلمانوں کی تکفیر کرنے والا فرقہ کون ہے۔ آج پاکستان کے گلی کوچوں میں لکھا نظر آتا ہے۔ شیعہ کافر شیعہ کافر۔ دوسری طرف انہی دیواروں پر وہابی کافر۔ وہابی کافر۔ لکھا نظر آتا ہے۔ ایک دوسرے کو کافر کہنے والے کون لوگ ہیں اگر بقول وہابیوں کے شیعہ کافر ہیں اور شیعوں کے نزدیک وہابی کافر، تو درمیان میں مسلمان صرف اہلِ سنّت ہی رہ جاتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اہلِ سُنّت نے آج تک کسی کو کافر نہیں کہا اور نہ کہتے ہیں۔ اگر بقول سپاہ صحابہ شیعہ، اُمہات المومنین اور اصحاب ثلاثہ کے گستاخ ہیں تو کافر ہیں لیکن بقول اہلِ تشیع وہابی گستاخِ رسول ﷺ ہیں وہ تو پھر اعلیٰ درجہ کے کافر ہوئے اسی لئے کہتے ہیں کہ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔

دونوں کا کردار اہلِ سنت کے خلاف ہے جو قابلِ افسوس ہی نہیں بلکہ قابلِ مذمت بھی ہے اسی پر بس نہیں سپاہِ صحابہ کا مرکز (سعودی عرب) اور اس کے فرامین کے گرد گھومتا ہے وہاں سے ہی فرمان جاری ہوتے ہیں۔ لٹریچر آتے ہیں اور امداد بھی دی جاتی ہے۔

افسوس تو اس بات پر ہے کہ جس سرزمینِ حجاز سے اسلام کا چشمہ پھوٹا جس چشمے سے
علوم وفنون کی بے شمار نہریں جاری ہوئیں اور سرزمینِ حجاز سے نکل کر دُنیائے عالم پر
پھیلیں اور ایمان کی کِشت کی آبیاری کی جہاں سے اسلام کی سنہری کرنیں دنیائے عالم پر
چھاگئیں جو اسلام کا مرکز تھا جہاں حضورؐ کی تشریف آوری ہوئی آج اس ملک پر حضورؐ کی
بدعائی ہوئی قوم کی حکمرانی ہے ان کے پاس نہ حضورؐ کی ذاتِ اقدس کا احترام ہے نہ مساجد
کا نہ قرآنِ پاک کا۔ نہ مزاراتِ صحابہ اور مقابرِ ملّتِ اسلامیہ کا احترام ہے ان کے لٹریچر
نجدیت اور وہابیت سے بھرپور مسلمانوں پر کفر وشرک کے فتوے دینا یہی ان کا ایمان
اور یہی اسلام ہے۔

یاں ہم سرزمینِ حجاز کے ذرہ ذرہ سے مسلمانوں کو پیار اور محبت ہے مسلمانوں کے
دل کی دھڑکنیں اور ایمان کی لذتیں سنائی دیتی ہیں یہاں تک کہ کوئی مسلمان حج کر کے
واپس آتا ہے تو مسلمان اس کے ہاتھ اور پاؤں چومتے ہیں کہ یہ ہاتھ کعبہ کی دیواروں اور
گنبدِ خضریٰ کی جالیوں کو لگ کر آئے ہیں ان کی آنکھیں حاجیوں کے بوسے لیتی ہیں کہ
ان آنکھوں نے گنبدِ خضریٰ کا نظارہ کیا ہے ان آنکھوں نے اس زمین کو دیکھا ہے جو
رسول اللہ کا شہر ہے مسلمان اس شخص سے بغلگیر ہوتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس شخص نے
اس جگہ کا فیضان حاصل کیا ہو جہاں حضورؐ نے قدم رکھے ہیں صحابہ کرامؓ پروانہ وار وضو
کے پانی پر جھپٹتے تھے اس پانی کو اپنے چہروں پر ملتے تھے اگر پانی نہ مِلتا تو دوسرے
صحابی کے ہاتھوں کی تری لے کر مُنہ اور جسم پر مَل لیتے تھے کہ کسی طرح حضورؐ کے ساتھ نسبت
ہوجائے سلف صالحین میں ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں جو مدینہ پاک کے کُتوں کا بھی احترام
کرتے تھے ان لوگوں کا عقیدہ تھا۔ کہ

؎ نسبت خود را بسگت کردم ولیکن
زانکہ نسبت سگ کوئے تو شد بے ادبی است

یعنی میں نے آپؐ کے کُتوں کی طرف اپنی نسبت کی ہے لیکن میں اس پر بھی شرمندہ ہوں
کیونکہ آپؐ کے کُتوں کی طرف اپنی نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے۔

عالمیانِ اسلام اور خصوصاً سرزمینِ پاکستان ایسے ہی عاشقانِ رسولؐ کا گہوارہ ہے جو
مدینہ پاک کے کُتوں کا بھی احترام کرتے ہیں اور ان کتوں کی طرف اپنی نسبت کرنے کو بھی بے ادبی
سمجھتے ہیں۔

آج کل سرزمینِ حجاز پر وہابیوں کا قبضہ ہے اور ان کی حکومت ہے اور یہ بات بھی کسی
سے مخفی نہیں ہے اس کے باوجود ۱۹۷۶ء میں امام حرمِ نبوی اور امام حرمِ کعبہ پاکستان آئے
تو پاکستانی مسلمان دیوانہ وار ان کے استقبال کے لئے ٹوٹ پڑے وہ جہاں گئے ان کا
استقبال اھلاً وسھلاً مرحبا کے تحسین وآفرین نعروں سے ملک گونج اُٹھا یہ محبت اور عقیدت
کے مظاہرے اس لئے نہ تھے کہ ایک شخص کا نام عبدالعزیز تھا اور دوسرے کا نام عبداللہ بن
سبیل تھا۔ اور یہ حجاز کے رہنے والے تھے، نہیں، ہزاروں گورنر سفارتی طور پر پاکستان آتے
رہتے ہیں ان کا کوئی استقبال نہیں کرتا ان کے استقبال کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان میں سے
ایک حرمِ نبویؐ کا امام تھا اور دوسرا مسجدِ حرام کا امام۔

حالانکہ یہ بھی ایک ناقابلِ فراموش اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ نوائے وقت ۱۲ مئی
۱۹۵۵ء کی خبر کے مطابق اس وقت کے وزیرِ اعظم امیر فیصل نے گاندھی کی سمادھی پر پھول
چڑھائے لیکن وہابی کی شریعت کی پیشانی پر شکن نہ آئی اسی طرح روزنامہ نوائے وقت ۲ فروری
۱۹۵۷ء کی خبر کے مطابق اس وقت کے بادشاہ سعود نے اور لنگٹن کے قبرستان میں ایک مُشرک کی
قبر پر پھول چڑھائے۔ اور روزنامہ کوہستان ۲ فروری کی خبر کے مطابق اس وقت کے وزیرِ دفاع
شہزادہ فہد نے جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے بادشاہی شہزادوں کے اس اعلانیہ
شرک پر نجد کے علماء مہر بلب رہے۔ کسی نے بھی حکومت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔
ہوسکتا ہے کہ علمائے نجد کے نزدیک شرک کے پیمانے عام مسلمانوں اور شاہی خاندان کے لئے
مختلف ہوں ۱۹۵۶ء میں پنڈت نہرو جو ایک بدترین مشرک اور دشمنِ اسلام تھا اس کو سعودی
عرب میں دعوت دی گئی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
ارشاد فرمایا تھا یاایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد
الحرام بعد عامھم ھذا۔ ایمان والو مشرک نجس اور پلید ہیں۔ آج کے بعد قیامت تک

کوئی مشرک مسجد حرام کی حدود میں داخل نہ ہو لیکن ایک توحیدی بلکہ توحید شکن نے پنڈت نہرو کا استقبال مرحبا رسول السّلام کے پُر جوش نعروں سے کیا۔ عرب اور ہندوستان کے وہابیوں نے خوب سراہا۔ توحید کی ساری زنجیریں کٹ گئیں۔ توحید کا سارا بود بکھر گیا۔ اور توحید کا سارا وقار تار تار ہو گیا۔ (فللّٰہ اِلتشتکی) پاکستان کے کچھ علماء اخبارات اور رسائل نے آزادئ صحافت اور آزادئ ضمیر کا اظہار کرتے ہوئے سعودی عرب کو طعن و تشنیع کی لیکن پاکستان کے اکثر علماء خاموش ہی رہے یا انہیں خاموش کر دیا گیا۔ اس لئے کہ اگر ہم نے سعودی عرب کے خلاف آواز اٹھائی تو سعودی عرب ہمیں بھیک دینی بند کر دے گا۔ مسلمانوں پر جب ہی کوئی مشکل وقت آیا تو صحافت کا گلا گھونٹ دیا گیا ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد جنگی ترانے بند کر دیئے گئے تھے جنگ کی آواز اٹھانی بند کر دی گئی تھی۔ اور اس وقت کی تاریخ بھی مسخ کر دی گئی جو شریکِ سفر نہ تھے انہیں ہیرو بنا کر تمغے دیئے گئے اور جنہوں نے مادرِ وطن پر جانیں قربان کیں ان کے نام بھی جسم کے ساتھ زمین میں دفن کر دیئے گئے یہ باتیں اگرچہ پرانی ہیں۔ لیکن تاریخ میں محفوظ ہیں اور تاریخ ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔

اسی طرح تاریخ وہابیہ بھی اگرچہ پرانی ہے اور انتہائی دلخراش بھی۔ سلطان بن عبدالعزیز کے ۸۰ سالہ دَور میں کیا تبدیلی آئی۔ آثار و مشاہد، مزارات اور مقابر مٹا دیئے گئے۔ اور مسلمانانِ عالم کے دلوں پر تیر و نشتر چلائے گئے۔ یہ باتیں اور اقوال و احوال وہابی اور دیوبندی مصنفین کی کتابوں اور اخبارات سے ماخوذ ہیں ان سب کو جمع کر کے تاریخ وہابیہ مرتب کی گئی ہے۔ اِنشاءاللہ کوئی حوالہ غلط ثابت نہ ہو گا۔ دعویٰ نہیں کیونکہ انسان مجسمۂ خطا ہے۔ حوالے میں کمی بیشی یا صفحے کا ردّ و بدل ایڈیشن کی وجہ سے ہو سکتا ہے ورنہ چھان بین ذمہ داری اور تحقیق کے بعد تاریخ مرتب کی ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ تاریخ کی بنیاد عقائد و افکار پر نہیں ہوتی بلکہ قومی شہادتوں حالات اور واقعات پر ہوتی ہے اور عقائد کی صحت کتاب و سنّت اور اسلاف کے معمولات سے ہوتی ہے۔

اعترافِ حقیقت

اِس کتاب کی ترتیب میں راقم الحروف کو جس قدر جانکاہی کرنا پڑی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں میرا خیال ہے کہ کسی کتاب کو تصنیف کرنے کے بجائے تالیف کرنا بہت مشکل ہے۔ وہ اس لئے کہ تصنیف میں مصنّف کو اپنے اظہارِ خیالات اور اپنی وسعتِ معلومات ہی کے متعلق جواب دہی کرنا پڑتی ہے جو اس کے لئے آسان ہے لیکن مؤلف کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یعنی ایک تو اُسے اپنی تالیف میں تاریخی واقعات کو سامنے لانا پڑتا ہے پھر اسے استدلال کی کسوٹی پر جانچنا پڑتا ہے دوسرے تاریخی واقعات کو ترتیب میں غلط واقعات کی تردید کر کے صحیح حالات کے دلائل پیش کرنا پڑتے ہیں پھر ترتیب مضامین کے لحاظ سے پچھلے واقعات کو یاد رکھنا پڑتا ہے ایسی بہت سی مشکلات مؤلف کے لئے ہوتی ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ بلحاظِ بشریت، کم علمی نا قابلیت، بڑھاپا۔ تمام قوائے جسمانی کمزور ہونے کے باعث، میدانِ صحافت کی ان مشکلات میں میرے قدم ڈگمگا گئے ہوں لیکن مجھے شاہ سوارانِ علم و ادب اور مؤرخین قابلِ قدر سے اُمید ہے کہ وہ میری ان مشکلات میں ازراہِ ہمدردی حوصلہ افزائی سے ممنون فرمائیں گے۔

آخر میں۔ مَیں اپنے مخدومانِ قوم اور قابلِ تعظیم مؤرخین و اہلِ تصنیف کی خدمت میں گذارش ہے کہ میرے قلم سے جتنی بھی کوتاہیاں، خامیاں نظر آئیں تو ازراہِ کرم بجائے طعن و تشنیع کے مطلع فرمائیں تاکہ ان غلطیوں اور کوتاہیوں کی درستی کی جا سکے۔

آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خداوندا تو معبودِ حقیقی ہے

وحدہٗ لاشریک ہے۔ یکتا ہے بے نیاز ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں تو ہر چیز کا مالک ہے تو ساری مخلوق کا رازق ہے تیرے حکم کے بغیر دنیا کا ایک ذرہ، دریاؤں کا ایک قطرہ درختوں کا ایک پتہ بھی تیرے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ یہ تیرا ہی کرم بے پایاں تھا۔ یہ تیری ہی تائید اور نصرت تھی جو مجھ ایسے بے بضاعت سے یہ تالیف تاریخ وہابیہ مرتب کرائی۔ اور اب یہ تیرا ہی کام ہے کہ تو اسے بندوں میں مقبول کر اور اس پر انہیں عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔

اس کتاب کی ترتیب تالیف میں جن تاریخی کتابوں کی مجھے ضرورت تھی جو آج کل نایاب ہو چکی ہیں ان کتابوں اور تحریروں کی فوٹو سٹیٹ وغیرہ۔ محترم و مکرم میرے محسن جناب علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب قادری ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ اور جناب محمد حفیظ صاحب نیازی، مدیر ماہنامہ رضائے مصطفٰے حسب ارشاد گرامی جناب حضرت علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب برکاتہم العالیہ نے مہیا فرمائیں۔ میں ان تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے جو مواد مجھے ضرورت تھا۔ وہ مہیا فرمایا فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا سایہ اہلِ سنت کے سروں پر قائم و دائم رکھے تاکہ اہلِ سنت ان حضرات کے سایہ کے نیچے سکون کے ساتھ مخالفین سے محفوظ ہو کر زندگی گذار سکیں۔ آمین یارب العالمین۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے میں اپنے اور اہلِ سنت مسلمانوں کے لئے حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں شفاعت کی درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ کے مکرّم اور معظم رسولؐ، قیامت کے دن اپنے غلاموں کی لاج رکھنا۔ ان کی شفاعت کرنا۔ شفاعت کا تاج آپ کے سر پر ہے۔ مقامِ محمود پر آپ فائز ہوں گے حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں۔ کوثر کے ساقی آپ، میزان اور پل صراط پر آپ کا حکم تمام میدانِ حشر میں آپ ہی کی گونج ہوگی۔ ہمیں سہارا دینا یا رسول اللہ۔

آرزو دل میں رکھتا ہوں خدا پوری کرے
جب مروں تو زباں پر ہو ثنائے مصطفٰےؐ

وما توفیقی الا باللہ۔ علیہ توکلت والیہ انیب۔ سگِ آستانۂ نبوت

حافظ حبیب اللہ القریشی الہاشمی

دُعا۔ المدد

بحضور ربّ العالمین، احکم الحاکمین

۱۔ المدد۔ اے خدا۔ سب کے حاجت روا — آج ایمان کی جان خطرے میں ہے
رہزنِ دین، بننے لگے رہنما — حق پرستوں کا ایمان خطرے میں ہے

۲۔ یوں تو آزاد ہیں۔ حکمرانی بھی ہے — یوں تو سکّہ کی اپنی رواتی بھی ہے
درحقیقت ہیں محکوم کفار کے — اہلِ اسلام کی آن خطرے میں ہے

۳۔ جن کے زیرِ نگیں ہفت کشور ہوئے — قسمت اقوامِ عالم کی لکھتے رہے
آج ہیں کفر کے زیرِ فرمان وہی — قوم کی شوکت و شان خطرے میں ہے

۴۔ تھے جو پیکر کبھی عدل و انصاف کے — تھے جو پُتلے کبھی حسنِ اخلاق کے
آج وہ ہو گئے ننگِ انسانیت — اوج کا ساز و سامان خطرے میں ہے

۵۔ آج اپنی خلافت بنی خواب ہے — کشتئ شانِ مسلم ہی غرقاب ہے
خود ہی آپس میں دست و گریبان ہیں — جس سے امیر و سلطان خطرے میں ہے

۶۔ آہ کشمیر۔ قبرص۔ فلسطین میں — یا ارٹیریا، روس اور چین میں
ان کی خاطر مسلمان کھولیں زباں — جسم خطرے میں ہے جان خطرے میں ہے

۷۔ عہدِ انگریز کی سب سے لعنت بڑی — تھا جو وکٹوریہ نے بنایا نبی
اس کے اب پیروکار اس قدر ہو گئے — جس سے نظمِ گلستان خطرے میں ہے

۸۔ لیڈروں کے نرالے ہی اطوار ہیں — کہتے ہیں قوم کے یار و غمخوار ہیں
قومیت کو مٹاتے ہیں کچھ اس طرح — دین کا ہر نگہبان خطرے میں ہے

۹۔ ناچ گانے غضب آج محبوب ہیں — آہ۔ ام الخبائث کے مشروب ہیں
ہو رہی ہیں امیروں میں غم مستیاں — دورِ حاضر کا انسان خطرے میں ہے

۱۰۔ رہزنوں کا ہوا گرم بازار ہے — رہنماؤں سے قوم آج بیزار ہے
غیرتِ دین و ایمان کا بیوپار ہے — آج سچا مسلمان خطرے میں ہے

۱۱۔ کیسے تفسیر و تفہیم کے نام سے — کیسے مکر و تدبّر نما دام سے
یوں مطالب بتاتے ہیں آیات کے — جن سے مفہوم قرآن خطرے میں ہے

۱۲۔ مصطفیٰؐ کے فدا ایں دردِ زباں — مصطفیٰؐ کی انہیں سے کریں کسرِ شان
کس غضب کی ہیں یہ شوخیاں الاماں — تیرے پیارےؐ کا فرمان خطرے میں ہے

۱۳۔ اہلِ اسلام کو اب منتشر کر دیا — اب تو ہر فرد ہے ایک فرقہ جُدا
دشمنانِ نبیؐ بن گئے اولیاءؔ — آج سچوں کی پہچان خطرے میں ہے

۱۴۔ ہم نے مانا کہ بے شک خطاکار ہیں — مالکِ دو جہاں ہم گنہگار ہیں
اُمتی ہیں مگر تیرے محبوب کے — امتِ شاہِ ذیشان خطرے میں ہے

۱۵۔ بہر شاہِ اُممؐ ہو نگاہِ کرم — پھر ترقی کرے قوم یہ دم بدم
شان و شوکت سے اخترؔ بھی چمکے ترا — ذوالمنن وہ پریشاں خطرے میں ہے

اختر شاہجہان پوری
از مشعلِ راہ

فریاد المسلمین
بحضور ۔ رحمۃ اللعالمین

نگاہ مرحمت، چشمِ عنایت یا رسول اللہ — پریشاں حال ہیں ہم، اہلسنت یا رسول اللہ
اُٹھا رکھا ہے سر ہر سمت پھر تخریب کاروں نے — بظاہر بَن کے ہمدردانِ ملت یا رسول اللہ
وہ جو ہیں صاحبانِ جُبّہ و دستار کہلاتے — یہ باطن آپ سے جن کو عداوت یا رسول اللہ
وہ چہرہ جن کا مومن مگر دل ہے ابُو جہلی — ہے اُجلا جن کا تن گندی ہے سیرت یا رسول اللہ
زباں پہ نعرۂ توحید دِل ایمان سے خالی — ہے کلمہ لب پہ اور دل میں کدورت یا رسول اللہ
وہ جو ہیں آپ کی تعظیم اور تکریم کے منکر — وہ گستاخانِ دربارِ رسالت یا رسول اللہ
یہ راہزن، راہبر بن کر نکل آئے ہیں میداں میں — کریں کس طرح ہم اپنی حفاظت یا رسول اللہ
ہمارے اہلِ حق باہم دگر دست و گریباں ہیں — انہیں کب اپنے ہے جھگڑوں سے فرصت یا رسول اللہ
مقابل دشمنانِ دین کے جو مرد میداں تھے — وہ ہیں شیرِ نیستاں سیاست یا رسول اللہ
کسی کو صرف ہے درکار خوشنودی امیروں کی — کسی کو صرف کرسی کی ضرورت یا رسول اللہ
انہیں میں سے نئے فیشن کے کچھ مفتی معاذ اللہ — مسائل میں بھی کر بیٹھے ہیں جدت یا رسول اللہ
ہمارے رہبرانِ دین و ملت کی یہ حالت ہے — کہیں کس سے ہم اپنے دل کی حالت یا رسول اللہ
تُلے ہیں دشمنانِ دین اِدھر تخریب کاری پہ — مکدر ہے فضائے دین و سنت یا رسول اللہ
بنایا تھا تمہارے نام پر جو آشیاں ہم نے — گری ہے اس پہ ہو کر برق برہم یا رسول اللہ
غمِ دنیا، غمِ عقبیٰ، غمِ ارضِ وطن ہم کو — جو ہم سے کٹ گئے ہیں ان کا بھی ہے غم یا رسول اللہ
ہمارے سامنے بکھرے ہیں اک تسبیح کے دانے — بکھرتا ہے کوئی شیرازہ یوں کم یا رسول اللہ
کرم ہو ارضِ پاکستان پہ اے رحمتِ عالم — نگوں ہونے نہ دیجئے سبز پرچم یا رسول اللہ

نگاہِ بد سے ہو محفوظ پاکستان کا پرچم — بلندی پر رہے یہ چاند تارہ یا رسول اللہ
بنے مردِ مجاہد مردِ مومن دورِ حاضر میں — ملے عشقِ محمدؐ کی اس کو دولت یا رسول اللہ
زمانے بھر کے ٹھکرائے تمہارے در پہ آئے ہیں — ہمارے سر پہ رکھئے دستِ شفقت یا رسول اللہ
میری کشتی ہے گردابِ بلا میں ناخدائے من — میری کشتی کو مل جائے کنارا یا رسول اللہ
ہے امت پہ تیری چھائے ہوئے ادبار کے بادل — بچانا یا رسول اللہ بچانا یا رسول اللہ
خوشا وہ وقت جب اسلام چھایا تھا زمانے پہ — دکھا دے ان بہاروں کو دوبارہ یا رسول اللہ
بداعمالوں، خطاکاروں، سیاہ کاروں پہ رحمت ہو — خدارا دو ہمیں اپنی محبت یا رسول اللہ
ہمیں ذوقِ جہاد نورِ ایماں مرحمت کردو — ہمارے دل کو دو شوقِ شہادت یا رسول اللہ
ہمارے لب پہ آجاتا ہے جب نعرہ رسالت کا — مخالف دل پہ گرتا ہے ایٹم یا رسول اللہ
تمہارا نام سننے سے تمہارا ذکر کرنے سے — شیاطیں ہو گئے ہیں ہم سے برہم یا رسول اللہ
توئی رہبر، توئی مرشد، توئی ہادی، توئی مرسل — توئی حسنِ دو عالم جانِ جاناں یا رسول اللہ
میری برباد ہستی کو بسا دو یا رسول اللہ — کنارے پر میری کشتی لگا دو یا رسول اللہ
میرے تاریک دل پہ نور کی برسات ہو جائے — میرے قلبِ سیاہ کو جگمگا دو یا رسول اللہ
درِ والا پہ حافظ استغاثہ لے کر آیا ہے — حبیبِ حق شہنشاہِ رسالت یا رسول اللہ
مدینے سے اٹھے پھر ابرِ رحمت یا رسول اللہ — کرم ہو پھر بشکلِ اعلیٰحضرت یا رسول اللہ
زمانے پر ہے احساں آپکے احمد رضا خاں کا — پڑھایا سُنیوں کو جس نے ہردم یا رسول اللہ

لہ : یہ نعت اور استغاثہ مختلف شاعروں کا ہے۔ اختر الحامدی الرضوی حیدر آباد نے تیار کیا۔ مصنف

باب اوّل

ابتدائی حالات شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی

اور

تاریخی حالات وہابیہ نجدیہ سعودیہ

رزمگاہِ حق و باطل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الم ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۝[1]

کیا گمان کرتے ہیں لوگ کہ انہیں اس حالت میں چھوڑ دیا جائے کہ وہ ایمان لائیں اور ہم انہیں آزمائش میں مبتلا نہ کریں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ ہم نے اس سے پہلے بھی لوگوں کو آزمایا کہ ان میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے اور ہم نے یہ بھی جان لیا کہ کون ایمان والے ہیں اور کون منافق ہیں۔

اللہ ربّ العزّت نے ابتدائے آفرینش سے حضرتِ انسان کو شرفِ انسانیت سے نواز کر ولقد کرمنا بنی آدم کا تاج فاخرہ عنایت فرمایا۔ اور علم آدم الاسماء کلھا کے زیورِ علم سے ممتاز فرما کر مسجود الملائکہ ہونے کا شرف بخشا اس وقت سے آج تک رزمگاہِ حق و باطل جاری ہے۔

کائناتِ ارضی کے گوشہ گوشہ میں شرک اور بت پرستی کی بیماری ایک وبا کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا رشتہ ہی اپنے ربّ سے ٹوٹ چکا تھا۔ ان کی اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی زندگی میں جو تباہ کن فسادات رونما ہو چکے تھے۔ ان کا تصوّر کر کے ہی سعید روحوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ ساری انسانیت کے ہادی و رہبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل حضرت آدم کی اولاد صرف خدا فراموش ہی نہیں بلکہ خدا فراموش کے باعث خود فراموش بھی بن چکی تھی۔ انہیں قطعاً معلوم نہیں تھا کہ وہ خلاقِ جہاں کی شانِ تخلیقی کا شاہکار

---

[1] : عنکبوت آیت اوّل

ہیں وہ چشمۂ کائنات کی پُتلی ہیں۔ مہر و ماہ، بحر و بر فضائیں اور خلائیں ان کے زیرِ نگیں ہیں ان کی تخلیق کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانیں۔ دل کی گہرائیوں سے اس سے محبت کریں، عشق و محبت کے جذبات سے سرشار ہو کر اس کی بارگاہِ عظمت و کمال میں بے خودی سے اپنا سرِ نیاز جھکا دیں ان کی زبان ہی نہیں ان کا دل بھی سبحان ربی الاعلیٰ کی روح پرور کلمات سے اپنی بندگی بے چارگی بے کسی اور بے بسی کا اظہار کریں۔ بجائے اس کے انہوں نے ہر چیز کو اپنا خدا اپنا معبود بنا لیا تھا بے جان پتھروں کے سامنے وہ سجدہ ریز تھے انہوں نے عزت و کرامت کی اس خلعت کو تار تار کر دیا تھا اور اپنی بے نظیر خوبیوں کا جنازہ نکال دیا تھا۔ ہر سُو اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ظلمت و تاریکی میں تمام مخلوق بھٹک رہی تھی۔ ساری مخلوق اس مالکِ حقیقی سے بے خبر تھی۔ اور اس کے بندے اس سے غافل تھے ہر انسان کا ضمیر مر چکا تھا۔ فطرت کا حسن حقیقی عصیانِ عالم کی تاریکی میں چھُپ چکا تھا۔ تمرد و سرکشی کے سیلاب خشکی و تری میں اُمڈے ہوئے تھے جن میں خدا کے سابق رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہ رہی تھیں۔ اس وقت حجاز کے ریگستانوں، فاران کی چوٹیوں اور کعبہ کے میدانوں سے ایک مقدس ہستی نے مبعوث ہو کر صدائے توحید بلند کی جو صحرائے عرب اور ریگستانِ حجاز سے اٹھی اور صحرائے افریقہ میں سنائی دی وہ صدائے دلکش اور دلنواز اس قدر تھی کہ۔ قولو لا الٰہ الا اللہ۔ اس صدائے حق کی گرج سے کفر و شرک کے بادل چھٹ گئے۔ معصیت و سرکشی کی گھٹائیں اور عصیان و تمرد کی ظلمت دور ہو گئی اور آفتابِ رسالتؐ نے طلوع ہو کر دُنیا کے گوشہ گوشہ کو بُقعۂ نور بنا دیا۔

لیکن ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

خورشیدِ رسالتؐ کیا طلوع ہوا۔ شیطان کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔ مخالفت کی آندھیاں چلنے لگیں۔ اپنے اور بیگانے دشمن ہو گئے۔ حکم ہوتا ہے وَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ

اولوالعزم من الرسل ارشادِ خداوندی کے مطابق خود بھی صابر اور شاکر رہیں اور صحابہ کرام کو بھی اس صبر کی تلقین فرمائیں اسی لئے فرمایا۔ اَحسب الناس ان یترکو ان یقولو آمنا وھم لا یفتنون۔ ایمان والو۔ ہم تمہیں ہر طرح آزمائیں گے تمہارا ایمان کیسا ہے سچے ہو یا جھوٹے۔ تم میں کون ایمان والا ہے اور کون منافق ہے۔ الغرض صحابہ کرام پوری جان نثاری کے ساتھ جب اس امتحان سے گذر گئے۔ اسلام کی شاخیں ہر سُو پھیلنے لگیں۔ چار دانگ عالم میں اسلام کا غوغا بلند ہوا۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں زیر نگیں ہوگئیں اور ان کے سر اسلام کے آگے سرنگوں ہوگئے۔

لیکن خیر و شر کا سلسلہ تو جاری تھا۔ ابلیس لعین تاک میں تھا اس نے بَرملا مخالفت کا اعلان کر دیا جس آدم کی وجہ سے اسے مردُود کر کے جنّت سے نکالا گیا بھلا وہ اس واقعہ کو کب بھولنے والا تھا۔ اس نے تو پہلے دن ہی خداوندِ عالم کو چیلنج کر دیا تھا کہ میں تیرے بندوں کو آگے سے پیچھے سے دائیں اور بائیں سے آکر گمراہ کروں گا لیکن وہ بھول گیا۔ چار اطراف سے اس نے سوچے سنبھال لئے دو کا خیال نہ آیا۔ اوپر اور نیچے کا خیال بھول گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے اس چیلنج کا جواب اس طرح دیا کہ ابلیس تم میرے بندوں کے پاس چاروں اطراف سے آکر گمراہ کرو گے لیکن نیچے اور اوپر کا خیال تمہیں نہ آیا۔ یاد رکھ کہ جب میرا بندہ تمام کام چھوڑ کر کانوں کو ہاتھ لگا کر سجدہ ریز ہو کر سبحان ربی الاعلیٰ کہے گا۔ تو میں اس کے سارے گناہ بخش دوں گا۔ اور اگر اسے سُستی نااہلی کی وجہ سے سجدہ ریز ہونے کا موقعہ نہ ملا۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے گا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی طلب کرے گا تو ادعونی استجب لکم کے تحت میں اس کی ساری خطائیں معاف کر دوں گا۔ الغرض ہر دَور میں اسلام کا مقابلہ باطل قوّت سے ہوتا رہا۔ ایک طرف باطل قوت پورے زور و شور سے میدان میں آئی

تو دوسری طرف حضور کے جانشین چٹان بن کر سینہ سپر ہوگئے۔

منکرینِ زکوٰۃ کا مسئلہ پیش آیا تو خلیفہ اوّل نے بلا تامل جہاد کا حکم دے دیا۔ خلقِ قرآن کا مسئلہ کھڑا ہوا تو امام احمد بن حنبل پہاڑ بن کر سامنے آگئے۔ اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی کے مقابلے حضرت مجدد الف ثانی میدان میں آگئے۔ الغرض ہر دَور میں اسلام کا مقابلہ باطل قوّت سے ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ باطل سَر اٹھاتا رہے گا۔ باطل کو شکست دینے والے باطل کی قوّت کو توڑتے رہیں گے۔ اِنشاءَاللہ

لیکن شیطان کے پرستار۔ اور دشمنانِ اسلام۔ جنگ کے میدانوں میں اپنی تمام تر مساعی کے باوجود اسلام کا پرچم سرنگوں نہ کر سکے تو انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان کی صفوں کو درہم برہم کرنے کے لئے سازشوں کے جال بچھانے شروع کر دیئے اِس طرزِ عمل سے انہیں کافی کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں انتقام کی جو آگ برسوں بھڑک رہی تھی وہ ٹھنڈی نہ ہوئی وہ تو اسلام کا نام ونشان ہی صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے آرزومند تھے چنانچہ انہوں نے اسلامی مملکت کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا پایا تو یورپ کے مذہبی پیشواؤں نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کی مہم اس زور سے چلائی کہ یورپ میں بسنے والا ہر فرد۔ امیر۔ غریب۔ بادشاہ اور رعایا فوج کا عام سپاہی اور اس کے جرنیل بھی اس مہم میں شریک ہوئے کہ کس طرح مسلمانوں پہ غلبہ حاصل کیا جاسکے۔ اسی طرح ...

اسلام کے اس لہلاتے چمن پر کتنی ہی تند و تیز آندھیاں آئیں مگر الحمد اللہ یہ چمن پر بہار۔ سرسبز شاداب اسی طرح چمکتا دمکتا رہا۔ کبھی اس پر یزیدی بادل آئے اور کبھی حجاجی یلغار۔ کبھی ماموی طاقت نے خلقِ قرآن کہہ کر اس کے آگے آنے کی جرأت کی اور کبھی تاتاری قوتیں پوری قوت سے اس سے ٹکرائیں کبھی خارجی

شورش نے اس سے مقابلہ کیا اور کبھی یورپی طاقت نے اِسے زیر کرنے کی کوشش کی. مگر وہ سب کے سب اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ اور یہ پہاڑ. بحمد للہ اسی طرح اپنی جگہ مضبوطی سے قائم و دائم رہا۔

برطانوی سامراج نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے اپنے دانشوروں ماہرینِ علم نفسیات اور اپنے مایۂ ناز مورخین، سیاست دانوں اور مذہبی رہنماؤں پر مشتمل کئی کمیشن تشکیل دیئے اور انہیں یہ کام تفویض کیا کہ وہ اس بات کا سراغ لگائیں کہ اس ناقابلِ تسخیر قوت کا سرچشمہ کہاں ہے جو اِن نہتے مسلمان سپاہیوں اور مسلمانوں میں بجلی بن کر دوڑ جاتی ہے جس کے اعجاز سے ہر مجاہد حیدرِ کرار کی خیبر شکن طاقت کا علمبردار بن جاتا ہے اور ان کے ہاتھوں میں لہرانے والی تلوار ذوالفقار بن کر ان کے دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔

سالہا سال کے مطالعہ، سوچ و بچار، غور و فکر اور باہمی مشورہ سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس قوت کا سرچشمہ عشقِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا ہے. جب تک عشقِ غیور کا یہ جذبہ زندہ رہے گا جب تک اپنے محبوب نبیؐ کے ساتھ مسلمانوں کی والہانہ محبت کا چراغ روشن رہے گا. جب تک اپنے ہادی اور مرشد کے لائے ہوئے دین کو سربلند رکھنے اور اس کی ہر آن پر کٹ مرنے کا شوق سلامت رہے گا ان مسلمانوں کو شکست نہیں دی جاسکتی اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ عشق و محبت کے اس چشمہ کو گدلا کر دیا جائے اس میں شکوک و شبہات کی زہر گھول دی جائے محبت و نیازمندی کی ہر ادا پر شرک کا فتویٰ صادر کیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم بدعت کا فتویٰ ضرور دیا جائے اور یہ کام اس سرگرمی اور جوش و خروش سے کیا جائے اور لگاتار کیا جائے تاکہ اپنے محبوب کے نام پر اس کے نقوشِ پا پر جان کی بازی لگانے والوں کی اداؤں میں وہ شوخی اور بانکپن بھی باقی نہ رہے۔

اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے اشتراق کی تحریک کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ جذبہ اسلامی کو ختم کرنے کے لئے دشمنانِ اسلام کی یہ بڑی گہری چال تھی اور اس کو بڑی مہارت اور چابکدستی سے آگے بڑھایا گیا۔

اس تحریک کی زمامِ کار کہنہ مشق اور تجربہ کار اساتذہ اور پروفیسروں کے ہاتھ میں دے دی گئی جو شہرۂ آفاق یونیورسٹیوں میں تدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے ان کے بارے میں یہ مشہور کیا گیا. کہ وہ بے لاگ نُقاد ہیں۔ علمی تحقیقات کے میدان میں ان کی غیر جانبداری ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے ہر قیمت پر حق کے پرچم کو بلند رکھنا ان کا شعار ہے ان کی تالیفات اور مقالات کا مطالعہ کرنے والا ان کے مطالعہ کرنے سے پہلے ہی ان کی علمی شہرت اور ان کی فنی دیانتداری پر ایمان لاچکا ہوتا ہے۔

ان مستشرقین نے جس موضوع کو اپنی جارحانہ تحقیق اور تنقید کا نشانہ بنایا وہ کمالاتِ مصطفویؐ کا موضوع ہے۔ آپؐ کے کمالاتِ حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ جن سے کسی انسان نے نہیں بلکہ خود خدا اور رحمٰن نے حضور کو متصف اور مزین فرمایا ہے۔ ان لوگوں کا اندازِ بیان از حد خطرناک ہوتا ہے۔ ان کی زد سے بچ کر نکل جانا توفیقِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔

یورپین حضرات نے اپنے منطقی نتائج پر پہنچانے کے لئے بڑے بڑے ممالک کی دولتمند حکومتوں کے خزانوں کے مُنہ کھول دیئے اور یہ زہریلے اثرات ہم اپنی قومی اور دینی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں طور پر محسوس کر رہے ہیں ان کی تحقیق کے کلہاڑے کی پہلی ضرب معجزات اور کمالاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی ہے اور آپؐ کے ذکرِ خیر اور فضائل و کمالات کو کم سے کم کرنے کی جسارت کی جاتی ہے۔

سیرتِ طیبہ کے موضوع پر آج کل جو لٹریچر بازار میں آ رہا ہے ان میں بھی عام طور پر کمالاتِ محمدیؐ اور شمائلِ مصطفویؐ کے ذکر میں بُخل سے کام لیا جانے لگا ہے۔

اب آگے چل کر پڑھیں گے کہ انگلستان کی نو آبادیاتی وزارت نے کس طرح مسلم ممالک میں اپنے زہریلے اثرات اپنے جاسُوسوں کے ذریعے پھیلائے اور کس طرح گھناؤنی سازش سے مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کیا۔ اسلامی اتحاد اور ایمانی قوت کو پارہ پارہ کیا۔

راقم الحروف کی اتنی طویل بحث موضوع سے اگرچہ ہٹ کر معلوم ہوتی ہے اور شاید بعض کو ضرورت سے زیادہ اس میں طوالت کا احساس ہو لیکن ان معروضات کو پیش کرنے کے علاوہ میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔

برطانوی سامراج کی اِسلام دشمنی

اس سے قبل کہ ہم شیخ نجدی کے تاریخی حالات پیش کریں مناسب سمجھتا ہوں کہ شیخ نجدی کی اپنی ذاتی زندگی پر نظر ڈالی جائے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ وجہ کیا ہوئی جس سے شیخ نجدی کے افکار و نظریات میں تبدیلی آئی اور اس نے عالمِ اسلام میں انتشار اور اختلاف کا دروازہ ایسا کھولا کہ آج تک بند نہ ہو سکا کیا ذہنی اختراع کا نتیجہ تھا یا سامراجی قوتوں کا اثر۔ کہ قیامت تک ملامت اور نفرین کا مستحق ٹھہرا۔

اس میں شک نہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اپنے والد کے زمانۂ حیات میں ہی شوخ اور چنچل طبیعت اور درشت مزاج انسان تھا۔ اپنے والد کے ساتھ بھی بعض دفعہ بحث اور تکرار پر آجاتا تھا۔ لیکن والد کی موجودگی میں اُسے کھُل کر بولنے کا موقعہ نہ

مل سکا۔ شیخ نجدی کے والد نہایت صالح العقیدہ بزرگ اور مشہور عالمِ دین اور فقیہہ تھے اور شیخ نجدی اپنے والد کے خیالات سے بالکل ہی اُلٹ ثابت ہُوا۔

آئیے ہم آپ کو اس کی ذاتی زندگی کی طرف لئے چلتے ہیں کہ کس طرح برطانوی سامراج نے اُسے اپنے قبضہ میں کیا اور اس سے کس طرح کام لیا گیا۔ جس سے اس کی واپسی ناممکن ہوگئی۔

ہم ان واقعات کو ایک انگریز جاسوس "ہمفرے" کی یادداشتوں کا مجموعہ۔ اعترافات کا چیدہ چیدہ اقتباس پیش کرتے ہیں تاکہ آپ بھی برطانوی سامراج کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی دوسوسالہ پرانی سازش سے باخبر ہو سکیں ۱؎۔

۱۷۱۰ء میں انگلستان کی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے مجھے مصر، عراق، ایران، حجاز اور عثمانی خلافت کے مرکز استنبول کی جاسوسی پر مامور کیا مجھے ان علاقوں میں

۱؎ ہمفرے۔ ایک برطانوی جاسوس کا نام ہے جس نے اپنی یادداشتیں اپنی جاسوسی کے دوران قلمبند کی ہیں۔ یہ یادداشتیں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران جرمنوں کے ہاتھ لگیں تو انہوں نے ایک جرمن رسالے "اسپیگل" میں اُسے قسط وار شائع کر کے برطانوی استعمار کو خوب رسوا کیا۔ "اسپیگل" کے بعد جب ایک فرانسیسی رسالے نے ان یادداشتوں کو شائع کیا اور ایک لبنانی دانشور نے اس کا مطالعہ کیا تو انہوں نے اس کو افادۂ عام کے لئے عربی میں چھاپ دیا۔ اور اب یہ کتاب اُردو میں شائع ہو چکی ہے۔ انہی یادداشتوں کا مجموعہ "اعترافات" کا چیدہ چیدہ اقتباس آپکی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

آج بھی ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۳ء کے نوائے وقت کی خبر کے مطابق ایک ہزار بھارتی اور اسرائیلی جاسوس لڑکوں اور لڑکیوں کی شکل میں صرف کراچی میں موجود ہیں۔ باقی شہروں اور مرکز کا اندازہ لگالیں۔

وہ راہیں تلاش کرنی تھیں جن سے مسلمانوں کو درہم برہم کر کے مسلم ممالک میں سامراجی نظام رائج کیا جاسکے۔ میرے ساتھ نوآبادیاتی علاقوں کے وزارت کے نو اور بہترین تجربہ کار جاسوس اسلامی ممالک میں اس کام پر مامور تھے اور بڑی تندہی سے انگریز سامراجی نظام کے تسلّط اور نوآبادیاتی علاقوں میں اپنے اثر و نفوذ کے استحکام کیلئے سرگرم عمل تھے ان وفود کو وافر مقدار میں سرمایہ فراہم کیا گیا تھا یہ لوگ بڑے مرتب شدہ نقشے اور بالکل نئی اور تازہ اطلاعات سے بہرہ مند تھے ان کو وزراء اور امراء حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں اور علماء اور رؤسا کے ناموں کی مکمل فہرست دی گئی تھی نوآبادیاتی علاقوں کے معاون وزیر نے ہمیں روانہ کرتے ہوئے خداحافظی کے وقت جو بات کہی وہ آج بھی مجھے یاد ہے اور اچھی طرح یاد ہے۔ اس نے کہا تھا:

تمہاری کامیابی ہمارے ملک کے مستقبل کی ذمہ دار ہوگی۔ لہٰذا اپنی تمام قوّتوں کو بروئے کار لاؤ تاکہ کامیابی تمہارے قدم چومے۔

ہمفرے کا استنبول پہنچنا

میں خوشی خوشی بحری جہاز کے ذریعے استنبول کے لئے روانہ ہوا میرے ذمے دو اہم کام تھے پہلے ترکی زبان پر عبور حاصل کرنا جو ان دنوں وہاں کی قومی زبان تھی۔ میں نے لندن میں ترکی زبان کے چند الفاظ سیکھ لئے تھے اس کے بعد مجھے عربی زبان کا سیکھنا اور ادبی قواعد فصاحت اور مہارت کے اعتبار سے اس پر پوری دسترس حاصل کرنا تھا تاکہ مجھ میں اور وہاں کے لوگوں میں زبان کے اعتبار سے کوئی فرق محسوس نہ ہو کسی زبان کو ایک دو سال میں سیکھا جاسکتا ہے لیکن اس پر عبور حاصل کرنے کے لئے

برسوں کا وقت درکار ہوتا ہے میں اس بات پر مجبور تھا کہ ان غیر ملکی زبانوں کو اس طرح سیکھوں کہ اس کے قواعد و رموز کا کوئی نکتہ فروگذاشت نہ ہو۔ اور کوئی میرے ترک، ایرانی یا عرب ہونے پر شک نہ کرے۔

ان تمام مشکلات کے باوجود میں اپنی کامیابی کے سلسلے میں ہراساں نہیں تھا کیونکہ میں مسلمانوں کی طبیعت سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ ان کی کشادہ قلبی۔ حسنِ ظن اور مہمان نواز طبیعت سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ انہیں قرآن و حدیث سے اور سنّتِ نبویؐ سے ورثے میں ملی تھیں۔ انہیں عیسائیوں کی طرح بدگمانی اور بدنیتی پر محمول نہیں کرے گی اور پھر دوسری طرف عثمانی حکومت اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اب اس کے پاس انگلستان اور غیر ملکی جاسوسوں کی کارروائیاں معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور ایسا کوئی ادارہ بھی موجود نہیں تھا جو حکومت کو ان نامطلوب عناصر سے باخبر کر سکے۔ فرمانروا اور اس کے مصاحبین پورے طور پر کمزور ہو چکے تھے۔

کئی مہینے کے تھکا دینے والے سفر کے بعد آخر کار ہم عثمانی دارالخلافہ (استنبول) میں پہنچے۔ جہاز سے اُترنے سے قبل میں نے اپنے لئے محمد کا نام تجویز کیا اور جب میں شہر کی جامع مسجد میں داخل ہوا تو وہاں لوگوں کے اجتماعات، نظم و ضبط، صفائی و ستھرائی دیکھ کر محظوظ ہوا اور دل ہی دل میں کہا۔ آخر کیوں۔ ہم ان پاک افراد کے آزار کے درپے ہیں اور کیوں ان سے ان کی آسائشیں چھیننے پر تُلے ہوئے ہیں۔

کیا حضرت عیسیٰ نے اس قسم کی ناشائستہ امور کی تجویز دی ہے اور پھر فوراً شیطانی وسوسوں اور باطل خیالات کو ذہن سے جھٹک کر استغفار کیا اور مجھے خیال آیا کہ میں تو برطانیہ عظمیٰ کی نوآبادیاتی وزارت کا ملازم ہوں اور مجھے اپنے فرائض دیانتداری سے انجام دینا چاہیئے اور مُنہ سے لگائے ہوئے ساغر کو آخری گھونٹ تک پی جانا ہے۔

شہر میں داخلہ کے فوراً بعد ہی میری ملاقات اہلِ تسنّن (اہلِ سنّت) کے ایک

بوڑھے پیشوا سے ہوئی اس کا نام احمد آفندی تھا وہ ایک برجستہ صاحبِ فضل اور نیک طینت عالم تھا میں نے اپنے پادریوں میں ایسی بزرگوار ہستی نہیں دیکھی تھی وہ دن رات عبادت میں مشغول رہتا تھا اور بزرگی اور برتری میں حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مانند تھا وہ رسولِ خدا کو انسانیت کا مظہرِ کامل سمجھتا تھا اور آپ کی سنّت کو اپنی زندگی کا مطمعِ نظر بنائے ہوئے تھا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام آتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی شیخ کے ساتھ ملاقات میں میری ایک خوش نصیبی یہ بھی تھی اس نے مجھ سے ایک دفعہ بھی میرے حسب ونسب اور خاندان کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ اور ہمیشہ مجھے محمد آفندی کے نام سے پکارتا تھا جو کچھ میں اس سے پوچھتا تھا بڑے وقار اور شرافت سے جواب دیتا تھا اور مجھے بہت چاہتا تھا اور خاص طور سے جب اُسے معلوم ہؤا کہ میں غریب الوطن ہوں۔ اور اس عثمانی سلطنت کے لئے کام کر رہا ہوں جو پیغمبر کی جانشین ہے تو مجھ پر اور بھی مہربان ہوگیا۔

اس پہلی ملاقات میں ہی شیخ نے اپنے اعلیٰ خصائل کی بنیاد پر مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا میں نے اپنے دل میں کہا۔ کاش عیسائیت بھی ان آشکار حقیقتوں سے آشنا ہوتی۔

لیکن دوسری طرف میں یہ دیکھ رہا تھا کہ اسلامی شریعت بلند نگاہی اور بلند مقامی کے باوجود رُو بہ زوال ہو رہی تھی۔ اور اسلامی حکمرانوں کی نالائقی، ظلم وستم، بداطواری اور پھر علمائے دین کا تعصب اور دُنیا کے حالات سے ان کی بے خبری انہیں یہ دن دکھا رہی تھی۔ میں نے شیخ سے کہا۔

ہمفرے کا عربی زبان سیکھنا

اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے عربی زبان اور قرآن مجید سیکھنے کا خواہشمند

ہوں۔ شیخ نے میری ہمت افزائی کی اور میری خواہش کا استقبال کیا اور سورۂ الحمد کو میرے لئے پہلا سبق قرار دیا اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ آیتوں کی تفسیر اور تاویل پیش کی میرے لئے بہت سے عربی الفاظ کے تلفظ دشوار تھے اور کبھی یہ دشواری بہت بڑھ جاتی تھی۔ وہ بار بار مجھ سے کہتا تھا کہ میں عربی عبارت اس طرح تمہیں نہیں سکھاؤں گا بلکہ تمہیں ہر مشکل لفظ کو دس مرتبہ تکرار کرنا ہوگا تاکہ الفاظ تمہارے ذہن نشین ہو جائیں۔

شیخ نے مجھے حروف کو ایک دوسرے سے ملانے کے طریقے سکھائے مجھے قرآن کی تجوید وتفسیر سیکھنے میں دو سال کا عرصہ لگا۔ درس شروع کرنے سے پہلے وہ خود بھی وضو کرتا تھا اور مجھے بھی وضو کرنے کا حکم دیتا تھا پھر ہم قبلہ رُخ بیٹھ جاتے تھے پھر درس کا آغاز ہوتا تھا یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اسلام میں اعضا کو ایک ترتیب سے دھونے کا نام وضو ہے ابتدا میں مُنہ دھویا جاتا ہے پھر سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو اور بعد میں الٹے ہاتھ سے کہنی تک دھویا جاتا ہے اس کے بعد سر گردن اور کانوں کے پچھلے حصہ کا مسح کیا جاتا ہے اور آخر میں پاؤں دھوئے جاتے ہیں۔

جب شیخ کو معلوم ہؤا کہ میں غیر شادی شدہ ہوں تو اس نے مجھے شادی کا مشورہ دیا اور اپنی ایک بیٹی میرے لئے منتخب کی۔ لیکن میں نے مؤدبانہ انداز سے معذرت چاہی اور اپنے آپ کو شادی کے ناقابل قرار دیا۔ میں یہ مؤقف اختیار کرنے پر مجبور تھا کیونکہ شیخ احمد شادی کو پیغمبرِ اسلام کی سنّت سمجھتا تھا اور حدیث کا حوالہ دیتا تھا۔

جو کوئی میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے لہٰذا اس بہانہ کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا میرے اس مصلحت آمیز جھوٹ نے شیخ کو مطمئن کر دیا پھر اس نے شادی کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی اور ہماری دوستی پھر پہلی منزل

پر آگئی۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ میں نے ترکی، عربی تجویدِ قرآن اور اسلامی شریعت میں سب سے زیادہ دسترس حاصل کی تھی. لیکن عثمانی حکومت کے زوال کے سلسلے میں میری رپورٹ زیادہ کامیاب نہیں تھی جب سیکریٹری نے کانفرنس کے اختتام پر میری اس کمزوری کا ذکر کیا تو میں نے کہا۔ان دوسالوں میں میرے لئے دو زبانوں کا سیکھنا۔ تفسیرِ قرآن اور اسلامی شریعت سے آشنائی، زیادہ اہمیت کی حامل تھی اور دوسرے امور پر توجہ دینے کے لئے میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اگر آپ بھروسہ کریں تو میں یہ کسر آئندہ سفر میں پوری کروں گا۔

سیکریٹری نے کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ تم اپنے کام میں کامیاب رہے ہو لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم اس راہ میں دوسروں سے بازی لے جاؤ۔

اس نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کے لئے تمہیں دو اہم باتوں کا خیال رکھنا ہے۔ کہ مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی نشاندہی کرو جو ہمیں ان تک پہنچنے اور ان کے مختلف گروہوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں کامیابی فراہم کرے کیونکہ دشمن پر ہماری کامیابی کا راز ان مسائل کی شناخت پر منحصر ہے۔

ان کی کمزوریاں جان لینے کے بعد تمہارا دوسرا کام ان میں پھوٹ ڈالنا ہے اس کام میں پوری قوت صرف کرنے کے بعد تمہیں یہ اطمینان ہو جانا چاہیئے کہ تمہارا شمار صفِ اوّل انگریز جاسوسوں میں ہونے لگا ہے اور تم اعزازی نشان کے حقدار ہو گئے ہو۔

مجھے وزارت کی طرف سے حکم ملا کہ میں وقت ضائع کئے بغیر عراق پہنچوں جو برسہا برس سے عثمانی خلافت کے زیرِ استیصال تھا۔

ہمفرے کا عراق پہنچنا

میں نے سوچا مسلمان اگر زندگی کے صحیح مفہوم کو سمجھتے تو ان اختلافات کو چھوڑ بیٹھتے اور وحدت و اتحاد کی بات کرتے۔ اچانک میری بات کاٹتے ہوئے سیکریٹری نے کہا تمہارا کام مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکانا ہے نہ یہ کہ تم انہیں اتحاد اور یکجہتی کی دعوت دو۔ عراق جانے سے پہلے سیکریٹری نے ایک نشست میں مجھ سے کہا۔

ہمفرے! تم جانتے ہو کہ جنگ اور جھگڑے انسان کے لئے ایک فطری امر ہیں اور جب سے خدا نے آدم کو خلق کیا اور اس کی صلب سے ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے۔ اختلاف نے سر اٹھایا اور اب اس کو حضرت عیسیٰ کی بازگشت تک اسی طرح جاری رہنا ہے ہم انسانی اختلافات کو پانچ باتوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) نسلی اختلافات (۲) قبائلی اختلافات (۳) ارضی اختلافات (۴) قومی اختلافات (۵) مذہبی اختلافات۔

اس سفر میں تمہارا اہم ترین فریضہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا اور انہیں ہوا دینے کے طریقوں کو سیکھنا ہے۔ اس سلسلے میں جتنی بھی معلومات مہیا ہو سکیں تمہیں اس کی اطلاع لندن کے حکام تک پہنچانا ہے۔ اگر تم اسلامی ممالک کے بعض حصوں میں سُنّی۔ شیعہ فساد برپا کر دو تو گویا تم نے حکومتِ برطانیہ کی عظیم خدمت کی ہے۔ جب تک ہم اپنے نو آبادیاتی علاقوں میں نفاق۔ تفرقہ، شورش اور اختلاف کی آگ کو ہوا نہیں دیں گے، پُرسکون نہیں ہو سکتے ہم اس وقت تک عثمانی سلطنت کو شکست نہیں دے سکتے جب تک اس کے قلمرو میں، شہر شہر، گلی گلی، فتنہ و فساد برپا نہ کریں۔ اتنے بڑے

علاقہ پر انگریزوں کی مختصر سی قوم سوائے اس ہتھکنڈے کے اور کس طرح چھا سکتی ہے۔

پس اے ہمفرے، تمہیں چاہیئے کہ تم پہلے اپنی پوری قوت صرف کرکے، ہنگامے شور شرابے، پھوٹ اور اختلافات کی کوئی راہ نکالو اور پھر وہاں سے اپنے کام کا آغاز کرو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس وقت عثمانی اور ایرانی حکومتیں کمزور ہو چکی ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ تم لوگوں کو ان کے حکمرانوں کے خلاف بھڑکاؤ۔ عوام کی شورش سے انقلابات وجود میں آتے ہیں جب کبھی کسی علاقے کے عوام میں پھوٹ اور انتشار پڑ جائے تو استعمار کی راہ بڑی آسانی سے ہموار ہو سکتی ہے۔

ہمفرے کا بصرہ پہنچنا

بصرہ پہنچ کر میں ایک مسجد میں داخل ہو گیا مسجد کے پیش امام اہلِ سنّت کے مشہور عالم شیخ عمر طائی تھے میں نے انہیں دیکھ کر بڑے ادب سے سلام کیا لیکن شیخ ابتدائی لمحہ سے ہی مجھ سے کچھ بدگمان نظر آئے اور میرے حسب و نسب اور گزشتہ زندگی کے بارے میں مجھ سے سوالات کرنے لگا۔ میرا خیال ہے میرے چہرے اور لہجہ سے اُسے شک میں ڈال دیا تھا۔ لیکن میں نے بڑی ترکیب سے اپنے آپ کو اس کی گرفت سے بچا لیا۔ اور شیخ کے جواب میں کہا۔

میں ترکی میں واقع آغدیر کا رہنے والا ہوں میں نے وہاں خالد بڑھئی کے پاس بھی کام کیا ہے مختصر یہ کہ ترکی میں جو کچھ میں نے سیکھا تھا وہ سب اس سے بیان کیا لیکن اس کا شک دُور نہ ہو سکا لہٰذا میں نے مسجد سے نکل کر ایک معمولی سے مسافر خانے میں قیام کیا۔ مسافر خانے کے مالک سے بھی نہ بن سکی۔ آخر مسافر خانہ بھی چھوڑنا پڑا۔ اور شہر میں ایک اور ترکھان کے پاس ملازم ہو گیا۔ اس شرط پر کہ وہ مجھے رہائش اور کھانا دے گا۔ یہ ترکھان

عبدالرضا شریف اور محترم شخص تھا اور مجھ سے اپنے بیٹوں جیسا سلوک کرتا تھا۔

عبدالرضا ایرانی الاصل شیعہ تھا اور خراسان کا رہنے والا تھا میں نے موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے فارسی سیکھنی شروع کی۔

ان دنوں بصرہ میں جب ترکھان کا کام کرتا تھا ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جو وہاں آتا جاتا رہتا تھا وہ دینی طالب علموں (سماء) کی طرح لباس پہنتا تھا۔ اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا۔[1]

ہمفرے کی شیخ نجدی سے پہلی ملاقات

محمد بن عبدالوہاب اپنی منچلی طبیعت کی وجہ سے اونچا اڑنے والا ایک جاہ طلب اور غصیلا انسان تھا اسے عثمانی حکومت سے سخت نفرت تھی اور وہ ہمیشہ عثمانی حکومت کی برائی کرتا رہتا تھا لیکن حکومتِ ایران سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ ترکھان عبدالرضا سے اس کی دوستی کی وجہ مشترک یہ تھی کہ وہ دونوں ہی عثمانی خلیفہ کو اپنا سخت ترین دشمن سمجھتے تھے۔ لیکن میرے علم میں یہ بات نہ آسکی کہ اس نے عبدالرضا ترکھان سے کس طرح دوستی بڑھائی تھی جبکہ یہ سُنّی اور وہ شیعہ تھا مجھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے فارسی کہاں سے سیکھی تھی۔ البتہ بصرہ میں شیعہ سُنّی مسلمان ایک ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ان کے روابط بھی دوستانہ تھے اور وہاں فارسی اور عربی دونوں زبانیں بولی جاتی تھیں تاہم ترکی سمجھنے والوں کی تعداد بھی وہاں کچھ کم نہ تھی۔

---

[1]: یہاں سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی گمراہی کا دور شروع ہوتا ہے۔

محمد بن عبد الوہاب ایک آزاد خیال آدمی تھا اس کا ذہن اس وقت شیعہ سُنّی تعصبات سے بالکل پاک تھا حالانکہ وہاں کے بیشتر سُنّی حضرات شیعوں کے خلاف تھے اور بعض سُنّی مفتی شیعوں کی تکفیر بھی کرتے تھے۔ شیخ نجدی کے نزدیک حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مکاتبِ فکر میں سے کسی مکتبِ فکر کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی وہ کہتا تھا کہ خدا نے جو کچھ قرآن میں کہہ دیا ہے بس وہی ہمارے لئے کافی ہے۔

ان چار مکتبِ فکر کی داستان بھی کچھ یوں ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سو سال بعد عالمِ اسلام میں بلند پایہ علماء کا ظہور عمل میں آیا جن میں چار افراد۔ ابوحنیفہ احمد بن حنبل، مالک بن انس، اور محمد بن ادریس شافعیؒ اہلِ سنّت کی پیشوائی کے مقام تک پہنچے۔ عباسی خلفاء کا زمانہ تھا اور ان عباسی خلفاء نے ان کے علاوہ کسی متبحّر اور اعلیٰ پایہ کے عالم کو ان کے مقابل میں ابھرنے نہیں دیا اور ان خلفائے نے مسلمانوں پر دباؤ ڈال رکھا تھا کہ مذکورہ چار افراد کے علاوہ کسی کی تقلید نہ کریں۔ اگرچہ کوئی بھی قرآن وسنّت میں ان سے بڑھ کر دسترس رکھتا ہو۔ اسی طرح درحقیقت انہوں نے علم کے دروازے کو بند کر دیا اور یہ بات اہلِ سنّت وجماعت کے فکری جمود کا باعث بنی۔ اس کے برعکس شیعہ حضرات نے اہلسنّت کی اس پابندی اور جمودی کیفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے عقائد اور نظریات کو وسیع پیمانے پر نشر کرنا شروع کر دیا اور دوسری صدی ہجری کے آغاز میں باوجود اس کے کہ شیعہ آبادی اہل سنّت کے مقابل میں دس فیصد تھی ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہونے لگا اور وہ اہل سنت کے ہم پایہ ہوگئے اور یہ ایک فطری امر تھا کیونکہ شیعہ حضرات کے پاس اجتہاد کا دروازہ کھلا تھا اور یہ بات مسلمانوں کی تازگیٔ فکر اسلامی فقہ کی پیش رفت اور نئی روشنی میں قرآن وسنّت کے فہم کا باعث بنی اس نے اسلام کو نئے زمانوں کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ اجتہاد ہی وہ بڑا وسیلہ تھا جو فکری جمود

سے نبرد آزما رہا۔ اور اس کے ذریعے اسلام نے جلا پائی۔ اور فکروں میں انقلاب رونما ہُوا۔ اسلام کو چار مکاتبِ فکر میں مقید کرنا مسلمانوں کے لئے جستجو اور تلاش کے راستوں کو بند کرنا اور نئی بات سے ان کی سماعت اور وقت کے تقاضوں سے انہیں بے توجہ رکھنا دراصل وہ پوشیدہ اسلحہ تھا جس نے مسلمانوں کی پیش رفت روک دی۔ ظاہر ہے کہ جب دشمن کے ہاتھ میں نیا اسلحہ ہو اور آپ اپنے پرانے زنگ زدہ اسلحہ سے اس کا مقابلہ کریں گے تو یقیناً جلد یا بدیر آپ کو ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ میں پیشن گوئی سے کام لیتے ہوئے یہ کہوں گا کہ اہلِ سنّت کے صاحبانِ عقل افراد بہت جلد ہی مسلمانوں پر اجتہاد کا دروازہ کھول دیں گے اور یہ کام میرے اندازے کے مطابق اگلی صدی تک رُوبہ عمل آئے گی۔ اور سو سال بعد مسلمانوں کے اجتہاد کے حامی شیعوں کی اکثریت ہوگی اور اہلِ تسنّن اقلیت میں رہ جائیں گے۔

شیخ نجدی کا مذہب سے برگشتہ ہونا

اب میں شیخ نجدی کے بارے میں عرض کروں کہ یہ شخص قرآن وحدیث کا ایسا مطالعہ رکھتا تھا اور اپنے افکار کی حمایت میں بزرگانِ اسلام کے اقوال وآراء کو بطورِ سند پیش کرتا تھا لیکن کبھی کبھی اس کی فکر مشاہیرِ علماء کے خلاف ہوتی تھی وہ بات بات پر کہتا کہ پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صرف کتاب وسنّت کو ناقابلِ تغیّر اصول بنا کر ہمارے لئے پیش کیا اور کبھی یہ نہیں کہا کہ صحابۂ کرام اور ائمہ دین کے فرمودات اٹل اور وحیٔ منزل ہیں۔ پس ہم پر واجب ہے کہ ہم صرف کتاب وسنّت کی پیروی کریں۔ علماء ائمہ اربعہ حتیٰ کہ صحابہ کی رائے خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو ہمیں ان کے اتفاق واختلاف پر اپنے دین کو استوار نہیں کرنا چاہیئے۔

محمد بن عبدالوہاب سے میل جول اور ملاقات کے ایک سلسلہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے۔ اس کی اونچا اڑنے کی خواہش۔ جاہ طلبی، غرور، علماء و مشائخ اسلام سے اس کی دشمنی اس حد تک خودسری کہ خلفاءِ راشدین بھی اس کی تنقید کا نشانہ بن گئے اور حقیقت سراسر خلافِ قرآن و حدیث سے استفادہ اس کی کمزوریاں تھیں جس سے بڑی آسانی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔

میں نے سوچا کہاں یہ مغرور نوجوان اور کہاں استنبول کا وہ ترک بوڑھا آدمی (احمد آفندی) جس کے افکار و کردار گویا ہزار سال پہلے کی افراد کی تصویر کشی کرتے تھے اس نے اپنے اندر ذرا بھی تبدیلی پیدا نہیں کی تھی۔ حنفی مذہب سے تعلق رکھنے والا بوڑھا شخص ابوحنیفہ کا نام زبان پر لانے سے پہلے اٹھ کر وضو کرتا تھا یا مثلاً صحیح بخاری کے مطالعہ کو اپنا فرض سمجھتا تھا جو اہلِ سنّت کے نزدیک حدیثوں کی نہایت معتبر کتاب اور مستند ذخیرہ ہے اور وہاں بھی وہ وضو کر کے ہاتھ لگاتا تھا اور اس کے بالکل برعکس شیخ محمد بن عبدالوہاب ابوحنیفہ کی تحقیر کرتا تھا اور اسے ناقابلِ اعتبار سمجھتا تھا۔ محمد بن عبدالوہاب کہتا تھا کہ میں ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں اس کا دعویٰ تھا کہ نصف صحیح بخاری بالکل لچر اور بیہودہ ہے۔

میں نے بہرصورت محمد سے بہت گہرے مراسم قائم کرلئے اور ہماری دوستی میں ناقابلِ جدائی استحکام پیدا ہوگیا۔ میں بار بار اس کے کانوں میں یہ رس گھولتا تھا کہ خدا نے تمہیں حضرت علی اور حضرت عمرؓ سے کہیں زیادہ صاحب استعداد بنایا ہے اور تمہیں بڑی فضیلت اور بزرگی بخشی ہے۔ اگر تم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً ان کی جانشینی کا شرف تمہیں ہی ملتا میں ہمیشہ پُرامید لہجے

میں اس سے کہتا۔

میں چاہتا ہوں کہ اسلام میں جس انقلاب کو رونما ہونا ہے وہ تمہارے ہی مبارک ہاتھوں سے انجام پذیر ہو اس لئے کہ صرف تم ہی وہ شخصیت ہو جو اسلام کو زوال سے بچا سکتے ہو اور اس سلسلے میں سب کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں۔

میں نے محمد بن عبدالوہاب سے طے کیا کہ ہم دونوں بیٹھ کر علماء و مفسرین۔ پیشوایان دین و مذہب اور صحابہ کرام سے ہٹ کر افکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کریں۔ ہم قرآن پڑھتے اور آیات کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے میرا لائحہ عمل یہ تھا کہ میں کسی طرح اسے انگریز نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے دام میں پھنسا دوں۔

میں نے آہستہ آہستہ اس اونچی اڑان والے خود پرست انسان کو اپنی گفتگو کی لپیٹ میں لے لیا۔ یہاں تک کہ اس نے حقیقت سے کچھ زیادہ ہی آزاد خیال بننے کی کوشش کی۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ کیا جہاد واجب ہے اس نے کہا کیوں نہیں۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ کافروں سے جنگ کرو۔

میں نے کہا خداوندِ عالم فرماتا ہے کافروں اور منافقوں دونوں سے جنگ کرو اور اگر کافروں اور منافقوں سے جنگ واجب ہے تو پھر پیغمبرِ اسلام نے منافقوں سے کیوں جنگ نہ کی۔

محمد بن نے جواب دیا۔ جہاد صرف میدانِ جنگ میں ہی نہیں ہوتا پیغمبرِ اسلام نے اپنے رفتار و گفتار کے ذریعے سے منافقوں سے جنگ کی ہے۔

میں نے کہا پھر اس صورت میں کفار کے ساتھ جنگ بھی رفتار و گفتار کے ساتھ واجب ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں اس لئے کہ پیغمبرؐ خدا نے جنگ کے میدان میں ان کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ میں نے کہا کفار کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ اپنے دفاع کے لئے تھی کیونکہ وہ ان کی جان کے دشمن تھے۔

محمد نے اثبات میں اپنا سر ہلایا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ میں اپنے کام میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ایک اور دن میں نے اس سے کہا کہ عورتوں کے ساتھ متعہ جائز ہے، اس نے کہا ہرگز نہیں۔ میں نے کہا پھر کیوں قرآن نے اسے جائز قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اور جب ان سے متعہ کرو تو ان کا مہر ادا کرو۔

اس نے کہا آیت تو اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر حضرت عمرؓ نے اسے یہ کہہ کر حرام قرار دیا کہ متعہ پیغمبر کے زمانے میں حلال تھا میں اسے حرام قرار دیتا ہوں اور اب جو اس کا مرتکب ہوگا میں اُسے سزا دوں گا۔ میں نے کہا بڑی عجیب بات ہے تم تو حضرت عمرؓ کی پیروی کرتے ہو اور پھر اپنے آپ کو اس سے زیادہ صاحب عقل بھی جانتے ہو حضرت عمرؓ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ حلال محمد کو حرام کریں تم نے قرآن کو بھلا کر حضرت عمرؓ کی رائے کو تسلیم کر لیا۔

محمد نے چُپ سادھ لی اور خاموشی اس کی رضامندی کی دلیل تھی اس موضوع پر اس کے خیالات درست کر کے میں نے اس کے جنسی جذبات کو ابھارنا شروع کر دیا وہ ایک غیر متاہل شخص تھا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم متعہ کے ذریعے اپنی زندگی کو پُر مسرت بنانا چاہتے ہو محمد نے برضا و رغبت کی علامت سے اپنا سر جھکا لیا۔

ہمفرے نے شیخ نجدی کو متعہ کیلئے تیار کر لیا

میں اپنے فرائض کے انتہائی اہم موڑ پہ پہنچ چکا تھا میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں ہر حال تمہارے لئے اس کام کا انتظام کروں گا۔ مجھے صرف اس بات کا فکر تھا کہ کہیں شیخ محمد بن عبدالوہاب بصرہ کے ان سنیوں سے خوف زدہ نہ ہو جائے جو اس بات کے مخالف تھے میں نے اُسے اطمینان دلایا کہ ہمارا پروگرام بالکل

مخفی رہے گا یہاں تک کہ عورت کو بھی تمہارا نام نہیں بتایا جائے گا۔ اس گفتگو کے فوراً بعد میں اس بدقماش نصرانی عورت کے پاس گیا جو انگلستان کے نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کی طرف سے بصرہ میں عصمت فروشی پہ مامور تھی اور مسلم نوجوانوں کو بے راہ روی پہ ابھارتی تھی۔ میں نے اس سے تمام واقعات بیان کئے جب وہ راضی ہو گئی تو میں نے اس کا عارضی نام صفیہ رکھا اور کہا کہ میں شیخ کو لے کر اس کے پاس آؤں گا۔

مقررہ دن میں شیخ کو لے کر صفیہ کے گھر پہنچا ہم دونوں کے سوا وہاں اور کوئی نہ تھا محمد نے ایک اشرفی پہ ایک ہفتہ کے لئے صفیہ سے عقد کیا۔ مختصر یہ کہ میں باہر اور صفیہ اندر سے شیخ نجدی کو اپنے آئندہ پروگراموں کے لئے تیار کر رہے تھے صفیہ نے احکامِ دین کی پامالی اور آزادیٔ رائے کا پُر کیف مزہ شیخ کو چکھا دیا تھا۔

شیخ نجدی کو شراب پلانا

میں اس تقریب کے تیسرے دن پھر محمد سے ملا اور ہم نے پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری کیا اس بار گفتگو شراب کی حرمت کے بارے میں تھی میری کوشش تھی کہ میں ان آیات قرآنی کو رد کروں جو شیخ کے نزدیک حرمت شراب پر دلیل تھیں۔ میں نے اس سے کہا۔ اگر معاویہ، یزید، خلفائے بنو اُمیّہ اور بنو عباس کی شراب نوشی ہمارے نزدیک مسلّم ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ تمام پیشوایانِ دین و مذہب گمراہی کی زندگی بسر کرتے ہوں اور تنہا تم سچے راستے پر ہو بے شک وہ لوگ کتابِ الٰہی اور سنّت رسولؐ کو ہم سے زیادہ بہتر جانتے تھے پس یہ بات سامنے آتی ہے کہ ارشادات خدا اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ان بزرگوں نے جو استنباط کیا تھا وہ شراب کی حرمت نہیں بلکہ اس کی

کراہت تھی اس کے علاوہ یہود و نصاریٰ کی مقدس کتابوں میں صراحت سے شراب پینے کی اجازت ہے حالانکہ یہ بھی فرمانِ الٰہی ہیں اور اسلام ان ادیان کے پیغمبروں کا معتقد ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ شراب اللہ کے بھیجے ہوئے ایک دین میں حلال اور دوسرے میں حرام ہو کیا یہ سب ادیان برحق یا خدائے یکتا کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں۔ ہمارے پاس تو یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر اس وقت تک شراب پیتے رہے جب تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی کیا تم شراب اور جوئے سے دستبردار نہیں ہوگے اگر شراب حرام ہوتی تو رسولؐ خدا حضرت عمرؓ کی شراب نوشی پر حد جاری فرماتے مگر آپ کا ان پر حد جاری نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شراب حرام نہیں۔

محمد جو بڑے غور سے میری گفتگو سن رہا تھا اچانک سنبھلا اور کہا روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ شراب میں پانی ملا کر پیتے تھے تاکہ اس کی وہ کیفیت دُور ہو جائے جو نشہ پیدا کرتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ شراب کی مستی حرام ہے نہ کہ خود شراب۔ وہ شراب جس سے نشہ طاری نہ ہو وہ حرام نہیں ہے۔ محمد بن عبدالوہاب حضرت عمر کے اس نظریہ کو اس آیت کی روشنی میں درست جانتا تھا جس میں ارشاد ہوتا ہے شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جُوئے کے ذریعے عداوت اور دشمنی پیدا کرے اور تمہیں یادِ خدا اور نماز سے باز رکھے۔

اگر شراب میں مستی اور نشہ نہ ہو تو پینے والے پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہونگے اور اس لئے وہ شراب جس میں مستی نہیں وہ حرام نہیں۔

میں نے شیخ نجدی کے ساتھ شراب سے متعلق گفتگو کو صفیہ کے گوش گزار کیا اور اسے تاکید کی کہ وقت ملتے ہی محمد کو نشہ میں چُور کر دو۔ اور جتنا ہو سکے شراب پلاؤ۔

دوسرے دن صفیہ نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے شیخ کے ساتھ جی کھول کر شراب نوشی کی یہاں تک کہ وہ آپے سے باہر ہو گیا اور چیخنے چلاّنے لگا رات کی آخری گھڑی میں کئی

مرتبہ میں نے اس سے مقاربت کی اور اب اس پر نقاہت کا عالم طاری ہے۔ اور چہرے کی آب و تاب ختم ہو چکی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ میں اور صفیہ پوری طرح محمد پر چھا چکے تھے اس منزل پر مجھے نوآبادیاتی علاقوں کے وزیر کی وہ سنہری بات یاد آگئی جو اس نے الوداع کہتے وقت کہی تھی۔

اسپین کو برطانیہ نے کیسے حاصل کیا

اس نے کہا تھا ہم نے اسپین کو کفّار (مراد اہلِ اسلام) سے شراب اور جُوئے کے ذریعے سے اقتدار دوبارہ حاصل کیا۔ اب انہیں دو طاقتوں کے ذریعے دوسرے علاقوں کو بھی پامردی کے ساتھ واپس لینا ہے۔

محمد کے ساتھ مذہبی گفتگو کے دوران ایک دن میں نے روزہ کے مسئلہ کو ہوا دی اور کہا قرآن کہتا ہے۔ اور وہ (روزہ) تمہارے لئے بہتر ہے اس لئے یہ نہیں کہا کہ تم پر واجب ہے لہٰذا اسلام میں روزہ واجب نہیں، مستحب ہے۔ اس موقعہ پر محمد بن عبدالوہاب کو غصّہ آیا اور اس نے کہا تم مجھے دین سے خارج کرنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا اے محمد دین قلب کی پاکی، جان کی سلامتی اور اعتدال کا نام ہے یہ کیفیات انسان کو دوسروں پر ظلم و زیادتی سے روکتی ہیں کیا حضرت عیسیٰؑ نے یہ نہیں کہا کہ مذہب عشق اور وارفتگی کا نام ہے کیا قرآن یہ نہیں کہتا یقین حاصل کرنے تک اللہ کی عبادت کرو۔

اب اگر انسان یقین کامل کی منزل پر پہنچ جائے خدا اور روزِ قیامت اس کے دل میں راسخ ہو جائیں۔ ایمان سے اس کا دل لبریز ہو جائے اور وہ اچھے سلوک کا حامل ہو تو پھر روزہ کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے اس منزل میں وہ

اعلیٰ ترین انسانی مراتب سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نے اس مرتبہ میری شدید مخالفت کی اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا پھر ایک دفعہ میں نے اس سے کہا نماز واجب نہیں۔ اس نے پوچھا کیوں؟

میں نے کہا اس لئے کہ خداوندِ عالم نے قرآن پاک میں کہا ہے کہ مجھے یاد کرنے کیلئے نماز قائم کرو، یعنی ایسی نماز کا مقصد ذکرِ الٰہی ہے اور تمہیں چاہیئے کہ تم اس کا نام اپنی زبان پر ہر وقت جاری رکھو۔ محمد نے کہا۔ ہاں۔ میں نے سنا ہے کہ بعض علمائے دین نماز کے وقت اللہ کے نام کی تکرار شروع کرتے ہیں اور نماز ادا نہیں کرتے۔

میں محمد کے اس اعتراف سے بہت زیادہ خوش ہوا مگر احتیاطاً کچھ دیر میں نے اسے نماز پڑھنے کی تلقین بھی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے نماز کی پابندی چھوٹ گئی اب وہ کبھی نماز پڑھتا اور کبھی نہ پڑھتا خاص طور سے صبح کی نماز غالباً اس نے ترک کر دی تھی ہم لوگ رات کو دیر تک جاگتے جس کی وجہ سے صبح اٹھنے اور وضو کرنے کی اس میں ہمت باقی نہیں رہتی تھی۔

قصہ مختصر! آہستہ آہستہ میں محمد کے بدن سے ایمان کا لبادہ اتارنے میں کامیاب ہو گیا میں ہر روز اس سے اپنی میٹھی گفتگو کی حدود کو جناب رسولِ خدا (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ذاتِ اقدس تک آگے بڑھایا اچانک اس کے چہرے پر تبدیلی آئی اور وہ اس موضوع پر گفتگو کے لئے تیار نہیں ہوا۔

اس نے مجھ سے کہا اگر تم نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی کی تو ہماری تمہاری دوستی کے دروازے یہیں سے ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گے۔

میں نے اپنی محنت پر پانی پھرتے دیکھا تو فوراً اپنا موضوعِ گفتگو بدل دیا اور پھر اس موضوع پر دوبارہ گفتگو نہیں کی۔

اس دن کے بعد سے میرا مقصد محمد بن عبدالوہاب کو رہبری اور پیشوائی کی

فکر دنیا ہو گیا مجھے اس کے قلب و روح میں اُتر کر شیعہ سُنّی فرقوں کے علاوہ اسلام میں ایک تیسرے فرقے کی سربراہی کی پیشکش کو اس کے لئے قابلِ عمل بنانا تھا اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری تھا کہ پہلے میں اس کے ذہن کو بے جا محبتوں اور اندھے تعصّبات سے پاک کر دوں اور اس عنوان سے اس کی آزاد خیالی اور بلند پروازی کو تقویت پہنچاؤں۔ اس کام میں صفیہ بھی میری مددگار تھی کیونکہ محمد اُسے دیوانوں کی طرح چاہتا تھا اور ہر ہفتہ متعہ کی مدت کو بڑھاتا جاتا تھا مختصر یہ کہ صفیہ نے محمد سے صبر و قرار اور اس کے تمام اختیارات چھین لئے تھے۔

میں اس کوشش میں تھا کہ جس پودے کو سینچنے میں مَیں نے اپنی جوانی کے دن صرف کئے ہیں اب جتنی جلدی ہو سکے اس کے پھلوں سے استفادہ کروں۔

میں اور محمد نے جس راستے کا تعین کیا تھا ہم اسے بڑی تیزی سے طے کر رہے تھے میں سفر اور حضر میں کبھی اس کو تنہا نہیں چھوڑتا تھا میری کوشش یہی تھی کہ میں آزاد خیالی اور مذہبی عقائد میں جدت پسندی کی روح کو اس کے وجود میں استحکام بخشوں میں ہمیشہ اس کو یہ آس دلاتا رہتا تھا کہ ایک تابناک مستقبل تمہارے انتظار میں ہے۔

ہمفرے کا جھوٹا خواب بیان کرنا

ایک دن میں نے اُسے اپنا ایک جھوٹا خواب بیان کیا اور کہا رات میں نے جناب ختمی مرتبت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بالکل اسی سراپا کے ساتھ کرسی پر بیٹھے دیکھا جیسے ذاکرین اور واعظین منبروں پر بیان کرتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگانِ دین نے جن سے میری کوئی واقفیت نہیں تھی چاروں طرف سے

ان کو گھیر رکھا تھا ایسے میں، مَیں نے دیکھا اچانک تم اس مجمعے میں داخل ہو گئے تمہارے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں جب تم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کھڑے ہو کر تمہاری تعظیم کی اور ماتھا چوما اور کہا اے میرے ہمنام محمد تم میرے علم کے وارث اور مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کو سنوارنے میں میرے جانشین ہو۔

یہ سن کر تم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر اپنے علم کو ظاہر کرتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خوف کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔ کیونکہ جو کچھ تم اپنے بارے میں سوچتے ہو اس سے کہیں زیادہ تم صاحب مرتبہ ہو۔

محمد بن عبدالوہاب نے میرے اس من گھڑت خواب کو سنا تو خوشی سے پھولا نہیں سمایا وہ بار بار مجھ سے پوچھتا کیا تمہارے خواب سچے ہوتے ہیں اور میں اسے مسلسل اطمینان دلاتا رہا میں نے محسوس کیا کہ خواب کے تذکرے کے ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں نئے مذہب کے اعلان کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اتنے میں مجھے لندن سے حکم ملا کہ میں فوراً بصرہ پہنچوں جس دن میں بصرہ کی سمت روانہ ہو رہا تھا۔ محمد بن عبدالوہاب ترکی جانے کی تیاری کر رہا تھا بلکہ وہ اس پر بضد تھا جب میں نے دیکھا یہ بصرہ سے جانے پر مُصر ہے تو مجبوراً میں نے اُسے ایران جانے کا مشورہ دیا کہ وہ وہاں جا کر شیراز اور اصفہان کی سیر کرے۔

شیخ نجدی کا ایران پہنچنا

وزیر نوآبادیات خاص طور سے میری اس مہارت کا معترف تھا جس کی بنا پر میں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ اصفہان میں اس کی دوستی عبدالکریم نامی ایک شخص سے ہوئی جو اپنے آپ کو اہل قلم ظاہر کرتا تھا اور اس نے شیخ پر اپنا سکہ بٹھا کر اس کے تمام راز معلوم کر لئے تھے اس کے ساتھ ہی صفیہ بھی کچھ عرصہ بعد اصفہان آئی اور اس نے مزید دو مہینے کے لئے شیخ سے متعہ کیا۔ شیراز کے سفر میں وہ اس کے ساتھ نہیں تھی بلکہ عبدالکریم نے اسے اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا اور وہ شیراز کے ایک یہودی لڑکی حسین و جمیل تھی جس کا نام آسیہ تھا۔ عبدالکریم اصفہان کے ایک مادر پدر آزاد عیسائی کا فرضی نام تھا اور وہ بھی آسیہ کی طرح ایران میں برطانیہ کے نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کا ایک قدیم ملازم تھا۔

مختصر یہ کہ عبدالکریم، صفیہ، آسیہ اور راقم الحروف نے مل کر اپنی رات دن کی کوششوں سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کی خواہش کے عین مطابق ڈھالا۔ اور آئندہ کی پلاننگ کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری اٹھانے پر آمادہ کیا۔

مجھے ہر ماہ اپنی رپورٹ انگلستان وزارتِ نوآبادیات کو بھیجنی پڑتی تھی جب میں نے یہ رپورٹ بھیجی تو وزارت نے اس خوشی میں مجھے دس دن کی چھٹی دے دی۔ میری یہ دس دن کی چھٹی پلک جھپکتے گذر گئی سیکریٹری نے مجھے کئی مزید راز بتائے اور اس سلسلے میں ایک اہم کتاب بھی مجھے دے دی اس کتاب میں درج ذیل اشارات درج تھے۔

۱: (الف) شیعہ سنی اختلافات (ب) حکمرانوں کے ساتھ قوموں کے اختلافات، (ج) ایرانی اور عثمانی حکومتوں کے اختلافات (د) قبائلی اختلافات (ہ) علماء اور حکومت کے عہدہ داروں کے درمیان غلط فہمیاں۔

۲: تقریباً تمام مسلمان ملکوں میں جہالت اور نادانی کی فراوانی۔

٣: فکری جمود اور تعصب۔ روزانہ کے حالات سے بے خبری۔ کام اور محنت میں کمی۔

٤: مادی زندگی سے بے توجہی۔ جنت کی امید میں حد سے زیادہ عبادت۔

٥: خود سر فرمانرواؤں کے ظلم اور استبداد۔

٦: امن و امان کا فقدان، شہروں کے درمیان سڑکوں اور راستوں کا فقدان، علاج معالجے کی سہولتوں اور حفظانِ صحت کے اصولوں کا فقدان۔ جس کی بنا پر طاعون یا اس جیسی متعدد بیماریوں سے ہر سال آبادی کا ایک حصہ موت کی نذر ہو جانا۔

ان رازہائے سربستہ کے علاوہ اسلام کے ان سرچشمہ ہائے قوت کے تذکرے کے بعد کتاب کے اگلے باب میں دیانت کے ان مستحکم ستونوں کو کمزور بنانے کے عملی راستوں پر بڑی محکم دلیلوں کے ساتھ گفتگو کی گئی تھی اس کے بعد بصورتِ فہرست ان اقدامات کی تاکید تھی جن کے ذریعے اسلامی دُنیا کو کمزور بنایا جا سکتا تھا اور وہ یہ تھیں۔

بدگمانی اور سُوءِ ظن کے ذریعے شیعہ اور سُنّی مسلمانوں میں مذہبی اختلافات پیدا کرنا اور دونوں گروہوں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف اہانت آمیز اور تہمت انگیز باتیں لکھنا اور نفاق و تفرقے کے اس سودمند پروگرام کو رُوبہ عمل لانے کے لئے بھاری اخراجات کی ہرگز پرواہ نہ کرنا۔ مسلمانوں کو جہالت اور لاعلمی کے عالم میں رکھنا کسی تعلیمی مرکز کے قیام کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دینا۔ طباعت اور نشر واشاعت پر پابندی عائد کرنا۔ اور ضرورت پڑے تو عوامی کتب خانوں کو نذرِ آتش کرنا۔ بچوں کو دینی مدارس میں جانے سے روکنے کے لئے علماء اور مشائخ پر تہمتیں لگانا۔

حضرت عمرؓ کو ظالم قرار دے کر بدگمانی پیدا کرنا اور یہ کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا گھر جلانا۔ نیز یہ ثابت کرنا کہ حضرت عمرؓ کی خلافت ظاہراً حضرت ابوبکرؓ کی وصیت اور باطناً

مخالفین کو ڈرا دھمکا کر عمل میں لائی گئی۔

راستوں میں بدامنی کے اسباب پیدا کرنا۔ بداندیش افراد کی مدد سے شہروں اور دیہاتوں میں فتنہ و فساد برپا کرنا۔ غنڈوں۔ بدمعاشوں۔ فسادیوں۔ ڈاکوؤں کی پشت پناہی کرنا اور انہیں اسلحہ اور رقم فراہم کر کے ان کی مدد کرنا۔

اوپر دیئے ہوئے امور پر توجہ۔ اقتصادی بدحالی اور غربت اور بے روزگاری میں اضافہ کا باعث ہوگی۔ کسانوں کے غلہ کے ڈھیروں کو نذرِ آتش کیا جائے۔ تجارتی کشتیاں ڈبو دی جائیں۔ دریاؤں کے بند توڑ کر بستیاں ویران کر دی جائیں اور پینے کے پانی کو زہر آلود بنایا جائے۔ اسلامی حکمرانوں کے مزاج کو بدلا جائے اور ان میں شراب نوشی، جوئے بازی اور دیگر اخلاقی برائیاں پیدا کی جائیں۔ قومی خزانہ میں خردبرد اور لوٹ کھسوٹ کی ایسی صورت پیدا کی جائے کہ ان کے پاس اپنے دفاع۔ ملکی معیشت اور ترقیاتی امور کے لئے کوئی رقم باقی نہ رہے۔ لازم ہے کہ مسلمانوں کو عبادت سے روکا جائے اور اس کے وجوب کے بارے میں ان کے دلوں میں شکوک پیدا کئے جائیں حج کو ایک بیہودہ فعل قرار دیا جائے اور مسلمانوں کو شدّت کے ساتھ مکہ جانے سے روکا جائے۔ مجالس کے تمام اجتماعات پر پابندی لگا دی جائے مساجد۔ ائمہ دین کے مزارات امام بارگاہیں۔ اور مدرسوں کی تعمیرات پر بھی پابندی لگا دی جائے۔

اپنے آپ کو تمام گھرانوں میں پہنچا کر باپ بیٹوں کے تعلقات کو اس حد تک بگاڑا جائے کہ بزرگوں کی نصیحت بے اثر ہو جائے۔ نوجوانوں کو دینی عقائد سے منحرف کر کے انہیں علماء سے دُور رکھا جائے۔

عورتوں کی بے پردگی کے بارے میں ہمیں سعی بلیغ کی ضرورت ہے تاکہ مسلمان عورتیں خود ہی پردہ چھوڑنے کی آرزو کرنے لگیں ان کوششوں کو بار آور

ہونے کے بعد ہمارے ساتھیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ نوجوان نسل کو جنسی روابط اور عیاشیوں کی ترغیب دیں ضروری ہے کہ غیر مسلم عورتیں پوری بے پردگی کے ساتھ اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں پیش کریں تاکہ مسلمان عورتیں انہیں دیکھ کر ان کی تقلید کریں۔

جماعت کی نماز سے لوگوں کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ ائمہ جمعہ و جماعت پہ الزام تراشیاں کی جائیں اور ان کے فسق و فجور پر مبنی دلائل پیش کئے جائیں تاکہ لوگ متنفر ہو کر ان سے اپنا رابطہ توڑ لیں۔

ضروری ہے کہ مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائشات پر توجہ دینا بدعت اور خلافِ شرع ہے آہستہ آہستہ ان قبروں کو مسمار کر کے لوگوں کو ان کی زیارت سے روکا جائے۔

دوسرا کام ہم نے یہ بھی کرنا ہے کہ علمائے دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں تاکہ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو اور لوگ علماء کا احترام کرنا چھوڑ دیں نسل کو کنٹرول کیا جائے اور مردوں کو ایک سے زیادہ بیوی اختیار کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ مساجد، مدارس تربیتی مراکز اور اچھی بنیادوں پر قائم ہونے والی تعمیرات سے متعلق اسلام کی تمام سُنتوں کو کالعدم یا کم از کم محدود کر دیا جائے۔

ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود قرآن میں کمی بیشی کر کے لوگوں کو شک و شبہ میں مبتلا کر دیا جائے۔ غیر عرب مسلم حکومتوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں قرآن، اذان اور نماز کو عربی زبان سے پڑھنے سے پرہیز کریں۔

مختصر یہ کہ اس کتاب میں جس کا نام "اسلام کو کیونکر صفحۂ ہستی سے مٹایا جائے"، رکھا گیا تھا۔ اس میں وہ بہترین عملی پروگرام مرتب تھے جن پر مجھے اور میرے ساتھیوں نے کام کرنا تھا۔ ہمیں اس کام میں جلدی بھی نہیں تھی۔ عظیم برطانیہ کی حکومت اسلام کو مٹانے کے لئے پورے مطالعہ کے ساتھ آگے بڑھے گی اور بڑے صبر و تحمّل کے ساتھ اپنے

عظیم کارناموں کو بروئے کار لائے گی۔

ہم نے شراب، جُوا اور شہوت رانی کو اس طرح پھیلانا ہے کہ نوجوان نسل دین و مذہب کو بھول جائے ارکانِ حکومت اور صاحبانِ ثروت کو حسین و جمیل اور شوخ و چنچل عیسائی عورتوں کے دام میں پھنسانا ہے اور ان کی محفلوں کو پری وشوں سے رونق بخشنا ہے تاکہ وہ آہستہ آہستہ اپنے دینی اور سیاسی اقدار سے ہاتھ دھو بیٹھیں لوگ ان سے بدظن ہو جائیں۔ اسلام کے بارے میں ان کا ایمان کمزور ہو جائے جس کے نتیجہ میں علماء حکومت اور عوام کا اتحاد ٹوٹ جائے اور ایسے حالات میں جنگ کی آگ بھڑکا کر ہم ان ممالک میں اس کی جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکیں گے۔

نو آبادیاتی علاقوں کے سیکرٹری نے کچھ اور پردہ اٹھایا جس کا اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا یہ وہ قرارداد تھی جو حکومتِ برطانیہ کے اعلیٰ عہدیداروں نے منظور کی تھی یہ قرارداد پچاس صفحات پر تھی اس قرارداد کے ذریعے اسلام اور اہلِ اسلام کو ایک صدی کے اندر اندر نیست و نابود کرنا تھا اس قرارداد کی پیش گوئی کے مطابق اس عرصے کے بعد اسلام ساری دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور صرف تاریخ میں اس کا نام رہ جائے گا۔

ہندوستان کی طرح ایرانی اور عثمانی حکومتوں میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے قیام عمل میں آئے اور پھر پھوٹ ڈالو۔ اور حکومت کرو۔ بالفاظ دیگر پھوٹ ڈالو اور مٹادو کے قانون پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ لڑا دیا جائے اس صورت میں ایک طرف وہ آپس میں دست و گریبان ہوں گے اور دوسری طرف مرکزی حکومت سے بھی ان کے تنازعہ کا سامان فراہم رہے گا۔

اہلِ تسنّن (اہلِ سُنت) کے تمام فرقوں میں اس قسم کے مذاہب کو ترویج دینا چاہیئے اور پھر ان میں اختلافات کو ہوا دے کر نفرت کا وہ بیج بونا چاہیئے کہ ان میں کا ہر فرقہ اپنے آپ کو ہی مسلمان اور دوسرے کو کافر، مرتد اور واجب القتل کہے۔

زنا۔ لواطت، شراب نوشی اور جوا وہ اہم امور ہیں جنہیں مسلمانوں کے درمیان رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ ان بری عادتوں کو مسلمانوں میں پھیلانے کے لئے علاقے کے ان لوگوں سے زیادہ مدد لینی چاہیئے جو ماقبل اسلام مذاہب سے وابستہ ہیں اور خوش قسمتی سے ان کی تعداد کم نہیں ہے۔ مسلمانوں کے مختلف طبقوں خاص طور پر ڈاکٹروں، انجینیروں حکومت کے مالی امور سے وابستہ عہدیداروں اور ان جیسے دیگر روشن فکر افراد میں مسیحیت کی تبلیغ و ترویج۔ تبلیغی کتب و رسائل کی نشر و اشاعت اور متوسط طبقے میں ان کی مفت تقسیم، مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں خود سری اور مذہب کی بیزاری کی ترویج اور انہیں اسلام کے اصول سے بدظن کرنا اور یہ کام مشنری اسکولوں مخرب اخلاق اور اسلام دشمنی پر مبنی کتابوں، عیش و نوش اور خوش باشی کا سامان فراہم کرنا۔ غیر مسلم نوجوانوں کی دوستی کے ذریعے اس کام کو سرانجام دینا۔

اسلام کو کمزور کرنے، مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے اور زندگی کے مسائل کے بارے میں سوچنے اور ترقی کی راہ میں آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے اسلامی ممالک میں اندرونی اور بیرونی طور پر شورش پیدا کرنا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑائے رکھنا۔ قومی دولت مالی ذخائر اور فکر و فہم کی قوتوں کو تباہی سے دوچار کرنا۔ مسلمانوں میں روح عمل اور ولولہ انگیزی ختم کرنا اور ان میں انتشار پیدا کرنا۔

اسلامی ممالک کے اقتصادی نظام کو درہم برہم کرنا اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے بندوں میں شگاف پیدا کرنا۔ دریاؤں میں ریت کی سطح اونچی کرنا لوگوں میں سستی سہل انگاری اور تن آسانی کو فروغ دینا اور عوام کو منشیات کا عادی بنانا ضروری ہے۔

مختصر یہ کہ نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سیکریٹری کی جانب سے مجھے عراق جانے کا حکم ملا۔ میرا یہ سفر اس مقصد کے لئے تھا کہ میں محمد بن عبدالوہاب کو نئے دین کے اظہار کی دعوت پر آمادہ کروں۔ سیکریٹری نے بار بار مجھے تاکید کی کہ میں اس کے ساتھ

بڑی ہشیاری سے پیش آؤں۔ سیکریٹری نے مجھے یہ بھی کہا کہ تمہیں محمد کے ساتھ بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں گفتگو کرنی ہے کیونکہ ہمارے عمال اصفہان میں اس سے بڑی صراحت کے ساتھ پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں اور وہ ان کی باتوں کو مان چکا ہے۔

حکومت برطانیہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اسلحے سے اچھی طرح لیس کرنے کے بعد ضرورت کے موقعہ پر اس کی مدد کی تائید کی تھی اور شیخ ہی کی مرضی کے مطابق جزیرۃ العرب میں واقع نجد کے قریب علاقے کو اس کی حاکمیت کا پہلا مقام قرار دیا تھا

میں نے سیکریٹری سے سوال کیا کہ میری آئندہ ذمہ داریاں کیا ہوں گی شیخ سے کس قسم کا کام لینا ہوگا۔ اور میں اپنے فرائض کو کہاں سے آغاز کروں۔

سیکریٹری نے جواب دیا کہ شیخ نجدی کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے مال، عزت اور آبرو کی بربادی کو روا سمجھنا اس ضمن میں گرفتار کئے جانے والے مخالفین کو بردہ فروشی کی مارکیٹ میں فروخت کرنا۔

بت پرستی کے بہانے خانہ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضۂ حج سے روکنا اور حاجیوں کے جان و مال کی غارتگری پر قبائل عرب کو ابھارنا۔

پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک و بت پرستی کے آداب و رسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارتگاہوں اور مقبروں کی تاراجی۔ جہاں تک ہو سکے

جہاں تک ممکن ہو سکے اسلامی ممالک میں فتنہ و فساد۔ شورش اور بدامنی کا پھیلاؤ قرآن میں کمی بیشی پر شاہد و احادیث و روایات کی رو سے ایک جدید قرآن کی اشاعت۔ وزارت کے سیکریٹری سے رخصت ہو کر بصرہ جانے کی تیاری کی جب میں رات کے وقت بصرہ پہنچا تو سیدھا عبدالرضا ترکھان کے گھر پہنچا وہ

بے چارہ سو رہا تھا بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا عبد الرضا سے ہی معلوم ہوُا محمد بن عبد الوہاب کچھ عرصہ پہلے ایران سے بصرہ پہنچا اور ابھی چند دن پہلے کسی نامعلوم مقام کی طرف خدا حافظ کہہ کر گیا ہے اور میرے نام ایک خط بھی چھوڑ گیا ہے۔

دوسرے دن میں اکیلا عازمِ نجد ہوُا اور شیخ کے گھر جا پہنچا وہ مجھے گھر ہی مِل گیا ہم نے آپس میں طے کر لیا کہ میں اپنے آپ کو عبد اللہ کے فرضی نام سے بطورِ غلام پیش کروں گا چنانچہ شیخ نے لوگوں سے میرا اسی عنوان سے تعارف کرایا۔

چنانچہ دو سال کے عرصہ کے بعد محمد بن عبد الوہاب نے ۱۱۴۳ھ میں اپنے نئے دین کے اعلان کا حتمی ارادہ کیا اور اپنے دوستوں کو اکٹھا کیا جو اس کے ہم خیال تھے ان پر اس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا کچھ عرصہ بعد نجد کے ہر طبقہ خیال کے افراد کو بڑے پیمانے پر دعوت نامے بھیجے گئے۔ آہستہ آہستہ ہم نے پیسے کے زور پر ایک بڑا مجمع اکٹھا کیا اور انہیں دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی تلقین کی۔ لیکن جزیرۃ العرب میں محمد بن عبد الوہاب کے ساتھ دشمنی عام ہو گئی۔

محمد بن عبد الوہاب کی تبلیغ کے کئی عرصہ بعد شیخ کے اپنے اعمال میں سے محمد بن سعود[1] کو محمد بن عبد الوہاب کے ساتھ اشتراکِ عمل پر مامور کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ دینی امور کے فیصلے کُلی طور پر محمد بن عبد الوہاب کے ہاتھ میں ہونگے اور سیاسی امور کی نگرانی محمد بن سعود کی ذمہ داری ہو گی۔

نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کا ہدف مسلمانوں کے جسم و جان دونوں پر اپنا

---

[1] سعودی خاندان کا مورثِ اعلیٰ جس نے ۱۱۴۷ھ میں وہابی مذہب اختیار کیا اور حکومتِ برطانیہ کی طرف سے نجد کا حکمران بنا۔ اور ۱۱۷۹ھ میں موت سے ہمکنار ہوُا۔

اثر قائم کرنا تھا اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ سیاسی حکومتوں سے دینی حکومتیں زیادہ دیر پا رہی ہیں۔ ان دونوں رہبروں نے نجد کے قریب "درعیہ" شہر کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔ نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت خفیہ طور پر بھی جی کھول کر ان کی مالی اعانت کر رہی تھی۔ دونوں محمد اپنے فرائض سے بخوبی واقف تھے اور ان معیّن کی جانیوالی راہوں پر جچے تُلے قدموں سے آگے بڑھ رہے تھے۔

ہم نے نجد کے اطراف کی لڑکیوں سے شادیاں کیں ہم ان رشتوں کے ذریعے اہلِ نجد کے ساتھ دوستی، ہم دِلی اور تعلقات کو اور زیادہ مضبوط بنا سکیں گے۔

اس وقت مرکزی حکومت تمام جزیرۃ العرب میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ لہٰذا بہت جلد اسلامی سرزمینوں پر بکھیرے ہوئے بیج تناور درختوں میں تبدیل ہو جائیں گے اور ہمیں ان سے اپنے مطلوبہ پھل حاصل ہوں گے۔

یہ تھا اقتباس ہمفرے کی یادداشتوں کا مجموعہ "اعتراف" کا جس نے مسلمانوں کی نااتفاقی نااہلی اور عیاشیوں سے فائدہ اٹھا کر برطانوی سامراج کو مضبوط کیا۔

تاریخ اور حالات نجدیہ سعودیہ

ہم گذشتہ صفحات میں شیخ نجدی کی زندگی کا مختصر نقشہ بیان کر آئے ہیں یہاں ہم آپ کو شیخ نجدی کا کردار جو آگے چل کر بہت بڑے فتنے کا باعث بنا پیش کرتے ہیں۔

شیخ نجدی کا خاندان۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے دادا سلیمان بن شرف حنبلی المسلک اور اپنے وقت کے مشہور عالم دین تھے۔ ان کے چچا ابراہیم بن سلیمان

بھی ممتاز عالم دین تھے ابراہیم کے بیٹے عبدالرحمٰن مشہور فقیہہ وادیب تھے۔[1]

شیخ نجدی کے والد ۱۱۵۳ھ نہایت صالح العقیدہ بزرگ اور مشہور عالم دین اور فقیہ تھے وہ شیخ نجدی کو تنقیص رسالت اور توہین مآثر صحابہ اور تکفیر المسلمین جیسے گمراہ کن عقائد پر ہمیشہ سرزنش کرتے رہتے تھے۔[2]

شیخ نجدی نے ملتِ اسلامیہ میں افتراق و انتشار کا ایک نیا دروازہ کھولا۔ اہلِ اسلام میں کتاب و سنت کے مطابق جو معمولات صدیوں سے رائج تھے اس نے ان کو کفر و شرک قرار دیا۔ یہی اس کا منصوبہ تھا۔

مقابر صحابہ کی بے حرمتی کی قبہ جات کو مسمار کر دیا۔ رسوماتِ صحیحہ کو غلط معنی پہنائے۔ ایصالِ ثواب کی تمام جائز صورتوں کی غلط تعبیر کر کے انہیں الذبح لغیر اللّٰہ کا اور النذر لغیر اللّٰہ کا نام دیا۔ توسل کا انکار کیا۔ انبیاء و صلحاءِ امت سے استمداد اور استغاثہ یدعون من دون اللّٰہ کا جامہ پہنا کر عبادت لغیر اللّٰہ قرار دیا۔ اور انبیاءِ علیہم السلام سے ملائکہ کرام اور حضور تاجدار مدنی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرنے والوں کو قتل اور ان کے اموال لوٹنے کو جائز قرار دیا شیخ نجدی نے برطانوی سامراج کے کہنے پر جس نئے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی وہ عرف عام میں وہابیت کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور ان کے پیروکار وہابی کہلائے چنانچہ علامہ طنطاوی مصری نے لکھا ہے۔ اما محمد فھو صاحب الدعوۃ التی عُرِفت الوہابیۃ۔[3]

---

[1] محمد بن عبدالوہاب ص۲۴ تا ۳۵ مصنفہ مسعود عالم ندوی۔ نجد و حجاز ص۲۴

[2] عنوان المجد فی تاریخ نجد مطبوعہ ریاض جلد اول ص۶ مصنفہ بن بشیر نجدی، شہاب ثاقب ص۴۲ سے ص۶۷ تک

[3] محمد بن عبدالوہاب نجدی ص۱۳ مصنفہ شیخ علی نجدی طنطاوی مصری جوہری نجد و حجاز ص۲۳، محمد بن عبدالوہاب نجدی ص۳۷ نجد و حجاز ص۲۳-۲۴

شیخ نجدی کا پلان (منصوبہ) آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں۔ شیخ نجدی کی اس دعوت سے مخالفت کا سیلاب امڈ آیا۔ اعزہ و اقربا درپئے آزار ہو گئے۔ خود باپ کو بھی یہ بات پسند نہ آئی۔ شیطانی دماغ کام کرتے ہی رہتے ہیں یہ سلسلہ شروع سے ہی چلا آ رہا ہے۔ شروع شروع میں شیخ نجدی نے باپ کے ادب اور استاذ کی عزت کا پورا خیال رکھا لیکن جو قدم آگے بڑھ چکا تھا وہ پیچھے نہ ہٹا۔

اس مختصر اقتباس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ توحید کے نام پر تنقیص رسالت اور توہینِ صحابہ و اولیاء کی دعوت لے کر شیخ نجدی نے جو کام شروع کیا اس کی صدیوں پیچھے کوئی نظیر نہ تھی۔ اور جزیرۂ عرب میں توحید کی اس تشریح سے نہ کوئی واقف تھا اور نہ شیخ نجدی کا اپنا خاندان اور نہ اس کے اساتذہ اس سے واقف تھے۔ شیخ نجدی اپنے والد کے حلقۂ درس میں حاضر ہوتا تھا اور بدعات پر اعتراض کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ تمام لوگ مخالف ہو گئے اس کے والد بھی اس سے ناراض ہو گئے۔ اور اس کو تنبیہ کی اس کو ان باتوں سے منع کیا لیکن شیخ نجدی باز نہ آیا اور اپنے والد سے سخت تکرار اور بحث کی حلقۂ درس میں بھی دو گروہ ہو گئے اقلیت شیخ نجدی کی حامی اور اکثریت والد کے حامی ہو گئے۔

ان باتوں سے واضح ہو گیا کہ شیخ نجدی کے دل میں شعائر اسلام اور طریقہ اہلِ سنت کی مخالفت شروع سے موجود تھی۔ ان حالات میں اپنے والد کا بھی لحاظ نہ کیا اور ان سے بھی تلخ کلامی کی اور سختی سے پیش آیا والد کی زندگی میں تو کھل کر کچھ نہ کر سکا والد کی وفات کے بعد پوری قوت کے ساتھ اپنی دعوت اور تحریک کو آگے بڑھایا والد کی وفات سے رہی سہی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔۔۔۔۔ علی الاعلان اپنی دعوت کو پھیلانا شروع کر دیا۔ برطانوی سامراج کی طرف سے پیٹھ مضبوط تھی۔ اسلحہ اور روپیہ برطانوی سامراج سے آ رہا تھا۔

شیخ نجدی کی ولادت اور جائے پیدائش

شیخ نجدی ۱۱۱۳ھ میں نجد کے جنوبی جانب وادی حنیفہ کے ایک مقام عینیہ میں پیدا ہوا اس لئے ضروری ہے کہ یہاں تھوڑی سی تفصیل بیان کر دی جائے۔

نجد سرزمینِ حجاز (مکہ مکرمہ) کے مشرق میں واقع ہے۔ مشرق میں خلیج فارس قطار سے لے کر راس الثاقب تک اور راس الشعب سے لے کر راس القلیفہ تک نجد اور کویت کے درمیان سرزمین بے آئین تھی۔ مغرب میں مملکت حجاز واقع ہے جنوب میں سرحد بحیرۂ قلزم کے تنفظ کے نام سے شروع ہو کر عسیر کے نیچے سے ہوتی ہوئی ربع الحالی کے شمالی کنارے کے پاس سے گزرتی قطار کے علاقہ تک چلی جاتی ہے[1]

عقربا۔ ہی ایک حصے کا نام جبیلہ ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سب سے پہلے میلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس سے جنوب مغرب کی طرف چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام عینیہ ہے جو مسیلمہ کذاب کی جائے پیدائش ہے۔

غور فرمائیے نجد وہ منحوس مقام ہے کہ جو حضور کی دُعا سے محروم رہا ہے جس کے بارے میں حضور کا فرمان ہے کہ وہاں سے فتنے نکلیں گے اور زلزلے آئیں گے جو جگہ حضور کی دعا سے محروم رہی ہو وہاں قیامت تک کبھی خیر و برکت کی صبح نمودار نہیں ہو سکتی۔ جس مقام کے بارے میں حضور نے زلزلوں اور فتنوں کی خبر دی ہو وہاں امن و سکون کا آفتاب کیسے طلوع ہو سکتا ہے۔ جس جگہ آپ نے قرن شیطان کا مطلع قرار دیا ہو وہ رحمت اور ہدایت کا منبع کیسے بن سکتی ہے۔

---

[1] سوانح حیات سلطان ابن عبدالعزیز آل سعود صہ۳ مصنفہ سید حسنی مبارک بی اے آنرز

تاریخ اسلامی میں نجد میں سب سے پہلا فتنہ گیارہ سو سال بعد ٹھیک اسی جگہ شیخ نجدی نے برپا کیا جس کے منحوس وجود نے صحیح اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کے عقائد متزلزل کر دیا یہ ایک قیامت خیز زلزلہ تھا جس کے جھٹکے ۱۱۱۵ھ سے لیکر آج تک محسوس کئے جا رہے ہیں۔ وہ ایسا تباہ کن زلزلہ تھا جس نے صحابہ کرام کے تمام مشاہد و آثار کو زمیں بوس کر دیا۔ اور جنت البقیع کے تمام مزارات کو قاعاً صفصفاً کے مصداق چٹیل میدان بنا دیا۔ ایسا فتنہ تھا جس نے ریگ زار عرب کو خون سے نہلا دیا۔ طائف سے لے کر کربلا تک اور مکہ سے مدینہ تک کوئی حرم نہ رہا حتیٰ کہ رحمۃ اللعالمین کے گنبد خضریٰ کی زرنگار چھت برباد کر دی گئی اور قبر اطہر سے چادر اُتار لی گئی یہ شخص قرن شیطان جس سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہوگا اس نے محبتِ رسول کے متوالوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شیخ نجدی نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے کتاب "کتاب التوحید" لکھی۔ جس کی بنیاد تمام شعائرِ اسلام کے خلاف تھیں اس پر اس نے دین کا دارومدار رکھا تکفیر مسلمین اس کا شیوہ تھا۔

شیخ نجدی کا مرکزِ دعوت۔ (درعیہ)

ان عبارات کے مطالعہ سے قارئین کرام پر حقیقت واضح ہو گئی ہو گی کہ نجد میں شیخ نجدی اور ابن سعود نے کس طرح طاقت کے بل بوتے پر یہ افکار و نظریات لوگوں پر مسلط کئے اور مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی روایات سے بزورِ شمشیر ہٹا کر نام نہاد توحید میں داخل کیا اس کی نظیر بالکل اس طرح ہے جیسے اُندلس میں عیسائیوں نے مسلمانوں کی شہ رگ پر تلوار رکھ کر اس کی نوک سے جبراً عیسائی بنایا۔ وہاں قانوناً اسلامی عقائد کو اپنانے کی ناقابلِ معافی جرم قرار دیا چنانچہ بتدریج اندلس کی آبادی

عیسائیت میں ڈھلتی گئی۔ اور آج سپین میں ایک مسلمان بھی نہیں پایا جاتا اور نہ وہاں قانوناً اسلام کی تبلیغ کے لئے کوئی عمل کیا جا سکتا ہے بالکل اسی طرح شیخ نجدی اور ابنِ سعود نے جزیرۂ عرب کے مسلمانوں کی شہ رگ پر خنجر رکھ کر ان کو بزورِ شمشیر اپنے عقائد میں ڈھالا اور بعد میں ان کے آنے والے جانشین اس مہم میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لیتے رہے چنانچہ آہستہ آہستہ نجد اور اس کے قرب و جوار کی تمام آبادی اور حرم مکّہ کی اکثریت وہابی عقائد میں ڈھلتی گئی چنانچہ موجودہ دور کے ایک نجدی عالم لکھتے ہیں۔

شیخ نجدی کی کوشش اور روشنی میں اب بھی پورے زور و شور سے کام ہو رہا ہے اور اشاعتِ اسلام میں کروڑوں روپیہ صرف کیا جا رہا ہے۔[1]

حالت یہ ہے کہ جس طرح موجودہ اسپین میں عیسائی عقائد کے خلاف اہلِ سنّت کے عقائد و افکار کی تبلیغ قانوناً جرم ہے۔ اسی طرح موجودہ عرب میں وہابی تحریک کے خلاف اہلِ سنّت کے عقائد کی نشر و اشاعت قانوناً جرم ہے جدّہ کے ایئر پورٹ پر کسی چیز کی اتنی چیکنگ نہیں ہوتی جتنی زبردست چیکنگ مذہبی لٹریچر کی کی جاتی ہے اور جن کتابوں کے بارے میں ذرا بھی شک ہو کہ ان سے وہابیت کو ٹھیس پہنچے گی ان کو فوراً کسٹم والے روک لیتے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں آپ نے پڑھ لیا ہوگا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ۱۱۴۳ھ میں ہوا اور اس کی تحریک ۱۱۵۰ھ میں مشہور ہوئی اور اس نے اپنے عقیدے کا اظہار پہلے نجد میں کیا اور مسیلمہ کذاب کے شہر درعیہ کے امیر محمد بن مسعود کو اپنا ہمنوا بنایا اسی سعود نے اپنی تابع رعایا پر زور ڈالا کہ وہ شیخ نجدی کی دعوت کو قبول کر لیں شیخ نجدی کی دعوت پھیلتی گئی[1]۔ اور اس کی اس دعوت پر عرب کے قبائل

---

[1] : شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ص۱۲۸ مصنّفہ شیخ احمد عبدالغفور۔

یکے بعد دیگرے لبیک کہتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ درعیہ میں شیخ نجدی کی تحریک قوی ہو گئی اور بادیہ نشین لوگ شیخ نجدی سے ڈرنے لگے چنانچہ بادیہ نشین عرب اس کی ہر بات مانتے چلے گئے اور مرکز درعیہ میں رکھ کر اِدھر اُدھر اپنے عقیدے کی تبلیغ شروع کر دی۔

شیخ نجدی کی گمراہی کی انتہا

شیخ نجدی شروع سے مدعیانِ نبوت مسیلمہ کذاب، سجاح، اسود عنسی اور طلحہ اسدی جیسے بے دین لوگوں کی کتابوں کا بڑے شوق سے مطالعہ کرتا تھا اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ میں بھی دعویٰ نبوت کروں لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ بجائے اس کے اس نے تنقیصِ رسالت اِن الفاظ سے شروع کی کہ حضور طارش ہیں۔[1] معاذ اللہ۔

اس کے سامنے اس کے تابعین میں سے ایک شخص نے کہا کہ میری لاٹھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) سے بہتر ہے کیونکہ سانپ وغیرہ مارنے میں کام آ سکتی ہے۔ اور محمد فوت ہو چکے ہیں۔ اور اب ان میں نفع باقی نہیں رہا۔[2]

شیخ نجدی حضور پر دُرود پڑھنے کو منع کرتا تھا کہ کسی فاحشہ عورت کے کوٹھے میں ستار بجانے سے اس قدر گناہ نہیں۔ جس قدر مسجد کے میناروں سے حضور پر درود پڑھنا ہے اس نے دلائل الخیرات اور درود شریف پڑھنے کو منع کر دیا اور ان کتابوں کو جلا ڈالا۔

حضور علیہ السّلام کی قبر انور کی زیارت کرنے والوں کو منع کرتا تھا کچھ لوگ

---

[1] طارش بمعنی چھٹی رساں ؛ ڈاکیہ [2] ، اسی طرح ہمارے زمانے میں بھی پنڈی کے شیخ القرآن نے بھرے اجلاس میں حضورؐ کی شان کے خلاف یہی الفاظ استعمال کئے تھے۔ (مصنّف)

اس کی اجازت کے بغیر آئے تو اس نے ان مسلمانوں کو بلوا کر ان کی ڈاڑھیاں منڈوا ڈالیں۔ [1]

جمعہ کی رات کو بلند آواز سے درود پڑھنے کو منع کرتا تھا (جیسا کہ آج کل بھی سنّی لوگ پڑھتے ہیں اور وہابی بُرا مناتے ہیں) اس کے رُکنے سے نہیں رکتا تھا تو انہیں سخت سزائیں دیتا تھا۔ ایک نابینا مؤذن آذان سے پہلے درود شریف پڑھتا تھا اس کے رُکنے سے نہیں رکتا تھا تو شیخ نجدی نے اسے قتل کر دیا۔

وہابیہ کے بدترین مظالم میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے طائف پر غلبہ پاکر قتلِ عام شروع کیا یہاں تک کہ بوڑھوں، بچوں اور شیر خوار بچوں کو ماؤں کے سامنے ذبح کر دیا گیا۔ عام وخاص کی کوئی تمیز نہ تھی۔ کچھ لوگ ایک جگہ کلامِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے اسی حالت میں ان سب کو قتل کر دیا پھر مسجد میں جاکر عین نماز کی حالت میں جہاں کوئی جس حالت میں تھا اسی حالت میں سب کو قتل کر دیا۔ [2] بیس پچیس مسلمانوں کے سوا تمام اہلِ طائف قتل کر دیئے گئے تمام شہر میں لوٹ مار ہوتی رہی شہر طائف میں جتنی اسلامی کتابیں تھیں جن کی تعداد لاکھوں میں تھی ان سب کو جلا ڈالا اور طائف شہر کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔

شیخ نجدی کا مزاراتِ صحابہؓ کا مسمار کرنا

شیخ نجدی ابن تیمیہ کا پیروکار اور غیر مقلدین علمائے سے جو صحابہ کرام اور اولیائے امت کے خلاف دل میں بدعقیدگی کا آتش فشاں عقیدہ لے کر آیا وہ نجد میں پہنچتے ہی پھٹ پڑا

[1] : خلاصۃ الکلام صد ۲۳۴

[2] : الفجر الصادق از جمیل عراقی صد ۱۹

اور اس نے تحریک کی ابتدا مزاراتِ صحابہ کو مسمار کرنے سے کی چنانچہ سردار حسنی مبارک لکھتے ہیں کہ شیخ نجدی کا پہلا قدم ہم خیال عثمان بن معمر والی عینیہ تھا۔ شیخ نے اس سے حلف لیا کہ وہ مزارات کو تلف کرنے میں مدد دے گا۔ ابن معمر نے قبول کیا دونوں ہم مشورہ ہو کر جبیلہ گئے جہاں چند صحابہ کرام کے مزارات تھے دونوں نے تمام مزارات مسمار کر دیئے [1]

شیخ نجدی کا ابنِ سعود سے رابطہ

شیخ نجدی انبیاء علیہم السلام کی تعظیم اور طلبِ شفاعت کے خلاف جو دعوت لے کر آیا تھا اس کی کامیابی کے لئے انہیں تلوار اور قوت کی ضرورت تھی ورنہ اس کے افکار و نظریات ابن تیمیہ کی طرح صرف قرطاس وکتب تک ہی محدود رہتے۔
اس نصب العین کی تکمیل کے لئے ان کی آنکھوں نے نجد کے سرداروں کا جائزہ لیا بالآخر اس کی نگاہ نے محمد بن سعود کا انتخاب کر لیا اور محمد بن مسعود کے ذریعے انہوں نے ابن سعود کو اپنا ہمنوا بنا لیا۔ [2]
شیخ نجدی اور ابنِ سعود کے رابطہ کو ایک وہابی عالم نے قدرِ تفصیل سے لکھا ہے امیر محمد بن مسعود شیخ کی دعوت سے پہلے بھی حسنِ اخلاق میں مشہور تھا اس نے اپنے اخلاق کا ثبوت اس طرح دیا کہ نجدی کے ساتھ ملنے میں پہل کی اور تمام خیالات اپنے ایک دوسرے پر واضح کئے جس پر دونوں متفق ہو گئے۔

[1] : سوانح حیات سلطان بن عبدالعزیز آل سعود صد ۴۱-۴۲

[2] : محمد بن عبدالوہاب صد ۲۹-۳۰ علامہ علی طنطاوی مصری۔

شیخ نجدی کی بزورِ شمشیر اطاعت

شیخ نجدی نے ابنِ سعود کی طاقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مخالف مسلمانوں کی گردنوں پر کس طرح تیغ آزمائی اور مشقِ ستم کی گویا تلوار ابنِ سعود کی تھی اور مذہب شیخ نجدی کا یہ اتنی دلخراش داستان ہے جسے بیان کرنے اور تحریر کرنے کے لئے پتھر دل کی ضرورت ہے آج اس واقعہ کو دو سو برس سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور دونوں کا اشتراک تا حال قائم ہے[۱]۔ ان دونوں کے معاہدہ کے وقت شیخ نجدی کی عمر ۴۲ سال تھی اس سال شیخ نجدی نے مسلمانوں کی جو اس کی اطاعت میں نہیں تھے ان سے لڑائی کی، پہلا معرکہ ریاض موجودہ دارالسلطنت کے مقام پر امیر دہم بن دوّاس اور ابنِ سعود کے درمیان پیش آیا ابنِ دوّاس سعودی وہابی اشتراک کے سخت مخالف تھا۔ اور ایک غیور مسلمان سے یہ کبھی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے دین اور ملک کو چاندی سونے اور جاہ و منصب پر قربان کرتے اس لڑائی کا سلسلہ تیس سال تک جاری رہا۔ کبھی ایک غالب ہوتا اور کبھی دوسرا۔ لیکن ابنِ دوّاس نے ہمت نہ ہاری، آخر امیر محمد مسعود نے ۱۷۷۳ء میں ریاض کو فتح کر لیا مگر ابنِ دوّاس اس کے ہاتھ نہ آیا کیونکہ ابن دوّاس شکست کھا کر صحرا میں بھاگ گیا اس تیس سالہ جنگ میں چار ہزار عرب ضائع ہوئے۔

شیخ نجدی نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ جو بھی اپنا مدِ مقابل دیکھا اس کو بزورِ شمشیر مطیع بنالیا اور جہاں شمشیر سے کام نہ ہوسکا وہاں سیم و زر سے کام لیا شیخ نجدی اور ابن سعود نے لوگوں کو اسلاف کی روایات سے بزورِ شمشیر ہٹا کر نام نہاد توحید میں شامل کیا۔ جزیرۂ عرب کے مسلمانوں کی شہ رگ پر خنجر رکھ کر ان کو بزورِ شمشیر اپنے عقائد میں ڈھالا

---

[۱] سوانح حیات سلطان عبدالعزیز آل سعود ص ۴۲-۴۳-۴۴

چنانچہ آہستہ آہستہ نجد اور اس کے قرب و جوار کی تمام آبادی اور حرمِ مکّہ کی اکثریت وہابی عقائد میں ڈھلتی گئی۔ تلوار کے بعد دوسرا ہتھیار ان کے پاس سیم و زر کی تھیلیاں تھیں جن کے منہ کھول دیئے گئے۔ موجودہ نجدی کی مساعی کی روشنی میں اب بھی پورے زور و شور سے کام ہو رہا ہے اشاعتِ اسلام میں کروڑوں روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔

موجودہ سعودی عرب میں وہابی تحریک کے خلاف اہلِ سنّت کے افکار و نظریات کی نشر و اشاعت قانوناً جرم ہے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جدّہ کے ائیرپورٹ پر کسی مشکوک کتب کو سعودی عرب نہیں جانے دیا جاتا ایک نجدی عالم کی رپورٹ کے مطابق بڑے بڑے دینی مناصب اور مراتب آل شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اولاد کے لئے مخصوص ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ شیخ نجدی کے کتنے ظالم ہتھکنڈے سُنّیوں کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ سعودی عرب میں ظالمانہ منصوبے کے تحت نئی نسل کو وہابی بنایا جا رہا ہے جب وہاں کے باشندوں کو وہابیت کے سوا کوئی کتاب پڑھنے کے لئے نہیں ملے گی اور ہر مسجد اور منبر پر خطیب وہابیت کا پرچار کریں گے، نئی نسل کو پڑھنے سننے کے لئے وہابیّت کے سوا کچھ نہیں ملے گا تو ظاہر ہے نئی نسل وہابیت میں ڈھلتی جائے گی۔

اور یوں پورا جزیرہ عرب وہابیت کا گہوارہ بن جائے گا آج بھی جو لوگ مدّتوں وہاں رہ کر واپس پاکستان آتے ہیں تو ان کے افکار و نظریات اور عقائد وہی ہوتے ہیں۔ اور یہاں آتے ہی سُنّیوں سے بحث و مباحثہ شروع کر دیتے ہیں اور اپنے خاندان میں بھی وہابیت کی وَبا پھیلا کر دشمنی پیدا کرتے ہیں۔ اور وہابیت کی وبا پھیلانے سے نجدیوں سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔

ستم بالائے ستم

قارئین کرام پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ سعودی عرب میں نجدیت اور وہابیت کے خلاف سُنّی لٹریچر قانوناً وہاں نہیں جا سکتا انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جہاں سُنّیوں کی اکثریت ہے وہاں اپنا لٹریچر نہ بھیجیں لیکن یہ کس قدر افسوس اور ظلم کی بات ہے کہ پاکستان میں جس کی اکثریت سُنّی مسلمانوں پر مشتمل ہے وہ تو اپنا لٹریچر سعودی عرب میں نہیں بھیج سکتی لیکن سعودی سفارت خانے کے ذریعہ پاکستان میں وہابی لٹریچر جس کی ایک ایک جلد آٹھ آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے مفت تقسیم کی جا رہی ہے۔ اور کوئی احتجاج کرنے والا نہیں کہ ظالمو کہ جب تم اپنے ملک میں ہمارا لٹریچر نہیں جانے دیتے تو تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ تم اپنے عقائد اور افکار کو پھیلانے کے ذریعہ کروڑوں کی تعداد میں مفت کتابیں تقسیم کر رہے ہو ہماری حکومت سعودیہ حکومت کی وظیفہ خوار ہے اس لئے اس کے خلاف کسی اخبار یا رسالے میں آواز اٹھائی نہیں جا سکتی۔ یہی نہیں بلکہ ہر ملک کی فلمی اور جنسی ناولوں کی پاکستان میں درآمد کی بھرمار ہے اور حکومت خاموش تماشائی ہے پھر کہتی ہے کہ یہ فرقہ بندی کیوں ہو رہی ہے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

سعود کے ہاتھوں مزارات کا انہدام

۱۲۱۷ھ میں محمد بن سعود کا بیٹا ایک اور شہر احساء پر حملہ آور ہوا۔ ہلاکت اور خونریزی کی

بدترین مثال قائم کی۔ عثمان بن بشیر لکھتے ہیں جب اہلِ احسا کسی طرح قابو نہ آئے تو ان کا پانی بند کر دیا جب اہلِ احسا پیاس کی شدت سے مجبور ہو گئے تو مجبوراً اطاعت گذار ہو کر سعود کی بیعت کر لی[1]

پھر مسعود جامعہ مسجد زبیر پر حملہ آور ہوا جامعہ مسجد کے قریب جتنے بھی مزارات اور گنبد تھے سب منہدم کر دیئے اور ان کی قبروں کا بھی کوئی نشان نہ چھوڑا۔ سقوط درعیہ کے بعد دوبارہ فوجوں نے ان مزارات کو تعمیر کیا لیکن سعود نے دوبارہ نجدی فوجوں کو حکم دے کر تمام قبروں کو منہدم کر دیا اور ان کے حامیوں کو قتل کر دیا۔

ابن سعود کا خاتمہ

سردار حسنی مبارک لکھتے ہیں محمد بن مسعود کا انتقال ۱۱۶۴ھ میں ہوا تو اس کا بیٹا عبدالعزیز جانشین ہوا۔

عبدالعزیز کا بیٹا باپ سے بھی بڑھ کر گرمجوش ثابت ہوا اس نے والد کی اجازت کے بغیر نجف اشرف اور کربلائے معلی پر حملے کئے وہاں کے مزارات مقدسہ کو تہ و بالا کر دیا لوٹ اور غارت کا کچھ حساب ہی نہیں آخر ایک شیعہ درعیہ میں آیا اور سلطان عبدالعزیز نماز پڑھ رہا تھا مسجد میں ہی اُسے قتل کر ڈالا[2]

کربلا میں مظالم

۱۲۱۶ھ میں تمام نجد و حجاز اور تہامہ سے لے کر کربلا کی طرف چلا بلد الحسین کے

۱؎ عنوان المجد فی تاریخ نجد صہ ۱۲۶ ۔ ۲؎ سوانح حیات سلطان ابن سعود صہ ۴۳ - ۴۴

باشندوں پر حملہ کیا نجدیوں نے دھاوا بول دیا دیواروں پر چڑھ گئے اور زبردستی اندر داخل ہوگئے وہاں اکثر باشندوں کو گھروں اور بازاروں میں قتل کیا اور جو گنبد امام حسینؓ کی قبر پر بنایا گیا تھا مسمار کر دیا۔ آس پاس کی اشیا زمرد۔ یاقوت اور جواہر سے آراستہ تھیں ان کے علاوہ سونا چاندی کتابیں، قیمتی صحائف اور بے شمار باقیات سب قبضہ میں لے لیں اور تقریباً دو ہزار باشندوں کو قتل کر دیا۔[1]

سعود نے اپنے ایک کمانڈر عثمان کو سرزمین طائف کو لوٹنے پر مامور کیا طائف کا امیر جان بچاکر بھاگ گیا اور مکہ کی طرف چلا گیا عثمان نے طائف کی گلیوں اور بازاروں کو مسلمانوں کی لاشوں سے بھر دیا دو سو سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کیا تمام مال و متاع اہلِ طائف کا لوٹ لیا گیا ان لوگوں کی سیرت اور کردار کی یہ ایک جھلک ہے تفصیل آگے آئے گی۔ محمد بن عبدالوہاب[ب] نجدی نے بزعم خود کتاب و سنّت کے ڈھانچے میں تیار کیا تھا مکہ اور طائف کے بعد سعود کی مزید کارگزاری ملاحظہ فرمائیے۔

عثمان نجدی لکھتے ہیں پھر مسعود۔ اپنے ساتھیوں کو لے کر مقام عقیق سے روانہ ہو کر مکہ کے قریب آیا۔ حرم باندھا۔ اہلِ مکہ کو امان دی عمرہ سے فارغ ہو کر وہ اور اس کے تمام ساتھیوں نے مکہ کے تمام مزارات اور گنبد گرا دیئے اور متبرک مقامات کی تمام علامات کو مٹا دیا۔[2]

عبدالعزیز بن سعود نے ۱۷۶۵ء سے ۱۸۰۳ء تک اُنتالیس سال حکومت کی۔ اب عبدالعزیز کا بیٹا سعود بن عبدالعزیز سریر آرائے حکومت ہوا اس کے مظالم سب سے بڑھ کر تھے اس کے مظالم کو دیکھ کر چنگیز اور ہلاکو نرم دل لگتے تھے۔ ان ظالموں نے نہتے

ب

۱؎ محمد بن عبدالوہاب نجدی ص۹۹۔ ۲؎ عنوان المجد فی تاریخ نجد جلد اول ص۱۲۳ محمد بن عبدالوہاب ص۸۳-۸۴ نجد و حجاز ص۶۱ سوانح حیات سلطان بن عبدالعزیز ص۴۴ نجد و حجاز ص۶۲۔

مسلمانوں کی شہ رگ پر تلوار کی نوک رکھ کر شیخ نجدی کے مشن کو پورا کیا۔ وہ دھڑا دھڑ لوگوں کی گردنیں اڑاتے چلے گئے ان کے اموال لوٹ لئے۔ اور عورتوں کو لونڈیاں بناتے گئے۔

سعود بن عبدالعزیز

سعود بن عبدالعزیز کی ولیعہدی کے بارے میں ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ عبدالعزیز کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا سعود امیر مقرر ہوا۔

سعود پندرہ برس پیشتر اپنے والد کا جانشین مقرر ہو چکا تھا آخر بہت تگ و دو کے بعد ۱۸۰۱ء میں وہ بحیثیت فاتح مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اس واقعہ سے دس برس پیشتر ۱۷۹۱ء میں فوت ہو چکا تھا۔[1]

شوال ۱۲۰۶ھ میں ایک بیماری کے عارضہ نے شیخ نجدی کو بستر علالت پر لٹا دیا جو شخص حصولِ دولت اور امارت کے لئے زندگی بھر اپنے علمی کمالات دکھاتا رہا آج مرض کے ہاتھوں مجبور ہو کر گھر کے ایک کونے میں پابند کر دیا گیا آخر ۲۲ جون ۱۷۹۲ء کو شیخ نجدی کا آفتابِ زندگی ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ کل من علیہا فان:

اس سے پیشتر جو کچھ لکھا گیا صرف شیخ نجدی کے زندگی کے حالات تھے اس لئے سعود بن عبدالعزیز کے تاریخی مظالم کے لئے آئندہ تحریر کا انتظار فرمائیں۔

شیخ نجدی کی دعوت نے جس نئے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور اس دعوت کے منکرین کو کافر اور واجب القتل قرار دیا اس فتنہ کا رد کرنے کے لئے اسی وقت علمائے کرام کھڑے ہو گئے اور فتنہ نجدیت کی ابتدا سے ہی اس فتنہ کے سدِ باب کے لئے اہلِ اسلام کے جملہ مکاتبِ فکر کے علماء نے متعدد کتابیں لکھیں جن مسائل پر کتابیں لکھی گئیں ان میں

۱؎ عنوان المجد فی تاریخ نجد جلد اول ص۲۳ محمد بن عبدالوہاب ص ۸۳ - ۸۴

درج مسائل قابلِ ذکر ہیں۔

توسل بالانبیا و اولیا۔ شفاعتِ عظمیٰ، تعظیم انبیا و اولیائے کرام، استمداد و استغاثہ سب سے پہلے شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے شیخ نجدی کی تکفیر مسلمین پر کتاب لکھی[1] پھر سید احمد بن زینی دحلان نے کتاب خلاصۃ الکلام فی علما بلدۃ الحرام لکھی۔

شیخ نجدی کے متعلق علمائے دیوبند کے فتوے اور تاثرات

دیوبندیوں کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری شیخ نجدی کے متعلق فرماتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نہایت بیوقوف اور کم علم شخص تھا وہ مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت تیز تھا[2]

مولانا حسین احمد مدنی کے تاثرات

دیوبندی مکتبِ فکر کے ایک ممتاز عالم مولانا حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں مختلف مقامات پر شیخ نجدی کی شخصیت اور اس کے عقائد پر بحث کی ہے لکھتے ہیں

صاحبو! شیخ نجدی ابتدا تیرہویں صدی ہجری نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ یہ خیالات باطلہ فاسدہ رکھتا تھا۔ اس نے اہل سنت والجماعت کے ساتھ قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا تھا۔ انبیاء کرام اور اولیائے عظام اور سلف صالحین کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا مسلمانوں کو اس سے اتنی نفرت تھی۔ اتنی نفرت یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی نہ تھی۔

---

[1] اس کا نام صواعق الٰہیہ ہے۔ نجد و حجاز صفحہ ۶۲

[2] فیض الباری صفحہ ۱۷۱

مولانا خلیل احمد اور مولانا اشرف علی تھانوی مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی و دیگر اکابرین علماء دیوبند۔ مولانا خلیل احمد صاحب سے علماء مدینہ کے سوالات کے جواب میں ایک کتاب لکھی جس کا نام التصدیقات لدفع التلبیسات ہے۔ جس کی تصدیق مولانا اشرف علی تھانوی مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی نے کی۔

سوال: محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو اور سلف صالحین کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا اس باب میں تمہاری کیا رائے ہے کیا اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے؟

الجواب: ہمارے نزدیک ان کا وہی حکم ہے جو صاحب دُرِّ مختار نے فرمایا ہے یعنی یہ لوگ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

اسی طرح غیر مقلدوں کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں اور مولانا محمد منظور نعمانی دیوبندیوں کے مشہور عالم وہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ شیخ نجدی بدمذہب آدمی تھا اور مسلمانوں سے خارج عقائد رکھتا تھا۔

شیخ نجدی کے عقائد اور اسکی کتاب کے رد کرنے والے اکابر اسلام کی فہرست

۱: سیف الجہاد لمدعی الاجتہاد۔
۲: الصواعق والرعود۔
۳: تحکم المقلدین۔
۴: الصارم الہندی۔
۵۔ السیوف الصقال فی اعناق من انکر علی الاولیا بعد الانتقال۔
۶: السیف الباتر لعنق المنکر علی الاکابر۔

٧ : تحویص الانبیا علے الاستغاثہ بالانبیا والاولیا۔

٨ : الانتصار لاولیا والابرار۔

٩ : مصباح الانام وجلاء الظلام۔

١٠ : سعادت الدارین فی الرد علی الفرقین۔

١١ : الوہابیہ ومقلدہ الظاہریہ۔

١٢ : شواہد الحق فی التوسل بید الخلق۔

١٣ : الفجر الصادق۔

١٤ : اظہار العقوق فی منع التوسل بالنبی ولی الصدوق۔

١٥ : محدث العباد ببیان الرشاد۔

١٦ : جلال الحق فی کشف احوال اشرار الحلق۔

١٧ : براہین قاطعہ۔

١٨ : النقول الشرعیہ فی الرد علی الوہابیہ۔

١٩ : رسالہ فی حکم التوسل بالانبیا والاولیاء

٢٠ : المقالتہ الوافیہ فی الرد علی الوہابیہ۔

فہرست ان علمائے کرام کی جنہوں نے یہ کتابیں لکھیں

١ : علامہ احمد بن علی القبانیؒ مصری شافعی۔

٢ : علامہ عبدالوہاب بن احمد برکات شافعی احمدی مکی۔

٣ : شیخ عبداللہ بن عیسیٰ مفینی۔

٤ : شیخ احمد مصری احسائی۔

٥ : شیخ محمد بن شیخ احمد بن عبداللطیف الاحسائی۔

٦ : علامہ عبداللہ بن ابراہیم میرغنی الساکن بالطائف۔

٧ : سید علوی بن احمد الحداد۔

٨ : سید علوی احمد الحداد۔

٩ : علامہ سید عبدالمنعمی۔

١٠ : علامہ سید عبدالرحمٰن۔

١١ : علامہ محقق شیخ الاسلام بتیونس اسماعیل التیمی المالکی۔

١٢ : علامہ محقق سید داؤد البغدادی الحنفی۔

١٣ : سید طبا طبائیؒ المصری۔

١٤ : علامہ شیخ ابراہیم السمنوی۔

١٥ : مفتی مکہ سید احمد دحلان۔

١٦ : الشیخ یوسف النبھانی۔

١٧ : جمیل صدقی الزہادی البغدادی۔

١٨ : الشیخ المشرقی المالکی الجزائری۔

مندرجہ بالا علمائے کرام نے شیخ نجدی کی کتاب اور اس کے عقائد پر رد لکھے ہیں چند کتابیں اور کچھ علمائے کرام نے لکھی ہیں طوالت کی وجہ سے ترک کر دی گئی ہیں. ان علمائے کرام میں برصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام اور ان کی کتابوں کا اس فہرست میں ذکر نہیں ہے ان کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اس فہرست میں نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ تمام دنیا کے مسلمان شیخ نجدی کے عقائد کے کتنے مخالف تھے

خون کے آنسو۔ خانہ کعبہ کی بے حرمتی

سعود جو اس وقت رسوائے زمانہ ہو چکا تھا حجاز کی طرف بڑھا اور لگے ہاتھوں

طائف پر قابض ہوگیا وہاں سے گرد و نواح میں افواج بھیجنے لگا۔ شریف مکہ کے پاس کوئی قابلِ فوج نہ تھی۔ مقابلہ کی تاب نہ لا کر جدہ چلا گیا ۱۸۰۳ء کے اپریل میں سعود بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہوگیا۔ تمام مقدس مقامات توڑ پھوڑ دیئے زیارت گاہوں کی بے حرمتی کی گئی۔ حرم کعبہ کے غلاف پھاڑ دیئے گئے مکہ مکرمہ کی فتح کے بعد جدہ کا محاصرہ کرلیا۔ شریف غالب نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مدینہ منورہ میں بھی مقابلہ کیا گیا۔[1]

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں۔ سعود بن عبد العزیز نے سرداروں اور شہریوں کو قتل کیا اور کعبہ کو برہنہ کر دیا۔[2]

۱۸۰۳ء کے آخر میں سعود کی قیادت میں وہابیوں نے مدینہ منورہ بھی فتح کر لیا۔ مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں۔ ۱۸۰۵ء کے آغاز میں اہلِ مدینہ نے بھی اطاعت قبول کر لی حسبِ دستور مدینہ منورہ میں تمام قبروں کے گنبد اور زیارت گاہیں منہدم کر دی گئیں۔[3]

شیخ نجدی نے وہابیت کے جوش میں آکر حضورؐ کے روضۂ اقدس کی جواہر نگار چھت کو برباد کر دیا اس چادر کو اٹھا دیا جو آپ کے مزار اقدس پر پڑی تھی۔[4]

اور آپؐ کے روضۂ اقدس پر گولہ باری کی گئی پانچ گولیاں روضۂ اقدس پر لگیں۔[5]

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

جاننا چاہیئے کہ اس سے قبل ۷۰۰ھ میں مذہب حنبلی سے ایک شخص ابن تیمیہ نامی گمراہ

---

[1]: سوانح حیات سلطان بن عبد العزیز ص۴۵۔ [2] ترجمان وہابیہ نواب صدیق حسن خان حیاتِ طیبہ ص۳۰۲-۳۰۳ مزار حیرت دہلوی [3] نجد و حجاز ص۱۱۲-۱۱۳ سید محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار مصری۔ ترجمانِ وہابیہ ص۳۶ حیات سلطان بن عبد العزیز ص۱۵۷۔ [4] ترجمانِ وہابیہ ص۳۶

[5]: حیات سلطان بن عبد العزیز آل سعود ص۱۵۷

بدمذہب نکلا تھا بدی کی باتوں کو جزوِ ایمان سمجھتا تھا چنانچہ اِنکارِ شفاعت سب سے پہلے اس نے کیا اور نبیِّ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ مبارک کی زیارت کو حرام ٹھہراتا تھا توسل و استمداد اولیاء اللہ سے منع کرتا تھا آخر بڑے بڑے علمائ نے اس کا رد لکھا پھر بادشاہ تک نوبت پہنچی ابن تیمیہ جیل میں بند ہوگیا اور یہ حکم جاری ہوُا کہ من کان علیہ عقیدۃً ابن تیمیّہ حل مالہ ودمہ۔ یعنی جو شخص ابن تیمیہ کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے اس کا مال اس کا خون مسلمانوں پر حلال ہے اس کے کچھ عرصہ بعد شیخ نجدی پیدا ہوُا۔[1]

جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نجد کے حق میں فرمایا ھناکَ الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا یعنی ایک گروہ پیدا ہوگا اس پیشگوئی کا ظہور اس طرح ہوُا کہ بسبب وفات سلطان عبد الحمید خان مرحوم سلطانِ روم (ترک) کے ۱۲۰۳ھ میں بوجہ فساد قائم کرنے اس کے شہزادہ سلیم کے اور دیگر شورش باہمی وارثان سلطان روم کے وہاں خلل اور فساد شروع ہوُا اور تمام صوبے باغی اور سرکش ہوگئے آمدنی نذر و نیاز و تحائف و خیرات جو اہلِ حرمین شریفین اور شریفِ مکہ کے واسطے سلطان کی جانب سے ہر سال آتے تھے بند ہوگئے اور شان و شوکت شریف مکّہ کی درہم برہم ہوگئی اور ہر ایک جاہ طلب اور جاہ طلبی میں لگ گیا۔

چنانچہ عبد الوہاب نام کے قبائل نجد میں ممتاز مقام رکھتے تھے وہ ریاست کی فکر میں لگ گئے چنانچہ حصولِ منصب کس طرح حاصل ہو آخر متفقہ فیصلہ ہوُا کہ بغیر لباس دینداری کے اور کوئی دوسری تدبیر کام نہیں دے سکتی۔ چنانچہ اس خیال سے عوام الناس کی جمعیّت لے کر حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوُا کہ جب تک دونوں ملک

---

[1]: بوارقِ محمدیہ مولنا فضل الرسول صاحب جس کا ترجمہ فاضل بھیروی علامہ غلام قادر نے کیا

تسلّط میں نہیں آئیں گے حکومت ملنی مشکل ہے چنانچہ وہاں پہنچ کر لوگوں کو مرید بنانے لگ گئے اور عوام الناس کو دامِ اطاعت میں لاکر وعظ شروع کر دیا۔

آخر ۱۲۱۵ھ میں بروز جمعہ امراء اور ارکان اطراف و جوانب کو حاضر کر کے کہا کہ شرع میں بادشاہ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اقامتِ جمعہ اور منصبِ قاضیاں اور دادرسی مظلوماں اور تنبیہِ ظالماں اور اجرائے حدود شرعیہ سب بادشاہ پر موقوف ہیں اور سلطانِ روم کہ محض برائے نام بادشاہ ہے کچھ قوّت و شوکت نہیں رکھتا اور خطبہ میں اس کا نام غازی وغیرہ لانا سراسر غلط ہے اب لازم ہے کہ سب حاضرین متفق ہو کر ایک شخص کو بادشاہ مقرر کریں اور اطاعت اس کی اپنے ذمے واجب سمجھیں۔ چنانچہ عوام الناس نے آپ کا نام ہی لبطورِ بادشاہ کے لیا آپ نے فرمایا اچھا مجھے منظور ہے کہ میں مسلمانوں کی پیشکش کو کس طرح رد کر سکتا ہوں لیکن آپ کو میری پوری اطاعت کرنا ہوگی کہ عقائد اور اعمال میں تم میرے مطیع رہو آخر سب کی بیعت لے کر امیر المومنین کا لقب اختیار کیا اور اسی روز خطبہ میں بجائے نام سلطان روم کے جاری ہوگیا اور اپنا وطن "درعیہ" نام رکھتا تھا مقرِ امامت یعنی دعوتِ مرکز۔ "درعیہ" قرار پایا، اور تادمِ زلیست خود اس نے وہاں سے حرکت نہیں کی بیٹوں اور پوتوں کو بلاد و امصار میں معیّن اور مقرر کر کے بالقاب خلفائے راشدین موسوم کیا۔ قاضی، مفتی اور محتسب۔ مقامات خصوصی پر متعیّن کر کے اشاعتِ عدل و احیاء دین میں مصروف ہوا۔

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ شیخ نجدی نے ایک ذاتی اور دماغی اختراع سے عوام کو فریب سے اپنے دام میں لانے کی کوشش کی۔ اس تمہید کے بعد مقصد اصلی کی طرف متوجہ ہوا یعنی حرمین شریفین کے خرمن امن کے غارت اور برباد کرنے کی اس طرح تیاری کی کر از ابتداء آغاز قرار داد امامت و تسلط اور انتظام ملکی کر بوساطت بدولت اختراع مذہب

جدید کے مابین کفر و اسلام کے ہوا۔ اہلِ سنّت و جماعت اور شعائرِ فرق اسلامی سے مخالفت رکھنے کے لئے مصروف رہا چنانچہ مسائل متفرقہ مذہب معتزلہ و خوارج و ملاحدہ و ظاہریہ اور دیگر اہلِ ہوا سے انتخاب کر کے اور چند مسائل طبع زاد ایجاد کر کے اور کچھ سبط و تفصیل سے تکمیل کر کے کتاب التوحید سے موسوم کیا۔ اور اس کو دو باب میں تقسیم کیا۔ "پہلا باب شرک کے رد میں" اور "دوسرا باب بدعت کے رد میں" خلاصہ اس کتاب کا تکفیر و تفسیق تمام امتِ مسلمہ کیلئے تھے چند نسخے اس کتاب کے اپنے خلفا کو جو خارجی اور زندیق تھے ارسال کئے اور اسی اثنا میں وہ دُنیا سے رخصت ہوگیا۔

۱۲۲۱ھ میں سعود نامسعود بہت سا لشکر ہمراہ لے کر عازم بیت اللہ کا ہوا اہلِ حرم اس کے اِتباعِ سُنّت و اشاعت عدل و احیاء دین کی خبر سن کر منتظر ملاقات کے ہوئے اور چند قرب و جوار کے لوگوں نے ان کا حال دیکھ کر مکہ مکرّمہ میں افشائے راز کر دیا۔ شریف مکّہ سے درخواست کی کہ ترکی لشکر اور عرب بَدُّوؤں کو ملا کر استحکام مکہ مکرمہ کریں۔ شریف مکہ نے ایک نہ سُنی کہنے لگا معاذ اللہ میں زائرین خانہ کعبہ کی مزاحمت و ممانعت کروں بلکہ درخواست کرنے والوں کو سخت سُست کہا اتنے میں سعود نامسعود روانہ ہوا اور ارکانِ مکّہ نے شریفِ مکّہ سے کہا کہ آپ کی غفلت کے سبب سے مکہ میں خونریزی ہوگی شریف مکّہ نے پھر یہی جواب دیا کہ مسلمانوں سے ایسی حرکت سَرزد نہیں ہو سکتی۔ اسی اثنا میں سعود کا لشکر قرن المنازل میں پہنچ گیا۔

قرن المنازل میقاتِ اہلِ نجد کا مقام ہے۔ مکّہ سے طرح دے کر طائف میں جا پہنچا وہاں پہنچتے ہی شہر طائف کا محاصرہ کر لیا تمام امراء و ارکان طائف والوں کو کہلا بھیجا کہ خلیفہ راشد برائے محبت دینی معاملات کے لئے تم کو یاد کرتا ہے جب لوگ با اطمینان تمام خوش و خرم باہر آئے ان کے پہنچتے ہی سب کے سر تن سے

جدا کر دیئے اور فوراً چاروں طرف سے شہر طائف پر یورش کا حکم دیا۔ زن و مرد اور خورد و کلان جو بھی آگے آیا سب کو تہ تیغ کیا اور جو معاملہ ہلاکو خان اور چنگیز خان نے بغدادیوں سے اور یزیدیوں نے مدینے والوں سے کیا تھا اس سے بھی چند گنا زیادہ ظلم کیا جملہ اسباب پر قبضہ کر کے چند افسران برائے محافظت مال وہاں چھوڑ کر خود مکہ کو متوجہ ہوا اب مصیبت زدگان بقیۃ السیف طائف کے مکہ میں آکر شریفِ مکہ کو سرگذشت سنائی تو شریفِ مکہ کے پاس فوج کہاں۔ وقت ہاتھ سے جا تا رہا مکہ میں فوج کی نفری صرف پانصد تھی۔ اتنی فرصت کہاں کہ اطراف و جوانب سے مدد طلب کرے۔

قبل ان واقعات کے ایک روز پہلے کتاب التوحید۔ نامی مکہ میں پہنچی تھی اور علمائے مکہ نے اس پر فتوی کفر کا لگایا تھا۔ خدام حرم نے بازاریوں اور شہریوں کو مقابلہ کے لئے تیار کیا اور شریفِ مکہ کے غلام بھی ان سے متفق ہو کر شریفِ مکہ سے اجازت جہاد کی مانگی اب شریفِ مکہ ماجرا طائف کا سن کر سراسیمہ اور حیران ہؤا اور اپنی غفلت پر شرمندہ ہؤا اب بباعث عدم موجودگی فوج کے سخت خوفزدہ ہؤا اور دل میں خیال کرنے لگا کہ شائد طائف والوں نے اس کا مقابلہ کیا ہو جس کی سزا انہیں ملی ہے۔ حرم میں خونریزی نہیں ہوگی اب مجھ کو بیت الحرام کے زائرین سے حکم قتال کا دینا جائز نہیں اسی وقت خبر آئی کہ نجدی قتلِ عام کرتے ہوئے حرم شریف کی حد سے تجاوز کر آئے ہیں۔

اب شریفِ مکہ کو یقین ہو گیا کہ خونریزی ضرور ہو گی، بغیر فرار کے چارہ نہ رہا افتاں و خیزاں بہ ہمراہی چند غلاماں جدہ کی راہ لی۔ وہاں جا کر پناہ گزیں ہو گیا اور سعود نامسعود بلا مقابلہ و مزاحمت چاروں طرف انتہائی سفاکی اور بے باکی سے حرم میں داخل ہؤا زن و مرد وہاں کے پہاڑوں میں جا چھپے اور چند کسان خانۂ خدا میں پناہ گزیں ہوئے۔ اشقیا نے پناہ گزیں اور چاہِ زمزم۔ حطیم اور مقامِ ابراہیم سے بغیر کسی ادب و احترام کے ان مقاماتِ متبرکہ کے ساتھ وہ معاملہ کیا کہ لکھنے سے قلم لرزاں ہے۔ قفلِ خانہ کعبہ توڑ کر

نذور کعبہ کو جو قبل از اسلام یا قبل از ظہور خاتم النبیینؐ تا اُس وقت موجود تھے جن کی آج تک کسی نے بھی گستاخی نہیں کی تھی وہ تمام کے تمام نکال کر اپنے تصرف میں لائے اور حکم نافذ کیا کہ اہلِ مکہ پہاڑوں سے اُتر کر اپنے گھروں میں آجائیں اور جن کے پاس اسلحہ اور ہتھیار ہوں وہ جمع کرا دے جو ایسا نہیں کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اہلِ بیت کو کسی قسم کی امان نہیں دی جائے گی جہاں ملیں گے قتل کر دیا جائے گا۔ پس جس کو فرار کی طاقت تھی وہ فرار ہو گیا اور جو ان کے ہاتھ آیا وہ قتل کر دیا گیا۔ یہاں عبرت کا مقام ہے کہ جس جگہ شکاری بھی شکار نہ کریں وہاں کے نباتات اور حیوانات کا ستانا بھی جرم اور حرام ہو درندہ کسی جانور کے پیچھے آئے اور وہ حدودِ حرم میں داخل ہو جائے تو وہ درندہ بھی اُسے چھوڑ دیتا ہے اور اس کا پیچھا نہیں کرتا اور پرندے ہوا میں اُڑتے ہوئے آئیں اور محاذی خانہ کعبہ پہنچیں تو دائیں بائیں ہو جائیں اُوپر سے نہ گزریں لیکن ان خبیثوں نے اس حرم میں کیسے کیسے گناہ کئے لکھنے سے قلم بھی لرزاں ہے۔

اور بعد فراغت مہم کے قصد مدینہ منورہ کا کیا راستے میں جو بھی ملا قتل کرتے گئے اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑا مدینے پاک میں جا کر قتلِ عام کیا۔ آثارِ صحابہؓ و آلِ بیت سب منہدم کر دیئے گئے اور روضۂ اقدس کا ارادہ کیا اور روضۂ اقدس کو صنم کدہ (بڑا بُت خانہ) کا نام دیا۔ چند اوباشوں نے آلات کے ساتھ بہ نیت فاسدہ اس مقام پر پہنچ کر دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولتے ہی ایک اژدھا ان فرعونوں پر ایسا حملہ آور ہؤا اور ایسی پھونک ماری کہ تمام خبیث جل کر واصل جہنم ہوئے اور ان کی لاشہائے ناپاک سے ایسی بدبُو پھیلی کہ ان کی ناپاک نعشوں کو نہ کسی نے غسل دیا اور نہ دفن کیا کتّوں کی طرح شہر سے باہر پھینک دیئے گئے۔

بعد تکمیلِ مقاصد جور و ستم کچھ فوج کو وہاں چھوڑ کر اور تمام سامان ساتھ

لے کر مکہ معظمہ کو واپس آکر اپنے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہُوا۔ اُدھر دیہات قرب و جوار مکہ معظمہ سب لُوٹا مگر جدّہ کا ارادہ نہ کیا کہ سب بَدُو وہاں جمع ہو گئے تھے اور ۱۲۲۳ھ میں جب سلطان محمود خان غازی تخت نشین ہُوا تو ان خبیثوں کا حال دریافت کر کے محمد علی پاشا والیٔ مصر کو فرمان بھیجا کہ ان کا تدارک کرے ان میں کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑے۔ والیٔ مصر نے ابراہیم پاشا کو لشکرِ جرار دے کر گن بوٹ پر سوار کر کے بندر جدّہ کو روانہ کیا اور ادھر فتوٰی علماءِ مکہ مکرمہ کا قبل از نزول بلا درباب تکفیر مصنّف کتاب التوحید جس کا ترجمہ تقویۃ الایمان ہے مرتب کیا گیا تھا ان خبیثوں کے ہاتھ آیا، دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو کر مفتیانِ فتوٰی کو حرم میں بلا کر سزا دینا شروع کیا اور حضرت عمر عبدالرسول کو جو مقتدا اہلِ مکہ تھے ان کو بھی حاضر کیا سعود مردود نے بطورِ تمسخر اِن سے کہا السلام علیک یا شیخ مکہ۔ حضرت نے فرمایا وعلیک یا شیخ نجد۔ سعود نامسعود یہ بات سُن کر برہم ہُوا۔ اور کہا کہ مجھ کو گالیاں دیتے ہو شیخ عمر عبدالرسول نے فرمایا تم نے مجھے میرے شہر کی طرف منسوب کیا میں نے تجھے تیرے شہر کی طرف منسوب کیا معاملہ برابر ہو گیا۔ ملعون بولا یہ فتوای اور مُہر تمہاری ہے، شیخ نے فرمایا ہاں۔ ملعون بولا کس سبب سے ہماری تکفیر کا حکم دیا۔ شیخ نے جواب دیا اپنی کتاب لا۔ کتاب مذکور شیخ کو دی۔ کتاب کھولتے ہی دیکھا تو یہ نکلا یاد کرنا موتیٰ کا خواہ نبی ہو یا ولی بغیر وقت زیارۃ قبور شرک ہے، شیخ نے فرمایا کہ اب اس عبارت کو سوچ کر یہ عجیب شرک ہے کہ نماز میں داخل ہے السلام علیک ایہا النبی۔ اب اگر تجھے کافر نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ عمدہ دلائل اور براہین سے قرن شیطان اور خارجی کہا۔ سعود مردود طیش میں آکر بولا کہ اے شیخ کہ تو مخبوط العقل ہو گیا ہے کہ ہم سے ایسی گستاخی کرتا ہے۔ ابھی تمہیں سزائے موت دیتا ہوں۔ اتنے میں شیخ نے نعرہ مارا یا احکم الحاکمین۔ ابھی یہ الفاظ ختم ہی نہیں ہوئے تھے کہ یکایک لوگوں میں چرچا ہُوا کہ ابراہیم پاشا بندر ینبوع سے گذر کر بندر جدّہ تک پہنچنے والا ہے۔ یہ افواہ عام ہو گئی تو

خبیث سعود مردود نے یہ افواہ سنتے ہی مضطربانہ اپنے لشکر میں پہنچا اور حضرت شیخ اس کے ظلم سے محفوظ رہے۔ شیخ کے کشفی نعرہ نے یہ خبر مکہ مکرمہ میں خدا کے حکم سے ظالم کے ظُلم سے شیخ کے محفوظ رہنے کے لئے اڑائی گئی۔

دوسرے روز گروہِ شیاطین جدہ کو روانہ ہو کر لبِ دریا خیمہ زن ہُوا اور اسی روز ابراہیم پاشا قلعہ میں داخل ہو گیا اور جہاز واپس کر دیا کہ امیر البحر کو حکم پہنچا دیں کہ نصف رات کے وقت ایک بندر پر جو جدّہ سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے فوج کو اتارے اور توپیں قبل از طلوع صبح بندر جدّہ پر پہنچ کر اس گروہ شیاطین پر گولہ باری کرے اور شباشب بطورِ یلغار لشکر مخالف پر آدھی فوج سے شبخون مارے اور آدھی فوج کو لشکر میں رکھے جب یہ گروہ فرار ہوں تو ان پر حملہ کرے الغرض آخر شب کو قلعہ سے چند توپیں اتاری تھیں کہ ادھر سے امیر البحر نے حملہ کر دیا اور اُدھر سے ابراہیم پاشا نے آتش بازی ایسی کی کہ ان خبیثوں کو ہوش نہیں رہی[1]۔

سعود ملعون فرار ہو گیا ان کے خیمے چھوڑتے ہی ابراہیم پاشا نے جملہ ساز و سامان ان کا لے کر تعاقب کیا ان خبیثوں پر تین طرف سے گولہ باری کی گئی اُدھر امیر البحر کی اِدھر ابراہیم پاشا کی اُدھر فوج کمین گاہ سے نکلی، یہ سب ملعون کوئی لڑائی میں مارے گئے اور کچھ سمندر میں ڈوب مرے سُورج نکلنے تک میدان صاف ہو گیا سعود مردود بھاگم بھاگ نجد کا راہی ہُوا۔ بعدہٗ ابراہیم پاشا متوجہ مکہ معظمہ ہُوا۔ ایک امیر طائف میں مقرر ہُوا اور کچھ لشکر مدینہ منوّرہ کو روانہ کیا اور خود مکّہ معظمہ میں پہنچ کر بعد ادائے عمرہ نجد میں جا کر کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑا اور جو اسباب و سامان مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ سے لوٹے گئے تھے ہر ایک مالک کو واپس کیا۔ علاوہ بریں جو اسباب نقد و جنس نجدیوں کا ہاتھ آیا باشندگان حرم شریف میں تقسیم کر دیا اور جن مساجد کو ان خبیثوں نے مسمار کیا تھا ان کی تعمیر کا حکم دیا انہیں ایام میں صحرائے بادیہ

[1] : انوارِ آفتابِ صداقت۔ سیف چشتیائی پیر گولڑوی ص ۹۸

نشیناں فرقہ زیدیہ جو شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو نواح یمن میں آباد ہے۔ کتاب التوحید کے پہنچنے سے مذہب نجدیوں کا اختیار کیا چونکہ اس کے نواح میں بباعث ضعف حکومت بادشاہ صنعا کے ان بادیہ نشینوں نے تجرد اختیار کیا ہوا تھا اور ایک شخص کو امیر المومنین مقرر کر کے محاذ حدیدہ پر کہ بڑے بندر یمن کے ہیں مسلمانوں سے جدال و قتال شروع کیا بادشاہ صنعا نے سلطان روم سے مدد طلب کی وہاں سے ابراہیم پاشا جو اُن دنوں حجاز میں ہی مقیم تھا حکم صادر ہوا چنانچہ ابراہیم پاشا نے حسب الحکم سلطان مصر میں جا کر نجدیہ زیدیہ کی جمعیت کو منتشر کر دیا اور پھر جب سلطان محمود غازی فوت ہو گئے تو ان کا بیٹا سلطان عبدالحمید خان زینت فرمانروائے سلطنت ہوا اور محمد علی پاشا کے تحت سوائے مصر کے اور کوئی ملک نہ رکھا اور حکومت حجاز و یمن و نجد و شام وغیرہ کی اس سے لے کر دوسرے پاشوں کو دے دی اسی اثنا میں فوج محمد علی کی یمن سے روانہ مصر کو ہوئی اور ہنوز فوج سلطان یمن میں نہیں پہنچی تھی کہ فرقہ زیدیہ نے اپنے علاقے میں ایک شخص کو امیر المومنین کا خطاب دے کر اسی نجدیہ کو اپنا ہم راز بنا کر قرب و جوار میں جنگ و جدل شروع کر دیا جب یہ فقیر (مولینا فضل الرسول صاحب) وہاں پہنچا تو حکومت ان کی تھی صحرائی سے واقف ایک آدمی جو نظم و نسق سے واقف تھا۔ فقیر کو لے کر امیر المومنین مخالف نے برائے علاج یاد کیا مرض شاقہ مثانہ تھا میرے علاج سے شفا پائی اب سُنا گیا کہ سلطان کی فوج کو پہنچنے سے صحرائی صحرا کو چلے گئے ایک فرقہ خارجیہ مسقط کی طرف میں یہ مذہب اختیار کر کے ایک شخص کو امیر المومنین کا خطاب دے کر سرگرم قتل و غارت ہوا چند جہاز حاجیوں اور خارجیوں کے غارت کئے دریائی راستوں میں بڑا فتنہ بپا ہو گیا۔ امام مسقط سعید نامی بڑا ہشیار اور بے تعصب آدمی تھا اور کسی کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا تھا خواہ وہ کسی مذہب کا ہی ہو یا کسی ملت سے تعلق رکھتا ہو لیکن ان قرار واقعی تنبیہہ میں ایسا ثابت ہوا کہ اثر و نشان ان موذیوں کا نہ چھوڑا۔ الغرض آج عرب و حجاز شام و یمن وغیرہ میں

بجز چند صحرائیوں زیدیہ کے اطراف سواحلِ یمن میں ان کا معمولی نشان ہے اور کوئی صاحب اس مذہب کا نہیں۔ حرمین شریفین اور جملہ بلادِ اسلامیہ متعلقہ ممالک روم و شام اور مصر میں بقیۃ تقیہ گذران خبیثوں کا محال ہے۔ یہ کیفیت اور حالت نجدیہ عرب کی بموجب تاریخ محمد بن نصر شامی کے مختصراً لی گئی ہے۔ ص۲ سے ۲۰ تک[۱]

قارئینِ حضرات آپ نے ظلم کی داستان پڑھ لی۔ اس پہ علمائے کرام اور انصاف پسند حضرات کا ردِ عمل دیکھیں:

وہابیوں کے مظالم پر ردِ عمل

مفتی کفایت اللہ صاحب سیکریٹری انجمن معین الاسلام لاہور نے ۸ جون کا اخبار زمیندار پڑھ کر سنایا جس میں وہابیوں کو مفتری کہا گیا اور وہابی کے لفظ کو بغاوت کذب اور بہتان کا نام دیا گیا اور صلیب پرست کہا گیا۔

عبدالعزیز بن مسعود امیرِ نجد نے مکۃ معظمہ پہ قابض ہونے کے بعد اپنے مخصوص عقائد کے لئے ایک کتاب مجموعۃ التوحید نامی چھپوا کر مفت تقسیم کی۔

امیرِ فیصل کا دورۂ بھارت

امیرِ فیصل نے ۱۹۵۹ء میں بھارت کا دورہ کیا پنڈت نہرو کے ساتھ ماتما گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھائے اور توحید کا حق ادا کیا۔[۲]

۱۹۷۴ء میں شاہ فیصل پاکستان آئے تو انہیں داتا صاحب۔ قائد اعظم اور علامہ اقبال

---

[۱]: انوار آفتاب صداقت ص۵۱۱۔ تاریخ محمد بن نصر شامی۔

[۲]: نوائے وقت ۱۱ مئی ۱۹۵۹ء تاریخی حقائق ص۱۳

کے مزارات پر جانے کی توفیق نہ ہوسکی شرک کے ہاتھوں مجبور ہوگئے۔

مدرسہ دیوبند کے لئے پچیس ہزار روپیہ کا عطیہ دیا اور کہا ہمارے دوستانہ تعلقات ہمیشہ مضبوط رہیں گے۔[۱]

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ

روزنامہ کوہستان رپورٹ لکھتا ہے کہ روزنامہ السعودیہ نے پنڈت جواہرلال نہرو کو خراجِ تحسین اس طرح پیش کیا کہ سعودی عرب اپنے محبوب رہنما کو خوش آمدید کہتا ہے پھر کہا یہ امن کا داعی ہزاروں برس جیئے۔ انوار الساداتؔ نے ایشیائی فرشتہ لکھا ہے۔[۲]

جس سے متاثر ہوکر بغداد کے اخبار نے "الحاج نہرو" بھی لکھ مارا۔ جس پر رئیس امروہی کی رگِ ظرافت پھڑک اٹھی تو انہوں نے ایک قطعہ میں طنز کا نشتر چبھو دیا۔

عرب کی خاک پر پہنچا دیا تقدیر نے ان کو ؛ بنے پنڈت جواہرلال نہرو نیم حاجی بھی
جَپ رہا ہے آج مالا اِک پنڈت کی عرب ؛ برہمن زادے میں شانِ دلبری ایسی تو ہو
حکمتِ پنڈت جواہر لال نہرو کی قسم ؛ مر مٹے اسلام جس پر کافری ایسی تو ہو

---

[۱] روزنامہ کوہستان صہ ۱۳ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء روزنامہ سیاست کانپور ۳ دسمبر ۱۹۵۹ء روزنامہ غریب لائلپور ۱۳ جنوری ۱۹۵۲ء روزنامہ امروز ۲ اگست ۱۹۵۶ء روزنامہ جنگ ۲۷، ۲۸، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء نوائے وقت لاہور ۲ فروری ۱۹۵۷ء کوہستان ۲ فروری ۱۹۵۷ء۔

[۲] سہ روزہ مدینہ بجنور۔ بھارت ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء روزنامہ تیج دہلی ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء روزنامہ کوہستان ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء روزنامہ کوہستان لاہور ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء تاریخی حقائق صہ ۵۲

اسی تاریخ کی اخبار جنگ میں ہے کہ مرحبا نہرو السلام۔ اے امن کے پیغمبر ہم تجھے سلام کہتے ہیں۔ نہرو کا ایک سکول میں تعلیمی حالات ملاحظہ کرنا اور اس سکول میں گیتا بجلی بھجن گا رہے تھے۔ "امن کا ہیرو" توحید مکمل ہوگئی۔

ہندوستان کا سہ روزہ اخبار دیوبندی۔ مدینہ۔ بجنور یکم نومبر ۱۹۵۶ء میں لکھتا ہے "مرحبا نہرو السلام" بھارت کے ہندو اخبار، تیج کے اداریہ میں، خوش آمدید پیغمبر۔ پردھان منتری شری جواہرلال نہرو۔ پیغمبرِ اسلام، دنیا میں پہنچے تو ان کا استقبال پیغمبرِ امن کے نعروں سے گونج اُٹھا۔

پیغمبرِ اسلام کے ملک کے باسیوں نے پنڈت جی کی عزت افزائی کے لئے وہی الفاظ منتخب کئے جن پر انہیں ناز ہے جس کی وجہ سے دنیائے اسلام میں عرب دیش کی ضرورت ہے۔

اِک نظر اِدھر بھی

قاطعِ بدعات و مناہی مقلد ابن عبدالوہاب نجدی محافظ حرمین شریفین۔ جلالتہ الملک شاہ سعود کے نام۔ جلالتہ الملک اللہ آپ کو محبتِ رسول ؐ دے۔

ابراہیم جلیس متوفی ۱۹۷۷ء اور فدایانِ رسول و عالمیانِ اسلام کا پیغام۔

خدا معلوم آپ کو معلوم ہے کہ نہیں کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک بنا لیا تھا اس نوزادہ ملک کے بنتے ہی دشمنانِ اسلام و مسلمین نے مسلمانانِ ہند کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا اور پھر ان کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا چنانچہ ہندوستان سے مظلوم مسلمانوں نے اپنے آبائی وطن اور گھروں سے بھاگ بھاگ کر مرتے گرتے نہ جانے کیا کیا مصائب برداشت کرنے کے بعد پاکستان میں سکونت

اختیار کرلی۔ لیکن اس کے باوجود اب بھی ہندوستان میں پانچ کروڑ مسلمان موجود ہیں جہاں نہ ان کی جانیں محفوظ ہیں اور نہ ان کی عورتوں کی عصمتیں۔

لیکن اے کلید برادرِ حرم۔ جب آپ پچھلے دنوں ہندوستان کے سرکاری دورے پر آئے تو ان حالات کے باوجود آپ نے ہندوستانی حکومت کو یہ سندِ شاہی عنایت فرما دی کہ میں بحیثیت محافظ حرمین شریفین اس بات سے مطمئن ہوں کہ ہندوستان میں مسلمان امن اور سکون میں ہیں اور ان کی جانیں محفوظ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یقین کیجئے شاہ۔ آپ کی سندِ شاہی کی تشہیر کے بعد ہمیں محمد شاہ رنگیلے کے فرامین بے ساختہ یاد آگئے تھے اور ہم یہ بھی سمجھ گئے تھے کہ ترک کی مسلمان قوم آپ اور آپ کی حکومت سے کیوں غیر مطمئن رہی ہے اس واقعہ کے بعد آپ نے ایک غیر مسلم سربراہِ مملکت کو سرزمین حجازِ مقدس کے سرکاری دورے کی دعوت دی اور ۲۴ ر دسمبر ۱۹۵۶ء کو بھارت کے وزیرِ اعظم "پنڈت جواہر لال نہرو" جب آپ کے دار الخلافہ ریاض پہنچے تو آپ کی حکوت کے اکٹھے کئے گئے عوام نے "یارسول السلام نہرو" کے شرمناک نعروں سے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس استقبال کرنے والوں میں عرب کے وہ قبائلی بدو اور عورتیں بھی شریک تھیں جو کسی دشمنِ اسلام فرد یا قوم کے لئے اپنے دلوں میں جذباتِ احترام نہیں رکھتے تھے پھر سب سے بڑا اجتہاد تو آپ جیسے قاطع بدعت نے کیا وہ یہ تھا عرب کی خواتین کو غیر محرموں کے انبوہِ کثیر میں لاکر ان سے ایک غیر محرم اور غیر مسلم شخص کا استقبال سرزمینِ حجاز پر رسول جیسے متبرک و مقدس خطاب سے کرایا۔

اے شاہِ قبلہ شکن، پنڈت جواہر لال نہرو کو رسول کے نام سے آپ نے یہ آپ کی قوم نے یاد کرکے پاکستان کے نو کروڑ مسلمانوں کی جو دل آزاری کی وہ ناگفتہ بہ ہے آپکو کسی نے یہ بات غلط بتادی کہ پاکستان میں ایسی قوم آباد ہے جو عربی زبان سے ناواقف ہے اور عربی زبان کے معنی و مطالب سے آگاہ نہیں ہے آپ کے سفارت خانے

لفظ رسول کے لئے جو تاویلات وضع کررہے ہیں اس سے ان کی بے چارگی اور ندامتِ جرم ثابت ہورہی ہے۔

توحید شکن بادشاہ! ہم مسلمانانِ عالم حیران ہیں اور آپ جیسے عقائد مذہبی رکھنے والے لوگ ایک شخص کو تو... یارسول جیسے عظیم لقب سے خوش آمدید کہہ سکتے ہیں جو بطناً و نسلاً بت پرست اور مسلکاً لامذہب ہے۔ لیکن کوئی مسلمان حیات النبی خاتم الرسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جذبات و عقیدت لوازمِ احترام اور واجبات استغاثہ میں یارسول اور یا محمد یا مصطفےٰ کہہ کر یاد کرے تو اُسے کافر اور مشرک قرار دے دیا جاتا ہے یہ کون سی منطق ہے یہ کونسا عقیدہ ہے، یہ کیسی توحید ہے، استغفر اللہ ربی۔

آپ لوگوں نے جنت البقیع کے تمام آثارِ مقدسہ کو شہید کرادیا صدہا اصحابِ کبار کی قبور کو مسمار کردیا۔ گنبدِ خضریٰ، آرام گاہِ رسولؐ، سرچشمہِ انوارِ الٰہی کے معاذ زمین بوسی کو حرام اور جرم قرار دیا جاتا ہے آپ اور آپ کے ہم مسلک عقیدہ لوگوں نے یہ حکم بھی لگا دیا کہ ختم المرسلین نبیؐ آخر الزمان حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص کھڑے ہوکر یارسول سلام علیک پڑھے وہ کافر اور مشرک اور اس عقیدے پر اصرار کرے تو واجب القتل ہے۔ لیکن آج یہ کیا کہ احترام رسول کو بدعت و شرک و کفر کہنے والے مقلدین ابن عبدالوہاب نجدی ایک ایسی قوم کے سربراہ کا استقبال یارسول السلام کے نعروں سے کرتے ہیں جو دشمنِ رسول اور لاکھوں دیوی دیوتاؤں کا پجاری ہے۔

اے شاہِ توحید شکن! ہم آج سمجھے کہ بڑے بڑے جو غادریوں کے عقائد و مسلک کے آہنی قلعوں کو سیاسی تقاضے ایک ہی جھٹکے میں مسمار کردیتے ہیں۔

اے شاہِ حرم! ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آج سعودی عرب نے کسی ڈاکیے یا پوسٹ مین یا کسی ایسے پیغام رساں کو اہلِ زبان یا دیہاتی لوگ رسول کہہ کر پکارتے ہیں ہم پوچھتے

ہیں کہ عرب کے کسی گوشے میں کیا کوئی ایسا بدنصیب شخص ہے جو رسول کا لفظ انبیاءؑ و مرسلین کے علاوہ عام آدمیوں علی الخصوص کسی مشرک و بت پرست یا بدمذہب شخص کے لئے بولتا یا لکھتا ہو۔

ہمارے سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا اور ہم نہایت وثوق سے کہتے ہیں کہ حضور پُر نور (فداہ امّی وابّی و رُوحی) کی شان میں گستاخانہ خیالات رکھنے اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں معاملات صاف نہ کرنے کی پاداش میں عرب ملکوں سے یہ حماقت اور دیوانگی سرزد ہوئی ہے تواضع و میزبانی عربوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ لیکن!

اے کلید بردارِ حرم! آپ نے یہ بھی کبھی غور کیا کہ سیاسی استحکام اور ذاتی حسب و جاہ کے لئے آپ کی میزبانی اپنی حدود سے بڑھ کر دشمنئ دین اور شماتتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قصرِ منزلت اور ظہورِ ضلالت کی سرحدوں پر آ پہنچی ہے۔

آپ تمام حضرات غیر مشروط طور پر اقرارِ گناہ کرلیں اس نازک مرحلے پر تاویلات اور استدلال کے سہارے بڑے شرمناک ہیں۔ اس راستے میں۔

باخدا دیوانہ و با مصطفٰے ہشیار باش

کا عقیدہ واجب اور لازم ہے اور تاویلات، عذرِ گناہ، بدتر از گناہ کے مترادف ہیں۔ خداوند کریم آپ کو محبتِ رسول ﷺ دے اور یہ توفیق بھی دے کہ آپ یا آپ کی حکومت مسلمانانِ عالم کی اس دل آزاری کے سلسلے میں نادم ہو۔[1]

مولانا احتشام الحق تھانوی کا بیان

روزنامہ جنگ کے پہلے صفحے پر جلی سرخیوں کے ساتھ تھانوی صاحب کا یہ بیان

[1] ابراہیم جلیس متوفی ۱۹۷۸ء بحوالہ تاریخی حقائق ص۵۵ ماہنامہ نقاد کراچی نومبر ۱۹۵۶ء

شائع ہوا مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے کہ زمین حجاز کے دارالخلافہ میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو کے استقبال پر، مرحبا نہرو السلام سے جو ننگِ اسلام اور اسلام سوز نعرے لگائے گئے ان سے صرف یہ کہ مسلمانانِ عالم کے دینی علمی جذباتِ غیرت کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا ہے بلکہ متولی حرمین شریفین کی اس موحدانہ دینداری کا پول بھی کھُل گیا ہے جس کا سارے عالمِ اسلام میں وہابیوں کی طرف سے ڈنکا پیٹا جاتا ہے سرزمین توحید اور گہوارہ اسلام ایک صنم پرست بلکہ منکرِ خدا اور اللہ کے باغی کو دعوتِ تکریم دینا اور جوارِ رسول میں بسنے والے موحدین مردوں اور عورتوں سے خیر مقدم کا استعمال کرانا پاسبان حرم کے لئے کہاں تک زیب دیتا ہے جو حرمین شریفین کی تولیت ہر مسلمانانِ عالم کی طرف سے عائد ہوتی ہے یہ بات اپنی جگہ انتہائی شرمناک اور غیر اسلامی ہے کہ پنڈت نہرو کے لئے رسول السلام جیسے اصطلاحی الفاظ استعمال کئے جائیں۔

سعودی عرب کے سفارت خانے سے جو وضاحتی بیان دیا گیا ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے اور رسول سے قاصد معنی مراد ہیں۔ میرے نزدیک یہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور ممکن ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے حقیقت میں واقف نہ ہو لیکن سعودی عرب اور سفارتی ترجمان سے زیادہ واقفِ اسلام ضرور معلوم ہوتا ہے اور الزام کی تردید کرنے والے ترجمان ممکن ہے کہ عربی کی مہارت تامہ رکھتا ہو مگر اسلام اور تعلیماتِ اسلام کی ابجد سے بھی ناآشنا معلوم ہوتے ہیں مرحبا رسول، کے نعرہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والے کو بھی غلط فہمی نہیں ہوئی ہے کہ پنڈت نہرو کو نبی یا پیغمبر بنا دیا اس لفظ سے نبی کے معنی مراد لئے ہیں۔ یہ اعتراض ہے کہ لفظ "رسول السّلام" اور قرآن کریم کی بالخصوص اصطلاح ہے جس کی حیثیت شعائرِ الٰہی اور شعائرِ اسلام کی ہے۔ جیسے قرآن پاک، مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ وغیرہ

قسم کے بے شمار الفاظ اسلامی شعائر ہیں جو اپنے لغوی معنی میں استعمال کرنا ناجائز، حرام بلکہ شعائر اللہ کی کھلی ہوئی بے حرمتی اور توہین ہے۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

سعودی عرب کے سفارتی ترجمان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان کی عربی زبان بھی وہ زبان ہے جس میں اصلاحات قرآن کی حرمت کا لحاظ رکھا گیا ہے مگر اللہ کے باغی کے احترام میں آج ناموسِ رسول کو یہ کہہ کر بھینٹ چڑھا دیا گیا کہ رسول کے معنی قاصد کے ہیں تو آئندہ تمام شعائرِ اسلام کی حرمت کبھی بھی باقی نہ رہ سکے گی۔ پھر امن وسلامتی کے الفاظ بھی کسی قدر حیاسوز اور اسلام اور عزت کش کے مترادف ہوں گے کہ جس کے ملک میں آئے دن خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جارہی ہو وہ قاصدِ امن تو کیا اس میں امن وسلامتی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔ مردوں خور درندوں کو قاصدِ امن کے لقب سے یاد کیا جائے۔ ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ہم آخر میں پاسبانِ حرم سے صاف طور پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین مسلمانانِ عالم کی امانت ہے اور ان پاسبانوں کی طرف سے ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔[1]

نجدی حکومت نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ کویتی حکومت نجدی حکومت سے بھی بازی لے گئی۔ حال ہی میں کویت عراق جنگ میں سابق صدر امریکہ نے پوری قوت کے ساتھ عراق پر چڑھائی کی اور کویت کو اس کا علاقہ واپس دلایا۔ اس خوشی میں کویتی عوام نے سابق صدر امریکہ (جارج بُش) کو دعوت دی جس پر رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ رقمطراز ہے۔

---

[1]: بیان مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی روزنامہ جنگ کراچی ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء صہ ۲۹

سابق صدر امریکی جارج بُش کا کویت پہنچنے پر (نجات دہندہ) کے طور پر شاندار استقبال کیا۔ کویتی عورتوں نے دالبتگی کے عالم میں صدائے آفرین بلند کی اور شمشیر برداروں مردوں نے بے خود ہوکر رقص ونغمہ کا ہنگامہ بپا کردیا۔ کویت کے ہوائی اڈہ پر ایک بینر پر یہ الفاظ درج تھے۔ بُش جانی، تم ہماری مسکراتی ہوئی آنکھوں کی روشنی ہو۔

ایک خلیجی اخبار کے مطابق اس موقعہ پر کویتی ٹیلیویژن کے ایک افیسر نے کہا بُش۔ تمام کوئیتیوں کے محسن ہیں بلکہ مربی ہیں اور ہم اس کا بے حد احترام کرتے ہیں، ہم ان کے ہمیشہ شکر گذار رہیں گے۔

ابوعبداللہ۔ متعدد کویتی باشندے بش کو پیار اور محبت سے ابوعبداللہ کہتے ہیں۔ صدر بُش کویتی ایئرلائنز کے ۷۴۷ جیمبوجیٹ طیارے پر کویت پہنچے ان کی اہلیہ دو بیٹے اور سابق بش کی انتظامیہ کے متعدد اعلیٰ افسر بھی ان کے ہمراہ کویت آئے ہیں۔[1]

درسِ قرآن اور تنظیم اہلحدیث کے اشعار اور دوسری طرف ظالم و کافر بُش کا استقبال احترام میں کویتی نجدی مردوں عورتوں کا حیا باختہ مظاہرہ بُش کو آنکھوں کی روشنی اور محسن اور مربی قرار دینا۔ اس کا بے حد احترام کرنا اور ہمیشہ کے لئے اس کا شکر گزار ہونا اور اللہ کے بجائے اس سے امیدیں وابستہ کرنا کتنی بڑی منافقت اور تاریخ وہابیت کا کتنا غلیظ اور سیاہ باب ہے جس بُش کو اس کی قوم نے مسترد کردیا ہے اُسے کوئیتیوں نے آنکھوں کا تارا بنادیا۔[2]

تنظیم اہلحدیث لاہور نے ۲۲ راپریل ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں الاعتصام کے درسِ قرآن کو بدیں الفاظ نظم میں نقل کیا ہے۔

---

[1]: روزنامہ پاکستان لاہور ۱۸ راپریل ۱۹۹۳ء

[2]: رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ذیعقد الحرام ۱۴۱۳ھ صہ ۱۷

حقیقت میں تضادِ فطرت و کردار کے باعث
مسلماں کا کبھی کافر سے یارانہ نہیں ہوتا
دلِ مومن پرستارِ صنم خانہ نہیں ہوتا
حرم کا پاسباں محسوس مے خانہ نہیں ہوتا

مولٰنا مودودی کا بیان

مولٰنا مودودی نے ۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۰ء میں ممالک عربیہ کا دورہ کیا اس سفر میں ان کے رفیقِ سفر محمد عاصم صاحب ایک غیر مقلد عالم تھے مودودی صاحب نے سعودیہ کی ہند نواز پالیسی اور پنڈت نہرو، مرحبا یا رسول کہنے پر سخت تنقید کی. ملاحظہ فرمایئے. لکھتے ہیں:

تین بجے کے قریب دوپہر کا کھانا ہوا بالکل مغربی طرز پہ مولٰنا نے کھانے کے دوران قومیت کے فتنے کی خوب خبر لی. ان لوگوں کو بتایا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان کا معاملہ عربوں کے ساتھ اسرائیل کے معاملے سے کسی طرح کم نہیں اور نہ ہی مختلف ہے. لیکن عرب قومیت کا نتیجہ یہ ہے کہ جب آپ کے اس ملک میں پنڈت نہرو آئے تو یہاں کے بہت سے اخبارات نے انہیں رسول السلام (یعنی امن کا پیغمبر) کا لقب دیتے ہوئے اس کا شاندار استقبال کیا لیکن آپ ہی بتائیں کہ پاکستان کے بن گوریوں وزیر اعظم اسرائیل کو اپنے ہاں بلوائیں تو پھر اس شان سے استقبال کریں تو آپ لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی. لے

لے : ابو الاعلیٰ کے لفظ پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے. مولٰنا مودودی صاحب کو ابو الاعلیٰ کہنا

اہلِ علم کے ذہنوں میں ایک سوال اور ایک خلش پیدا کرتا ہے کہ "الاعلیٰ" اور "ابو" تو اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں شامل ہے پھر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ "ابو" کا لفظ لگا کر کسی انسان کا نام ابو الاعلیٰ رکھنا کس طرح جائز ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے علاوہ کسی اور چیز کو بھی ہم اعلیٰ تو کہتے ہیں۔ مثلاً یہ قلم اعلیٰ ہے یا یہ اعلیٰ کتاب ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الاعلیٰ (معرّف باللام) ہے نہ کہ اعلیٰ (جو کہ نکرہ ہے) اس لئے ابو الاعلیٰ اور ابو اعلیٰ میں فرق ہے اگر مولٰنا کا نام ابو اعلیٰ ہوتا تو شاید اعتراض وارد نہ ہوتا۔ معرّف باللام اور نکرہ کے فرق کو یوں سمجھا جائے کہ سرکارِ عالم نورِ مجسّم کی صفات میں رؤف اور رحیم بھی ہے جیسا کہ وبالمؤمنین رؤف ورحیم۔ یہاں چونکہ یہ القاب نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے ہیں اس لئے بطور نکرہ استعمال ہوئے ہیں نہ کہ معرّف باللام۔ تو جب سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے الرؤف اور الرحیم استعمال نہیں ہوا تو کسی دوسرے کے لئے اللہ کا نام الاعلیٰ کیسے استعمال ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ السّمیع والبصیر ہے لیکن انسان کے لئے صرف سمیع بصیر استعمال ہُوا ہے جیسا کہ فجعلناه سميعاً بصيرا۔ کسی شخص نے کہا کہ ابو الخیر پر تو اعتراض نہیں کیا جا سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الخیر نہیں ہے۔ تحقیقی امر کا خلاصہ یہ ہے کہ الف لام سے لام التعریف اور تحسین کے لئے ہوتا ہے اس لئے اعلیٰ پر الف لام لگ جائے تو پھر یہ لفظ الاعلیٰ اللہ کے ساتھ مختص ہو جاتا ہے اور ابو الاعلیٰ کسی کا نام رکھنا جائز نہیں بلکہ شرک بالذات ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ابو الاعلیٰ کی جگہ عبد الاعلیٰ ہوتا۔ مولٰنا مودودی صاحب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں بلا وجہ کسی پر تنقید مناسب نہیں لیکن نہ زندگی میں نہ کسی نے اعتراض کیا اور نہ مولٰنا صاحب نے اپنے نام پر توجہ فرمائی قرآن پاک میں صرف فرعون کے متعلق ذکر آیا ہے۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ (میں تمہارا بہت بڑا رب ہوں) اس نے صرف بڑا رب کہا لیکن مودودی صاحب نے ابو الاعلیٰ (خدا کا باپ) کہلایا۔ کیا کوئی دانشور اس سوال کا جواب دے سکے گا۔ مصنف

عہ : مندرجہ بالا مقالہ علامہ نصیر الدین شبلی (نبیرہ حضرت الشیخ الجامعہ مولٰنا غلام محمد گھوٹویؒ) پروفیسر گورنمنٹ سائنس کالج ملتان۔

سعودی مسلمانوں کی عبادت

تمام عرب ممالک میں ہمارے ہاں کی طرح مسجدوں میں وضو وغیرہ کا انتظام نہیں ہوتا لوگ اپنے گھروں سے وضو کر کے آتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ تمام عرب ممالک میں جوتے پہنے مسجدوں میں بے دھڑک چلے جاتے ہیں اور صرف نماز پڑھنے سے پیشتر چٹائی یا دری کے قریب جوتے اتارتے ہیں بلکہ بعض تو اس وقت بھی جوتا نہیں اتارتے اور جوتوں سمیت نماز پڑھ لیتے ہیں۔

مسجد کے امام صاحب نجدی جوان تھے جب وہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو جیب سے مسواک نکال کر منہ میں پھیرنے لگے نماز اتنی تیز پڑھائی کہ ہم لوگوں کے لئے ان کا ساتھ دینا مشکل تھا قرآن پاک اس طرح روکھے سوکھے بلکہ غلط طریقہ پر پڑھا کر ہمیں نہ صرف اس کے سننے سے لطف نہیں آیا بلکہ سخت کوفت ہوئی مولانا کے بقول ہمارے دیہات کے مولوی بھی ان سے اچھا قرآن پڑھتے اور سکون سے نماز پڑھاتے ہیں۔

وہاں ہمارے پاکستانی احباب نے بتایا کہ یہ امام صاحب تو پھر بھی قرآن مجید غنیمت سے پڑھتے ہیں ورنہ یہاں دوسری مسجدوں کے اماموں کا حال اس سے برا ہے۔[1]

سعودی عرب مغربی تہذیب کی لپیٹ میں

چند معدودے افراد کو چھوڑ کر تمام سعودیہ میں کھانا مغربی تہذیب کا لباس تعلیم غرضیکہ ہر وہ کچھ ہے جو اس زمانے کے کسی مغرب زدہ گھرانے میں ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کے بیٹے

[1]: سفرنامہ ارضِ قرآن صـ۱۲۲ سے صـ۱۲۴ تک نجد و حجاز صـ۲۴۲ سے صـ۲۶۸ تک۔ سفرنامہ ارضِ قرآن صـ۱۵۲ سے ۱۶۳ تک روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ فروری ۱۹۵۷ء تاریخی حقائق صـ۴۱

بیٹیاں انگریزی پڑھتی اور بولتی ہیں۔ گھروں میں عورتوں کے لباس اور وضع قطع پوری طرح مغربی ہیں بعض تو اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ ان کے بیٹے اور بیٹیاں امریکہ میں ہی تعلیم حاصل کرتی ہیں ان کی استانیاں اور نگران سب کے سب امریکن۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ نئی پود جب بڑھے گی اور اقتدار کی باگیں ان کے ہاتھ میں ہوں گی تو اس وقت ملک کا کیا حال ہوگا۔[1]

المعلّیٰ قبرستان

اتنا ہی بیان کر دینا ضروری ہے کہ المعلیٰ قبرستان میں کسی جگہ مقبرہ یا قبہ نہیں ہے حضرت ابوطالب حضرت خدیجہ اور حضرت عبدالمطلب ان کے گرد چار دیواری پھیر دی گئی ہے تاکہ کوئی آدمی زیارت نہ کر سکے مسجد حضرت عباس اور غزوہ حنین کی وادی میں شہید کی کسی قبر کا نشان نہیں ہے۔

شاہ سعود کی شاہ خرچیاں

یہاں اسی قدر بیان کر دینا ضروری ہے کہ بیسویں صدی میں اتنی شاہ خرچی اور فضول خرچی یورپ کا ملک ہو یا ایشیا کا، افریقہ ہو یا امریکہ۔ چین ہو یا روس۔ کسی ملک میں کسی وزیراعظم یا صدر کی اتنی شاہ خرچیاں نہیں ہیں جتنی سعودی حکومت میں ہیں۔

شاہ فیصل کا دورِ حکومت

[1]: اخبار جنگ کراچی ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء سفرنامہ ارضِ قرآن صـ۱۱۵ تاریخی حقائق صـ۲۹ سفرنامہ ارضِ قرآن صـ۵۸ سے صـ۵۹ تک

اندرون سعودیہ کے بارے میں شورش کشمیری اپنے تاثرات لکھتے ہیں :۔

شورش کشمیری مسلکِ دیوبند کے نقیب اور پاکستان کے مشہور اہلِ قلم اور نامور صحافی تھے انہوں نے شاہِ فیصل کے دورِ حکومت میں ۱۹۶۹ء میں سعودی عرب میں چودہ دن گذارے اور ان دنوں کے تاثرات کو اپنی مشہور کتاب "شب جائے کہ من بودم" میں لکھ دیئے یہ تاثرات دو قسم کے ہیں۔ ایک سعودی عرب کی پیرس اور نیویارک کو مات کرنے والی شاہراہیں۔ فلک بوس عمارتیں اور پُرشکن ہوٹل اور دوسری طرف صحابہ کرام اور صحابہ رسول اور قرابتِ رسول کی قبروں کے ویرانے......

پڑھ لیجئے۔

سعودی عرب کی شان وشوکت کے بارے میں شورش کشمیری کے تاثرات

جدّہ میں اب صرف دو چیزیں ہیں ایک زبان دوسری آذان۔ باقی ہر چیز پر یورپ کی چھاپ لگی ہوئی ہیں۔ عربوں کا خاص لباس بھی مخلوط ہوگیا ہے۔ قطع ہے وضع نہیں، وضع ہے قطع نہیں۔ وضع کا بھرم ماند ہے تو قطع میں رکھ رکھاؤ نہیں۔ غرض عرب، عرب تو ہیں۔ ہر قسم کے عرب، عاربہ بھی۔ مستعربہ بھی۔ لیکن ارضِ نو۔ ان کے عرب اب آب وگِل کے ایک نئے سانچے میں ڈھل رہے ہیں۔

یہ عرب جو طوفانوں میں کھیلنے والے عرب تھے اور خود طوفان تھے یہ ساحل کے تماشائی عرب ہیں جو کنارہ پر کھڑے خود ایک کنارہ ہوگئے ہیں۔ یہ کہنا مشکل ہوگا

کہ ان کا ماضی سے کوئی رشتہ یا تعلق نہیں رہا۔ لیکن یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کا ماضی ان سے محروم ہو چکا ہے۔ اور اس چراغ کی طرح ہو گیا ہے جو یادوں کے مزار پر بھولی بسری لَو دیتا ہے۔

جدّہ بحرِ احمر کی ملکہ ہے اس کی موجیں اس کے ساحل سے ضرور ٹکراتی اور پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔ جہاز آتے ہیں آگے نکل جاتے ہیں کروڑوں روپیہ کا مال اتارا جاتا ہے اور حجاز کے بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔ ان عربوں میں کوئی طارق نہیں جو ان موجوں میں اُتر جائے۔ سفینوں کو آگ لگادے اور بادبان کھول دے۔ ساتھی کہیں ہم وطن سے دُور ہیں۔ لوٹیں گے کیسے۔ ان عربوں میں کوئی محمد بن قاسم نہیں جو خشک ریگستانوں اور صحراؤں میں گھوڑے دوڑا کر دیوتاؤں کے پجاری کو للکارے کہ ہم صرف وحدہٗ لاشریک کے بندے اور اس کے نبی کے کلمہ خواں اور اُمت ہیں ہم دس کو مار کر مرنے والے ہیں۔

ان عربوں میں دشت اور صحراؤں کو عبور کرنے والا اور سمندر میں کُود جانے والا کوئی نہیں۔ جس کے متعلق علامہ اقبال نے اپنے دِلی جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے۔ ؎

دشت تو دشت صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

شورش کشمیری دوسری جگہ لکھتے ہیں :

جدّہ جو کبھی تھا اب نہیں رہا۔ اور جو ہے وہ بیروت کا ہم زلف ہے عربوں کی دولت بیروت کے بعد یہاں نہال ہوتی ہے یورپ کی عیش طلبیوں نے جن چیزوں کو ایجاد کیا یہاں کثرت سے ملتی ہیں جدہ کی ہر رات الف لیلیٰ کو محیط ہے الف لیلیٰ کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے سوداگر محفلیں سجاکر اونٹوں کی قطاریں

سار بانوں کے ہمراہ چلتے تھے۔ آج عربوں کی زمین کا روغن اور عربوں کے جسموں کا خون مغرب نے لگاتار کشید کیا ہے۔ جدّہ کی عمارتیں کشیدہ قامت ہیں کبھی عرب تناور تھے اب عمارتیں قد آور ہیں۔ جدّہ ان کا نوشہ ہے اور یہ ان کے براتی۔

ہر چند میں اس جستجو میں رہا کہ جدّہ میں ارضِ قرآن کو تلاش کروں افسوس کہ ناکام رہا۔ ناقہ تلاش کیا۔ سیّارہ (موٹر) پایا۔ بڑی بڑی کاریں ہمارے ہاں کے نسبت پتنگوں کی طرح اڑتی پھرتی ہیں لمبی لمبی ایئر کنڈیشنر کاریں جو خود یورپ بھی استعمال نہیں کرتا وہ یہاں خراٹے لئے پھرتی ہیں۔

مساجد کی کیفیّت اور بے بسی

مسجدیں بھی ہیں لیکن ایک دو مسجدوں کے سوا کوئی مسجد پُر شکوہ نہیں ان دو مسجدوں پر بھی شکوہ کا لفظ وارد نہیں ہوتا۔ مسجد حنفی بھی ہے۔ مسجد مالکی بھی۔ مسجد شافعی بھی ہے۔ اور مسجد عکاشہ بھی۔ مدینۃ الحجاج بھی خوبصورت مسجد نہیں ہے مگر ان مسجدوں میں سے ایک فرض کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ کسی شکوہ کا نہیں۔ کپڑا مارکیٹ کے بغل میں ٹیڑھی سی گلی ہے۔ اس گلی میں چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس طرح کی مسجدیں ہمارے ہاں دیہات میں ہوتی ہیں۔ بدویت کی یادگار۔ لیکن قد آور عمارتوں کے پہلو میں اس کا وجود الف کے ساتھ ہمزہ کی طرح ہے ان مسجدوں کے مینار نہیں یہ اِدھر اُدھر کی سنگی عمارتوں کو اس طرح ٹکر ٹکر دیکھتی ہیں جس طرح خدمت گار عورتوں کے بچے مالکن کی بہو کے ساتھ سولہ سنگھار کو دیدے پھاڑ کر دیکھتے ہیں۔[۱]

---

[۱] شب جائے کہ من بودم ص ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸

مقابر و مزارات کی کیفیت

مقابر و مزارات کے بارے میں شورش کشمیری لکھتے ہیں:

سعودی حکومت نے عہدِ رسالت کے تمام آثار صحابہ کرام کے مظاہر اور اہلِ بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیئے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیئے تھیں وہ ڈھونڈ ڈھ کر اس طرح مٹا دی گئیں کہ کہیں کوئی قبر یا نشان نہیں لوگ بتاتے ہیں اور ہم مان لیتے ہیں، حکومت کے نزدیک ان آثار و نقوش اور مظاہر و مقابر کا باقی رکھنا بدعت ہے مدینے پاک کی مسجد نبوی جہاں حضورؐ کے اسمائے مبارکہ ننانوے کی تعداد میں تحریر ہیں وہاں نورؐ کے نقطے کے آگے ایک تختی لگا دی گئی ہے تاکہ کوئی مسلمان حضورؐ کو نورؐ کے نام سے نہ یاد کرے علاوہ ازیں مسجد قبلتین کے دو محراب جو صدیوں سے چلے آرہے تھے وہ بھی ختم کر دیئے گئے۔ اب صرف ایک ہی محراب ہے۔ اب سننے میں آیا ہے کہ چار مصلّے بھی ختم کر دیئے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب!

یہ سب باتیں عقیدہ توحید کے منافی ہیں اور سنّتِ رسولؐ کے خلاف ہیں (لا حول ولا قوۃ) لیکن عصرِ حاضر کی ہر جدّت، جدّہ میں ہی نہیں پورے حجاز میں موجود ہے بلکہ بڑھ کر پھیل رہی ہیں کیا قرآن و سنّت کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا شاہ فیصل کی تصویریں ہوٹلوں میں لٹک رہی ہیں۔ انہیں حکومت نے خود مہیا کی ہیں۔ ایئر پورٹ پر اترتے ہی شاہ فیصل کی تصویر پر نظر پڑتی ہے۔ قہوہ خانوں اور ریسٹورانوں میں ان تصویروں کی بہتات ہے۔ لیکن نہ اس میں کوئی قباحت ہے اور نہ بدعت۔ بدعت صرف اسلاف کی یادیں مٹانے اور باقی رکھنے میں بدعت ہے۔[۲]

---

[۲] "شب جائے کہ من بودم" ص ۲۳

کسٹم کی حالت

شراب، چرس اور کتاب تینوں پر کسٹم کی نگاہیں رہتی ہیں لطف یہ کہ کتاب یا رسالہ کسٹم سنسر نہیں کرتا۔ وہ محکمہ تعلیم کے پاس چلا جاتا ہے اور محکمہ تعلیم کی مرضی ہے وہ مہینوں میں سنسر کریں چاہے روک لیں میں اپنے ساتھ علامہ اقبال کے خطبات و کلمات کا مجموعہ "فیضانِ اقبال" لے گیا تھا۔ لیکن روک لیا گیا میں پندرہ روز رہ کر واپس آگیا "فیضان اقبال" سنسر نہ ہو سکا۔ انہیں علم تھا کہ اقبال۔ پاکستانی اقبال عشق رسولؐ میں ڈوبا ہوا اقبال اس کی کتابیں سنسر ہوتیں، یہ کتابیں اور دیگر ایسی مذہبی اور دینی کتابیں ان کے سنسر آفس میں کوڑا کرکٹ کی طرح پڑی رہتی ہیں قرآن پاک کے ترجمے بھی ان میں گڈمڈ ہوتے ہیں۔ میں نے کسٹم کے مہتمم سے بہت کہا کہ ان کتابوں میں کوئی کتاب مضر نہیں یہ تو اس شخص کے کلمات کا مجموعہ ہے جو حجاز کے عشق میں گندھا ہوا تھا۔ لیکن کسٹم افسر نے کوئی پرواہ نہ کی آخر فیضانِ اقبال کے تمام نسخے وہیں چھوڑ کر آگیا۔

شرک اور عشق میں فرق

میں نے اپنے دوست سہیل سے کہا آخر اس بے توجہی اور آثار فراموشی کی وجہ کیا ہے جس جگہ کو قرآن، سیرت، حدیث اور تاریخ سے محفوظ کر لیا ہے کیا وہ بے اعتنائی کی مستحق ہے۔ اگر یہ چیزیں مکہ سے نکال دی جائیں۔ تو مکہ کے پاس کیا رہ جاتا ہے بیت اللہ نے مکہ کو معراج بخشا لیکن اس معراج کو جس صاحبِ معراج کی معرفت ہم نے پہچانا اور مکہ ہمیشہ کے لئے ام القریٰ ہو گیا اس کے آثار و نقوش نہ ہوتے تو مکہ میں کرۂ ارضی کے انسان کے لئے کیا رہ جاتا اور کیا کشش باقی رہتی یہ چیزیں تو بیت اللہ کے حاشیے ہیں عربوں کو احساس ہی نہیں کہ

ان کے شرف و امتیاز کو انہیں چیزوں نے زندہ کر رکھا ہے یہ سب جس آقا کے دم قدم سے ہے وہی آقا عربوں کو ابد الآباد تک اعزاز دے گیا ہے۔ محمد عربی نہ ہوتے تو عربوں کی تاریخ اس کے سوا کیا ہوتی کہ وہ اور قوموں کی طرح وہ بھی ایک قوم تھی حج اور عمرہ نے طلوع قیامت تک عربوں کی حیثیت قائم کر دی ہے ان کے بازاروں کی رونق فخر موجوداتؐ کی ذات سے کہ لوگ ان کے عشق میں ان کی دعوت پر کھچے آتے ہیں اور مہمان ہو کر میزبانی کرتے ہیں سہیل کو اصرار تھا کہ بے حرمتی شرک کی خرابیوں کا ردِ عمل ہے میں نے سہیل سے کہا یہ کہانی صحیح بھی ہو تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے وہ چیزیں مٹا دیں جو بہر حال تاریخ کی یادگار ہیں آخر خانہ کعبہ اور مسجد نبوی بھی تو آثار ہیں صفا اور مروہ بھی تو شعائر اللہ ہیں۔ مزدلفہ اور منیٰ کیوں جاتے ہیں، عرفات کیا ہے۔ جمرۃ العقبیٰ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ الاولیٰ کیا ہیں۔ یہ آثار ہیں جو رسمیں وہاں ادا کی جاتی ہیں وہ مظاہر ہیں انہیں عقائد کی بنا پر محفوظ کیا گیا۔ تو یہ عقیدہ جس کی معرفت ہم تک پہنچا اور جس نے یہ ملت تیار کی۔ بقول اقبال، دین اللہ کی طرف سے آتا ہے اور ملت پیغمبر بناتے ہیں۔ اس عالیشان پیغمبرؐ کا مولد و مسکن اس کی دعوت کے مرکز اور منازل اور نزولِ وحی کے محور و مہبط کیوں نہ محفوظ کئے جائیں۔ اس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے انسانوں کی یادگاریں کیوں نہ باقی رہیں۔ یہ سب یادگاریں انسانوں کی ہیں جو تاریخ کے دھارے کو ابد الآباد تک موڑ کر زندہ جاوید ہو گئے جن کا نام اور قیام صبح قیامت تک زندہ رہے گا جس کے لئے تمام عزتیں ہیں جو حضورؐ کے اہلِ بیت تھے وجدان جنہیں عشق کی آنکھوں سے اب بھی چلتا پھرتا دیکھتا ہے۔ ان کے آثار محفوظ نہ رہیں۔ تو پھر کون سی چیز محفوظ کی جائے گی۔ سعودی حکومت نے شرک کو منہدم کیا لیکن ساتھ ہی عشق کو بھی مسمار کر دیا۔ وہ شرک اور عشق میں امتیاز نہ کر سکی حالانکہ یہ چیزیں عقیدہ نہیں تاریخ ہیں۔ جس قوم نے سب سے پہلے تاریخ دی جس کے ماخذ کلام اللہ نے محفوظ کئے ہیں وہ قوم آج

اپنی تاریخ مٹانے پر تُلی ہو تو یہ ایک المیہ ہے ان آثار کی تعظیم دین کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ تہذیب کا مسئلہ ہے۔

اسلام کی سرزمین آلِ سعود کی میراث نہیں بلکہ ملّتِ عربی بھی کہنا اس کے وارث نہیں یہ زمین مکہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ تک کی سرزمین جہاں حضورؐ آتے جاتے رہے بلکہ پورا عرب دنیائے اسلام کا ضامن ہے۔

جنّتِ المُعلّیٰ

مکہ معظمہ کا قدیم ترین لیکن جنت البقیع کے بعد سب سے افضل ترین قبرستان ہے سڑک نکالنے کی وجہ سے قبرستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے کسی قبر پہ کوئی نشان یا کتبہ نہیں ہر طرف مٹی کے ڈھیر ہیں۔ چراغ نہ پھول۔ کسی کسی قبر پر نشاندہی کے لئے کنکریاں پڑی ہیں۔ عجب ویرانہ ہے جس حصہ میں حضرت اسماءؓ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن مبارک امام ابن جُبیرؒ اور سعید بن مسیب (کشتگانِ حجاج بن یوسف) کی قبریں ہیں وہاں اندر جانے کیلئے صرف ایک دروازہ ہے۔ لیکن وہ زیارت کے لئے نہیں بلکہ نئی میتوں کو اندر لانے کے لئے ہے۔ اور جس حصّہ میں حضرت خدیجہ اور ان کے افراد خاندان آرام فرما رہے ہیں۔ حضورؐ کے لختِ جگر قاسم اور حضورؐ کے چچا ابو طالب مدفون ہیں وہاں کوئی دروازہ یا راستہ نہیں ہے۔ ٹوٹی پھوٹی قبریں مٹی کی ڈھیریاں بنی ہوئی ہیں کسی قبر پہ پانی کا چھڑکاؤ نہیں پوری دنیا میں اس سے بڑھ کر بے بسی کا قبرستان کوئی نہ ہوگا۔ دُور سے اُمّ المومنین کی قبر پر نگاہ پڑی۔ ام المومنین کا مزار اُف خدایا! میں کانپ اٹھا مسلمانوں نے تو اپنی بیویوں کے تاج محل بنا ڈالے لیکن جس عورت کو پیغمبر آخر الزمان کی شریکِ حیات ہونے کا شرف حاصل

ہوا جو فاطمہؓ کی ماں تھیں۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کی ماں تھیں وہ ایک ویران قبر میں پڑی ہیں میں ضبط نہ کر سکا۔ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے میں نے سوچا کہ عربوں کا مزاج ہی ان کے لئے سزا ہے۔ کیا خدیجۃ الکبریٰؓ مکی کی زندگی نہیں گذار رہیں۔ حضور کو بعثت کے بعد گیارہ سال ستایا گیا۔ اُم المومنین کو اب ستایا جا رہا ہے۔ حضور مدینہ میں ام المومنین مکہ میں۔ اس عظیم عورت کا انسانیت پہ کتنا عظیم احسان ہے جس نے پہلی آواز، جس نے نبوت کی بشارت پر لبیک کہی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ میں نے اس لحد مبارک کے سامنے کھڑا ہونے کا حوصلہ کیا۔ میں سَر سے پاؤں تک ہل گیا۔ کپکپی طاری ہو گئی۔

"مرا اے کاش کے مادر نہ زادے"

جو لوگ اس کا نام قرآن و سنت رکھتے ہیں وہ کس منہ سے تاج شاہی پہنتے ہیں۔ اونچے اونچے محل بناتے ہیں محمدؐ عربی کی دولت سمیٹنے اور اس کا نام شاہی خزانہ رکھتے ہیں۔ جس ذاتِ اقدس کے صدقہ میں عزّتیں ملیں اس کے آثارِ مقدّسہ کی یہ بے حرمتی۔ یہ قرآن و سنت نہیں توہین اور صریح توہین ہے۔ اللہ کی زمین اور دفینے سب اللہ کا مال ہے اس کی مخلوق کا مال ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ انسانوں کو گلے بنالے اور خود چرواہا بن بیٹھے۔ گوشت کھالے اور کھالیں بیچ ڈالے۔

جنت المعلیٰ میں وہ لوگ سو رہے ہیں جو ہمیں زندہ کر گئے ہیں ہمیں بقا دے گئے جو منہ پھیر کے شاہوں پہ نگاہ ڈالتے تو ان گودڑیوں سے خلعت فاخرہ والے کانپ اٹھتے تھے افسوس سعودی حکومت عشق اور شرک میں فرق نہ کر سکی۔

رحمت ہو ان قبروں پہ اور ان قبروں میں سونے والوں پر اور عبرت ہے ہمارے لئے کتنی عظیم زندگیاں ان قبروں میں سو رہی ہیں[1]

---

[1] شب جائے کہ من بودم ص ۱۲۷ – ۱۲۸ نجد و حجاز ص ۱۱۵

وادیٔ بدر ۔ دیدۂ عبرت نگاہ

شہدائے بدر کی قبروں پر گئے۔ وہی عالم اور حالت جو حجاز میں قبروں کی ہے کہ نشان نہ کتبہ۔ قبریں بھی کیا ہیں مٹی کی ڈھیریاں ہیں۔ سورہ انفال کی ۵، آیتیں فضا کا احاطہ کئے ہوئے تھیں کہ یہاں وہ لوگ سو رہے ہیں جو ان آیتوں کے بین السطور ہیں جو کل تین سو تیرہ تھے جن میں یہاں سونے والے چودہ ہیں جو اللہ کی راہ میں مارے گئے جن کی مدد کو اللہ نے فرشتے بھیجے تھے یہی وہ جنگ ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اے اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے آج پورا کر پھر سجدہ میں گر کر عرشِ الٰہی سے ہم کلام ہوئے تھے۔ خدایا۔ اگر آج یہ چند لوگ مٹ گئے تو پھر قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ تو ربِ کائنات نے اپنے محبوب کو حوصلہ دیا۔ محبوب گھبراؤ نہیں۔ فوج قریش کو شکست دی جائے گی وہ پشت پھیر دیں گے۔ وہی ہوا جو اللہ کے رسولؐ نے چاہا۔ اور اللہ نے پورا کر دیا اس ویرانہ میں اب بھی سعد بن عبادہ کی آواز گونج رہی ہے۔ خدا کی قسم آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود جائیں اور پہاڑوں سے ٹکرا جائیں۔ یہ قریش کیا ہیں۔ اسی جگہ حضرت مقداد اعلان کر رہے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں ہم آپ کے دائیں بائیں آگے سے پیچھے سے لڑیں گے تین سو تیرہ نے جن میں صرف دو گھوڑ سوار تھے تاریخِ عالم کا نقشہ بدل دیا قریش کی ایک ہزار فوج کو جس میں ایک سو سوار تھے تین تیرہ کر دیا۔ قریش کے نامور رؤسا میں ننانوے فیصد لقمۂ اجل بن گئے تمام تاریخی آثار پامال ہو چکے ہیں۔ جنہیں عتبہ اور ابوجہل نہ مٹا سکے انہیں ہم اپنے ہاتھوں محو کر رہے ہیں۔

میں جھنجھلا گیا۔ یہ قرآن و سنت نہیں یہ انتہائی سنگینی اور سنگدلی ہے کہ رسول اللہؐ کی

یادگاریں مٹائی جائیں اور اپنی یادگاریں کھڑی کر دی جائیں کیا عرب اس اہانت اور بغاوت کی سزا نہیں پائیں گے عربوں کو شرفِ انسانی کس سے حاصل ہوا۔ ان کی بدولت جن کے نشانات آج مٹائے جا رہے ہیں۔ سورۂ انفال کی نسبت سے یہ سلوک۔ کیا عشق و ایثار کی توہین نہیں ہے۔ کیا قرآن و سنّت کے داعی جو احادیث پر زندگی بسر کرتے ہیں بھول گئے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا۔ حضرت جبریل سے کہ اہلِ بدر سب مسلمانوں سے افضل ہیں اس پر جبریلؑ نے عرض کی کہ جو فرشتے بدر میں شریک ہوئے تھے ان کا بھی ملائکہ میں یہی درجہ ہے۔

حضرت زبیرؓ نے جس برچھی سے ایک کافر کا صفایا کر دیا تھا رسولؐ اللہ نے وہ برچھی لے لی۔ چاروں خلفاء کے پاس وہ برچھی منتقل ہوتی رہی پھر عبد اللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی آخر اس برچھی میں کیا خاصیت تھی کیا اس کے لئے کوئی قرآن میں حکم آیا تھا۔ لیکن یادگار تھی منتقل ہوتی گئی آخر ان بادشاہوں نے جو بنوامیہ خاندان کے تھے اور یادگاروں کی طرح اسے بھی گم کر دیا۔

جنّت البقیع ۔ دلگداز منظر

جنّت البقیع کے قبرستان کا ایک ہی دروازہ ہے جس پر ایک سپاہی ہر وقت کھڑا رہتا ہے ہزاروں لوگ انتظار میں ہوتے ہیں جب زائرین اندر جاتے ہیں تو کسی کو معلوم نہیں کہ کون سی قبر کس جگہ ہے یہاں پر کوئی پھول والا نہیں۔" نے چرانے لگے" والا منظر ہے کوئی مشکیزہ نہیں شمع گل نہیں جنت المعلیٰ کا بھی یہی حال تھا جنت البقیع جو خاندانِ رسالت کے دو تہائی افراد کا مدفن شروع اسلام کے درخشندہ ستاروں کی آخری آرام گاہ یاس و حسرت کا گمان ہے۔ اَن گنت شہدائے اسلام صلحائے اُمّت اور اکابرینِ دین کے

سفرِ آخرت کی منزل ہے ایک ایسی اہانت کا شکار ہے کہ دیکھتے ہی خون کھول اٹھتا ہے۔ دامنِ یزداں چاک کرنے کا حوصلہ نہیں۔ کلاہِ سلطانی تک رسائی نہیں۔ اپنا گریبان چاک کرنے سے فائدہ نہیں۔ جنت البقیع میں کوئی عرب نہیں آتا۔ اصل عرب تو قبروں میں سو رہے ہیں اور وہی صحیح عرب تھے۔ جن کے لئے قرآن اترا تھا۔ ان عربوں کا طرّہ کیا ہے۔ یہی کہ ان کے خطے میں کعبۃ اللہ اور مدینۃ النبی واقع ہیں ان کے دامن میں جبلِ نور ہے جبلِ رحمت ہے۔ جبل الصفا اور مروہ اور جبلِ اُحد ہیں ان کے راستے رسول اللہ کے قدموں سے مستفید ہیں ان کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کو خطاب فرمایا۔ آخری نبی ان میں مبعوث فرمایا۔ نوّے فیصد تاریخِ اسلام ان کی آغوش میں محوِ استراحت ہے۔ لیکن ان یادگاروں کے محفوظ کرنے سے انہیں شریعت روکتی ہے۔ انہیں ذرہ بھر احساس نہیں کہ اس مٹی میں کون سی ہستیاں سو رہی ہیں۔ رسولِ مقبول کے جگر پارے ہیں ان کی نورِ نظر کے چشم و چراغ ہیں۔ چچا ہیں، چچا کے بیٹے ہیں امت کی مائیں ہیں۔ جنت کی شہزادیاں ہیں۔ اولیأ ہیں فقہا ہیں، حکما ہیں، حلیمہ سعدیہ ہیں۔ لیکن عرب ہیں کہ قبریں ڈھانے اور ان پر محل بنائے جا رہے ہیں۔ مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ بید لرزاں کی طرح لرزنے لگا دل یوں ہو گیا جس طرح کنوئیں میں خالی ڈول کانپنے اور تھرانے لگتا ہے۔[1]

جنت البقیع میں داخل ہوں تو دائیں ہاتھ کے ایک کونے میں حضورؐ کی پھوپھیاں ہیں۔ عاتکہ، صفیہ اور فاطمہ کے مزار ہیں۔ آگے بڑھیں تو امہات المومنین کے مزار مبارک ہیں، جہاں وہ محوِ خواب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت سودہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام المساکینؓ، ام سلیمؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت ام حبیبہؓ حضرت میمونہؓ اور صفیہؓ ان کے ساتھ روش پر حضرت عقیلؓ، حضرت جعفر طیار، حضرت امام مالکؒ اور امام نافعؒ آسودۂ خاک ہیں۔ ان کے ایک طرف شہداء کے مزارات کا ٹکڑا ہے

ل: کتاب نجدی وہابی تابش قصوری، نجد و حجاز ص۱۴۵

سامنے حضورؐ کے فرزند ابراہیم کی لحد مبارک ہے۔ ادھر عبدالرحمٰن بن عوف، رقیہ بنت عثمان، مظعون، سعد بن ابی وقاص، فاطمہ بنت الاسد، عبداللہ بن عمر، مالکؒ انصاری اسماعیل بن جعفر صادق کی مدفنوں کی ڈھیریاں ہیں۔ آخر پہ حضرت عثمانؓ کا مزار ہے۔ اس مزار سے ہٹ کر دیوار کے ساتھ حلیمہ سعدیہؓ کی قبر ہے۔ یہی ایک قبر ہے جو اس قبرستان میں درخت کے سائے تلے ہے۔ باقی پورے قبرستان میں کوئی درخت پودا یا کیاری وغیرہ نہیں ہے۔

امہات المؤمنین کے مزارات سے دس بارہ گز آگے رسول اللہؐ کے چچا حضرت عباس ہیں۔ حضرت عباس کی جسدِ مبارک کی داہنی طرف امام حسن۔ امام زین العابدین، امام باقر، امام جعفر صادق آرام فرما ہیں یہ ساری جگہ مسجد نبوی میں واقع ہے حضرت فاطمہؓ کے حجرے سے بھی چھوٹی ہے اس کربلا میں چچا نگراں ہیں بچے ماں کی آغوش میں ہیں اور جو کربلا میں رہ گئے تھے ان کی جدائی کا غم ماں کی قبر سے محسوس ہوتا ہے۔ شوہر نجف اشرف میں اور باپ وہ سامنے کہ بیچ میں چند مکان حائل ہیں گنبدِ خضریٰ کو اس رُخ سے دیکھئے تو سوگوار معلوم ہوتا ہے اور اس ویرانی کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا ہے اس کے ہونٹوں پر جنبش نہیں ہے کہ فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس سے اس کو دکھ ہو گا مجھے بھی اذیت ہو گی۔ بنتِ رسولؐ کے سامنے کوئی گھنٹہ بھر ساکت و جامد کھڑا رہا۔ جیسے اس میں زندگی کے آثار مطلق نہ رہے ہوں۔ میں بے دست و پا مبہوت کھڑا تھا تو ساتھی نے کہا فاتحہ پڑھیئے میں نے کہا فاتحہ کس لئے کہ انہیں ہمارے ہاتھوں کو اٹھا کر فاتحہ پڑھنے کی ضرورت ہے کیا انہیں ہماری احتیاج ہے ہم کیا اور ہماری دعائے مغفرت، کیا ہم خود ان کے محتاج نہیں۔ ہماری مغفرتیں ان کی بدولت ہوں گی میں نے قبر سے ٹکٹکی باندھ رکھی تھی۔ میں کہہ رہا تھا فاطمہ سلام اللہ علیہا تو اب بھی کربلا میں ہے تیرے باپ کا کلمہ پڑھنے والوں نے تجھے اب تک ستایا ہے۔ تیری کہانی زخموں کی کہانی ہے تو نے

کعبۃ اللہ میں باپ کے زخم دھوئے تھے تیری اولاد نے زخم کھائے۔ کوفہ میں، تیرا شوہر امت کے زخم کھا کے واصل بحق ہو گیا تیرے ابّا کی اُمّت نے تیری اولاد کو ہمیشہ ستایا ہے۔ آج چودہ صدیاں گذرنے کو آئی ہیں تیری اولاد قبروں میں بھی ستائی جا رہی ہے پورا عرب تیری اولاد کی قتل گاہ ہے۔ محمدؐ کا گھرانہ اب بھی کربلا میں پڑا ہے جو لشکر و سپاہ اور تاج و کلاہ کی تلواروں سے بچے رہے تھے ان کی قبریں قتل کی جا رہی ہیں اپنی قبر کے قتل پر مجھے رونے دے تو اس قبر میں ہے اور میں تیرے سامنے زندہ ہوں تیری مرقد کے ذرّے تمام کائنات کے مرواریدسے بھی افضل ہیں ان میں مہر و ماہ سے بھی بڑھ کر درخشانی ہے۔

صبح فاطمہؓ کے مزار پر کھڑا سن رہا تھا اُمّ المؤمنین کہہ رہی تھیں کہ اے اہلِ عرب حیا کرو میری نورِ چشم کے مرقد سے یہ سلوک کر رہے ہو۔

حضرت سودہؓ آئینہ حجاب کے جلو میں تھیں حضرت عائشہؓ کا حجرہ حضورؐ کا مدفن مبارک ہے حضرت عائشہ ہی کے سینے پر حضورؐ نے وفات پائی تھی ان کا باپ دنیا میں تیسرا مسلمان تھا اور غارِ حرا دو کا دوسرا۔ صدیق کے لقب سے ملقب ہوا جو خلافتِ الٰہی کا پہلا فرمانروا تھا آج جنت البقیع میں اس کی بیٹی حضور کی بیوی اور ہماری ماں ایک بے نام و نشان قبر میں محوِ استراحت ہیں۔

حضرت صائم النہار اور قائم اللیل تھیں حضرت عمرؓ کی بیٹی اور رسولؐ کی اس بیوی کا مزار اسی شرعی سنگینی کا شکار ہے حضرت زینبؓ ام المساکین کی لحد مبارک حضرت امّ مسلمہ کا بچھونا حضرت ام حبیبہ حضرت میمونہ علیہا السّلام جنت البقیع میں ان گیارہ میں سے نو کی آرامگاہیں ہیں۔ رسولؐ اللہ کے اہلِ بیت اور رسول اللہ کی اولادیں رسولؐ کے ساتھی۔ رسول کے جان نثار۔ رسولؐ کے جانشین اور رسولؐ کے فدائی حتیٰ کہ رسول کو گود میں کھلانے والی حلیمہ سعدیہ یہاں اس طرح لیٹی ہیں۔ جس طرح گمنام ادیبوں کے ادھورے شوروں پر عبارتیں قلم کی کتر بیونت سے دم توڑتی ہیں[1]

شورش کشمیری احد کے بارے میں لکھتے ہیں:

اسی اُحد کے دامن میں زمین سے روز ینہ بلند اور پہاڑ سے ڈھیروں نیچے حضرت امیر حمزہؓ حضرت عبداللہ بن جحش اور مصعب بن عمیرؓ کی قبریں تھیں لیکن آلِ سعود کی شرعی یلغار نے ہموار کر دی ہیں۔ یہیں ہندہ نے امیر حمزہؓ کا سینہ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا اور مثلہ کیا تھا انہیں شہداء کے فراق میں مدینہ اشکبار تھا ہر گھر سے چیخیں آرہی تھیں انہیں چیخوں پر حضورؐ نے فرمایا تھا۔ آہ! حمزہ کا رونے والا کوئی نہیں۔ ہندہ نے تو حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا لیکن انہوں نے حمزہ کی قبر چبا ڈالی ہے۔

مصعب بن عمیر، عبداللہ بن جحش دفن ضرور ہیں لیکن وہ قبریں نہیں ان کا سایہ نہیں عرب کہتے ہیں کہ یہاں حمزہ دفن ہیں، یہ عبداللہ بن جحش یا مصعب بن عمیر کی قبریں ہیں اور اکثر شہداء اسی طرح مٹی میں سو رہے ہیں ہم ان کے حافظے پر اعتماد کرتے اور سر جھکا لیتے ہیں کہ احد کا یہ میدانی ٹکڑا انہیں صحابہ میں سے بیشتر کی خواب گاہ ہے۔

حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اُحد پر آیا کرو۔ تو اس کے درخت سے خواہ وہ درخت خار دار ہی کیوں نہ ہو کچھ ضرور کھاؤ۔ لیکن اُحد اسی طرح نگہ سلطانی کے اغماض کا شکار ہے جس طرح اور آثار ہیں کوئی نشان یا کتبہ نہیں اور یہ تو پورے حجاز میں ہے جہاں جہاں سے اسلام اُٹھا اور پھیلا وہ جگہیں خود بولتی ہیں کہ ہم فلاں ہیں حالانکہ اس وادی کے چپہ چپہ کی نشان دہی ہونی چاہیئے۔ کیا انہیں قائم رکھنے یا قائم کرنے سے دوسری عبادت گاہ بن جائے گی یہ کوئی عذر نہیں۔ بلکہ عذر لنگ ہے۔ عربوں کو جس تاریخ پر ناز ہے بلکہ جس تاریخ نے شرف بخشا وہ کعبۃ اللہ اور حرمِ نبوی ہیں یا

---

[1] "شب جائے کہ من بودم" ص ۱۶۱ سے ص ۱۶۹ تک

پھر یہ مقام جنہیں غزوات نبوی نے دوام بخشا اور کفار مکہ ڈھیر ہو گئے تاریخ کے یہ پڑاؤ اس طرح نہیں رہنے چاہئیں کہ علم کے اس زمانے میں بھی مٹ جائیں۔

فرانس نے اپنے بادشاہوں کی قتل گاہیں تک محفوظ کی ہوئی ہیں۔ روما نے وہ تماشا گاہ محفوظ کر لی ہے۔ جہاں شاہانِ روم وحشت کے اس دور میں درندوں سے انسان کی چیر پھاڑ کا تماشہ دیکھا کرتے تھے۔ برلن میں روس نے اپنی فتح کی عظیم الشان یادگاریں قائم کی ہیں۔ انگلستان قدامت کا گھر ہے۔ وہ اپنے شاہوں کی پرانی یادگاریں سینے سے لگائے بیٹھا ہے شاہ کا محل اور وزیر اعظم کا مکان نہیں بدلا کہ اس کی پرانی تاریخ ہے۔ جو ماضی کو حال سے ملاتی ہے۔ کیا یہ چیزیں عبادت گاہیں بن گئی ہیں جب ان لوگوں نے جو قرآن پاک کے نزدیک مضل و معتوب ہیں اپنے تاریخی سرمایہ کو عبادت گاہ نہیں بنایا تو مسلمان جن کی تربیت توحید و رسالت کی آب و ہوا میں ہوئی ہے ان آثارِ قدیمہ کو عبادت گاہ بنالیں گے۔ جہاں بیت اللہ اور گنبدِ خضریٰ ہوں وہاں اور کوئی جگہ جبینِ نیاز کی سجدہ گاہ ہو سکتی ہے۔ لوگوں کی کج روی کا علاج یہ ہے کہ وہ چیزیں اس لئے مٹادی جائیں کہ عوام الناس بالفاظ شریعت شرک کرتے ہیں۔

کسی نے انگور اور کھجور کو مٹایا ہے کہ لوگ اس سے شراب کشید کرتے ہیں۔

جبلِ سلع

جبلِ سلع کے بارے میں شورش کشمیری لکھتے ہیں:

مسجد فتح یا احزاب جبل سلع کے غربی کنارہ پر ہے اس کے گرد اگرد سلمان فارسی نے غزوۂ احزاب میں خندق کھودی تھی جہاں حضورؐ کے ساتھ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ نے خیمے نصب کئے تھے جہاں ان کے اور فاطمۃ الزہراؓ و سلمان فارسی کے

نام پر مساجد بنی ہوئی ہیں۔ یہ مسجدیں بھی شاہی سطوت اور شرعی خصوصیت کے نرغہ میں ہیں قریب امریکی طرز کا شاہی محل ہے محل میں بہت بڑا باغیچہ ہے۔ لیکن وہاں شرع مفرور ہو گئی ہے۔

شورش کشمیری مدینہ کے متعلق لکھتے ہیں:

مدینہ میں نئی چیزیں صرف ہوٹل ہیں۔ حرم کے چاروں طرف یورپی مصنوعات کی لدی پھندی دکانیں ہیں۔ زرِ مبادلہ کے بیوپاری ہیں۔ بیروت کے رسائل و جرائد ہیں بال کٹائی کے سیلون ہیں۔ اونٹ غائب ہو چکے ہیں اور سیالے اُڑ رہے ہیں۔

الوداع

رخصت ہونے سے پہلے میں نے روضۂ اقدس کے گرد کئی پھیرے ڈالے ایک ستون پر کھڑا ہوا اصحاب صفہ کے چبوترے پر قرنِ اوّل کو تلاش کیا حضرت فاطمہؓ کے حجرہ پر تہجد کی نمازوں کو محسوس کیا جو سرورِ کائنات ہر رات یہاں ادا فرماتے تھے۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے مزار پر

شورش کشمیری کے تاثرات

جنت البقیع میں مزارات کی حالت حد درجہ ناگفتہ بہ ہے پہلو میں فلک بوس عمارات کھڑی کی جا رہی ہیں۔ اور بہت سی قد آور کھڑی ہو چکی ہیں جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان نہ بنایا اس کے نام لیوا بنگلوں اور محلوں میں رہ رہے ہیں۔ لیکن جنت البقیع ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں قبروں کو حضور کی ہدایت پر یارانِ نجد نے عبرت کے نوشتے بنا رکھا ہے گویا کہ اسلاف کی قبروں پر سنتِ نبوی نافذ ہے لیکن خود زندہ قبریں سنگِ مرمر کے محلوں میں رہ رہی ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزارِ اقدس پر میرے اشکبار دل کی جو حالت ہوئی اس کا بیان کرنا مشکل ہے ایک ویرانہ میں ماں پڑی سوتی ہیں۔ ذرا ہٹ کر امام حسنؓ، زین العابدینؓ امام جعفر صادقؓ اور امام باقرؓ آرام کر رہے ہیں ان کے جڑوان قبروں کے رُو برو حضورؐ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی قبر ہے ذیل کے اشعار اسی حاضری کی یادگار ہیں:

اس سانحہ سے گنبدِ خضریٰ ہے پُر ملال — لختِ دلِ رسولؐ کی تربت ہے خستہ حال
دل میں ٹھٹک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا — اس جنت البقیع کی تعظیم کا خیال
طیبہ میں بھی ہے آلِ پیغمبر پہ ابتلا — اس ابتلا سے خاطرِ کونین ہے نڈھال
سوئے ہوئے ہیں ماں کی لحد کے آس پاس — پورِ خلیل سبطِ پیغمبر علیؓ کے لال
اُڑتی ہے دُھول مرقدِ آلِ رسولؐ پر — ہوتا ہے دیکھتے ہی طبیعت کو اختلال
افتادگانِ خواب میں آلِ ابو تراب — اب تک وہی ہے گردشِ دوراں کی چال ڈھال
فرشی روا ہے پیغمبر کے دین میں — لیکن حرام شے ہے مقام کی دیکھ بھال
اسلام اپنے مولد و منشا میں اجنبی — تیرا غضب کہاں ہے خداوندِ ذوالجلال
توندیں بڑھی ہوئی ہیں غریبوں کے خون سے — محلوں کی آب و تاب ہے حکام پر حلال
جس کی نگاہ میں بنتِ نبی کی حیا نہ ہو — اس شخص کا نوشتۂ تقدیر ہے زوال
چھٹتی ہے پوہ تو صبح ہوتی ہے بالضرور — پھرتے ہیں روز و شب تو پلٹتے ہیں ماہ و سال
کب تک رہے گی آلِ پیغمبر لُٹی پُٹی — کب تک رہیں گے جعفر و باقر خستہ حال
از بس کہ ہوں غلام غلامانِ آلِ بیت — ہر لحظہ ان کی ذات پہ قربان جان و مال
کیا یوں ہی خاک اڑے گی مزاراتِ اقدس پہ — فیصل کی سلطنت سے شورش میرا سوال [1]

---

[1] : مطبوعہ ہفت روزہ چٹان لاہور ۹ مارچ ۱۹۷۰ء نجد و حجاز صفحہ ۵۲ سے صفحہ ۵۲۷ تک

حضراتِ گرامی! آپ نے وہابیہ نجدیہ سعودیہ کے افکار و نظریات اور عقائد پڑھ لئے کہ کس طرح عالم خاندان کا چشم و چراغ صراطِ مستقیم سے ہٹ کر غیر ملکی آقاؤں کی گود میں چلا گیا اور اس نے جس فتنے کا دروازہ کھولا آج تک وہ بند نہ ہو سکا۔ اس کی ذاتی زندگی اور سیاسی زندگی کا بھی آپ نے مطالعہ کر لیا ہوگا۔ کہ کس طرح برطانوی سامراج نے اس کے دل سے تمام شعائرِ اسلام اور محبتِ رسولؐ نکال دی ۔ آج اسی کا تناور درخت پھل پھول دے رہا ہے۔ محبتِ رسولؐ اور احترام صحابہ اور احترام اولیائے کرام جس کے دل میں نہ ہو وہ قوم یا افراد زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ اللہ کا فرمان ہے۔ وتلك الايام نداولها بين الناس ہم دنوں کو لوگوں پر پھیرتے رہتے ہیں۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء بھی اس کا فرمان ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔

عاشقانِ مصطفٰے کے دل خون کے آنسو روتے ہیں۔ سوائے فریاد کرنے کے کچھ نہیں کر سکتے بس یہی اِک دُعا ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت آن پڑا ہے
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
ہاں اِک دعا تیری جو مقبولِ خُدا ہے

باب دوم

تاریخی حالات خلیفہ سیّد احمد بریلوی

اور

مولوی اسماعیل دہلوی

بانیٔ وہابیت

اس عاجز نے اپنی دوسری کتاب نشانِ راہ۔ یعنی ندائے یارسول اللہ میں
وہابی تحریک کی نشاندہی کر دی تھی۔ اس میں اتنی ہی تاریخ بیان کی گئی تھی۔
جتنی اس کتاب کے لحاظ سے مناسب تھی۔ زیرِ ترتیب کتاب تاریخ وہابیہ کے
نام سے لکھی جا رہی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہابی نجدی اور دیوبندی
تحریک اور عقائد پر تفصیلاً روشنی ڈالی جائے۔

اگرچہ وہابی تحریک پر بے شمار کتابیں علمائے اہلِ سنت نے تحریر کیں۔
اور تحریر کی جا رہی ہیں۔ لیکن ہر آدمی اپنے ذوق و استعداد۔ اندازِ تحریر اور
طرزِ استدلال سے لکھتا ہے اس موضوع پر جتنی بھی کتابیں لکھی گئیں۔ ہر مصنف
نے صرف ایک موضوع ہی اختیار کیا اگر تاریخ سعودیہ نجدیہ لکھی گئیں تو دیوبندی
وہابی کا ذکر ہیں۔ اگر علمائے دیوبند کے عقائد پر کتاب لکھی تو تبلیغی جماعت کا
ذکر نہیں۔ زیرِ ترتیب کتاب میں آپ کو ایک طرف سعودیہ نجدیہ وہابیہ کی
تاریخ ملے گی تو دوسری طرف آپ کو خلیفہ سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی
کی تحریک وہابیت بھی سامنے آئے گی۔ ساتھ ہی آپ کو دیوبندی بریلوی
اختلافات کے اسباب بھی ملیں گے۔ ساتھ ہی تبلیغی جماعت کی زمین دوز
سرگرمیاں اور اس کی شرعی حیثیت بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ساتھ ساتھ
سپاہِ صحابہؓ کا نیا فتنہ اور ان کا گھناؤنا کردار بھی ملاحظہ فرما کر چیخ اٹھیں گے کہ یہ ہیں
توحیدی سُنی۔ مارِ آستین۔ گویا سمندر کوزے میں بند کرنے کا محاورہ یہاں آپ
کو نظر آئے گا۔ گذشتہ صفحات میں وہابیہ نجدیہ سعودیہ کے حالات پیش کئے
گئے۔ آئندہ اوراق میں آپ ہندوستان کے وہابیوں کے حالات ملاحظہ
فرمائیں گے۔

وہابی کے اقسام

وہابی دو قسم کے ہیں ۔ مقلد وہابی ۔ غیر مقلد وہابی ۔ ان کی تفصیل یوں ہے۔
مقلد وہابی وہ ہیں ۔ جو امامِ اعظم یا دیگر کسی امام کی تقلید کرتے ہیں وہ اصولی مسائل میں اہلِ سُنّت سے متفق ہیں ۔ جو اسلام کے بنیادی اصول ہیں ۔ توحید ذاتی و صفاتی ۔ رسالت و ختمِ نبوت ۔ قرآنِ کریم اور قیامت اور دیگر ضروریاتِ دین میں کلی موافقیت لیکن بعض کوتاہ نظر علماء اندازِ تحریر و تقریر میں بے احتیاطی کا انداز اختیار کرجاتے ہیں اور بعض اُمورِ دینیہ جو سلف صالحین سے رائج ہیں ان پر بے جا تنقید ۔ بدعت اور کفر و شرک کے فتوے دے کر آپس میں دست و گریباں ہوئے ہیں ان مقلد وہابیوں کی پہچان بہت مشکل ہے ۔

تقلید کی آڑ میں اہلِ سُنت کے لئے مارِ آستین ہیں ۔ کیونکہ غیر مقلد وہابی اپنے اعمال و افعال اور انکار تقلید شخصی ، رفع یدین ۔ آمین بالجہر ۔ عورتوں کی طرح ہاتھ نماز میں سینے پر باندھنا ۔ ٹانگیں چوڑی کر کے کھڑا ہونا یہ ان کی بڑی پہچان ہے ۔ لیکن مقلد وہابی جب تک ان کا عقیدہ معلوم نہ ہو تب تک ان کی پہچان نہیں ہوسکتی اور یہی لوگ اسلام اور مسلمانوں کے لئے مارِ آستین ۔ فتنہ پرور اور نقصان دہ ہیں ۔ اس لئے معتبر اور مستند تاریخی نقطۂ نگاہ سے مع تاریخی حقائق اور حوالہ جات کے بتانا ضروری ہے کہ مقلد وہابیہ فرقہ کب سے چلا اور ملک ہندوستان میں کیسے پہنچا ۔

وہابیوں کے امیر المومنین خلیفہ سیّد احمد

علماء دیوبند و دیگر وہابیوں کے حالات لکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ

وہابیت کی بنیاد کے اسباب معلوم کئے جائیں ۔ اس لئے خلیفہ سیّد احمد کے حالات کے ساتھ ساتھ مولوی اسماعیل دہلوی کے حالات بھی پیش کئے جائیں گے تاکہ وہابیت کی بنیاد معلوم کی جاسکے۔

خلیفہ سیّد احمد موضع تکیہ ضلع رائے بریلی علاقہ اودھ ۔ ہندوستان ۔ سیّد حسنی مشہور ہوئے ان کے بزرگ عرب سے آئے ان کے باپ کے وقت تک جائداد مکانات ، باغات و اراضی وغیرہ بہت کچھ تھا اور آمدنی پیری مریدی اس کے علاوہ تھی اور اپنی طبیعت میں درویشی زیادہ تھی یہ خاندان معزز اور معتبر مشہور تھا ۔ خلیفہ صاحب کا اور کوئی بھائی نہ تھا ۔ خلیفہ صاحب کی پیدائش ۱۲۰۱ھ آخر شب ہوئی ۔

جب خلیفہ صاحب جوان ہوئے تو اپنے وطن مالوفہ سے روانہ ہو کر مزار ہائے اولیاء کرام کی زیارت کرتے ہوئے سہارنپور آئے وہاں سے دہلی پہنچے ۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ؒ سے مرید ہو کر ریاست ٹونک چلے گئے نواب امیر خان والئ ٹونک کی سرکار میں بطور اردلی سواروں میں بھرتی ہو گئے ۔ ان سواروں میں جن کو (یکہ) کہا جاتا تھا (باڈی گارڈ) وہ سوار بمنزلہ سوارانِ اردل (دگارڈ) کے ہیں کہ سوائے نواب کے دوسروں کے تابع نہیں ہوتے اور کھانا بھی ان کا نواب کے ساتھ ہوتا ہے ۔ بطورِ مصاحبت (مشیر) بھی یہ ہوتے ہیں ۔ تین سال تک نوکری کی اور فقیری کے شوق میں بڑی محنت اور ریاضت بھی کی اپنے آپ کو پیر تیار کر کے پیری مریدی بھی کرتے رہے ان تین برسوں میں آپ کی اتنی مشہوری ہوئی کہ نواب امیر خان والئ ٹونک بھی اُن کا مرید ہوگیا اور تمام لشکر امیر نواب خان کا بھی جس کی مجموعی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور ان میں اکثر پٹھان روہیلہ تھے ۔ سب مرید ہو گئے ۔ تین سال گذرنے

کے بعد یہ دعویٰ کر دیا کہ مجھ کو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ تمام ملک ہندوستان کو تسخیر (فتح) کروں گا اور بادشاہ بنوں گا۔ اس سے جہاد کا خیال ان کے دل میں پختہ ہو گیا۔ چنانچہ ۱۲۳۴ھ کو نوکری چھوڑ کر دہلی تشریف لائے اور اپنے پیر جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے ملے شاہ عبدالعزیز صاحب نے انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر کے پیری مریدی کی اجازت دے دی۔ خلیفہ صاحب کی اب خوب مشہوری ہو گئی اور اپنے مریدوں کو لے کر وعظ کرتے ہوئے الٰہ آباد اور بنگالہ کو گئے اور شہر پٹنہ میں زیادہ رہے ۱۲۳۴ھ سے لے کر ۱۲۴۲ھ تک ہندوستان میں پھرتے رہے۔ ۱۲۴۳ھ کو حج کیا۔ مولوی اسمٰعیل وغیرہ مع دیگر علمائے کرام کے نوسو آدمی ہمراہ لے کر بعد حج اور زیارت مدینہ منورہ کے ۱۲۴۴ھ میں قندھار اور پشاور کی طرف سے علاقہ یوسف زئی (یاغستان) میں آئے۔

باغستان کا علاقہ مردان سے لے کر سوات۔ مانسہرہ تک پھیلا ہوا ہے اس علاقے میں پہلے کچھ بدھ مذہب کے لوگ اور کچھ تاتاری (غیر مسلم ترک) آباد تھے۔ بادشاہ سبکتگین غزنی سے نکل کر درہ تانال سے گذر کر پشاور تک پہنچا اور یہ علاقہ اسلامی حکومت میں داخل کیا۔ چنانچہ سلطان سبکتگین نے مختلف قبائل پٹھان۔ مغل۔ سادات کو لاکر یہاں آباد کیا اور درہ تانال سے گذر کر آیا تھا اس لئے سب لوگ تناول (تنولی) کہلانے لگے۔

علاقہ یاغستان ہنوز سکھوں کی عملداری سے باہر تھا اس سبب سے خلیفہ سید احمد نے اس علاقہ میں رہنا پسند کیا۔ اس وقت تمام لوگ اِن کے ساتھ تقریباً سات سو کے قریب تھے یہ وہ لوگ تھے جو ہندوستان اور بنگال سے آئے تھے ان میں علمائے کرام بھی تھے۔ جن میں مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی عبدالحئی

مولوی مظہر علی اور مولوی محمد رمضان ان کے علاوہ بھی مولوی ولی محمد یہ ہندوستانی خزانچی تھا اور دوسرا بلند بخش بمنزلہ افسر خاص اور ہم شکل خلیفہ صاحب ساتھ تھے ایک شخص قاضی محمد حیاآن قندہاری مع ۱۴۰ آدمیوں کے ساتھ تھے اس وقت اس ملک میں ان کے آنے کی یہ شہرت ہوئی کہ خلیفہ صاحب عرب سے آئے ہیں اور ان سے عجائبات (کرامات) ظاہر ہوتے ہیں۔ آخر لوگ آکر ان سے مُرید ہونے لگے ایک ہفتہ کے اندر ہی لوگ بیعت ہونے لگے ان میں عالم۔ جاہل۔ فقیر۔ مالدار سب حاضر ہو کر مرید ہوتے گئے ایک ہفتہ کے اندر ہی خاصی جمعیت ہو گئی۔

ان دنوں اخون صاحب، سوات والے بھی اور دیگر علاقہ سے لوگ آکر مرید ہوتے گئے اور سید اکبر تھانہ والا بھی آکر مرید ہوا۔ جب نفری زیادہ ہو گئی تو خورد و نوش کا معاملہ درپیش ہوا۔ چنانچہ شروع شروع میں لوگ گھروں سے پکی پکائی روٹی لاکر دیتے رہے۔ آخر کب تک برداشت کرتے اور علاقہ کے لوگ غلہ گندم، مکی وغیرہ دینے لگے جب نئی فصل تیار ہو گئی تو ہر آدمی نے خواہ وہ شہری تھا یا دیہاتی اپنے فصل کا عشر دینا شروع کیا کیونکہ ان لوگوں کو یقین تھا کہ اگر ان کی اطاعت نہیں کریں گے۔ تو چند روز میں سکھ غلبہ کر کے ہمارے ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ ایک تو وہ غیر مذہب ہیں دوسرا وہ معاملہ ہمارے ساتھ پورا پورا کریں گے جب چاہیں گے۔ عشر وصول کریں گے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہم خلیفہ صاحب کی اطاعت کریں۔ جب چاہیں گے عشر دیں گے اور عشر بھی برائے نام ہو گا۔ اختیار ہمارا ہو گا۔ جیسے چاہیں گے کریں گے۔ احکامِ شرعی بھی معمولی جاری ہوں گے ان میں کچھ سختی بھی نہیں ہو گی اور ان کی اطاعت نہایت آسان ہو گی اس لئے بہت جلدی سب علاقہ مطیع اور فرمانبردار ہو گیا اور خوشی سے عشر دینا قبول کیا اور تمام لوگ علاقہ جات ہزارہ کے آنے لگے۔ ہندوستان سے بھی بہت لوگ آئے ہندوستانی لوگ تین ہزار کے

کے قریب جمع ہو گئے اور یہ سب ہتھیار بند تھے اور ہر وقت تیار رہتے تھے اور
خلیفہ صاحب کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے تھے اکثر ان میں رئیس اور
مالدار لوگ ہوتے تھے۔ جو حکومت سکھوں سے باغی اور مغرور ہو کر اپنے
ملک سے چلے آتے تھے۔ چنانچہ نواب خان تنولی اور باپ اس کا سر بلند خان
اور صالح محمد شنوانی اور سید غلام اور اسی طرح جو کوئی مغرور ہوتا خلیفہ صاحب
کے پاس آجاتا۔ صلح صفائی ہوتی تو پھر واپس ہو جاتا تھا۔

جب عشر ملک سے لیا جانے لگا تو پھر ایک گاؤں سے اتنا عشر جمع ہونے
لگا کہ عشر کا انبار لگ گیا اور جمعیت بھی تقریباً چھ ہزار تک پہنچ گئی مگر ایک فصل
کے عشر دینے سے ہی سب لوگ تنگ آگئے۔ کیونکہ واسطے حصول عشر کے جا بجا
دیہات میں عشر وصول کرنے والے مقرر ہو گئے۔ وہ ایک خوشہ بھی زمینداروں
کے پاس بغیر لئے عشر توڑنے نہیں دیتے تھے اور یہ عشر پہلے سے سب زمیندار
اپنی پیداوار سے خدا کا حق سمجھ کر نکالتے تھے اور اپنے آپ پر اس وقت
تک غلہ حلال نہیں سمجھتے تھے جب تک عشر نہ نکال لیں اور یہ عشر علماء
فقراء، مساکین اور یتامی وغیرہ پر لوگ اپنے طور پر تقسیم کرتے تھے اور ہر
گاؤں میں بسبب تقسیم اس عشر کے گذارہ چند علماء طلباء اور فقرا کا ہوتا تھا
اور جب خلیفہ سید احمد کو ان لوگوں نے عشر دینا شروع کیا تو خلیفہ صاحب
کو بھی پردیسی فقیر اور بزرگ جان کر عشر دیا اس لئے وہ جانتے تھے کہ مثل علماء
ملک کے یہ لوگ پہلے ہوں گے اور مسائل شرعی بتایا کریں گے اور زیادہ
دخل ان کا نہ ہوگا۔ لیکن خلیفہ صاحب کو عشر دینے سے مقامی لوگ علماء
فقرا محروم ہو گئے۔ خلیفہ صاحب نے ہر ایک گاؤں میں اپنے آدمی مقرر
کر دیئے۔ چنانچہ مقرر کردہ آدمیوں نے غلے کا انبار لگا دیا۔ جس کے لئے

بیت المال مقرر کیا گیا۔ تو علماء اور فقراء مساکین اور یتیم وغیرہ اور طالب علم جن کا
گذارہ ہی اسی عشر پر تھا۔ بسبب حاصل نہ ہونے عشر کے مایوس ہو گئے اور علماء
کا طبقہ بھی جن کا گذارہ اسی عشر پر تھا (آج سے میں تیس برس پہلے یہاں بھی
علمائے اکرام کا گذارہ عشر پر ہی ہوتا تھا) صبر نہ کر سکے اور خلیفہ صاحب سے
ناراض ہو گئے۔ سب جمع ہو کر خلیفہ صاحب کے پاس آئے اور بیان کیا کہ یہ
عشر ہمارا حق ہے۔ ہم کو ملنا چاہیئے کیونکہ ہم سب ان عشر دینے والوں کو دینِ
اسلام سکھاتے ہیں۔ لڑکا لڑکی پیدا ہو تو اس کے کانوں میں ہم آذان دیتے تھے
جب بالغ ہو جاتا ہے تو نماز اور روزہ وغیرہ ہم کرتے ہیں مر جاتا ہے تو کفن دفن
اور جنازہ وغیرہ ان کا مطابق احکام شرعی ہم کرتے ہیں۔ خلیفہ سید احمد نے جواب
دیا کہ تم سب تندرست ہو محنت کر سکتے ہو اور زمین بھی تمہارے پاس ہے اگر
تم بھی جہاد کرو تو تم کو بھی اس عشر سے حصہ مل سکتا ہے۔

علمائے نے جواب دیا کہ ہم جہادِ اکبر کر رہے ہیں۔ اپنا نفس مارتے ہیں سوائے
شغل علم کے سب لذات دنیا ترک کئے ہوئے ہیں یہ جہاد ظاہری جہاد سے کہیں
بڑھ کر ہے۔

اس کا جواب بھی خلیفہ صاحب نے وہی دیا کہ جب تک ظاہری جہاد نہیں
کرو گے۔ کچھ بھی نہیں ملے گا۔ چونکہ اس وقت غلبہ خلیفہ صاحب کا ہو گیا تھا۔
علماء کو سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ نہیں رہا۔ زبان تو خاموش رہی مگر دل
دشمنی اور بغض سے بھر گیا اور وقت کا انتظار کرنے لگے۔ پشاور اور سوات تک
بلکہ دور دراز تک اس ناراضگی کا چرچا ہو گیا۔

اسی دوران خلیفہ نے اپنے مکتوبات بطرف دوست محمد خان والی بخارا
اور کابل کو واسطے کمک کے جاری کئے اور خلیفہ سید احمد اس سال کے آخر تک

علاقہ یوسف زئی کے انتظام میں مصروف رہے اور دوسری فصل (خریف) کا عشر بھی وصول کیا اور دوسرے سال یعنی ۱۲۴۵ھ ایام سرما میں شہر حضرو پر چھاپہ مارا۔ جو رات کے وقت تھا اور شہر حضرو پر قبضہ کر لیا۔ ملکی لوگ زیادہ تھے ہندوستانی صرف سو آدمی ہمراہ تھے اور شہر میں لوٹ مار زیادہ ہوئی کہ تقریباً دو لاکھ سے بھی زیادہ مال واسباب لوٹ لیا اور واپس ہوگئے (دین کی خدمت کرنے والے خلیفہ ایسے ہی لیٹرے ہوتے ہیں) جو نفری خلیفہ صاحب کی پیچھے رہ گئی تھی اس کی تعداد تقریباً ساٹھ کے قریب تھی۔ سردار ہری سنگھ کو معلوم ہوا تو دوپہر کو وہاں پہنچ گیا۔ جو خلیفہ صاحب کے آدمی پیچھے رہ گئے تھے۔ ان سب کو قتل کر دیا۔ خلیفہ صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے کچھ نفری بھیج دی لڑائی بھی ہوئی کہ سوار اور پیادہ خلیفہ سیّد احمد کے واپس آکے ٹھہرے پھر شام ہوگئی۔ ہنوز پشاور کا علاقہ (ضلع) سکھوں کے تحت نہیں آیا تھا۔ سردار یار محمد خان اور سیّد محمد خان برادران دوست محمد خان امیر اور حاکم اس علاقہ کے تھے اور ملک سکھوں کے قبضہ میں تھا۔

سردار رنجیت سنگھ نے چاہا کہ لگے ہاتھوں پشاور بھی فتح کیا جائے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی زیر سرداری سردار بدھ سنگھ کے اٹک سے گذر کر موضع سیّدو (اکوڑہ خٹک) میں جو نو کوس اٹک سے ہے خیمہ زن ہوئی۔ اِدھر سے سردارانِ پشاور بھی آئے اور اُدھر سے خلیفہ سید احمد بھی شامل ہوئے اور ملک پشاور۔ غزنی۔ سوات وغیرہ سے بھی آکر آدمی شریک ہوئے اور ایک لاکھ سے زیادہ جمع ہوگئے۔ فوج سکھوں کی مشہور ہے۔ موضع سیدو کے قریب لڑائی شروع ہوگئی۔ سکھوں کی فوج نے نہایت مضبوط گرد (حصار) لشکر کے بنوا رکھا تھا۔ دونو فریق سخت لڑائی لڑے اور باہم لشکر خلیفہ سیّد احمد و سردارانِ پشاور کے ولی صفائی نہ تھی کہ سردارانِ پشاور کا لشکر نہایت سے زور آور دلی طور پر جنگ میں مشغول تھا۔

کیونکہ ان کو یقین تھا کہ یہ لشکر سکھوں کا پشاور کی فتح کے واسطے آیا ہے۔ اگر ہم نہ لڑے تو ہمارا ملک جاتا رہے گا اور خلیفہ سید احمد پر بھی شک کرتے تھے کہ یہ شاید انگریزوں کے مشورہ سے واسطے فتح اس ملک کے آیا ہے جہاد کا نام فرضی مقرر کیا ہے۔ ہندوستانی تو لڑائی میں زیادہ آمادہ نہیں تھے۔ اس روز خلیفہ سیّد احمد کی مرضی بھی لڑائی کی نہ تھی۔ مگر عام ملکی لوگوں کے جمع ہونے سے کہ پیغامِ غازیاں پہنچ چکا تھا۔ سب جمع ہوگئے تھے۔ سب نے لڑائی شروع کی اور بعد سخت لڑائی کے پشاور والوں کو شکست ہوئی اس سے پہلے کبھی ایسی شکست نہیں ہوئی تھی۔ دو ہزار سے زیادہ مقتول ہوئے اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔ دس پندرہ ہزار کے قریب دریائے لونڈہ (کنہار) میں غرق ہوگئے یہ لوگ سب سردارانِ پشاور کی طرف سے غرق اور قتل ہوئے سکھوں کے صرف سو آدمی جنگ میں کام آئے اور سرداران پشاور شکست کھا کر پشاور کی طرف بھاگ نکلے اور خلیفہ سید احمد مع لشکر کے واپس یوسف زئی میں چلے آئے لشکر سکھوں کا پشاور کی طرف لوٹ گیا پھر لڑائی نہیں ہوئی۔

خلیفہ سیّد احمد کا زور اسی طرح رہا جیسا کہ قبل لڑائی سیدو کے تھا احکامِ شرعی جاری تھے بغیر لحاظ چھوٹے بڑے آدمی کے۔ مگر ایک رسم شادی کی تھی جس کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا اس رسم شادی سے اکثر خوانین ناراض تھے۔ علماء پہلے سے ناراض تھے اور یار محمد خان وغیرہ سردارانِ پشاور کو بھی یقین ہوگیا کہ یہ شخص غیر ملکی ہے اور حکومت کرتا ہے اور سرکار لاہور سے بھی ان کو ایما ملی کہ علاقہ یوسف زئی تم کو ملے گا۔ تم خلیفہ سید احمد کو مار ڈالو اور قبضہ یوسف زئی پر کر لو۔ انہی ایام میں جا بجا عرب وغیرہ اور ہندوستان سے خبریں آنے لگیں کہ یہ شخص خلیفہ سیّد احمد وہابی ہے اور اس نے ملک عرب میں کئی خانقاہ بزرگوں کی گرائی ہیں اور خانہ کعبہ کی بے ادبی کی ہے اور اس کا مذہب چاروں مذہب مقرّرہ و مسلّمہ

دینِ اسلام کے خلاف ہے اور علماء پشاور و کابل اور قندھار نے خلیفہ سید احمد کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ اوّل سردارانِ پشاور نے اس کو خط لکھا کہ تم اس علاقے سے نکل جاؤ اس نے جواب دیا کہ میں نہیں نکلتا۔ میرا کام جہاد ہے[1]

اس کے جواب میں یار محمد خاں وغیرہ سردارانِ پشاور مع دس ہزار فوج مع اسلحہ و ہتھیار دواسطے قتل اِن کے علاقہ یوسف زئی میں آئے اور زیدہ کے قریب ایک پہاڑی (ڈھیری) المعروف سولے پر ڈیرہ ہوا اور اکثر خوانین یوسف زئی کے اس سے مل گئے۔ زیدہ کے والی خان وغیرہ اسی طرح چند روز خلیفہ کے طرفدار رہے۔ تین دن یار محمد خان فہمائش کرتا رہا کہ خلیفہ سید احمد کو نکال دو کسی نے نہ مانا۔ خلیفہ سید احمد اور زیدہ والوں نے رات کے وقت چھاپہ مارا خلیفہ سید احمد زیدہ کی مسجد میں رہے اور بلند بخش کو کمانڈر اپنے لشکر کا مقرر کرکے مع مولوی اسمٰعیل اور ایک ہزار ہندوستانیوں کے سوار لشکر میں گھس گئے اور بہادروں نے توپیں ان کی لے لیں اور محمد خان اس لڑائی میں بلند بخش کی طرف سے گولہ لگنے سے مارا گیا۔ باقی سب لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور تمام سامان ان کا صدہا گھوڑے خیمے۔ توپیں و دیگر بے شمار اسلحہ خلیفہ سیّد احمد کے ہاتھ لگا یہ تمام مال و اسباب بیت المال میں جمع کرا دیا گیا۔

اِن فتوحات کے بعد خلیفہ سیّد احمد نے اپنا لقب امیرالمومنین رکھا اور اپنی مُہر بنوائی پہلے جس طرف خط لکھنا مقصود ہوتا تو اس میں اس طرح لکھا جاتا۔ از فقیر سیّد احمد۔ آج سے جو نامہ ملک کی فتح کے لئے جاری ہوتا اس میں لکھا جاتا از امیرالمومنین سید احمد اور اس پر مہر لگا دی جاتی۔ مُہر پر یہ الفاظ کندہ تھے۔

---

[1] یہ تمام مضمون تاریخِ ہزارہ ص۲۲۳ سے ص۲۲۵ تک پھر ص۲۳۶ تک

وَاِسمہ احمد۔ ۱۲۴۲ھ ۱۲ ربیع الثانی کو ہنڈ کے مقام پر مجمع عوام و خواص یعنی خوانین و رعایا نے سیّد احمد صاحب کے ہاتھ پر امامت کی بیعت کی۔ آپ کو امیرالمومنین مان لیا۔ جمعہ میں آپ کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور آپ کے مشیر خاص اور کمانڈر انچیف افواج مولوی اسماعیل دہلوی کی مُہر۔ وَاذکر فی الکتاب اسمٰعیل مقرر ہوئی۔ عمال اور قاضی مقرر کئے گئے۔ علاقے کا انتظام سنبھال لیا۔ زکوٰۃ و عشر کا اصول قانوناً شروع ہو گیا۔ مقدمات کی سماعت ہونے لگی تو جن مسلمانوں نے انہیں تالیف قلوب کے سارے اسباب سے لیس دیکھ کر رحمتِ خداوندی سمجھا تھا۔ انہیں چند روز ہی میں معلوم ہونے لگا کہ یہ ایلیلے مجاہد خارجیت کے مرض میں گرفتار اور مسلمانوں کو مشرکین و کفار سمجھتے ہیں۔ برطانوی ڈپلومیسی میں پورے ماہر ہیں کہ جو امیر ان سے تعاون کا اعلان کرتا ہے۔ اس کا علاقہ زیرِ نگیں و خزانہ زیر تصرف۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر جو رئیس ذرا پیچھے ہٹا اُسے باغی اور منافق قرار دے کر واجب القتل قرار دیا۔

یار محمد خان حاکم یاغستان نے جب یہ حال دیکھا تو آثار اچھے نظر نہ آئے کہ ان سوداگروں کو ساتھ لگ کر سکھوں کی منظم قوم کی دشمنی مول لی جائے اور مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرے میں ڈال دیا جائے لہٰذا وہ پیچھے ہٹنے لگا تو خلیفہ صاحب کے تیور بدل گئے اور دشمنی کا جذبہ جوش میں آگیا یار محمد خان کے بارے میں مختلف خطوط میں وضاحت کی گئی۔ خلیفہ صاحب نے مختلف لوگوں نے اس کو کافر۔ منافق۔ دشمنِ اسلام۔ کافروں کا یار اور راز دار۔ فریبی۔ مکّار ہونا بنایا۔

یار محمد خان حاکم یاغستان ذی شعور آدمی تھا۔ حکمتِ عملی کے ساتھ سکھوں سے نباہ کر کے اسلامی علاقوں کو ان کے دست بُرد سے بچائے ہوئے تھا کیونکہ

خوانین بھی آپس میں متحد اور متفق نہ تھے۔ شروع میں تو دیگر بعض خوانین کی طرح موصوف نے بھی بیعت کر لی لیکن صورتِ حال سے آگاہ ہونے پر وہ شرعی اور سیاسی لحاظ سے اُسے الگ ہونا پڑا۔

پانچ سو علماء مشائخ نے پنجتار کے مقام پر جمع ہو کر اِن حضرات کو فرمائش کی کہ وہ اپنے غیر اسلامی عقائدِ و نظریات ترک کر دیں تاکہ مسلمان دل کھول کر ان کی مدد کریں اور سکھوں کے ساتھ آسانی کے ساتھ نپٹ سکیں اور انگریزوں کے آلۂ کار بننے سے باز آجائیں لیکن یہ دونوں باتیں خلیفہ صاحب نے مسترد کر دیں۔

وقت سے زیادہ منصف کون ہے ایک صدی بھی نہیں گذرنے پائی تھی کہ خلیفہ صاحب کی نظریاتی اولاد کے فتوے مشرک۔ بُت پرست یعنی گاندھی جی کی جنبش لب کے ساتھ گردش کرنے لگ گئے تھے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کو ہنود کی دست بُرد سے بچانے اور اسلامی اصولوں کے تحت زندگی بسر کرنے کی خاطر پاکستان کا نعرہ بلند ہوا تو اِن حضرات نے اکھنڈ بھارت کی تائید کی اور مشرکینِ ہند کو اپنا داتا بنائے رکھنے کی حمایت میں قیامِ پاکستان کی اتنی سر توڑ مخالفت کی تھی۔ جتنی ہنود کو بھی نہ ہو سکی۔ یار محمد خان حاکم یاغستان کے بارے میں خلیفہ صاحب کے اس ریمارکس کو سامنے رکھتے ہوئے کیا فیصلہ ہے نظریاتی اولاد کا۔ مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم کی زبانی سنیئے۔

رسُول اللہ کے گھر میں یہ کیسا انقلاب آیا
کہ گاندھی جی کی کٹیا عالمانِ دیں کا ڈیرہ ہے

الغرض جب سے خلیفہ صاحب نے اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلانا شروع کیا لوگ آکر آپ سے بیعت کر لے گئے آپ کی قوت خوب جمع ہو گئی لیکن خلیفہ صاحب کو اَب خوف لگ گیا کہ اب ہمارا مقابلہ خالی سکھوں سے نہیں

ہوگا بلکہ دوست محمد خان وغیرہ برادران یار محمد خان کے ساتھ بھی ہوگا۔ چنانچہ چالیس دنوں میں ہی تمام مال و اسباب لوٹا ہوا خلیفہ سیّد احمد نے موضع پنجتار میں پہنچا دیا۔ جو بہت اچھی جگہ اور حفاظت کے لئے موزوں ہے کیونکہ پشت پر ڈھاکہ پہاڑ ہے۔ خود بھی مع لشکر وہاں پہنچ گئے۔ چالیس روز کے بعد سلطان محمد خاں وغیرہ برادران یار محمد خاں مع بہت سے لوگ وہاں پہنچے۔ جن کے ساتھ بے شمار قندھاری اور کابلی لوگ بھی تھے یہ لشکر مردان کے قریب موضع مسیار میں ڈیرہ ڈال دیا جو پنجتار سے ۲۵ کوس کے فاصلے پر ہے تین دن ڈیرہ وہاں رہا۔ پنجتار سے خلیفہ سید احمد واسطے مقابلہ ان کے آئے اور بھی بہت لوگ ان میں شامل ہو گئے اور کچھ علماء خلیفہ کے ساتھ آئے صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی۔ دونو طرف سے توپیں چلنے لگیں صرف ایک گھنٹہ کے اندر ہی لڑائی شروع ہوتے ہی سب لوگ خلیفہ سیّد احمد کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ہندوستانی بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ خلیفہ صاحب صرف ایک سو بیس آدمیوں کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے اور باقاعدگی سے لڑتے رہے تین گھنٹہ متواتر ان جیالوں نے جنگ جاری رکھی جو لوگ بھاگ گئے تھے وہ واپس آگئے اور قریب دوپہر کے لشکر سلطان محمد خان کو شکست ہوگئی دو توپیں رہ گئیں۔ باقی سب اسباب ساتھ لے گئے۔ میگزین کو آگ لگ گئی اور خلیفہ صاحب واپس اپنے ڈیرہ پر آگئے۔ دوسرے روز کوچ کر کے سلطان محمد کے پیچھے پشاور پہنچ گئے۔ سلطان محمد خان خود بخود خلیفہ صاحب کے حاضر ہو گیا:

خلیفہ صاحب ایک ہفتہ پشاور رہے پھر ملک بدستور سردار سلطان محمد خان کے حوالے کر دیا اور احکام شرعی اپنے طور پر جاری کئے اور مولوی مظہر علی کو وہاں کا قاضی مقرر کر کے پشاور میں چھوڑ دیا اور ایک مفتی اور چالیس آدمی برائے

انتظام وہاں چھوڑے اور خود واپس پنجتار آ گئے اب خلیفہ صاحب کا زور اس ملک میں خوب ہو گیا مگر ہوتی والا خان اور قوم تناولی کے سردار پایندہ خان منحرف ہی رہے اور پھر مولوی محمد حیّان نے جا کر ہوتی کا قلعہ فتح کیا اور علاقہ یوسف زئی میں ایک قلعہ مردان کا جو خان مردان نے مخالفت کی تھی مار لیا۔ لیکن پایندہ خان قابو نہ آسکا۔

لیکن عوام اب خلیفہ صاحب سے بد دل ہونے لگے کہ یہ شخص ایسا نہیں جیسا ہم سمجھ رہے ہیں۔ اس کا مطلب شرعی حکم نہیں۔ بلکہ ملک گیری اور عوامی سلطنت ہے مگر زور چونکہ خلیفہ صاحب کا زیادہ ہو گیا تھا اور کوئی دم نہیں مار سکتا تھا۔ انہی ایام میں رسمِ نکاح زور شور سے ہونے لگی یہ رسم بلغیر روپیہ لئے نکاح کر دینے کے اس ملک کے پٹھانوں کو ناگوار گذری اندر سے ہر ایک کا دل خلیفہ سے بدظن ہو گیا انہی ایام میں خلیفہ صاحب نے واسطے اپنی اطاعت پایندہ خان والیٔ انب کو لکھا (جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) اس نے اطاعت نہ کی خلیفہ سید احمد سہانہ مع لشکر کے گیا پایندہ خان نے اطاعت قبول نہ کی اور لڑائی پایندخان کے ساتھ موضع عشراہ کے قریب ہوئی۔ پائیندہ خان بھاگ گیا اور انب فتح ہو گیا اور خود خلیفہ صاحب انب میں چھ ماہ تک رہے اور پائیندخان امان زئی کی طرف بھاگ گیا خلیفہ صاحب نے انب میں اپنے مشیر چھوڑ کر خود ضلع ہزارہ سے کئی علاقہ جات۔ اگرور۔ پنجول وغیرہ سے معتبر افراد طلب کر کے فہمائش لڑائی کی کہ سکھوں کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد علی ہمشیرزادہ اپنے کو ساتھ قوم تنولی وغیرہ مع ساٹھ آدمیوں کے بھیج دیا کہ سردار ہری سنگھ کے ساتھ لڑائی کریں وہ لڑائی میں مقام بھولڑہ میں مع ساٹھ آدمیوں کے قتل ہو گئے اور ان کے قتل پر اکثر لوگ علاقہ یوسف زئی کے خوش ہوئے

بعض خوانین کا ارادہ تھا کہ انہیں مغلوب کرنے کے لئے سکھوں سے مدد لی جائے۔[1]

جب مولوی احمد علی ہمشیرہ زادہ خلیفہ سید احمد مارا گیا تو خلیفہ سید احمد نے انب سید اکبر کے حوالے کر کے خود پنجتار چلے آئے اور پائندہ خان نے بھی معرفت سید اکبر کے خلیفہ صاحب سے صلح کر لی اور انب میں واپس چلا گیا۔

جب پنجتار میں خلیفہ صاحب پہنچے تو لوگوں سے جہاد کی غیر حاضری پر جرمانہ وصول کرنا شروع کر دیا اب خلیفہ صاحب نے ایک حکمنامہ اور جاری کر دیا کہ تمام خوانین ہر وقت حاضر رہا کریں اور ہر ایک کو بلقدر حیثیت خرچہ ملتا تھا۔ ان خوانین کے لئے ملک سے ہزارہا چارپائی۔ لحاف بسترے منگوائے جاتے تھے لیکن جو ہندوستانی لوگ تھے ان کے لئے وہی دال روٹی اور نیچے زمین پر سونا پڑتا تھا۔ اس حاضر باشی نے خوانین کو تنگ کر دیا۔ خلیفہ سید احمد نے سب خوانین کو جمع کر کے کہا کہ میرا مطلب اب لاہور پر فوج کشی کرنے کا ہے تم سب تیار رہو سب نے بظاہر اس امر کو قبول کیا مگر وہاں سے اُٹھ کر خوانین نے باہم یہ گفتگو کی کہ یہ خلیفہ سید احمد لاہور وغیرہ کسی طرف نہیں جاتا یہ صرف اس کی باتیں ہیں۔ اصل غرض اس کی ہمارے ملک کو پامال کرنا ہے۔ اسی جگہ یہ حکومت کرے گا اس کے واسطے کوئی تدبیر کرو سب کی یہ صلاح ہو گئی کہ ایک دن مقرر کرو اور ایک رات مقرر کرو تمام ملک میں اس رات جابجا سب کو قتل کر دو اس پر سب کی دعائے خیر ہوئی اور جمعہ کی رات مقرر ہوئی کہ رات کو پہاڑ پر آگ روشن کریں تاکہ سب کو خبر ہو جائے اور اصطلاح ان کے قتل کی لفظ (مکئی کوٹنے) مقرر ہوئی۔[2]

---

[1] تاریخ ہزارہ ص۲۹۴

[2] آج سے چند برس پیشتر ہم بھی اپنے اپنے گھروں میں مکی کوٹتے تھے ہر ایک جگہ پانچ دس آدمی کوٹنے والے جمع ہوتے تھے۔ آج کل مکی کا فصل نہیں رہا۔ اس کی جگہ سیب لگائے گئے۔

جب کوئی آدمی گفتگو اس معاملے میں کرے تو آپس میں کہے کہ مکئی کوٹنی ہے اور یہ دعائے خیر ہو کر سب نے خلیفہ سید احمد محصل لینے کے درخواست کی اور سب ملک میں محصّل مقرر ہو گئے۔

جب محصّل سب دیہات میں جا پہنچے تو جمعہ کی رات جو مقرر تھی اس رات کو لوگ ان کے قتل کی تیاری کرتے رہے کہ صبح کی نماز کے وقت جمعہ کے دن کچھ لوگ نماز اور کچھ وضو اور کچھ دوسرے کاموں میں مصروف تھے کہ ہر ایک گاؤں کے لوگوں نے اسی وقت ان کو قتل کر دیا۔ کسی کو باقی نہ چھوڑا تمام ملک میں پشاور سے لے کر اس تمام ملک یوسف زئی وغیرہ تک سب قتل ہو گئے اور ایک ہی وقت میں تقریباً دس ہزار ہندوستانی قتل ہو گیا۔ باقی خلیفہ سید احمد کے پاس تقریباً گیارہ سو آدمی ہندوستانی رہ گئے اور ان میں خاص لوگ بھی تھے۔ جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور بلند بخش وغیرہ اور ان کے علاوہ پانچ سو آدمی قندھاری بھی تھے اور تقریباً گیارہ سو کے قریب مختلف لوگ تھے۔ پندرہ سو کے قریب مختلف علاقہ کے لوگ پہلے سے موجود تھے۔

جب ان سب آدمیوں کی قتل کی خبر خلیفہ سید احمد کو پہنچی تو خلیفہ صاحب نے سلامت مزاجی یا مصلحتِ وقتی اور دور اندیشی کے کچھ بھی شکایت زبان پر نہ لائے اور نہ ہی کسی سے باز پرس کی بلکہ جا بجا دیہات اور قوانین میں احکام جاری کئے کہ جو کچھ ہو گیا وہ تقدیر کا معاملہ تھا اب بھی توبہ کر لو اس خونریزی کے بعد لوگ دلیر ہو گئے اور مختلف علاقہ کے لوگ یوسف زئی کے لئے برائے امداد آنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ پینتیس ہزار تک آدمی جمع ہو گئے اور فتح خان پنج تار والا سے کہا کہ تم ان خلیفہ وغیرہ کو اس علاقہ سے نکال دو تاکہ یہ لوگ یہاں سے چلے جائیں ورنہ ہم تمہاری عورتوں کو بھی بے پردہ کریں گے۔

فتح خان نے بسبب خوف خلیفہ صاحب سے کہا کہ اب اِن لوگوں کا غلبہ ہو گیا ہے۔ میں مجبور ہوں آپ یہاں سے تشریف لے جائیں چنانچہ خلیفہ صاحب بعد قتل ہوئے اپنے لوگوں کے وہاں سے نکل جانے کی تیاری کر لی۔

چنانچہ خلیفہ صاحب باقیماندہ افراد کو لے کر سید اکبر جو آپ کا معتمد مرید تھا۔ ستھانہ کے قریب اس کے علاقہ میں آ گئے ہنوز چند روز ہی گذرے تھے کہ سکھوں کی فوج کی اطلاع ملی کہ لاہور سے سکھوں کی فوج آ گئی ہے انہیں یہ یقین نہیں تھا کہ سکھ اتنے جلدی لاہور سے پہنچ جائیں گے چنانچہ خلیفہ صاحب اور علاقہ والوں نے اپنے اہل وعیال پہاڑوں میں پہنچا دیئے۔

قارئین حضرات۔ خلیفہ صاحب کے حالات آپ نے پڑھ لئے اب ہم آپ کو دوبارہ دہلی لئے چلتے ہیں۔ یہاں سے خلیفہ صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔

مولوی اسمعیل دہلوی اور خلیفہ صاحب

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر برادران شاہ عبدالقادر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی رحمہم اللہ تعالیٰ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزندانِ ارجمند تھے ان میں مولینا مخصوص اللہ صاحب، مولانا محمد موسیٰ صاحب فرزندان شاہ رفیع الدین دونوں حضرات سنی العقیدہ تھے۔ شاہ عبدالغنی کے فرزند مولوی اسماعیل تھے۔ شاہ عبدالعزیز آخر عمر میں بوجہ اولادِ نرینہ نہ ہونے کے اپنی تمام جائداد منقولہ اور غیر منقولہ جو بکثرت تھی اپنی بیوی اور نواسوں کو ہبہ کر کے ان کو قابض و متصرف کر گئے۔ مولانا اسماعیل برادرزادہ سراسیمہ ہو کر باتفاق مولوی عبدالحی داماد شاہ عبدالعزیز صاحب کے کہ ان

دنوں اپنی نوکری ضلع کچہری میرٹھ سے موقوف ہو کر دہلی آئے سیّد احمد صاحب کو اپنا پیرو مرشد بنا کر سیر و سیاحت کرنے لگے اور اپنے پیرو مرشد کے کمالات کے اظہار میں اس قدر مبالغہ کیا کہ اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں ان کو مشابہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا یعنی خلیفہ صاحب فطرت میں مشابہ حضور کے پیدا ہوئے ہیں اس سبب فطرت ان کے نقوش رسمیہ اور تحریر اور تقریر سے مصفّی رہی ہے اور کمالات طریقہ نبوت اور مقامِ ولایت بخوبی جلوہ گر ہوئے۔ ان ہی نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مرشدوں اور اُستادوں کو آج کل کے دیوبندی علماء نظر آتے ہیں۔)

خلیفہ صاحب نے انہیں ساتھ ملا کر سیر و سیاحت کا ارادہ کیا جیسے عام پیروں کا دستور ہوتا ہے اِن لوگوں نے بھی یہی طریقہ اپنایا کہ ہر مرید کے علاقے میں جانا اور ان سے نذر و نیاز وصول کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ پیرو مرشد خلیفہ سیّد احمد کو بہت مشہور کیا اور جھوٹا خواب بھی بیان کر دیا کہ تین خرُمے خواب میں حضور نے اپنے ہاتھ سے کھلانے ہیں اور حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھوں غسل دیا اور حضرت فاطمہؓ نے فاخرہ لباس اپنے ہاتھوں سے انہیں پہنایا۔ ان سے کمالات اور طریقۂ نبوّت ان میں جلوہ گر ہو گیا اور حق تعالیٰ بلاواسطہ ان کا متکفل ہوا ہے۔ حتیٰ کہ ایک دن خداوند تعالیٰ نے دایاں ہاتھ ان کا لے کر اور کچھ انوارِ قدسیہ پیش حضور کر کے فرمایا کہ تجھ کو یہ دیا اور بھی بہت کچھ دیں گے حتیٰ کہ ایک شخص خلیفہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی تو خلیفہ صاحب نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی اس معاملہ میں آپ کو کیا منظور ہے۔ حضور باری تعالیٰ سے حکم آیا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا گو لکھو کھا آدمی کیوں نہ ہوں ہر ایک کو میں کفایت کروں گا۔

خلیفہ صاحب کی طرح مرزائے قادیانی نے بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل کر مہدی موعود کا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اپنے مشہور اخبار زمیندار میں اس کی نبوت اور وحی کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے ؎

عجب رنگِ زمانہ ہے عجب اس کی روانی ہے
کہ معمولی کلرکوں نے نبی بننے کی ٹھانی ہے

اُس کی وحی کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کی وحی کا کیا نام تھا۔ سنیئے ؎

تو اِک بار لندن سے آ ٹیچی ۔ ٹیچی
مسلماں کو کافر بنا ٹیچی ۔ ٹیچی

مرزائے قادیانی کی وحی کا نام ٹیچی تھا۔ اسی طرح خلیفہ صاحب نے وحی کا نام نہیں لیا کیونکہ وحی کا مقام معمولی ہے۔ خلیفہ صاحب براہِ راست خدا سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کرتے تھے۔

چنانچہ خلیفہ صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی اثنائے دورۂ تبلیغ کتاب التوحید نامی کتاب شیخ نجدی کی مولوی اسمعیل کی نظر سے گذری۔ جسے بہت پسند کیا۔ دماغ پہلے ہی شیطانی تھا۔ چنانچہ وعظ و تبلیغ کا سلسلہ اسی سے شروع کیا اور خرچہ کثیر کر کے اِسے اُردو میں ترجمہ کر کے کتاب التوحید کی شرح کا نام تقویت الایمان رکھا اور دور دور تک اپنے خلفا اور مریدوں کو مشہور کرنے کے لئے بھیج دی گئی چنانچہ اسی کو وعظ و تبلیغ سے فساد شروع ہوئے اور اسی کتاب پر اعتقاد پہ رکھا گیا اور اسی کتاب کو فارق بہ الامتیاز کفر و ایمان کیا۔

حالات مولوی اسمٰعیل دہلوی

خلیفہ صاحب کی دہلی تشریف آوری سے قبل شہر دہلی میں یہ معاملہ درپیش تھا کہ مولوی اسمٰعیل خیر دسالی کی عمر میں مولویت کے خطاب سے ممتاز ہوئے یہ نوجوان بڑا ذہین اور منطقی تھا۔ تیز طبیعت سپاہی مزاج بے باک آدمی تھا۔ انہی دنوں ایک کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصنیفات کا انتخاب بمبئی سے دہلی میں آئی چونکہ شیخ نجدی خود ملک عرب کا باشندہ اور زبان دان تھا۔ مولوی اسمعیل اس کتاب کی فصاحت اور بلاغت پر فریفتہ ہو گئے۔ اس کے کچھ مسائل انتخاب و اخذ کر کے علمائے دہلی حنفی سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ علمائے کرام نے انہیں ایک بچہ سمجھ کر اس سے بحث نہ کی مگر شاہ عبدالعزیز صاحب سے اس کی بے اعتدالی کا شکوہ اور شکایت کی مولانا موصوف نے کچھ رنجیدہ خاطر ہو کر مولوی اسمعیل کو پیغام بھیجا کہ میری طرف سے اس لڑکے نامراد کو کہو کہ جو کتاب بمبئی سے آئی ہے۔ میں نے اُسے دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں بلکہ بے ادبی سے بھرپور ہیں۔ میں آج کل بیمار ہوں اگر صحت ہو گئی تو میں اس کی تردید لکھوں گا تم ابھی نوجوان بچے ہو ناحق شور فساد نہ کرو مگر مولوی اسمعیل نے ایک نہ سُنی۔ ان کی ناراضگی کا کچھ خیال نہ کیا سب سے پہلے اپنے خاندانی علماء کو ہی مناظرے کا پیغام دیا وہ فکر مند ہوئے کہ اب کیا کیا جائے آخر غور و فکر کے بعد تحریری مناظرہ قرار دیا گیا۔ مولوی اسمعیل کو شکست ہوئی۔

اس مناظرے کے متعلق علمائے دیوبند کیا کہتے ہیں۔ صدہا مولوی اور عالم کابل قندھار اور سمرقند کے جمع ہو کر آپ سے بحث کرنے آئے تھے۔ چنانچہ

ایک ہفتہ تک بحث ہوتی رہی آخر وہ سب مولوی لاجواب ہو کر عدم وجوب تقلید شخصی کے قائل ہو گئے[1]

بقول مورخ تاریخ ہزارہ کے جب مولوی اسماعیل کو شکست ہو گئی اس وقت تک مولوی اسماعیل کسی کے مرید نہیں تھے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ شکست علم تصوف کی کمی اور کسی کا مرید نہ ہونے کی وجہ سے ہوئی پھر بیعت ہونے کی فکر میں لگ گئے۔ مولانا عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر پیر کی تلاش ہے تو خلیفہ سید احمد کے مرید ہو جاؤ۔ مولوی اسمٰعیل خلیفہ سید احمد کے مرید ہو گئے۔ خود بوجہ ناراضگی اور بدعقیدگی کے نہ کیا ان دنوں خلیفہ صاحب کی قلبی کیفیت ذکر اللہ کی وجہ سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے مولوی اسماعیل کا خلیفہ صاحب پر ایسا اعتقاد تھا کہ جب خلیفہ صاحب گھوڑے پر سوار ہوتے تو نوکروں کی طرح گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے چلتے۔ خوابوں اور الہاموں۔ بشارتوں کے چرچا نے ایسی ترقی پکڑی کہ ہر روز صدہا مرید چلے آتے خلیفہ صاحب ایک بزرگ اہل اللہ مشائخ۔ سپاہی مزاج آدمی تھے۔ ان کا علم رسمی سا تھا۔ عالم نہ تھے نہ کوئی انہوں نے تازہ اجتہاد کیا۔ مگر مولوی اسماعیل عالم تھے اوّل انہوں نے کتاب صراطِ مستقیم لکھی اور مسائل تصوف کی قوت اور فرط عقیدت کے جوش میں آ کر پیر کا رتبہ کشف اور کرامت کو انبیا علیہم السلام کے مرتبہ تک پہنچا دیا اور انہیں مولوی صاحب کی وجہ سے صفت درویشی کے ساتھ عالمانہ صفت بھی شامل ہو گئی۔ پیری مریدی کے سلسلہ نے ایسی ترقی پکڑی کہ امیری اور فقیری دونوں سامنے آ گئے[2]

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۲۷ از سخاوت مرزا

[2] انوار آفتاب صداقت ص ۵۱۷ فریاد المسلمین ص ۹۰ سے ۹۳ تک

مولوی اسمٰعیل کی گمراہ کن کتاب تقویۃ الایمان

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب۔ کتاب التوحید کا اردو ترجمہ کر کے مولوی اسماعیل نے اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا۔ اس کتاب میں تکفیر علمائے اُمت۔ سب و شتم و توہین انبیاء و اولیاء پر اس قدر مبالغہ کیا کہ حد سے تجاوز کر گیا۔ وعظ و تبلیغ کا دارومدار سب اس کتاب پر رکھا۔ علم تو تھا لیکن پوری سوجھ بوجھ۔ علمِ حدیث اور تفسیر سے ناواقف تھے۔ عوام میں اس لئے مقبول ہوئے کہ شاہ عبدالعزیز و برادران کا چشم و چراغ تھا۔ لوگوں کو دینی خدمات کی وجہ سے ان کی عزت تھی احترام تھا اس لئے کچھ عرصہ خاموش رہے کہ مولوی اسمٰعیل کل کا بچہ ہے یہ کیا کرے گا۔ لیکن اس نے جو کچھ کیا قیامت تک اس پر نفرین پڑتی رہے گی۔ مولوی اسماعیل متوفی ۱۸۴۱ء کا محبوب ترین مشغلہ توہین و تنقیصِ رسالت تھا۔ موصوف اس میدان کے ایسے شہسوار نکلے کہ اگلے پچھلے سارے گستاخوں کو مات کر دیا۔ سب گستاخانِ رسول ؐ سے لوہا منوا لیا اور ان سے بازی لے گئے۔

قرآن کریم سامنے رکھ لئے اولیائے کرام کی شان میں منکروں اور گستاخوں نے جو جو بیہودہ کلمات استعمال کئے انہیں لکھ لیجئے پھر احادیث نبویؐ کے ذخائر اور کتبِ تاریخ و سِیَر سے گستاخوں کے سارے نازیبا کلمات نکال کر اسی فہرست میں شامل کر لیجئے۔ اب اس مجموعۂ خرافات کا تقویۃ الایمانی مغلظات سے مقابلہ کیجئے۔ اگر دل میں انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی عظمت اور رفعت کا تصور موجود ہے اور کسی بے دین کے پیچھے لگ کر یہ روحِ ایمان ضائع نہیں کی ہے تو ہر منصف مزاج ذی علم اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ ابتدائے

آفرینش سے آج تک شانِ رسالت میں جتنے گستاخانہ کلمات استعمال کئے گئے ہیں۔ مصنف تقویۃ الایمان ان سب پر سبقت لے گیا ہے اور موصوف نے اس میدان کی بین الاقوامی چیمپئن شپ جیت لی ہے۔ دہلی میں عوام نے جب دیکھا کہ لوگ اس نئے طریقے پر زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں تو متردد ہو گئے کہ یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ سب اکابر سلف اور خلف کافر ہو جائیں اور اسلام صرف اس طریقۂ جدیدہ کی شکل میں رہ جائے کتاب تقویۃ الایمان کا جائزہ لیا گیا تو اور پریشان ہو گئے۔

جب دہلی میں دین جدیدہ کی خبر اور نوبت پہنچی تو ہزاروں آدمی مریدان و شاگردان مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ اور شاہ رفیع الدین وغیرہ مولوی اسمٰعیل سے دست و گریبان ہوئے کہ ماؤشما اساتذہ کے حضور میں متفق ہو کر ایسے کام کرتے تھے اور ثواب جانتے تھے اور تم بھی فتوے دیا کرتے تھے۔ اس سبب سے وہ سب کافر اور مشرک ہو گئے اس کا سبب اور باعث بیان کرو۔ مولانا رشید الدین صاحب نے کہ اس زمانہ میں سب سے اعلیٰ فاضل علمائے کرام میں شمار ہوتے تھے۔ تخلیہ میں مولوی اسماعیل کو بہت سمجھایا کہ دین میں فساد مت کرو اور جماعت میں نفرت پیدا کرنا سخت قبیح ہے اور واجب الترک اور واجب اجتناب ہے اگر دل میں کچھ ہے تو ظاہر کرو او علما و صلحا متفق ہو کر کتب دین کی طرف رجوع کریں اور استحقاق حق قبول کریں اور مومنین اُمت میں نفاق اور اختلاف مت ڈالو ہم سب سوادِ اعظم کے طریقے کو بلند کریں اور خاص و عام کو حق سے آگاہ کریں مولوی عبدالحی اور مولوی اسمٰعیل اس خوف سے کہ کہیں ہمارے عقائد فاسدہ ظاہر نہ ہو جائیں۔ سامنے نہ آئے آخر مولوی رشید الدین صاحب نے شاہ رفیع الدین صاحب و دیگر علماء علی رؤس الاشہاد

مجمع عام وخاص جامعہ مسجد دہلی میں کیا اور مسائل متنازعہ میں مباحثہ کر کے الزام دیا اور ایسا مغلوب و عاجز کیا کہ ان کی غلطی سامنے آگئی۔ نیز مفتی صدرالدین صاحب مرحوم فرمائش کر کے مولوی اسماعیل کو راہِ راست پر لانے اور ان سے اقرار کرایا کہ ہم نے اب تحقیق کی اور افراط و تفریط کو چھوڑا اور سوادِ اعظم کے طریقے کو اپنایا یہ بات خاص و عام پر جامعہ مسجد دہلی میں شائع اور تشہیر ہو گئی مگر مولوی اسماعیل اور عبدالحی بعد اقرار پھر گئے۔ مگر فتویٰ نزاعیہ مع مہرودستخط مفتی صاحب مزین ہو گیا اور انہیں ایام میں مولانا فضلِ حق صاحب خیرآبادی نے مولوی اسمٰعیل پر تاخت کی یعنی شفاعت کے مقدمے میں جو کچھ مولوی اسماعیل سے سرزد ہوا۔ اس پر گرفت کی مولوی اسمٰعیل نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے آخر عاجز ہو کر ہتھیار ڈال دیئے[1]

مولانا فضل حق خیرآبادی کے فتوے مع مہر مزّین کر کے علمائے کرام اطراف واکناف میں بھیج دیئے۔ جس سے کچھ طوفانِ بدتمیزی کم ہوا اور واعظین نے اپنی بدزبانی سے لگام کھینچی۔ لیکن شیطانی دماغ تو کام کرتا ہی ہے اور اس دینِ جدید نے ایک اور ڈھنگ اختیار کیا کہ مولوی اسمٰعیل نے وعظ جہاد کا شروع کر دیا۔ چونکہ جہاد مسلمانوں کے دل کی آواز ہے اور روح کی غذا ہے چونکہ یہ بات ہر کسی کو پسند تھی ہر کسی نے جان و مال اور دل سے حاضر ہو کر خدمت کی جب کچھ جمعیت تیار ہو گئی تو افغانستان جا پہنچے خلیفہ سیّد احمد کو امیر المومنین کا خطاب دیا۔ قوم افغان جو راہِ خدا میں اپنی جان دینی فخر سمجھتے تھے۔ دل و جان سے ان کے مطیع ہو گئے اور ان کی کرامات بھی ظاہر کیں۔ منجملہ ان کرامات اور پیش گوئی کے یہ بیان کیا کہ فلانے سال فلانے ماہ اور فلاں تاریخ مہاراجہ رنجیت سنگھ امیر المومنین کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

---

[1] تحقیق الفتوالی فی ابکال الطغویٰ

اور نماز عید کی فلاں سال مسجد لاہور میں پڑھیں گے اور فلاں فلاں ملک فتح ہو کر تصرف میں آئے گا اور فلاں سال انگریز ہندوستان سے نکل جائے گا ایسی فضول پیشگوئیوں سے لوگ فریفتہ ہو گئے (جیسے آج کل لوگ نجومیوں کی پیش گوئیوں پر یقین رکھتے ہیں)

آخر لڑائی توپ و تفنگ سے شروع ہوئی تو مجاہدین شکست کھا کر ختم ہو گئے اور کچھ نے راہِ فرار اختیار کی۔

غرض سکھوں سے بھاگ کر پشاوریوں پر حکم جاری کر دیا اور مسلمانوں کا قتل و غارت کیا۔ ہنوز فوج سکھوں کی نہیں پہنچی تھی کہ آمد آمد فوج بغیر کسی لڑائی اور جہاد کے پشاور کو چھوڑ کر پنجتار چلے گئے۔ پنجتار کے لوگ دیندار تھے۔ سب مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اور جان و مال سے حاضر ہوئے۔ پس جب ان میں تھوڑی سی طاقت پیدا ہو گئی تو دست درازی شروع کر دی۔ جیسے آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں۔ احکامِ دین جدید کے علی الاعلان جاری کر دیئے ہر چند امراء و رؤسا نے نصیحت کی لیکن کسی نے نصیحت قبول نہیں کی لاچار انہوں نے مجبور ہو کر اتفاق کیا کہ ہم نے سکھوں پر جہاد کے واسطے ان کو اپنا حاکم مقرر کیا تھا لیکن یہ لوگ ہم سے ہی وہ معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو کافروں سے کیا جاتا ہے سکھوں سے بھاگ کر آئے ہیں اور جان و مال مسلمانوں کا لوٹتے ہیں۔ ان کو دفع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کے علماء اور رؤسا کو لکھ بھیجا لیکن انہوں نے نہ سنا۔ مسلمانوں نے ایک ہی دفعہ مکّی کوٹنے کے بہانے تمام خبیثوں کو قتل کر دیا جیسا کہ آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں اور فتح خان رئیس پنجتار کو کہ وزیر امیرالمومنین کا تھا معذرت کے ساتھ کہنے لگا کہ میں اسی دن کے لئے کہا کرتا تھا کہ دین میں تجاوز مت کرو۔ مناسب نہیں ہے۔ لیکن آپ لوگوں نے پرواہ نہ کی اور سارا کام

ہاتھ سے جاتا رہا۔ سارا لشکر بگڑ چکا ہے۔ لیکن میں اپنے طور پر امیر المومنین اور مولوی اسمٰعیل کو پنجتار سے بحفاظت نکال کر اپنے ملک میں لاؤں گا۔ عین فرار میں امیر المومنین پر حملہ کیا۔ خلیفہ صاحب بھاگ نکلے[۱]

فرقہ اہلحدیث کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی

مولوی اسمٰعیل نے خلیفہ صاحب کے ساتھ مل کر ایک نیا فرقہ عامل بالحدیث کی بنیاد ڈالی۔ مولوی اسمٰعیل نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ائمہ اربعہ کے اتباع اور تقلید کو بھی بظاہر قائم رکھا اور پانچواں فرقہ اپنے پیر کے نام ایجاد کر کے فرقہ پنجم اہلحدیث رکھا اور وہ اس فرقہ پنجم میں مرید کرنا شروع کر دیا چونکہ علمائے دہلی سے مخالفت ہو چکی تھی اور وہ اس فرقہ کو تسلیم نہیں کرتے تھے بدعت، اور گمراہی کے خطاب بھی طرفین میں شروع ہو گئے (جو آج تک دئیے جا رہے ہیں) ایسے ہی مرید بھی ہم عمر اور ہم خیال مل گئے۔ الہامی خوشخبری کی اُمید بھی دلوں میں سمائی ہوئی تھی اب بھی یہی مصلحت قرار پائی[۲]

خلیفہ سید احمد اور مولوی اسمٰعیل کی کہانی

آخر انہوں نے اولوالعزمی اور خروج پر کمر باندھی اور بہت مریدوں کی

---

[۱] یہ کل حال وہابیوں کا کتاب انوار آفتابِ صداقت مصنفہ قاضی فضل احمد لدھیانوی بحوالہ تاریخِ ہزارہ صہ ۲۲۷ سے صہ ۲۳۷ تک اور کتاب تاریخ فریاد المسلمین مصنفہ مفتی محمد حسین صاحب رئیس قصبہ نہٹور ضلع بجنور۔ بھارت صہ ۹۰ سے صہ ۱۲۰ تک ماخوذ ہے۔

[۲] انوار آفتابِ صداقت صہ ۵۱۷۔ فریاد المسلمین صہ ۹۳

جمعیت سے دہلی چھوڑ کر لکھنؤ پہنچے ہر منزل پر مریدوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ شہر لکھنو میں ایک عالم بزرگ نقشبندی مولوی نعیم اللہ صاحب مرزا جانجاناں کے مرید بڑے کامل بزرگ مشہور تھے۔ ان سے یہ مولوی صاحبان ملنے گئے۔ اثنا گفتگو میں یہ ذکر کیا کہ چار مذہب تو قدیم سے ہندوستان میں چلے آتے ہیں۔ مگر ہم نے پانچواں فرقہ تجویز کیا ہے جس کا نام عامل بالحدیث رکھا ہے۔ مولانا نعیم اللہ صاحب نے ان کے جواب میں فرمایا کہ خلیفہ صاحب کہ یہ چار طریقے اور چار مصلے جو کعبۃ اللہ میں قدیم سے چلے آتے ہیں کیا آپ کی دانست میں یہ محمدیہ نہیں تھے۔ جو آپ نے پانچواں فرقہ ایجاد کیا ہے مجھے تو نتیجہ اور انجام اس فرقہ کا سوائے تفرقہ کے جو باہمی اہل اسلام کے اور کچھ نظر نہیں آتا اس کا جواب مولوی اسماعیل نے سوائے خاموشی کے کچھ نہ دیا۔

اس زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن ولایتی صوفی لقب خاص شہر لکھنؤ میں مقیم تھے ان کے کشف و کرامت کی بہت شہرت تھی۔ مولوی اسماعیل بحث و مباحثہ کے ارادہ سے ان سے ملنے گئے مگر کہتے ہیں کہ صوفی کا تصرف اتنا غالب رہا کہ مولوی اسمٰعیل بحث نہ کر سکے رخصت کے وقت مولوی اسماعیل نے کہا کہ فرنگی محل کے مولوی بہت گمراہ ہیں میرا ارادہ ہے کہ جس وقت کلکتہ سے واپس ہوں گا ان گمراہوں سے جہاد کروں گا۔ مولانا عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ میاں صاحبزادے جو اس قسم کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مڑ کر واپس نہیں آتے۔ خلیفہ صاحب بزرگ اہل اللہ تھے اور مولوی اسماعیل کی تازہ تحصیل اور طاقت زبانی وعظ گوئی اور خوش بیانی میں واقعی لکھنؤ کے وزیر نے ان کی واعظانہ گفتگو سُن کر اور اولوالعزمی کی طرف خیال کر کے پچیس ہزار کی رقم بطور نیاز پیش کی۔ دیگر امرا وزراء نے اتنا دیا کہ ایک لاکھ کے قریب سرمایہ جمع ہو گیا۔ فرنگی محل کے مولویوں نے اعتراض

کیا کہ یہ سب روپیہ ناجائز ہے تو مولوی اسمٰعیل نے جواب دیا کہ ہاں ہم بھی جانتے ہیں کہ یہ مال ناجائز ہے حرام اور رشوت کا ہے۔ مگر ہم نے اپنے لئے نہیں لیا۔ بلکہ یہ سب غربا اور مساکین کے لئے ہے۔ پھر لکھنؤ سے پٹنہ عظیم آباد پہنچے وہاں کچھ فتوحات حاصل ہوئیں۔ ہزارہا لوگ مرید ہوئے اور ایک لخت اس فقیرانہ گروہ کا امیرانہ ٹھاٹھ ہو گیا اور بظاہر ایک لشکر کی صورت ہو گئی [۱]

معرکۂ بالاکوٹ کے اسباب

انگریزی کمپنی کے مخبر پیچھے لگے ہوئے تھے حکومت انگریزی کو شبہ ہوا کہ شائد ان مولویوں کا ارادہ ملک گیری کا ہو فوراً انتظام کیا جائے خاص شہر کلکتہ میں اس جمعیت کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔ فورٹ ولیم قلعہ کے میدان میں جا کر فروکش ہو گیا قلعہ کی توپوں کا منہ بھی دیکھا دیا اس جگہ تھوڑی سی فتوحات ہوئیں سات آٹھ برس تک ہندوستان میں سیر و تفریح اور پیری مریدی کو ترقی دیتے رہے۔

علمائے ہندوستان نے اس مذہب جدید سے موافقت نہیں رکھی بلکہ علیحدہ اور مخالف ہی رہے اور طائف اس وقت اس گروہ کو یقین ہو گیا کہ ہندوستان میں جس قدر ہندو رئیس اور مسلمان با اختیار تھے وہ کمپنی کے وفادار ہیں۔ لہٰذا انگریزی عملداری میں کامیابی ناممکن ہے اس لئے ۱۲۴۴ھ میں چار پانچ ہزار مسلمانوں کو ہمراہ لے کر بمبئی چلے گئے پھر سندھ کے ملک سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچ گئے ان دنوں پشاور میں امیر دوست محمد خان بہادر مرحوم کی عملداری

[۱] کتاب سیف الجبار، از مولانا فضل الرسول صاحب بدایونی صہ ۳۷ تا ۳۸

تھی وہ ڈسپلن اور نظم و ضبط کے لحاظ سے کمزور تھے یار محمد خان برادر امیر موصوف ناظم تھا۔ سکھوں کی فوج اس کے ملک میں دھاوا کرتی رہتی تھی۔ اول تو ناظم پشاور اس قافلہ علمائے ہندی کو واعظانِ دین سمجھ کر مزاحم نہ ہوا۔ پھر پیری مریدی کی وجہ سے اپنے گروہ کو مضبوط کرنے لگے اور ملکی جرگوں کو اپنے مریدوں میں داخل کر کے اپنے عقائد پر لاتے رہے۔ مگر ان کی بُرائیوں سے خلیفہ صاحب کو علم نہ تھا۔ ایک گروہِ عظیم کے بھروسے پر جو لاکھ آدمی سے بھی زیادہ تھا۔ مطمئن ہو کر اپنے مشیروں کی صلاح سے خطاب امیرالمومنین قبول کیا۔ گذشتہ صفحات میں آپ ان حالات کو پڑھ آئے ہیں کہ امیرالمومنین کا لقب حاصل کر کے دینی خلافت شرعی کی کارروائی شروع کر دی۔ شاہ بخارا، سمرقند اور کابل کے حکمرانوں کو اپنی اطاعت اور استعانت کے مراسلے لکھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دعوتِ اسلام کا پیغام دیا اور امرائے نامدار اور علمائے لاہور کو مطلع کیا کہ امیرالمومنین سے بیعت حاصل کرو جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا تب انہوں نے تکفیر ان کی شروع کر دی اور فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ تکفیر کے اجراء سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علما ناراض اور مخالف ہو گئے اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب پر ہو تم سے بیعت کرنا شرعاً جائز نہیں [۱]

خلیفہ سید احمد کی شکست کے اسباب

فتح پشاور کے بعد احکامِ شرع ناگوار صورت میں عوام کے سامنے پیش کئے جاتے تھے۔ خلیفہ سید احمد نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر کر رکھا تھا کہ وہ شرعِ محمدی

[۱] انوار آفتاب صداقت صہ ۵۱۹، حیات طیبہ صہ ۲۴۳ مرزا حیرت دہلوی

کے موافق عمل درآمد کرائیں مگر وہ خود بداعمالیوں بداعتدالیوں سے تجاوز کر گئے۔

اِن غازیوں میں اچھے بھی تھے اور بُرے بھی۔ پڑھے لکھے بھی تھے اور جاہل بھی۔ بلکہ جاہل اور بُرے زیادہ تھے۔ کبھی علانیہ طور پر خلیفہ صاحب کے کسی ساتھی کو سزا نہیں دی گئی۔ حالانکہ اکثر ناجائز افعال ان سے سرزد ہوا کرتے تھے۔

ان حضرات کو چند عرصہ تک ایک مختصر علاقے پر جہانبانی و جہانداری کا موقعہ ملا۔ وہاں آئین سلطنت کیا تھا۔ شانِ حکمرانی کیا تھی۔ اس کا اندازہ مرزا حیرت دہلوی کے اس حیرت انگیز بیان سے کیا جاسکتا ہے۔

ایک چھوٹے چھوٹے ضلع۔ قصبہ۔ گاؤں میں ایک ایک عمال خلیفہ کی جانب سے مقرر ہوا تھا وہ بے چارہ جہانداری کیا خاک کر سکتا۔ اُلٹے سیدھے شریعت کی آڑ میں نئے نئے احکام بے چارے کسانوں پر جاری کرتا تھا اور وہ اُف نہ کر سکتے تھے۔ کھانا پینا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ شادی بیاہ کرنا سب کچھ ان پر حرام ہو گیا تھا۔ نہ کوئی منتظم تھا۔ نہ کوئی دادرس۔ معمولی معمولی باتوں پر کفر کا فتویٰ دینا کچھ بات ہی نہ تھا ذرا کسی کی لبیں بڑھی ہوئی دیکھیں تو اس کے لب کتروا دیے۔ ٹخنوں سے پہنچے تہ بند دیکھی تو ٹخنہ اُڑا دیا۔ تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی۔ انتظامِ سلطنت ان مسجد کے ملاؤں کے ہاتھ میں تھا۔ جن کے پاس سوائے مسجد کے دیوار و رسن کے کبھی کچھ نہ رہا تھا اور اب ان کو منتظم امورِ سلطنت بنا دیا گیا تھا اور پھر غضب یہ تھا کہ اُن پر کوئی حاکم مقرر نہ تھا کہ عوام ان کی اپیل اعلیٰ حکام کے آگے پیش کرے ان ہی بے دماغوں کے فیصلے ناطق سمجھے جاتے تھے اور تسلیم کر لیا جاتا تھا کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کوئی بات بھی قابلِ تنسیخ اور ترمیم نہیں ہے۔ کیسا ہی پیچیدہ مقدمہ ہوتا تھا اس کی گھڑی بھر بھی تحقیق نہ کی جاتی تھی نہ اس پر غور کیا جاتا تھا بس ملاں جی کے سامنے گیا اور انہوں نے جھٹ فیصلہ دے دیا۔ کون جھک جھک کرے اور کون تحقیق کی تکلیف برداشت کرے۔

خلیفہ صاحب کی خدمت میں شکایتوں کی عرضیاں گذر رہی تھیں مگر وہاں کچھ بھی پرسش نہ ہوتی تھی[1] خلیفہ صاحب نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا کہ وہ شرع محمدی کے موافق عملدرآمد کریں مگر ان کی بے اعتدالیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں وہ بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں اور بعض یہ دیکھا گیا کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جا رہی ہیں۔ مجاہدین میں سے کسی نے انہیں پکڑا اور زبردستی مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا لیا۔ اگر وہابی علماء کی طبع نازک پر گراں نہ گزرے تو اس طرزِ عمل پر مرزا حیرت دہلوی کا تبصرہ پڑھئے۔ یہ محض ناممکن تھا کہ نوجوان عورت رانڈ ہو جائے اور عدت کی مدت گذر جائے۔ پھر بے خاوند بیٹھی رہے۔ بلکہ اس کا جبراً نکاح کیا جاتا تھا۔ خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ پشاور میں بڑے بڑے سرداروں میں نکاح ثانی کی رسم نہ تھی اور اُسے سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے یہ مانا کہ نکاح ثانی قرآنی حکم ہے مگر جس ناگوار طریقے سے وہ عوام کے آگے پیش کیا جاتا تھا وہ ناقابل برداشت تھا۔[2]

مرزا حیرت مزید لکھتے ہیں بدقسمتی سے ایک نیا گل کھلا گویا غازیوں یا مجاہدوں کی زندگی کی شیرازے کو اس نے پراگندہ کر دیا۔ یہاں کے کل عمال نے جن کی تعداد ہزار سے بھی زیادہ تھی ایک فتویٰ مرتب کیا اور اسے پوشیدہ مولوی اسماعیل کی خدمت میں بھیج دیا۔ فتویٰ کا مضمون یہ تھا کہ بیوہ کا نکاح ثانی فرض ہے کہ نہیں مولانا اسماعیل کیا۔ واقف نہ تھے کہ ملک پشاور میں آگ پھیل رہی ہے اور اس وقت اس فتوے کی اشاعت سخت غضب ناک ہوگی۔ آپ

---

[1] حیات طیبہ، مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ۔ لاہور، حوالہ ایضاً صد ۲۴۲

[2] صد ۲۴۲

نے سادہ طور پر اس پر اپنی مہر کر دی اور خلیفہ صاحب کی بھی اس پر مہر لگا دی اور پھر وہ فتویٰ قاضی شہر پشاور۔ سید مظہر علی کو بھیج دیا۔ انہوں نے اس فتویٰ کی اشاعت پر ہی قناعت نہ کی بلکہ یہ اعلان بھی کر دیا کہ تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور میں جتنی بیوہ عورتیں ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضروری ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بے نکاح بیوہ رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔

مرزا حیرت نے ایک یورپین مورخ کا بیان نقل کیا ہے۔ آپ کے ساتھی غریب الوطن تھے اور اب انہیں بیویوں کی ضرورت تھی تو آپ نے ایک فرمان جاری کیا کہ جتنی کنواری لڑکیاں ہیں وہ سب کی سب ہمارے مجاہدین کیلئے حاضر کی جائیں۔ اگر ان کی شادی بارہ دن میں نہ کر دی گئی تو ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے گی۔ قوم کی قوم اس اعلان سے بھڑک اُٹھی۔ سرحد کے مسلمانوں نے طوعاً و کرہاً ان حضرات کے ہر ظلم کو برداشت کیا مجبوراً ان کے جور و ستم کی چکی میں پستے رہے لیکن آئے دن ان کے ننگ و ناموس سے کھیلا جا رہا تھا۔ وہ ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا اور کسی بھی مقام سے پھٹنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔ لیکن پھٹنے کا موقعہ آیا تو زمین ہی کھل گئی۔ مولوی اسمٰعیل کا فتویٰ جاری ہو گیا کہ بیوہ کا نکاح ثانی فرض ہے۔ قاضی مظہر علی نے پورے ملک میں اس فتوے کو مشتہر کر کے اعلان کر دیا کہ تین دن میں جملہ بیوگان کے نکاح ہو جانے ضروری ہیں ورنہ جس گھر میں کوئی بیوہ پائی گئی۔ اس گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔ خلیفہ صاحب دوبارہ گرجے کہ علاقے کی ساری کنواری لڑکیاں مجاہدین کے لئے ہمارے پاس پہنچا دی جائیں۔ بارہ روز کی مہلت ہے۔

اس طرزِ عمل نے اس بے غیرتی و بد اندیشی نے جو رنگ دکھانا تھا وہی سامنے آیا جو خواب و خیال میں بھی نہیں تھا وہ دن دیکھنا پڑا۔ اقتدار کی بدمستی میں فکرِ انجام

سے بے خبر ہو کر جو سیہ کاریاں کی جا رہی تھیں وہ رنگ لائیں۔ دنیا میں ہی روزِ حساب آیا۔ وحی و عظمت اور کشف و کرامت کے سارے جھوٹے دعوے رفو چکر ہو گئے خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ وہ حرکت میں آگئی۔ اس کی پکڑ سے چھڑانے والا کون ہوا کیا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اس اعلان کا شائع ہونا تھا تمام ملک مجاہدین کے خلاف شمشیر بدست ہو گیا بہت دُھوم دھام سے سازشیں ہونے لگیں اور ایک عام کہرام تمام ملک پشاور میں مچ گیا بڑے بڑے خوانین جو اپنی بیوہ لڑکیوں کا نکاح سخت عیب خیال کرتے تھے۔ بڑے برافروختہ ہوئے اور انہوں نے باہم یہ مشورہ کیا کہ تین دن کی مدت میں ان سب کو یہیں قتل کر ڈالو۔ مجاہدین نے بھی آخر وقت میں جا کے جب سب سامان ہو چکا تھا ان کے تیور پہچانے اور وہ خوف زدہ ہو کر خلیفہ کو لکھنے لگے کہ یہاں یہ کیفیت نظر آتی ہے۔ خلیفہ صاحب کچھ ایسے بے پرواہ ہو گئے تھے کہ انہوں نے کچھ بھی خیال نہ کیا نہ مخبروں کی خبروں پر کچھ توجہ کی جو دم بدم یہ پرچہ گذار رہے تھے آپ جلد فوج لے کر اس طرف روانہ ہوں ورنہ خاتمہ ہی ہوا چاہتا ہے۔ خلیفہ صاحب نے مطلق توجہ نہیں کی آخر نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم اعلیٰ مولوی مظفر علی صاحب جو اس آتش فشاں کے فتوے کے بانی اور اشاعت دہندہ تھے اور جنہیں خلیفہ نے بڑے اعتبار اور بھروسہ سے مقرر کیا تھا۔ سلطان محمد حاکم پشاور کے دربار میں مع ساتھیوں کے بلائے گئے اور فوراً اُن کا سر قلم کر دیا گیا اور عام حکم دے دیا گیا کہ ایک ایک مجاہد قتل کر دیا جائے۔ ساری رات میں کل مجاہدوں کی جو بطورِ منتظم مختلف حصوں میں متعین تھے۔ گردنیں اُڑا دی گئیں اور نہایت بے کسی کی حالت میں ان سے اکثر سڑکوں پر بکروں کی طرح ذبح کر دیئے گئے [1]

---

[1] حیات طیبہ، مرزا حیرت دہلوی۔ مطبوعہ لاہور صہ ۲۴۴

لڑکیوں کو زبردستی چھیننا۔ زبردستی نکاح کا ڈھونگ رچانا اور اپنی خواہش کو پورا کرنا تو ایک طرف ان کے مالِ غنیمت کو لوٹنا۔ پھر ان سے کسی نیک سلوک کی توقع کی جا سکتی تھی۔ کشتی کو بھنور میں پھنسا کر آنکھیں بند کر لینے سے طوفان ٹل نہیں جاتا۔ ظلم وستم کی آندھی جب چلتی ہے تو اس کی ہولناکی کتنے ہی دلوں کو ہلا دیتی ہے اور کئی ہرے بھرے اور تنومند درختوں کو بھی جڑوں سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ لیکن چند ساعتیں گذرنے کے بعد کہیں اس کا نام ونشان بھی نظر نہیں آتا۔ یہ حضرات مسلمانوں پر ظلم وستم کی آندھی بن کر چھا گئے لیکن وہ اپنے افعال وکردار پر مطلع ہونے کے باوجود تا زیست نوشتۂ دیوار پڑھنے سے عاجز رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عذابِ الٰہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو طاقت اور جمعیت ہونے کے باوجود ہمت جواب دے گئی۔ اوسان خطا ہو گئے سارے وسائل حرفِ غلط کی طرح بے معنی نظر آنے لگے اس وقت جوان کی حالت تھی وہ قابلِ رحم تھی۔

اِن مجاہدین حاکموں کے ساتھ جو کچھ ہوا یہ ظلم کی انتہا کا نتیجہ تھا آخر پٹھان کب تک برداشت کرتے اور کیوں نہ غصے میں آتے ان کی ساری زندگی لڑائیوں میں ہی گذرتی تھی وہ کبھی کسی سے قابو میں نہ آئے وہ ان چند ہندوستانیوں کو کیا سمجھتے تھے صرف شریعت کا خیال تھا ورنہ وہ اتنے بے غیرت تو نہ تھے آخر وہ پٹھان تھے بے غیرت اور بُزدِل بھی نہ تھے کہ ان نام نہاد برگزیدہ مجاہدین کو اپنی کنواری لڑکیاں پیش کرتے کیا ان کا یہی صلہ تھا بہر صورت پٹھانوں اور ان کی عورتوں ان کی لڑکیوں کے ساتھ خلیفہ صاحب کے مجاہدین کا کردار اتنا گھناؤنا اور اتنا وحشیانہ تھا۔ جسے کوئی بھی غیرت مند شخص برداشت نہیں کر سکتا اور جب خلیفہ صاحب نے تحقیقات کی کہ آخر پٹھان کیوں باغی اور سرکش ہو گئے وہ اسباب کیا ہیں۔ جس کی وجہ سے پٹھانوں نے سرکشی اختیار کی انہوں نے ہندوستانیوں

کو عشقِ ستم بنایا۔

پٹھانوں کا بیان

یہ لوگ ہم پر ظلم وتعدی کر کے ہماری بہنوں۔ بیٹیوں کا نکاح جبراً کر ڈالتے ہیں تھوڑے تھوڑے قصور پر ہم کو بے عزت کرتے ہیں اور جرمانہ کرتے ہیں۔ جب ہم لوگ حد سے زیادہ تنگ آ گئے تب ہم نے یہ کام کیا۔[۱]

خلیفہ صاحب نے اپنے آدمیوں کو اعلانیہ طور پر کبھی سزا نہیں دی حالانکہ ناجائز کام کر گزرتے تھے اسی کا نتیجہ ان کے سامنے تھا۔ لیکن پچھتانے سے اب کیا ہو سکتا تھا۔ جرگہ یوسف زئی والوں کو جب معلوم ہوا کہ حاکم پشاور نے ان کے قتل کا حکم دے کر سب کو قتل کرا دیا ہے تو قبیلہ یوسف زئی والے خوش ہوئے۔ اس قبیلہ یوسف زئی میں ساٹھ ہزار مجاہدین جو مجاہد فورس کے نام سے مشہور تھی۔ ہر وقت موجود رہتی تھی اور ہر وقت مع اسلحہ وہتھیار وسامان تیار رہتی تھی۔ انہوں نے اِن جملہ وجوہات کے تحت کہ ہر وقت نوبت جدال وقتال کی رہتی تھی۔ اب قبیلہ یوسف زئی باغی ہو گیا اور کئی عرصہ تک خلیفہ صاحب کے ساتھ برسرپیکار رہا۔ وہ کسی طرح بھی خلیفہ صاحب اور مجاہدین کے قابو نہ آسکا۔

مولوی اسماعیل کا قتل

مولوی اسمعیل صاحب جذباتی آدمی تھے اور سپاہی مزاج اور انتقام کی آگ ہر وقت سینے میں بھڑکتی رہتی تھی وہ بھلا ان قبیلہ یوسف زئی والوں کی بے وفائی

---

۱ سیرت سید احمد شہید از ابو الحسن ندوی جلد دوم ص۳۶۳

کب تک برداشت کرے۔ آخر ایک روز مولوی اسماعیل صاحب بے شمار ہندوستانی مجاہدوں کو ہمراہ لے کر پٹھانوں کے مقابلے کو نکلے لڑائی شروع ہوتے ہی ایک گولی مولوی اسماعیل کی پیشانی پر لگی اور وہ وہیں ڈھیر ہوگئے۔ ان کے مرتے ہی سپاہی پسپا ہوئے یوسف زئی خاطر خواہ کامیاب ہوئے۔ خلیفہ صاحب کا مال واسباب اور جان کے ایسے دشمن ہوگئے کہ خلیفہ صاحب کا وہاں ٹھہرنا مشکل ہوگیا۔ خلیفہ صاحب نے بددل ہو کر کہا کہ جو دولہا برات کا تھا وہ مارا گیا۔ اب اُمید کامیابی کی معلوم نہیں ہوتی[۱]

میدانِ جنگ سے فرار

جہاں جا کر یہ کہانی ختم ہوتی ہے وہ عبرتناک بھی ہے اور حیران کُن بھی۔

یہاں سے دیوبندیوں کا ایک شرمناک فریب اور جھوٹ کا پردہ چاک ہوتا ہے۔

اس سلسلۂ کارزار کا آخری میدان بالاکوٹ ہے یہی وہ مقتل ہے جہاں اسلامی جہاد کے نام پر خلیفہ صاحب نے ہزاروں مسلمانوں کو مروایا بقول بعض مؤرخین عین وقت پر خلیفہ صاحب جنگ سے فرار ہوگئے۔

خلیفہ صاحب کے متعلق دیوبندی حضرات کی جھوٹی روایات

علماء دیوبند کی مختلف اور من گھڑت روایات ملاحظہ فرمائیں۔

خلیفہ صاحب خود بھی مجاہدین کے ساتھ شامل ہوگئے اس کے بعد کسی نے بھی خلیفہ صاحب کو نہیں دیکھا۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ شہید[۲]

اب سوانح احمدی کی یہ مسلسل روایتیں ملاحظہ فرمائیے۔ خلیفہ صاحب مثلِ شیر اپنی

۱؎ انوار آفتاب صداقت ص۵۱۹ فریاد المسلمین ص۱۰۲

۲؎ سوانح احمدی ص۱۳۶

جماعت میں کھڑے تھے کہ اس وقت یک بیک آپ نظروں سے غائب ہوگئے[۱]

مولوی جعفر علی نقوی جو آپ کا باڈی گارڈ تھا اور کندھے سے کندھا ملائے کھڑا تھا لکھتا ہے کہ حضرت امیرالمومنین در ہماں جماعت از من غائب شدند[۲] یعنی امیرالمومنین اسی جماعت میں تھے کہ اچانک میری نظر سے غائب ہوگئے یہ واقعہ ۲۴ ذیقعد الحرام ۱۲۴۹ھ کو پیش آیا۔

آپ کے غائب ہو جانے سے سارے لشکر اسلام میں ہلچل پڑ گئی۔ غازیوں نے سارا میدان تلاش کیا مگر خلیفہ صاحب کا پتہ نہ لگا[۳]

مولوی منظور نعمانی لکھتے ہیں کہ مولوی اسماعیل کی قبر اب تک موجود ہے۔ لیکن خلیفہ صاحب کی قبر کا اب تک پتہ نہیں ہے[۴]

تذکرۃ الرشید کا مصنف لکھتا ہے کہ جب لاشیں سنبھالی گئیں تو خلیفہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کا کہیں پتہ نہ لگا۔ بھانت بھانت کی بولیاں آپ نے پڑھ لیں اور پڑھئے۔

جھوٹ پر جھوٹ

علمائے دیوبند کی خودساختہ تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت ہونے کے بعد وہ میدانِ جنگ سے فرار ہوگئے۔ آخر گئے کہاں۔ کیا آسمان پر اُٹھائے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ جھوٹ کا مرحلہ بھی دیوبندی حضرات نے مکمل کرلیا۔

چنانچہ تذکرۃ الرشید کا مصنف تلاش کرنے والی ٹیم کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا

۱؎ سوانح احمدی ص۱۳۶ ۲؎ سوانح احمدی ص۱۳۶ ۳؎ تذکرۃ الرشید ص۲۷

۴؎ الفرقان شہید ص۱۶۱

یہ بیان نقل کیا ہے۔

کہ ہم ان دنوں خلیفہ صاحب کو ایک پہاڑ پر تلاش کر رہے تھے۔ دفعتہً کچھ ہی فاصلے پر باتوں کی آواز سنی میں وہاں گیا کہ دیکھوں یہاں کیا ہے۔ دیکھا تو خلیفہ صاحب اور ان کے ساتھ دو ہمراہی بیٹھے ہوئے تھے میں نے سلام کے بعد مصافحہ کیا اور عرض کی کہ حضرت آپ کیوں غائب ہو گئے۔ سب لوگ آپ کے بغیر پریشان ہیں۔ مجبور ہو کر ہم نے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنا لیا ہے اور ان سے بیعت کر لی ہے۔ آپ نے اس پر تحسین پیش کی اور فرمایا کہ ہم کو غائب رہنے کا حکم ہوا ہے۔

اس کتاب اور علمائے دیوبند کی دیگر کتابوں میں مختلف اور طرح طرح کی روایات موجود ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ صاحب شہید نہیں ہوئے بلکہ شیعوں کے امام کی طرح غائب ہو گئے ہیں اور کسی غار میں چھپے ہوئے ہیں یا عیسٰی علیہ السلام کی طرح آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں۔ یہ الزام ہمارا نہیں ہے بلکہ ان کے متعلق دیوبندی علما کا ہے۔ جن کا پورا لٹریچر ان خرافات سے بھرا پڑا ہے کس کس کو لکھا جائے اور کس کو تسلیم کیا جائے۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ جب دیوبندی روایات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ بالاکوٹ کے میدان میں کسی کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ اب تک زندہ ہیں تو دیوبندی حضرات جواب دیں کہ اگر وہ زندہ ہیں تو انہیں شہید کیوں کہا جاتا ہے کیا کسی زندہ انسان کو شہید کہا جا سکتا ہے۔ اگر فی الواقع وہ شہید ہیں تو کیا دیوبندی حضرات ان سوالات پر تاریخی شہادتیں پیش کر سکتے ہیں کہ وہ کہاں شہید ہوئے۔ کب شہید ہوئے۔ کیسے اور کس کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ کس نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ کہاں انہیں دفن کیا گیا اور کس نے انہیں دفن کیا اور آج ان کی قبر کہاں ہے۔ دیوبندی حضرات کبھی جواب نہیں دے سکیں گے۔ فان لم تفعلو ولن

تفعلو اس لئے کہ فریب آخر فریب اور جھوٹ آخر جھوٹ ہی ہوتا ہے۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

فریب کا پردہ آخر چاک ہوتا ہے

دیوبندی حضرات نے خود ہی من گھڑت روایات لکھ کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور تاریخ کو مسخ کر کے اپنی بد دیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ دیوبندی حضرات کی خود ساختہ روایات جو کسی تاریخ سے ماخوذ نہیں ہیں۔ تاریخ میں جب منہ سیاہ نظر آنے لگے تو بے لاگ حقیقت کون بیان کرے آئیے تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تاریخِ ہزارہ اسی دور کی تاریخ ہے۔ جب خلیفہ سید احمد اور مولوی اسماعیل بالاکوٹ کے میدان میں سکھوں کے مقابلے میں مارے جاتے ہیں[۱]۔

---

[۱] خلیفہ سیّد احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی کے جملہ تاریخی واقعات تاریخِ ہزارہ مصنفہ مرزا اسلم بیگ اسسٹنٹ کمشنر بندوبست ہزارہ سے لئے گئے ہیں۔ تاریخ ہزارہ ۱۸۷۴ء میں وکٹوریہ پریس لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوئی اور تاریخ فریاد المسلمین مصنفہ مفتی محمد حسین رئیس اعظم قصبہ نہتوڑ ضلع بجنور۔ بھارت۔ مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۸۸۶ء سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ دونوں مورخین کے بیانات اور واقعات میں مکمل موافقت ہے۔ گویا حالات چشم دید بیان ہوئے ہیں۔

تاریخ ہزارہ بڑی ضخیم کتاب ہے اور آج کل نایاب ہے۔ البتہ صوبائی لائبریریوں میں کچھ نسخے موجود تھے لیکن تاریخ ہزارہ کے تاریخی حالات موجود نہیں تھے۔ اس کتاب کو سرکاری طور پر پذیرائی ہوئی تھی۔ اس لئے اس کا ایک نسخہ صحیح سلامت مل گیا۔ جس کی

بقیہ اگلے صفحہ پر

خلیفہ سیّد احمد کے قتل پر چشم دید بیان

اکبر خان سوار راجپوت مسلمان باشندہ قصبہ حسین پور ضلع مظفر نگر جو سکھوں کے خصوصی سواروں میں نوکر تھا اور اس لڑائی میں شامل تھا اس کا یہ بیان چشم دید ہے کہ تین پلٹن پیدل اور دو رسالہ سواروں کا اور ایک توپ خانہ تھا جب مخبروں کی زبانی معلوم ہوا کہ لاکھوں آدمی ملکی پھر جمع ہو گئے ہیں۔ کمان افسر کنور شیر سنگھ تھا۔ خلیفہ صاحب نے بے ترتیب جنگ شروع کی اور اسی ہزار آدمی لے کر

فوٹوسٹیٹ کروا کر حاصل کی گئی۔ اس تاریخ میں بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کے حالات ٹھوس شہادتوں پر مبنی ہیں۔ تاریخ ہزارہ کا مصنف دیوبندی تھا۔ بریلوی کہ جانبداری کا الزام لگایا جائے۔ اس نے من وعن حالات نقل کئے ہیں۔ جو لوگ خلیفہ سیّد احمد اور مولوی اسماعیل کے حالات بغیر تاریخ کے من گھڑت پیش کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی اور تاریخ ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ مخالفین نے جب دیکھا کہ اس تاریخ سے کسی بھی وقت ہماری روسیاسی ہوگی تو انہوں نے تاریخ ہزارہ کے چند نسخوں سے حفظ ماتقدم کے طور پر تاریخی صفحات ہی غائب کر دیئے۔ لیکن کام پھر بھی نہ بن سکا۔

راقم الحروف نے اسے حاصل کرنے کی بہت کوشش کی آخر مجھے ایسے محسن مل گئے جنہوں نے تاریخ ہزارہ اور تاریخ فریاد المسلمین دونوں کے وہ صفحات جن میں خلیفہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل کے حالات تھے۔ فوٹوسیٹٹ مہیّا فرمائیں۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء

مُصنّف

بالاکوٹ پر حملہ کر دیا اور سکھوں کی فوج صرف پانچ ہزار تھی۔ خلیفہ صاحب نے حساب لگا کر سولہ مسلمانوں کے حصّہ میں ایک ایک سِکھ آتا ہے۔ جھپٹ کر مار لو۔ لڑائی کا میدان لڑائی کے مرکز سے چھ کوس کے فاصلے پر تھا۔ سکھوں کی فوج بلندی پر تھی اور خلیفہ کی فوج نیچے میدان میں۔ بغیر کسی اوٹ اور مورچہ بند ہونے کے۔ پیدل آدمیوں نے دھاوا بول دیا خلیفہ صاحب ایک مشکی گھوڑے پر سوار تھے۔ سکھوں نے دوربین سے دیکھ کر کہا کہ میاں جی (خلیفہ صاحب) جنگی قانون سے ناواقف ہے فتح ہماری ہوگی۔ جہاں سے دھاوا کیا وہ جگہ یہاں سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ خلیفہ گھوڑے پر سوار آرہا ہے اور ملکی لوگ پیدل اس کے گھوڑے کے پیچھے گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں۔ بھلا جو پیادہ گھوڑے کے پیچھے پانچ چھ کوس دوڑے گا وہ تو خود ہی بیدم اور ہلاک ہو جائے گا مورچہ پر پہنچ کر تلوار کیا خاک مارے گا اگر یہ لاکھوں آدمی بھی ہوں لڑائی کے قاعدہ پر تین حصوں میں ہو کر آہستہ آہستہ چلتے اور مورچہ پہ پہنچ کر حملہ کرتے تو پھر ہمارا کچھ ٹھکانہ نہ تھا مگر تم اب خاطر جمع رکھو مورچہ تک آنے ہی کی دیر ہے ایک ہی فائر میں سب کا کام تمام ہو جائے گا۔

دیکھنے میں آیا نصف جمعیت سے زیادہ کا دم ٹوٹ چکا تھا وہ راستہ میں ہی رہ گئے اور جو جوان مضبوط مورچہ کے قریب پہنچے ان کے وجود میں طاقت ختم ہو چکی تھی۔ بدحواسی سے لڑائی شروع کی ڈیڑھ سو آدمی مجروح اور مقتول ہوئے پھر اطمینان کے ساتھ دوپہر سے توپوں پر بتی پڑی۔ ایک توپ پھٹ گئی۔ آٹھ نے یہ کام دیا کہ ایک ایک چھرہ دس دس آدمیوں میں سے ہو کر نکل گیا۔ صفیں کی صفیں اُلٹ گئیں۔ اس وقت خلیفہ صاحب کے پیٹ میں ایک چھرہ لگا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ (کتاب فریاد المسلمین لکھتا ہے) کہ ایک زمانہ اسلام کی

یاوری کا تھا اور اقبال عروج پر تھا کہ پنتالیس ہزار نے چھ لاکھ فوج ہرقل شاہ روم سے مقابلہ کیا اور فتح پائی اور ایک زمانہ یہ ہے کہ پانچ ہزار کافروں پر اسی ہزار نے حملہ کیا اور شکست بھی ایسی کہ اپنا امیر المومنین بھی مروا دیا[1]

امیر المومنین بے چارے دو بیویوں کو چھوڑ کر وہیں کھیت رہے اور یہ بھی علم نہیں کہ وہ گولی یا چھرہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے لگا یا کسی سکھ کے ہاتھ سے۔ کیونکہ سکھوں کی فوج میں مسلمان بھی تھے۔ جب خلیفہ صاحب ہلاک ہوگئے اور گھوڑے سے گر پڑے تو دوربین والا سکھ جو چٹان پر بیٹھا ہوا دوربین سے دیکھ رہا تھا دوڑتا ہوا آیا اور خلیفہ صاحب کی لاش پہچان کر سر کاٹ لیا اور سر کنور شیر سنگھ کے سامنے رکھ دیا۔ کنور شیر سنگھ نے خلیفہ صاحب کا سر لاہور رنجیت سنگھ کے پاس بھیجدیا۔ اب لاش کا پہچاننا مشکل تھا۔

مسلمانوں نے خلیفہ صاحب کے ہم شکل وہم شبیہ بلند بخش جو آپ کا وزیر اور مشیر تھا ہر وقت ساتھ رہتا تھا اسی کی لاش کو خلیفہ کی لاش سمجھ کر کنور شیر سنگھ سے درخواست کی کہ ان کی تجہیز و تکفین ہم کریں گے۔ کنور شیر سنگھ نے درخواست منظور کر کے ایک دوشالہ سیاہ رنگ دے کر کہا کہ ہماری طرف سے ان کے جنازہ پر ڈال دو تاکہ ان کی عزت ہو جائے۔ تب بلند بخش کی لاش کو خلیفہ صاحب کی لاش سمجھ کر اس پر نماز جنازہ پڑھ کر بالاکوٹ کے نشیب میں دفن کر دیا۔

قسمت کو دیکھئے کہاں پہ ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

علمائے دیوبند یہاں بالاکوٹ کے میدان میں مولوی اسماعیل کی قبر تو

۱؎ فریاد المسلمین صـ۱۰۲ سے صـ۱۰۵ تک

تسلیم کرتے ہیں لیکن خلیفہ صاحب کی قبر کا ذکر کسی کتاب یا تاریخ میں علمائے دیوبند نے تحریر نہیں کیا۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ جب ان کی لاش ہی نہیں مل سکی تو قبر کیسے بنتی ویسے بھی علمائے دیوبند قبر پرستی سے منع کرتے ہیں۔ مولوی اسماعیل کے قتل کا واقعہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ یہاں آپ کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ مولوی اسماعیل مقتول ہیں یا شہید

مولوی اسماعیل مقتول یا شہید

تمام اکابرین دیوبند مولوی اسماعیل کو شہید کے ساتھ رحمۃ اللہ بھی لکھتے ہیں۔ آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں کہ مولوی اسماعیل نہ سکھوں کے مقابلہ پر گئے اور نہ انگریزوں کے مقابلے میں۔ انگریز پشاور یا اس یاغستانی علاقہ میں تھا ہی نہیں۔ یہاں عملداری سکھوں کی تھی۔ مولوی اسمعیل کا مقابلہ یاغستانی پٹھانوں کے ایک قبیلہ سے تھا جس کا نام جرگر یوسف زئی تھا۔ جرگر یوسف زئی کے ساتھ مقابلہ ہوا اور یہ مقابلہ بھی اسلام اور کفر کے مابین نہیں تھا بلکہ خاندانی عداوت ذاتی وقار اور پرانی رسومات سے تھا جو پٹھانوں میں قدیم سے چلی آرہی تھی۔ پٹھان ان بیرونی مولویوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ مولوی اسماعیل اپنی طرف سے مسلمانوں کی جمعیت لے کر پٹھانوں کے مقابلے کے لئے نکلے پٹھان نشانہ بازی میں قدیم سے مشہور چلے آرہے ہیں۔ مولوی اسماعیل کے سامنے جاتے ہی ایک گولی پیشانی پر لگی وہاں پیچھے کھڈ تھے۔ مولوی اسمعیل صاحب لڑھکیاں کھاتے ہوئے کسی ایسے کھڈ یا نالے میں گرے کہ تلاش بسیار کے باوجود لاش نہ مل سکی۔ اسلام اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے والا اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ فاعتبروا یا اولوا البصار

جہاں یہ واقعہ پیش آیا اس جگہ کا نام (مٹھن کوٹ ہے) وہاں مولوی اسمعیل

کی قبر بتائی جاتی ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے اور تاریخ کے ساتھ مذاق ہے۔ اگر کوئی قبر ہوگی تو وہ جعلی اور مصنوعی ہوگی۔ اب عوام اور علماء خود فیصلہ کریں کیا ایسا شخص شہید کہلا سکتا ہے۔ جو اختراق بین المسلمین کا باعث ہو۔ علماء دیوبند میں سے ہی چند علمائے کرام کا فیصلہ آپ آگے چل کر پڑھیں گے کہ مولوی اسماعیل شہید نہیں ہوئے۔

خلیفہ صاحب کا مجسمہ

لکڑی کا بُت بنا کر عمامہ اور جُبّہ پہنا کر غار میں رکھنا

خلیفہ صاحب کی موت کے دو سال بعد مولوی محمد قاسم نامی ایک شخص وسطی ہند سے کچھ مجاہد اپنے ساتھ لے کر ستھانہ کے پہاڑوں اور ہزارہ کے سرحدی علاقے میں آئے خلیفہ صاحب کے برحق جانشین بنے مولوی عبدالقادر والد مولوی محمد لدھیانوی جو علماء دیوبند سے ہے۔ مشورہ کر کے خلیفہ صاحب کی مہر بنوائی اس کے ذریعہ سے اپنے گروہ کے مولویوں کو اس مضمون کے خط لکھے کہ ہندوستان میں مشہور کریں کہ خلیفہ صاحب ابھی زندہ ہیں اور فوج کے لئے خرچہ کی ضرورت ہے مسلمان تعاون کریں۔ مولوی عبدالجبار اور مولوی عبدالحق بنارسی صاحبان فراہمی چندہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔

جب یہ خطوط مع مہر ہندوستان میں پہنچے تو بے چارے مسلمان سادہ دل نادان اس ملک میں آنا شروع ہوگئے اور خلیفہ صاحب کی زیارت کے ملتجی ہوئے کچھ دنوں تک مولوی قاسم ان کو ٹالتے رہے۔ آخر کار انہوں نے یہ تجویز کی کہ کاگان کی غار میں ایک لکڑی کا بُت بنوا کر اس پر چوغہ اور عمامہ پہنا کر غار میں رکھ دیا اور دو چار زیارت کرنے والوں کو دور سے دکھا کر کہا کہ دیکھو خلیفہ صاحب

عبادت میں مشغول ہیں مگر قریب جانے کا کسی کو حکم نہیں اس فریب سے ہزارہا روپیہ وصول کر کے کھاتے رہے اور چند علماء بنام مولوی قاسم و مولوی حسن علی مولوی اسحاق اور مولوی عبداللہ یہ چند حضرات نوبت بہ نوبت آتے رہے اور خلیفہ صاحب کے جانشین امیرالمومنین بنتے رہے اور کوہستان کے ویرانہ کو بنام جہاد آباد کرتے رہے اور مولوی ولایت علی، مولوی اولاد علی اور مولوی عنایت عنایت علی یہ تینوں حضرات وہاں کا ابتر حال دیکھ کر ہندوستان واپس چلے گئے اور مولوی عبدالجبار اور مولوی عبدالحق بنارسی ہندوستان میں خیرات کی تحصیل کے مہتمم رہے[1]۔

مولوی عبدالحق بنارسی خلیفہ سیّد احمد

مولوی عبدالحق بنارسی نے اپنے آپ کو خلیفہ اور جانشین سید احمد کا ظاہر کر کے ایک نیا فرقہ اس فرقے سے نکالا اور اپنے مریدوں کو جا بجا بھیج کر یہی مشہور کیا کہ خلیفہ صاحب ستھانہ کی پہاڑیوں میں زندہ ہیں خرچہ کی ضرورت ہے اس تجویز سے ہزارہا روپیہ وصول کر کے ہجرت کی اور مکّہ مکرمہ جا پہنچا۔ وہاں خفیہ طور پر اپنا مذہب پھیلانا شروع کیا۔ جب مکّہ معظمہ وغیرہ ملک عرب کے علماء کو خبر ہوئی کہ ایک شخص دین محمدی کو بگاڑ رہا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کی مذہب کی تحقیق شروع کی گئی تو ثابت ہوا یہ شخص نجدی وہابی ہے۔ اس کی نسبت فتویٰ کفر کا دیا گیا اس کے ہمراہی قید ہوئے۔ مگر یہ آدمی چالاک تھا۔ بھاگ کر بمبئی پہنچ گیا۔ یہاں آ کر اپنے جدید مذہب کی کارروائی جاری کر دی آخر مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ لیا قوم میں تفرقہ اور شور و فساد برپا کیا۔ مجبور ہو کر بمبئی اور ہندوستان کے علماء نے اتفاق کر کے اوّل اس کے عمل کی تحقیقات کی پھر مکّہ معظمہ سے عالموں کے فتوے منگائے

---

[1] انوار و آفتاب صداقت ص ۵۲۲ فریاد المسلمین ص ۱۰۸ سے ص ۱۰۹ تک اور تاریخ ہزارہ ص ۷۳۲ سے ص ۷۳۷ تک دیکھے جا سکتے ہیں۔

دو کتابیں اس کے رد میں لکھیں۔ تحفہ محمدیہ۔ سراج الہدایت۔ ان کو طبع کرا کے شائع کیا تب کہیں جا کر اس فتنے کی کچھ کمی ہوئی۔

ان کتابوں کے شائع ہونے کے بعد تیسری کتاب بعمدۃ المدام فی اخبار بلد الحرام الملقب بشرای للمؤمنین فی اخراج الوہابین۔ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۲۶۸ھ میں مطبع سلطانی میں حسب الحکم خاقانی قلعہ مبارک دہلی میں طبع ہوئی تھی۔ اب دوبارہ سندھ پریس مراد آباد میں ۱۳۳۱ھ میں مرقعہ وہابیہ کے نام سے چھپی ہے اس میں تحریر ہے کہ جب شیخ نجدی کے مذہب کو مکہ معظمہ میں رواج اور شہرت ہوئی اور شفاعت انبیائے کرام اولیائے عظام اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ نزدیک قبر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور طعام نذر و نیاز فاتحہ درود دہم و چہلم برسی و نفسِ مولود شریف سے انکار کیا۔ مشاہیر علماء و مفتیانِ دین نے اٹھارہ جمادی الآخر ۱۲۱۵ھ مکہ مکرمہ سے پانچ آدمیوں کو بحجت شرعی نکالا اگرچہ حکومتِ ترک نے اس گروہ شقاوت کو واجب القتل قرار دیا۔[ل]

اسی طرح تقویۃ الایمان کی عبارات اور عقائد تحریر شدہ علمائے دیوبند کے مضمون میں آئے گی۔ الغرض سات ذی القعدہ الحرام بروز پنجشنبہ ۱۲۵۱ء کو تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی پر فتویٰ کفر دیا ان علمائے کرام کے نام اور مواہیر پھر درج ہیں اور جس پر سب علمائے دین کا اجماع اس کے کفر پر ہوا اور پانچ کس وہابی مدراس کے علاقے سے نکالے گئے۔ کئی بار توبہ کی۔ لیکن باز نہ آئے۔ اور جس پر علمائے عرب و عجم و حاکمان و قاضیان و مفتیان مکہ معظمہ کا فتویٰ اور حکم گروہ وہابیہ اسماعیلیہ کے قتل اور تعزیر کا ہوا اور جس پر دستخط اور مواہیر ثبت ہیں۔ اسی طرح

ل مرقعہ وہابیہ صہ۴۰۳

تحفہ محمدیہ میں ہے اور اسی طرح جامعہ مسجد دہلی سے بحکم سلطان ابو ظفر محمد بہادر شاہ دہلی وہابیوں کا اخراج کیا گیا۔[ل]

مولانا فضل الرسول صاحب بدایونی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اس عاجز نے ایک شخص سے پوچھا کہ حقیقت اس جھگڑے کی کیا ہے کہ کوئی کسی کو کافر مشرک اور بدعتی کہتا ہے اور وہ اس کو بے دین بد مذہب اور وہابی نجدی کہتا ہے اور یہ فتنہ ہندوستان میں کب سے اور کس طرح کھڑا ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ مولوی اسماعیل نے جب سے تقویۃ الایمان تصنیف کی ہے۔

تب سے فساد ہندوستان میں پھیل پڑا کہ اس میں باتیں خلاف عقائد اہلِ سنت کے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ایک نیا مذہب تیار کر کے مکے اور مدینے اور طائف وغیرہ رہنے والوں کو اور تمام مسلمانوں کے اگلوں پچھلوں کو کافر اور مشرک ٹھہرایا۔ اس کے لوگوں نے جہاد نام رکھ کر ان متبرک مکانوں میں قتل و ظلم کیا اور مال و متاع وہاں کے رہنے والوں کا اور دونوں حرم کے کارخانوں اور خزانوں کو لوٹ لیا۔ حرم کا ادب بھی فرض ہے اور وہاں گناہ کے ارادہ سے بھی ماخوذ ہوتا ہے اور وہاں کے جانور کا شکار کرنا اور دانہ پانی سے بھگانا اور درخت کاٹنا اور پتے جھاڑنا بھی حرام ہے۔ کچھ لحاظ نہ کیا اور ایسے ایسے ظلم کئے کہ کبھی نہ ہوئے تھے۔ مساجد متبرکہ مقدسہ اور آثار معتبر کہ بنا ان کی آخر وقت صحابہؓ اور اول زمانہ تابعین سے چلی آتی تھی اور مساجد کہ اصل بنا ان کی حضور علیہ السلام کے حکم سے تھی۔ سب کو گرا کر زمین بوس کر دیا اور یہاں تک کہ مسجد قبا کو جس کے فضائل صحیح معنوں میں موجود ہیں۔ اس کو بھی گرا دیا کہ پیغمبر کے آثار اور نشان ہونے کے سبب سے سب توں

ل انوار و آفتاب صداقت صہ۵۲۴ حوالہ ایضاً صہ۴۰۳

میں شامل ہیں حضور نے جہاں جہاں نماز پڑھی ۔ بیٹھے رہے اس سے وہاں نماز پڑھنا اور متبرک جاننا شرک ہے ۔ چاروں مذہب کے علماء نے اِن فتوؤں کے اجماع پر اتفاق کیا اس کے کفر پر اور اسلامی فوج نے بموجب حکم سلطان روم کے ان پر جہاد کیا اور نام ونشان ان کا باقی نہ رکھا۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان ہوچکا ہے کہ شیخ نجدی کی کتاب ۔ کتاب التوحید کے نام سے ہندوستان میں آئی ۔ جس کو دیکھ کر مولوی اسمٰعیل کے اُستادوں سے لے کر صحابۂ کرام تک کوئی بھی کفر و شرک سے نہیں بچا ۔ سب کافر اور مشرک ہوجاتے ہیں ۔ خدا اور رسول شرک کو پسند کرنے والے اور حکم دینے والے ٹھہرتے ہیں اس سبب سے تمام سُنی مسلمان دیندار سمجھنے والے اِن کو بُرا جانتے ہیں لہ

تقویۃ الایمان تصنیف کرنے سے پہلے مولوی اسماعیل ایسے نہ تھے ۔ جن باتوں کو تقویۃ الایمان میں نسبت انبیاء و اولیاء شرک اور کفر ٹھہرایا ہے ۔ اپنی کتاب صراط مستقیم میں پیر سیداحمد کے واسطے ان کے مناقب اور کمالات میں بہت کچھ لکھا اگرچہ اس کتاب میں بھی کچھ پاس مذہب کا نہیں ۔ اس میں تقریظ رس میں افراط ۔ سیّد احمد کو لکھا اور ان کے کمالات کے بیان میں لکھا کہ ان کو علوم کلیہ شرعیہ ایک قسم کی وحی سے پہنچتی ہے ان کو انبیاء کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور انبیا علیہم السلام کا اُستاد بھی (استغفراللہ ربی)

اور ان کو پیغمبروں جیسی عصمت ہوتی ہے ۔ دیکھ لیا ۔ کیسا دعویٰ نبوّت ہے ۔ (لاحول وَلاَ قوۃ) سیداحمد کو لکھا کہ کمال مشابہت پر رسول اللہ کی طرح تھے ۔

لہ تحقیقۃ الحقیقۃ ۔ مولانا فضل الرسول صاحب ۔ بدایونی صہ ۱-۲ فریاد المسلمین صہ ۱۴

اسی لئے امّی رہے لہ

الغرض علما اور صلحا نے مولوی اسماعیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سوال کیا کہ یا حضرت مولوی اسمٰعیل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے کیونکہ یہ آپ کے خاندان سے ہے تمام علما و صلحا نے اس کی مذمت کی ہے ۔ سب سے بیشتر شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاص شاگردوں اور عزیزوں نے اُن کے روبرو تقریر و تحریر سے طعن و تشنیع کی اور ان سے جواب سرانجام نہ ہوسکا ۔ مولانا رشیدالدین صاحب مرحوم شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگردوں میں سہر دفتر ہیں اور اعلیٰ پایۂ کے عالم ہیں اور مولانا فضلِ حق صاحب خیرآبادی کہ یگانہ عصر ہیں اور مولانا مخصوص اللہ صاحب اور مولانا محمد موسیٰ صاحب صاحبزادگان شاہ رفیع الدین صاحب کے اور اخون محمد شریف صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب ، مولوی محمد حیات صاحب ، مولوی حاجی محمد قاسم صاحب ، مولوی رحمت اللہ صاحب اور مولوی محمد صاحب وغیرھم تمام اہلِ علم تلامذہ حضرت مولانا صاحبان وغیرہ متفق ہوئے ان کے روبرو بروز منگل انتیس ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامعہ مسجد دہلی میں اکثر اِن بزرگوں سے مجمع خاص وعام میں مولوی اسماعیل اور مولوی عبدالحی سے گفتگو کی مولوی اسمٰعیل تو غصہ سے مغلوب ہوکر کلام نہ کرسکے اور چلے گئے ۔ مولوی عبدالحی سے کچھ سوال و جواب ہوئے سو کچھ ملتا جلتا ہوا جمہور سے مخالف اپنے نئے طریقہ کے مثلاً لکھ دیا کہ بوسہ دہندہ قبر مشرک نیست اور سوم فاتحہ میں اقرار کیا کہ ثواب میں اس دن کا زیادہ نہیں جاننا اور برعایت مصلحت کرتا ہے تو ممنوع نہیں ۔ تفصیل اس حال کی نقل محفل میں کہ نہایت مشہور ہے ۔ موجود ہے مولانا فضل حق خیرآبادی نے ان

لہ فریاد المسلمین صہ ۱۴

کے روبرو ان کی تکفیر کی تحریر کی [1]

اسی تاریخ کو جامعہ مسجد دہلی میں گفت و شنید ہوئی۔ سوال و جواب ہوئے اور علمائے کرام نے یہ جواب لکھا کہ قائل آں کلام لاطائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے دین است ہرگز مسلمان نیست و حکم او شرعاً قتل تکفیر است و ہر کہ در کفریت او شک آورد و تردد دارد و یا بایں استخفاف را اہل انکار د کافر و بے دین است و لعین است [2]

یہ تحریر ہے مولانا فضل حق خیرآبادی کی اور اکثر علمائے کرام شاہ جہان آباد (دہلی) کی مہریں اس پر ثبت ہیں اور مولوی اسماعیل یا ان کے کسی شاگردوں میں سے اس کے جواب کا سرانجام نہ ہوسکا۔ مولانا مخصوص اللہ صاحب نے جو تقویۃ الایمان کا رد لکھا اس کا نام معید الایمان ہے اور مولانا صدرالدین نے دوران سفر واسطے زیارت قبور کے عقیدہ اسماعیلیہ کا رد لکھا اس کا نام منتہی المقال ہے۔ علمائے بریلی نے تقویۃ الایمان کا رد لکھا اس کا نام صحیح الایمان ہے۔ علمائے رامپور نے رد لکھا بلکہ کئی رد لکھے بعض بمبئی میں طبع ہوئے اور اس ملک کے علماء نے بھی اس کے کئی رد لکھے۔ لکھنؤ کے علمائے اس کے مقدمات کو رد کیا۔ مولانا محمد حیدر صاحب خلف الصدق حضرت مولانا محمد مبین صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب وغیرہ ہائے نے تحریر کی۔ علمائے مدراس اور علمائے حیدرآباد نے اس کو رد کیا اور وہاں تو قائلی معقولی کے اس مذہب والوں کا ایسا استیصال ہوا کہ نام و نشان باقی نہ رہا اکثر ان تحریروں میں سے بالفعل آج تک موجود ہیں [2]

---

[1] فریاد المسلمین ص۱۵ سے ص۱۸ تک پھر ۱۸ سے ۱۹ تک۔ حوالہ ایضاً

[2] فریاد المسلمین ص۱۸ مصنف کتاب انوارِ آفتاب صداقت قاضی فضل احمد صاحب صاحب لدھیانوی۔

خط بنام مولانا مخصوص اللہ صاحب

اس عاجز نے جناب مولانا مخصوص اللہ صاحب خلف الصدق، مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس کی عبارت اس طرح ہے اور آداب و تسلیمات کے گذارش ہے کہ تقویۃ الایمان کے مشہور ہونے کے وقت سے لوگوں میں بڑی نزاع ہے۔ مخالفین کہتے ہیں۔

وہ کتاب خلاف ہے تمام سلف صالحین اور سوادِ اعظم کے اور مخالف مصنف کے خاندان کے اور اس کتاب کی رو سے اُن کے اُستادوں سے صحابہ تک کوئی شرک سے نہیں بچا اور ان کے مخالف لوگ کہتے ہیں کہ وہ کتاب (تقویۃ الایمان) موافق سلف صالحین اور ان کے خاندان کے ہے۔ چونکہ اس کتاب کو جس طرح آپ جانتے ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں جان سکتا۔ اہل البیت ادری مافی البیت اس خیال سے چند باتیں معروض ہوں۔ اُمید ہے جواب باصواب مرحمت فرمائیں گے۔

س ۱: تقویۃ الایمان آپ کے خاندان کے موافق ہے یا مخالف

س ۲: لوگ کہتے ہیں کہ اس میں انبیاء و اولیاء کے ساتھ بے ادبی کی ہے اس کا کیا حال ہے۔

س ۳: شرعاً اس کے مصنف کا کیا حکم ہے۔

س ۴: لوگ کہتے ہیں کہ عرب میں وہابی پیدا ہوا تھا۔ اس نے نیا مذہب بنایا تھا۔ علمائے عرب نے اس کی تکفیر کی تقویۃ الایمان اس کے مطابق ہے۔

س ۵: وہ کتاب التوحید جب ہندوستان آئی تو آپ کے عم محترم اور والد ماجد نے اسے دیکھ کر کیا فرمایا تھا۔

س ۶: مشہور ہے جب اس نئے مذہب کی شہرت ہوئی تو آپ جامعہ مسجد میں

تشریف لے گئے اور مولوی رشید الدین صاحب وغیرہ تمام اہلِ علم آپ کے ساتھ تھے۔ اور مجمع خاص وعام میں مولوی اسماعیل اور مولوی عبدالحیٔ کو ساکت اور عاجز کیا اس کا کیا حال ہے۔

س ۷:- اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مریدان کے طور طریقے پر تھے یا آپ کے موافق اُمید ہے۔ جواب ان سب مراتب کا صاف صاف مرحمت ہو کہ سبب ناواقفوں کا ہے۔

خط کا جواب منجانب مولانا مخصوص اللہ صاحب

ج ۱:- کہ تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام تفویتہ الایمان ساتھ (فا) کے رکھا ہے۔ یعنی ایمان کو ضائع کرنے والی کتاب۔ اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا اس کا نام معید الایمان ہے۔ اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان ہمارے خاندان کے کہا بلکہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے۔ کیونکہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے اور اپنے راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے۔ اس رسالہ میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سُنّت کا پتہ بھی نہیں ہے۔ اس میں شرک اور بدعت کے افراد گن کر جو لوگوں کو سکھلاتا ہے۔ رسول اللہؐ اور ان کے کسی جانشین نے کسی کا نام لے کر شرک یا بدعت لکھا ہو اگر کہیں ہو تو اس کے پیروں کو کہو کہ ہمیں بھی دکھاؤ۔

ج ۲:- کا یہ ہے کہ شرک کے معنی ایسے کئے ہیں کہ اس کے رو سے فرشتے اور رسولِ خدا شرک کا حکم دینے والا ٹھہرتا ہے اور وہ شریک کے شرک سے راضی ہو وہ مبغوض خدا ہوتا ہے اور بدعت کے معنی وہ بتائے اور پھیلائے ہیں کہ انبیاء و اولیاء بدعتی ٹھہرتے ہیں۔

ج ۳:- پہلے دونو جوابوں سے دیندار اور سمجھنے والے کو پتہ لگ جائے گا کہ جس کتاب سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاء و اولیاء کے ہو وہ گمراہ کرنے والا ہوگا، ہدایت کرنے والا تو گویا میرے نزدیک اس کتاب کا عملنامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر ہے۔ مفسد۔ غاوی اور مغوی ہے۔ حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان سے وہ شخص (اسماعیل) ایسے پیدا ہوا کہ دونو کو امتیاز اور فرق حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا نسبتوں کا نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بے پرواہی سے سب چھن گیا۔

ج ۴:- کہ وہابی کا (رسالہ کتاب التوحید) متن تھا اور یہ شخص (اسماعیل) اس کا ترجمہ کرنے والا ہو گیا اور ساتھ شرح بھی کر دی۔

ج ۵: بڑے عم بزرگوار شاہ عبدالعزیز صاحب بینائی سے معذور ہو گئے تھے۔ اس کو سُنا اور فرمایا کہ میں معذور نہ ہوتا تو تحفہ اثنا عشریہ کی طرح جواب و رد لکھتا۔

ج ۶: کہ یہ بات تحقیق اور سچ ہے کہ میں نے مشورت کی غرض سے کہا تھا کہ تم نے سب سے جُدا ہو کر تحقیق دین میں کی ہے۔ وہ لکھو۔ وہ کچھ بھی ظاہر نہ کیا ہماری طرف سے جو سوال ہوتے تھے ہاں جی ہاں کر کے مسجد سے چلے گئے۔

ج ۷: اس مجلس تک سب ہمارے طور طریقے پر تھے پھر ان کا جھوٹ من کر کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے اور ہمارے شاگردوں اور مریدوں میں سے بہت بچے رہے۔ مصنف کتاب (انوارِ آفتابِ صداقت) عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا مخصوص اور صاحب خلف الرشید حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے اپنے خط کے جواب میں فرمایا کہ میں نے کتاب

تقویتہ الایمان کا نام تقویتہ الایمان رکھا ہے یہ بہت صحیح اور واقعات کے مطابق رکھا ہے اور اسی طرح حضرت مولانا مولوی ابو محمد عبدالرحمٰن غلام دستگیر فاضل قصوری نے بھی ہر جگہ اپنی کتاب تقدیس الوکیل میں بھی تفویتہ الایمان ہی لکھا ہے[۱]

اسی طرح فقیہ لاثانی محدث وقدوۃ المحققین استادی قاضی محمود دستگیری رح نے اپنی زبان فیضِ ترجمان سے فرمایا۔ جس وقت مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویتہ الایمان شروع کی تو اس کے شاگرد امام بخش طالب علم تھے۔ مولوی مملوک علی صاحب نے بیان کیا کہ ایک کتاب تقویتہ الایمان جو خلافِ اہلِ سُنّت والجماعت ہے تیار ہو رہی ہے۔ مقدمات اس کے راہِ حق سے دُور رہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ شب کو وہ مسودات مجھے لاکر دینا وعدے کے مطابق شب کو وہ مسودات مولوی مملوک علی صاحب کے پاس آئے اور اس کا رد لکھتے یہ بات مولوی اسمٰعیل کو معلوم نہ تھی جب کتاب تمام ہوئی اس کا رَدّ بھی تمام ہوا اس رد میں یوں فرماتے ہیں۔ جو مولوی اسمٰعیل کے ہاتھ سے مسودے دیکھے تو تقویتہ الایمان کی جگہ (فا) سے تفویتہ الایمان لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعض مضامین کی خصلت گوبر کی ہے۔ جس طرح گوبر مٹی کو کھا جاتا ہے اسی طرح جس گھر میں یہ کتاب ہو گی وہ ایمان کو لے جائے گی۔

فیوضات سیدا حمد مکیؔ فی بیان ارتداد محمد بن عبدالوہاب نجدی۔ ترجمہ مولوی محمد لدھیانوی مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱۳۰۴ھ میں مولانا عبدالقادر صاحب اپنے تاثرات تقویتہ الایمان کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اس عاجز بندہ نے ارادہ کرلیا

---

۱ فریاد المسلمین ص۲۴ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ۔ تاریخ وہابیہ دیو بندیہ مصنفہ و مرتبہ حاجی منشی لعل خان صاحب مدراسی رضوی حنفی قادری،

تاکہ ہر شخص کو ان کے فرقہ نجدیہ اور عقائد باطلہ سے آگاہ کروں نام اس کا فیوضات سیدا حمد مکیؔ فی بیان ارتداد محمد بن عبدالوہاب نجدی رکھا۔ محمد بن عبدالوہاب ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۱۷ء میں فوت ہوا، اس کے چار بیٹے تھے۔ حسن، حسین علی۔ عبداللہ، عبداللہ کے دو بیٹے تھے۔ سلیمان اور عبدالرحمٰن۔ جس کا ایک ہی بیٹا تھا عبدالرحمٰن، حسین اور علی اولاد بہت ہوئی عقائد اِن کے یہ ہیں۔

۱۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلّم کی اہانت کی اور نام ان کا طارش (چٹھی رسان) رکھا۔ گذشتہ صفحات میں بھی اسی طرح ذکر ہو چکا ہے۔

۲۔ نماز کے بعد دعا مانگنے کو منع کرتا تھا۔

۳۔ جو حضور کا وسیلہ پکڑے وہ کافر ہے۔

۴۔ حضور کی قبرِ اطہر پہ جاکر زیارت کرنے والوں کو منع کرتا تھا۔

۵۔ چھ سو برس کی اُمت کو کافر کہتا تھا۔

۶۔ دینی کتب کو جلانے کا حکم دیتا تھا۔

۷۔ قتل کرنا علماء کا اور لوٹنا مال واسباب علماء کا جائز قرار دیتا تھا۔

۸۔ خدا کا جسم ثابت کرتا تھا اور اولیائے کرام کی قبروں کو کھود کر ان میں پاخانہ بھرتا تھا۔ دلائل الخیرات پڑھنے کو منع کرتا تھا۔ سُنتوں اور ذکر واذکار سے منع کرتا تھا۔

اعتقاد یہ رکھتا تھا کہ میرے سوا اور میرے تابعداروں کے سوا کوئی شخص زمین پر مسلمان نہیں جو شخص کسی کو سیّد کہے یا مولانا کہے وہ کافر ہے۔ حضورؐ کی شفاعت کا انکار کرتا تھا۔

فتویٰ کفر وہابیوں نجدیوں کی کتاب

تقویۃ الایمان پر

فتویٰ کفر اجماعی علماء حرمین شریفین کا مولوی اسماعیل اور اس کی کتاب پر[له]

لا شکّ فی بطلان المنقول من تقویۃ الایمان یکونہٗ موافقاً للنجدیتہ وما خوذ من کتاب التوحید لقرن الشیطان۔ والضالہ نسبت تقویتہ الایمان ومؤلف ان ھذا الدجال والکذاب استحق اللعنۃ عن اللہ تعالیٰ وملائکتہ واولوا العلم و سائر العالمین۔ اعلموا ان کلام ھذا الدجال کلہٖ سبّاً الانبیاً والاستھزاء لبسنن المرسلین وعداوۃ بعلوشان المرفوع الذکر صلیّ اللہ علیہ وسلّم بالدرجۃ القصویٰ لا لیصور المزید علیھا فھو ملعون مطرود۔ ساقط من عین اللہ لیس لہ فی الاسلام نصیبٌ ولمعانیہ وناصریہ اجمعین لعنۃ اللہ لعدد رمل القفار واوراق الاشجار[له]

فتویٰ کفر مفصّل

سیلوف البارقہ علی رؤس الفاسقہ، منجانب علمائے عرب وعجم از کتاب بھونچال

له فیوضات کی ص۱ ص۱۵ تک انوار آفتاب صداقت ص۵۳۴ بھونچال برلشکر دجال ص۵۴

برلشکر دجال مطبوعہ مطبع قمر الہند لاہور ص۱۶۸ سے ص۲۳۰ تک ۱۳۰۵ھ میں مولوی اسماعیل دہلوی مؤلف کتاب تقویتہ الایمان پہ مفصل فتویٰ کفر ہے۔ طوالت کی وجہ سے عربی عبارت درج نہیں کی گئی صرف مواہیر اور دستخط درج ہیں۔

۱۔ عبدہٗ جمال شیخ عمر مکہ معظمہ

۲۔ احمد دحلان مفتی مکہ معظمہ

۳۔ عبدہٗ عبدالرحمٰن مکہ معظمہ، اسی طرح بارہ علمائے کرام کی مواہیر اور دستخط ہیں۔

حسام الحرمین مرتبہ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مطبع اہل سُنّت بریلی ۱۳۰۲ھ سلام ہو۔ ہماری طرف سے اللہ کی رحمت اور برکتیں ہمارے سرداروں امن والے شہر مکہ معظمہ کے عالموں اور پیشواؤں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ طیبہ کے عالموں فاضلوں پر اور اللہ درود اور سلام نازل کرے ہمارے نبی اور سب انبیاء پر پھر آپ کی آستانہ بوسی کے بعد آپ کی خدمت میں عرض ہے۔ ایسی عرض جیسے کوئی حاجت مند بے نوا یتیم زدہ، گرفتارِ دل، شکستہ والے کریموں سخی والے رحیموں سے عرض کرے۔ جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بلا اور رنج دور فرماتا اور ان کی برکت سے خوشی اور سود مندی بخشتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ مذہب اہل سُنت ہندوستان میں غریب ہے اور فتنوں۔ مصیبتوں کی تاریکیوں کے سبب شر بلند ہے اور ضرر غالب۔ اور کام نہایت دشوار، اپنے دین پر صبر کرنے والے ایسے ہیں۔ جیسے آگ مٹھی میں رکھنے والا۔ آپ جیسے سرداروں، پیشواؤں کریموں کے ذمہ ہمت پر مدد دین اور تذلیل مفسدین واجب ہے۔ جب تلواروں سے نہیں تو قلم سے ہی سہی۔ فریاد، فریاد۔ اے خدا کے لشکر و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوارو، ہماری مدد کرو۔ اپنی روشنائی سے دفع دشمنان کے لئے سامان مہیا کرو اور اس سختی میں ہمارے بازو کو قوت دو اور اے ہمارے سردارو اپنے

ربّ عزوجل کے دین کی مدد کرو۔ یہ لوگ جن کا نام مصنّف نے لیا ہے۔ ان کا کلام نقل کیا۔ یہاں اِن لوگوں پر فتویٰ کفر لگایا گیا جو شخص ان کے کُفر میں شک کرے یا کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے[1]

۴۔ بعد حمد وصلوٰۃ میں نے وہ تحریر دیکھی ہے۔ جسے اس علامہ کامل اُستاد ماہر نے نہایت پاکیزگی سے جو اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے دین کی طرف سے جہاد و قتال کرتا ہے یعنی میرے بھائی اور میرے بازو جناب احمد رضا خان نے اپنی کتاب معتمد المستند میں جس میں بد مذہبی اور بے دینی کے سرداروں کا رد لکھا ہے۔ بلکہ وہ ہر خبیث، مفسد اور ہٹ دھرم سے بدتر ہیں۔ جو اپنی گمراہی کے سبب قریب ہے کہ سب کافروں میں ہوں۔ فقط محمد سعید مفتی شافعیہ مکہ شریف،

صـ۲۷ تا صـ۲۹

۵۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے۔ غلام احمد قادیانی، رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں۔ جیسے خلیل احمد اور اشرف علی وغیرہ ان کے کُفر میں کوئی شبہ نہیں اور نہ شک کی مجال بلکہ جو اِن کے کفر میں شک کرے۔ بلکہ کسی طرح حال میں انہیں کافر کہنے میں توقّف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔ مہر اور دستخط خطیب مکہ سیّد اسمٰعیل محمد بن عامر بن شیخ حسین مفتی سرداران مالکی،

۶۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے کہتا ہے۔ بندہ ضعیف اپنے رب لطیف کے لطف کا اُمیدوار احمد حنفی مکّی قادری چشتی امدادی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی) مُرشد دیوبندیاں میں مطلع ہوا اس رسالہ پر جو چار بیانوں پر مشتمل ہے۔ قطعی دلیلوں سے مؤیّد اور ایسی حجتوں سے جو قرآن و حدیث سے ثابت کی گئی ہیں۔ گویا وہ بے دلوں کے دل میں بھالے ہیں۔ میں نے انہیں تیز تلوار پایا۔ کافر، فاجر

وہابیوں کی گردنوں پر، نیز سلطان پر واجب ہے کہ اِن لوگوں کو سخت سزا دے۔ یہاں تک کہ حق کی جانب واپس آجائیں۔ فسادِ عظیم کے سبب امام عارف غزالی نے فرمایا کہ حاکم کو ایسوں سے ایک کا قتل ہزار کافر کے قتل سے افضل ہے اور ایسا ہی مواہب الدنیہ میں ہے۔

۷۔ گروہ خارج از دین کون ہے۔ جیسے وہابیہ کہا جاتا ہے۔ اسی میں سے مدعی نبوت غلام احمد قادیانی ہے اور دوسرا گروہ دین سے نکلنے والا شانِ الوہیت اور رسالت کا گھٹانے والا مولوی محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی، جو ان کی چال چلا گمراہ ہوا۔ مہر عبد السلام بن عثمان داغستانی سابق مفتی مدینہ منوّرہ

۸۔ وہ لوگ کون ہیں۔ جب خبیث مردود غلام احمد قادیانی، دجل کذاب، رشید احمد، مولوی خلیل احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی تو ان شاگردوں سے جبکہ وہ باتیں ثابت ہیں۔ جو فاضل مذکور نے ذکر کی ہیں۔ قادیانی کا دعویٰ نبوّت کرنا اور باقی مولوی صاحبان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی تنقیص کرنا تو کچھ نہیں کہ وہ کفّار ہیں اور جو قتل کا اختیار رکھتے ہوں۔ ان پر واجب ہے کہ ان کو سزائے موت دے۔ عمران ہمدان مالکی معلم مسجد نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم مدینہ منوّرہ مہر اور دستخط،

۹۔ مولانا سیّد شریف برزنجی مفتی شافعیہ مدینہ منورہ کی تقریظ صـ۱۲۵ سے صـ۱۳۶ تک بہت طویل ہے اور با دلائل تقریظ ہے۔ جس میں انہوں نے غلام احمد قادیانی اور تین مولوی دیوبندی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی سب کی نسبت فتویٰ کُفر دیا ہے۔

۱۰۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد جبکہ ثابت اور متحقق ہوا جو ان کی نسبت کیا گیا ہے۔

غلام احمد قادیانی ۔ قاسم نانوتوی ۔ رشید احمد گنگوہی ، خلیل احمد اور اشرف علی تھانوی اور اُن کے جو ساتھ والے ہیں وہ جو سوال میں بیان ہوا تو بے شک اُن کے کفر پر حکم کرتا ہے اور یہ کہ جو مرتدوں کا حکم ہے یعنی حاکم کا ان کو قتل کرنا ان پر جاری کیا جائے اور اگر یہ حکم وہاں جاری نہ ہو تو واجب ہے ۔ مسلمانوں کو ان سے ڈرایا جائے اور ان سے نفرت دلائی جائے ۔ منبروں پر ، اخباروں پر ، رسالوں میں ، مجلسوں میں اور محفلوں میں ان کی برائی بیان کی جائے تاکہ ان کے شر کا مادہ جل جائے اور ان کے کفر کی جڑ کٹ جائے ۔ مہر عبدالقادر دقیق شیلبی طرابلسی حنفی مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ ، فتاویٰ حرمین شریفین ۔ اسی طرح کی تقاریظ علماء و مفتی مکہ معظمہ کی تعداد بیس ہیں ۔ جس میں تمام فتویٰ کفر لکھا ہے اور مدینہ منورہ کے علماء اور مفتی صاحبان کی تقاریظ کی تعداد ۱۴ ہے ۔ کل چونتیس علماء کے دستخط اور مواہیر ہیں ۔ انہوں نے لکھا ہے کہ وہابی کون لوگ ہیں ۔ ان کا عقیدہ کیا ہے ۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا کون شخص تھا کیا مذہب تھا ۔ اہلِ نجد کے عقائد میں کیا فرق ہے ۔ یہ سوال رشید احمد گنگوہی سے کیا گیا تو انہوں نے جب دیکھا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے ۔ مذہب ان کا حنبلی تھا ۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں ۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ہیں ۔ ان میں فساد آگیا ۔ لیجیئے کہتے ہیں کہ شیخ نجدی بہت اچھا آدمی تھا اس کی کتاب بھی عمدہ اور اس کے ماننے والے بھی اچھے لوگ ہیں ۔

کیوں نہ ہو جس پر علمائے عرب و عجم نے کفر کے فتوے لگائے ۔ خود ہی ایسا ہو تو دوسرے کو بُرا کیوں کہے ۔

فہرست کتب جو تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی گئیں

۱۔ معید الایمان ۔ مصنفہ حضرت مولانا مخصوص اللہ صاحب ، برادر جدّی مولوی اسماعیل دہلوی

۲۔ تحقیقۃ الفتویٰ ، فی ابطال اطغویٰ ، — مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب

۳۔ حجتہ العمل فی ابطال الحیل — حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب

۴۔ سیف الجبار — حضرت مولانا فضل الرسول صاحب بدایونی

۵۔ تقدیس الوکیل — حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب فاضل قصوری

۶۔ سبحٰن السبوح من عیب کذب مقبوح — حضرت علامہ فاضل بریلوی

۷۔ الکوکبتہ الشہابیہ فی کفریات الوہابیہ — مصنفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

۸۔ حسام الحرمین — متفقہ فتویٰ علمائے حرمین شریفین

۹۔ سل السیوف الہندیہ علی کفریات الوہابیہ — اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

۱۰۔ الدرالسَّنیہ فی رد علی الوہابیہ — حضرت السید احمد بن زینی دحلان

۱۱۔ سیوف البارقہ علی روس الفاسقہ — حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب خراسانی

۱۲۔ تنزیہ الرحمن عن شائبتہ الکذب والنصان — مولانا احمد حسن صاحب کانپوری

۱۳۔ شمول الوہابیہ فی سلک النجدیہ — حضرت مصطفےٰ رضا خان صاحب

۱۴۔ شرح الصدور فی دفع الشرور — حضرت مولانا مخلص الرحمن صاحب اسلام آبادی

۱۵۔ میزانِ عدالت فی اثبات شفاعت — حضرت مولانا محمد سلطان صاحب کٹکی

۱۶۔ ہادی المضلین — حضرت علامہ کریم اللہ صاحب دہلوی

۱۷۔ ازالتہ الشکوک — مولانا فخر الدین صاحب الٰہ آبادی

۱۸۔ صحیح الایمان — علامہ احمد حسین صاحب علمائے بریلی

۱۹۔ شرح تحفہ محمدیہ فی رد فرقہ المرتدیہ — مولانا سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی

۲۰۔ ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوہابیہ — علامہ سید حیدر شاہ صاحب حنفی قادری۔

علامہ حافظ محمد حسن شاہ

۲۱۔ رسالہ توحید و شرک

۲۲۔ رسالہ حیات النبی — علامہ شیخ محمد عابد سندھی۔ مدینہ منورہ

۲۳۔ گلزار حیات — علامہ صبغت اللہ صاحب امام العلماء
مفتی مدراس

۲۴۔ تحفۃ المسلمین فی حیات المرسلین — علامہ حضرت عبداللہ صاحب سہارنپوری

۲۵۔ سلاح المؤمنین فی قطع الخارجین — علامہ سید لطف الحق صاحب قادری

۲۶۔ رسم الخیرات — علامہ مولانا خلیل الرحمن صاحب الیوسفی
مصطفےٰ آبادی

۲۷۔ سبیل النجاح فی تحصیل الفلاح — علامہ تراب علی صاحب لکھنوی

۲۸۔ سفینۃ النجات — علامہ مولانا محمد اسلمی مدراسی

۲۹۔ نظام الاسلام — حضرت علامہ محمد وجیہ صاحب مدرس
مدرسہ کلکتہ

جامع فتاویٰ علمائے دہلی

۳۰۔ تنبیہ الضالین وہدایت الصالحین

مولانا کرامت علی صاحب جونپوری

۳۱۔ قوت الایمان

مولانا سیّد بدرالدین الموسوی رضوی

۳۲۔ احقاق الحق

حیدرآبادی

علامہ ابوالولا محمد الملقب خیرالدین مدراسی

۳۳۔ خیرالزاد لیوم المیعاد

حضرت علامہ معلم ابراہیم صاحب

۳۴۔ نعم الانتباہ لدفع الاشتباہ

خطیب مسجد جامعہ بمبئی

۳۵۔ دفع البیان فی رد بعض الاحکام — علامہ محمد یونس صاحب مترجم عدالت شاہی

۳۶۔ ہدایت المسلمین الیٰ طریق الحق والیقین — مولانا قاضی محمد حسین کوفی

۳۷۔ مذہب سنیہ ردِّ وہابیہ — مولانا فیض اللہ صاحب پنجابی

۳۸۔ برہان المومنین علیٰ عقائد المضلین — مولانا احمد علی خلیفہ شیخ عبدالغفور
عرف اخوند رح

۳۹۔ رجوماً للشیاطین ودافع وسواس الخناس — مولانا محمد عمر رامپوری

۴۰۔ انوار آفتاب صداقت — علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی قاطع
نجدیت ووہابیت

۴۱۔ دلیل الیقین فی رد المنکرین — مولانا قادر علی قادر پوری

یہ اکتالیس کتابیں جو تحریر کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار رد تقویۃ الایمان کے بارے میں موجود ہیں۔ طوالت کی وجہ سے ترک کر دی گئی ہیں۔ یہ جملہ کتابیں شیخ نجدی کے نظریاتی بیٹے اور شاگرد کے رد میں ہیں۔ جس کتاب کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں کہ بہت عمدہ کتاب ہے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ (تاکہ اس کے گھر سے ایمان بوریا بستر باندھ کر نکل جائے۔)

ذرا آئینہ میں اپنی شکل تو دیکھ

علمائے اہل سنت پر دیوبندی حضرات ضرور اعتراض کریں گے کہ یہ سُنی لوگ خواہ مخواہ مولوی اسماعیل کو بدنام کرتے ہیں۔ آیئے آپ کے اکابرین مولوی اسمٰعیل کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ مولوی اسماعیل کے عقائد پیش کر دیئے جائیں جو اس کی تقویۃ الایمان میں ہیں۔ اِن عقائد پر ذرا غور سے مطالعہ فرمائیں تاکہ حقیقت سے آپ واقف

ہو جائیں کہ موجودہ دیوبندی حضرات اہلِ سُنت کے لباس میں کتنے خارجی رافضی وہابی نجدی تبلیغی اسماعیلی سنیّوں میں داخل ہو کر عوام میں اختلاف اور انتشار پیدا کرتے ہیں۔ جو بیج انگریز بو گیا اس کی آبیاری اِن لوگوں کے ہاتھوں کی جارہی ہے۔

گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ وہابی دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جنہوں نے ہم سے اعلانیہ علیحدگی اختیار کرلی ہے اور اجماع اُمت سے علیحدہ ہو کر تقلید شخصی کا انکار کرکے اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہلانے لگے یہ وہابی پہچانے جاتے ہیں۔ ان سے کوئی بحث نہیں۔

مگر دوسرے قسم کے وہابی ان کا فتنہ عظیم ہے۔ انتہائی ضرر رسان اور نقصان دہ ہے۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور حنفی ہیں اور تقلید کو تمام اصول اور فروع میں واجب سمجھتے ہیں۔ مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدوں سے بالکل متفق ہیں اس لئے امامت اُن کی جائز نہیں۔

فہرست عقائد اسماعیلیہ دیوبندیہ

عقائد وہابیہ	نام کتب ومصنف وصفحہ کتاب
۱۔ خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے	رسالہ یک روزی مولوی اسماعیل ص۱۴۵
خدا کے جھوٹ بولنے کی دلیل یہ پیش کرتا ہے	تقویتہ الایمان، مولوی اسماعیل ص۲۱
اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر	براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد ص۲
یعنی اللہ ہر چیز پر قادر ہے اگر جھوٹ نہ بولے تو وہ قدیر نہیں کہلا سکتا۔ گویا اللہ تعالیٰ ہر گناہ پر قادر ہے اگر ایسا نہ ہو گا تو قادر نہ	

عقائد وہابیہ	نام کتب ومصنف وصفحہ کتاب
ہو گا (لاحول ولا قوۃ)	
۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیئے۔	تقویتہ الایمان ص۶۰
۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی شان کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ)	تقویتہ الایمان ص۱۴ - ص۱۹
۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رُوبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔	تقویتہ الایمان ص۵۵
۵۔ اللہ جس کو چاہے گا اپنے حکم سے شفیع بنائے گا۔	تقویتہ الایمان ص۳۳
۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی نہیں بلکہ مر کر مٹی ہو گئے ہیں۔	تقویتہ الایمان ص۶۰
۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ قدرت نہیں اور نہ وہ سنتے ہیں۔	تقویتہ الایمان ص۶-۸-۲۳-۲۹
۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب خدا کا دیا ہوا ماننا بھی شرک ہے۔	تقویتہ الایمان ص۱۰-۲۶-۲۷
۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات کا بھی غیب جاننا شرک ہے۔	تقویتہ الایمان ص۲۷ - ۵۸
۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا شرک ہے۔	تقویتہ الایمان ص۴۰ - ۴۱ - ۴۳
۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ	تقویتہ الایمان ص۴۲

کی فقط زیارت کے لئے جانا شرک ہے۔

۱۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمدؐ اور — تقویتہ الایمان — صہ۴۲
یا رسول اللہؐ کہنا شرک ہے۔

۱۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل اور — تقویتہ الایمان — صہ۱۳
بھی پیدا ہونا ممکن ہے۔

۱۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ نبی آدم کے — براہین قاطعہ خلیل احمد صہ ۳ - ۵۱
برابر ہیں۔

۱۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی کیا — حفظ الایمان، اشرف علی صہ ۷-۸
خصوصیات ہیں ایسا علم تو زید بلکہ مجنون
بلکہ جملہ حیوانات کو بھی حاصل ہے۔

۱۶۔ خدا سے ہمارا کام ہے آنحضرت — بسط البنان، اشرف علی صہ۷
سے نہیں۔

۱۷۔ حق تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ — ایضاح الحق، مولوی اسمٰعیل صہ۷
سمجھنا بدعت و گمراہی ہے۔

۱۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف — براہین قاطعہ، خلیل احمد صہ۲۲۸
مثل کنھیا جنم کے ہے۔

۱۹۔ آنحضرت کا نماز میں خیال آنا بیل اور — صراط مستقیم، مولوی اسمٰعیل صہ۳۶
گدھے سے بھی بدتر ہے۔

۲۰۔ کعبہ شریف میں جو چار مصلے ہیں — سبیل الرشاد، مولوی رشید احمد
وہ مذموم ہیں۔

۲۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ کی — فتاویٰ رشیدیہ — صہ۱۶ - ۱۷

شیرنی اور میلاد شریف کا کھانا حرام ہے۔

۲۲۔ فاتحہ بزرگان مثل سوئم دہم چہلم وغیرہ — براہین قاطعہ، خلیل احمد
ہنود کی رسم ہے۔

یہ عقائد ہیں وہابیہ علمائے دیوبند کے سرکردہ علمائے کی اسی وجہ سے علمائے دیوبند کے ہی چند اکابرین نے ان پر کفر کے فتوے لگائے۔ ملاحظہ فرمایئے!

سوال:۔ مولوی اسماعیل کی مذکورہ بالا عبارات سوال کیا گیا کہ علمائے دین کا اس شخص کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت جاننا بدعت ہے تو یہ قول کیسا ہے۔

جواب:۔ یہ شخص عقائد اہل سنت سے خارج ہے۔ علم سے باطل اور بے بہرہ ہے اور وہ مقولہ کفر ہے۔ واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی نشان مہر
ایسا عقیدہ رکھنے والا بے دین و ملحد ہے۔ مولوی اشرف علی تھانوی اور مفتی عزیز الرحمٰن، مفتی دارالعلوم دیوبند، محمود الحسن مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد
ایسے عقیدے کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے۔

دستخط ابوالوفا

ثناء اللہ

اپنے تھانوی صاحب اپنے متعلقین کو فرماتے ہیں کہ تم نے دیکھ لیا کہ مولوی اسماعیل کے جاہل زندیق اور ملحد ہونے پر تمام علمائے دیوبند کا اتفاق ہے۔ لہٰذا حوالہ میں مولوی اسمٰعیل کا نام پیش کرتے ہوئے بڑی احتیاط رکھنا۔ اس غریب اسماعیل کو اپنوں نے ہی آگ کی دہکتی ہوئی بھٹی میں جھونک کر خاکستر کر دیا۔

سوال:۔ کیا یہ بات آپ لوگوں کو معلوم نہ تھی کہ یہ عبارت مولوی اسماعیل کی ہے۔ آخرش یہ کیسا ظلم ہے ان کے ساتھ،

ادرے یہ فتویٰ میں نے مولانا گنگوہی کے فتوے پر اعتماد کرتے ہوئے تصدیق کر دی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ مولانا گنگوہی مولانا اسمٰعیل کی کتابوں سے اس قدر بے خبر ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے بھی بعد میں اظہارِ افسوس کیا[۱]

ناظرین نے علمائے دیوبند کے فتوؤں کی حقیقت دیکھ لی کہ فتویٰ لاعلمی میں دیا گیا ہے۔ اگر یہ بات معلوم ہوتی کہ یہ عبادت مولوی اسماعیل کی ہے تو زندیق جاہل اور ملحد لکھتے ہوئے ان کے ہاتھ کانپ جاتے اور قلم ٹوٹ جاتا۔

مولانا منظور صاحب سنبھلی نے رودادِ مناظرہ بریلی میں اقرار کیا کہ تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات جمادات کو بھی مطلقاً بعض غیوب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی عبارت ہے اس مناظرہ بریلی کے ص۸۹ پر فرماتے ہیں حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اور اس میں زید و عمر مجنوں اور پاگل حیوانات اور بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

علمائے دیوبند کے ان چار علماء مولوی مرتضیٰ احسن، مولوی حسین احمد اور مولوی منظور نعمانی ایک طرف ہو گئے۔ یہ تینوں حضرات اس امر کے قائل ہوئے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا۔ اب یہ سب حضرات اتنا اور ایسا۔ علم کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے اُلجھ پڑے ایک کہتا ہے کہ حضور کو اتنا علم تھا اور دوسرا کہتا ہے ایسا علم تھا جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان ہو چکا ہے۔ اگر ایسی تشبیہ لی جائے تب بھی اس میں رسول کی اہانت اور توہین ہے جو موجب کفر ہے اگر اتنا یا اسقدر بھی معنی لئے جائیں تو بھی اہانتِ رسول ہوتی ہے۔ جو موجب کُفر ہے۔ لہٰذا ہماری تاویل کی بنا پر مولانا حسین احمد پر کفر لازم آتا ہے اور مولوی حسین احمد کی تاویل کی بنیاد پر ہم دونوں کافر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اگر امام احمد رضا

[۱] فتاویٰ رشیدیہ ص۱۸۰

فاضل بریلوی نے اور ان کے دوسرے ہم خیال اور ہم عقیدہ علمائے اہل سنت ہم لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں تو وہ لوگ اپنے فتوے میں حق بجانب ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی ناحق ہم آئے دن ان سے اُلجھتے رہتے ہیں۔

اگر خانصاحب فاضل بریلوی کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے۔ جیسا انہوں نے سمجھا تو خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہوتے۔ جیسے علمائے دیوبند نے جب مرزا صاحب (غلام احمد قادیانی) کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہوتے۔ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے[۱]

مُجرم ان کو سمجھتا تھا قصور اپنا نکل آیا

حق تو یہ ہے کہ رسول کریم علیہ التحیتہ والتسلیم کا منہ بولتا معجزہ ہے۔ جن پر تمام علمائے دیوبند سر بگریباں و حیران ہیں۔ مولانا مرتضیٰ احسن دیوبندی کی مندرجہ بالا عبارت سے آج کے جھگڑالو کٹ حجت دیوبندی کو سبق لینا چاہیئے۔

مثلاً آج کے ان پڑھ اور نادان دیوبندی بڑے بھولے بھالے بن کر یہ کہتے ہیں کہ کافر کو بھی کافر نہ کہو اگر اُن کے پیشوا مولوی مرتضیٰ احسن صاحب فرماتے ہیں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے ایسے ہی بعض ناخواندہ اور ان پڑھ اور بعض پڑھے لکھے بھی یہ کہتے ہیں کہ مولوی تھانوی اور مولوی اسمٰعیل کا معاملہ ان کے ساتھ ہے نہ کہ ہمارے ساتھ مگر مولوی مرتضیٰ احسن دیوبندی فرماتے ہیں کہ علمائے دیوبند کو صرف مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر فرض نہ تھی بلکہ ان کے متبعین مرزائیوں کی تکفیر بھی فرض تھی۔ چنانچہ علمائے دیوبند

[۱] اشد العذاب۔ مولوی مرتضیٰ احسن دیوبندی

نے مرزا صاحب اور مرزائیوں دونوں کو مرتد اور کافر کہا ہے۔ ایسے ہی تھانوی صاحب کے متبعین مع مولوی اسماعیل کے سب کا حکم ایک ہوگا۔

ایسے ہی بعض دیوبندی بڑے سیدھے سادے بن کر یہ کہتے ہیں کہ دیکھو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتنی زیادتی ہے کہ انہوں نے بعض اکابر دیوبند کو کافر کہہ دیا مگر مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی فرماتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان علمائے دیوبند کی کفریات پر مطلع ہونے کے بعد اگر ان کی تکفیر نہ کرتے تو وہ خود کافر ہوتے جیسا کہ علمائے دیوبند مرزا صاحب کے کفر پر مطلع ہونے کے بعد اگر ان کی تکفیر نہ کرتے تو وہ خود کافر ہوجاتے لہٰذا یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ علمائے دیوبند نے مرزا صاحب اور مرزائیوں کی تکفیر کی۔

کاش کہ آج کے دیوبندی مولوی اپنے مقتدا و پیشوا مولوی مرتضیٰ حسن سابق مدرس و ناظم شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند جیسی شخصیت کے مندرجہ بالا اصولوں پر غور و فکر کرتے جس میں ان کی بھی فلاح تھی اور کروڑوں مسلمان ان کے شر اور فساد سے محفوظ رہتے۔

آمدم بر سرِ مطلب۔ مولانا اشرف علی تھانوی کا ذکر تو ضمناً آگیا بات ہو رہی تھی مولوی اسماعیل کی کہ وہ مقتول ہوئے یا شہید،

علمائے دیوبند انہیں شہید اور رحمۃ اللہ جیسے القابات سے نوازتے ہیں۔ لیکن اگر یہی علمائے کرام آنکھوں سے تعصب کی عینک اُتار کر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو یقیناً وہ چیخ اُٹھیں کہ ایسا شخص جو حضور کو اپنے جیسا کہے اور سمجھے یارسول اللہ کہنا شرک کہے آپ کے روضۂ مبارک کے سفر کو شرک تمام امورِ دینیہ جو سلف صالحین سے چلے آرہے ہیں۔ انہیں شرک کہے۔ کیا ایسا آدمی شہید تو کجا مسلمان کہلانے کا بھی حقدار نہیں ہوسکتا کیا نبی کا اُمتی بن کر کلمہ پڑھنے کا یہی صلہ ہے۔ اللہ جل جلالہ کے رسول

کی توہین کو جزوِ ایمان سمجھا جائے علمائے اسلام نے ایسے شخص کو واجب القتل قرار دیا ہے۔

تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی۔ وہابیو۔ کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

اِن الذین یؤذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا و الاٰخرۃ و اعد لھم عذابا مھینا ۝

یعنی بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت اور پھٹکار ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے بیٹوں کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں۔ جب سورۃ تبّت نازل ہوئی تو ابولہب نے بیٹوں کو کہا کہ محمد کی بیٹیوں کو طلاق دے دو۔ چنانچہ ایک بیٹے نے تو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ طلاق دے کر رخصت کیا۔ لیکن دوسرے نے انتہائی بدمزاجی اور گالی گلوچ دے کر اور بے عزتی سے گھر سے نکالا۔ حضور کو معلوم ہوا کہ میری بیٹی کے ساتھ یہ زیادتی کی گئی ہے تو آپ اپنی لختِ جگر کی تکلیف برداشت نہ کرسکے فرمایا۔ الٰہی اپنے درندوں میں سے کسی درندے کو اس پر مسلط کر دے۔ ابولہب کو معلوم ہوا تو دہشت زدہ ہوگیا کہنے لگا اب میرے بیٹے کی خیر نہیں۔ چنانچہ ایک سفر میں پورا قافلہ تھا جس میں ابولہب اور اس کا بیٹا بھی تھا۔ رات جہاں قیام کرتا بیٹے کو قافلے کے درمیان رکھتا۔ لیکن تابکے۔ حضور کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی بات کیسے غلط ہوسکتی تھی۔ چنانچہ اسی طرح قافلے والوں نے ایک جگہ قیام کیا ابولہب نے اپنے بیٹے کو درمیان میں سلایا۔ رات کے وقت ایک شیر آیا تمام قافلے والوں کو سونگھتا ہوا ابولہب کے بیٹے کو پکڑا اور چیر پھاڑ کر یہ جا۔ وہ جا۔ حضور کی صاحبزادی کے

دیوبندی حضرات سے پوچھئے کہ جناب وہ شخص جس پر آپ نے یہ فتوے صادر کئے
ہیں وہ آپ کا شہید رحمۃ اللہ مولوی اسمٰعیل ہے۔

کیا مولوی اسماعیل عقائد اہلِ سُنّت سے خارج ہے یا نہیں۔ جاہل اور بے بہرہ
ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں حالانکہ آپ کے مفتی صاحبان خود ہی حکم لگا چکے ہیں۔

آپ کے مفتی صاحبان نے کہا۔ حضرات سلف صالحین اور آئمہ دین کا یہی مذہب
ہے، اور مولوی اسماعیل نے اسی کو حقیقی بدعت کہا تو اس سے سلف صالحین اور
آئمہ دین کو حقیقی بدعتی بنایا یا نہیں۔

علمائے دیوبند نے یہ بھی کہا کہ یہی حدیث صحیح وکلام اللہ شریف کی آیت صریحہ
سے ثابت ہے۔ لہٰذا مولوی اسماعیل آپ کے مفتی صاحبان کے فتوے سے قرآن و
حدیث کا منکر ہوا کہ نہیں اور جو منکر قرآن و حدیث کو اپنا امام بنائیں وہ کون ہوتے ہیں۔

آپ کے علمائے کرام نے یہ بھی کہا کہ یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے
کفر ہے اور وہ مقولہ اور اعتقاد مولوی اسماعیل کا ہے تو بتائیے کہ یہ حکم شریعت اور
قانونِ اسلام اس پر بھی جاری ہوگا کہ نہ۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں صرف لئے کہ یہ
تمہارا امام ہے۔ نیز جو کفریہ کلمات قبول کرنے والے کو امام بنائیں وہ کون ہوئے۔

آپ کے علماء نے یہ بھی کہا کہ یہ عقیدہ اہلِ حق اور اہلِ ایمان کا ہے مولوی اسمٰعیل
نے اسی عقیدہ کو حقیقی بدعت کہا تو اہلِ حق اور اہلِ ایمان کے عقیدہ کو حقیقی بدعت
کہے وہ اہلِ حق اور ایمان کا دشمن ہے کہ نہیں۔

آپ کے علماء کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ اس کا انکار الحاد اور زندقہ ہے مخالف
اس عقیدہ کا بددین اور ملحد ہے۔ کہئے آپ کے مفتی صاحبان کے فتوے سے مولوی
اسماعیل ملحد و بے دین اور زندیق ہوا یا نہیں اور ملحد بے دین اور زندیق کو اپنا امام
بنانے والے کون ہوتے ہیں غیر مقلدین کے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بہت ہلکا فتویٰ

ساتھ گستاخی کا انجام اپنے نتیجے کو پہنچا۔

مولوی اسمٰعیل جس نے حضورؐ کی شان میں اتنی زیادہ گستاخیاں کیں اس کو
کیسے معاف کیا جاسکتا تھا۔ دنیا میں بھی اللہ اور رسولؐ کی لعنت اور مسلمانوں
کی طرف سے پھٹکار اور موت عذابِ مہین نصیب ہوئی۔ یاد رکھئے۔ مہین کا لفظ
دنیا کی مصیبت اور ذلیل ہونے پر آتا ہے۔ دنیا میں ذلیل ہوکر درندوں کے
پیٹ کی غذا بن گیا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَار

یہی مولوی اسماعیل جس کی کتاب تقویۃ الایمان پر علمائے اسلام نے اس کے
رد میں بے شمار کتابیں لکھیں۔ جس کی فہرست گذشتہ صفحات میں دی گئی ہے۔
اسی تقویۃ الایمان کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب اپنے عقیدے کا اظہار اس
طرح کرتے ہیں۔

یہ شخص اہلِ سُنّت وجماعت سے خارج ہے۔ جاہل اور بے بہرہ ہے اور
یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے۔ کفر ہے۔ حضرات سلف صالحین اور
آئمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیث صحیح سے وکلام اللہ شریف کی
آیات صریحہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ زمان و مکان اور جہت سے
پاک ہے اور اس کا دیدار بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔ چنانچہ کتب عقائد اس
سے بھرے پڑے ہیں۔ فقط۔ دستخط مولوی رشید احمد گنگوہی۔ الجواب صحیح
مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند، بندہ
محمود الحسن مدرس اول مدرسہ دیوبند، محمد عبد الحق عفی عنہٗ ابو الوفا ثناء اللہ المحمود
وہ شخص اہل سُنّت سے خارج ہے۔ جاہل اور بے بہرہ ہے یہ اعتقاد اور
مقولہ جو سوال میں درج ہے۔ کفر ہے وہ ملحد ہے۔ بے دین ہے۔ زندیق ہے
ہر گز اہلِ سُنّت سے نہیں دین سے ناواقف ہے۔ اب علمائے دیوبند اور

لکایا کہ دین سے ناواقف ہے۔ تو غیر مقلد و وہابیو۔ بتاؤ کہ جو دین سے ناواقف ہو اس کو تم کم از کم جاہل تو کہو گے۔

دوغلا ایمان دیکھئے

مولوی اسماعیل کی عبارت پر پہلا فتویٰ جو درج ہے وہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے۔ کفر ہے۔ نیز یہی سلف صالحین اور آئمہ دین کا مذہب ہے اور کلام اللہ شریف کی آیاتِ صریحہ سے اور احادیثِ مُبارکہ سے مُنکر ٹھہرے جو قرآنِ کریم کی آیاتِ صریحہ کا مُنکر ہو وہ بلاشبہ کافر ہے تو گنگوہی کے فتوے سے مولوی اسمعیل کافر ٹھہرے،

انہی گنگوہی صاحب کا دوسری جگہ اسی کتاب میں فتویٰ ہے کہ جو شخص مولوی اسمعیل کو کافر کہے وہ کافر ہے۔ عبارت یہ ہے۔ مولوی اسماعیل جیسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ لیجئے دونوں کافر لے لاحول ولا قوۃ

اس کی پوری بحث اور تفصیل رسالہ دیوبندی کا ایمان، شائع کردہ حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب شافعی قادری علوی رضوی۔ لائل پوری میں ہے۔

یہاں تک تھی تمہید مولوی اسماعیل کی کتاب۔ تقویتہ الایمان اور ان کے عقائد پر جس پر علمائے دیوبند نے دوغلی پالیسی اختیار کر کے مولوی اسماعیل کو نہ مسلمان رہنے دیا اور نہ کافر۔ وہ مولوی اسماعیل دہلوی جس پر قیامت تک نفرین اور لعنت پڑتی رہے گی۔ مسلمانوں میں اختلاف اور انتشار پیدا کرنے والا۔ نہ شہید نہ مقتول بلکہ مردود بارگاہِ الٰہی اور دربارِ مُصطفٰے ﷺ سے ٹھہرا

یارسول اللہ ﷺ اب آپ سے ہی فریاد ہے۔ آقا سُنیئے۔

یا مُحمّد مُصطفٰے ﷺ فریاد ہے ۔۔۔ اے حبیبِ کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسے ہیں آج کل ۔۔۔ اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

---

۱ فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۳ ص ۱۲

باب سوم

تاریخ وہابیہ دیوبندیہ

اور

مدرسہ دیوبند

قبل اس کے علمائے دیوبند کے عقائد پر روشنی ڈالی جائے ضروری ہے کہ مدرسہ دیوبند کی تاریخی حیثیت بیان کر دی جائے۔

برصغیر پاک و ہند میں قدیم سے اسلامیہ مدارس چل رہے تھے۔ ان میں دہلی، آگرہ، لاہور، ملتان، گجرات، لکھنؤ، خیرآباد، بنگال، مدراس اور بہار وغیرہ کے ہزاروں مدارس ہندوستان کے سلاطین اور امراء کی وقف کردہ جائدادوں سے چل رہے تھے۔ مسلمانوں کی تعلیم کا تمام دارومدار انہی جائدادوں پر تھا انہی کی آمدنی سے ان مدارس کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔

۱۸۳۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے ان تمام وقف کردہ جائدادوں کو بحق سرکار ضبط کر دیا۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر کے بقول مسلمانوں کے تعلیمی ادارے ۱۸ سال کی لوٹ کھسوٹ کے بعد یک قلم مٹ گئے۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان) اردو ترجمہ ص۱۰ دوسری جگہ وہ صاف صاف لفظوں میں لکھتا ہے کہ اس الزام کا جواب نہیں دیا جا سکتا کہ ہم نے ان کے اوقاف کا ناجائز فائدہ اُٹھایا۔

پھر بھی کچھ مخیر حضرات نے ان کی سرپرستی کی اور ادارے بے دست و پا ہوتے ہوئے بھی اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔

انگریز نے جب دیکھا کہ اب بھی یہ ادارے جاری ہیں تو اس نے مذہبی تعلیم پر کاری ضرب لگا کر اس کو مٹانے کی کوشش کی دوسری طرف ملک میں اپنی تعلیم رائج کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کے لئے سخت ترین مرحلہ درپیش تھا۔

ایک انگریز اور ولیم بنٹنگ کے عہدِ حکومت میں جب سرکاری مدارس قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی تو شروع شروع میں اس انگریز نے ان مدارس کو مشرقی زبان میں جاری کرنے کا خیال ظاہر کیا کچھ انگریزوں نے جن میں پادری بھی

شامل تھے۔اس کی مخالفت کی اور تعلیم کو انگریزی زبان میں جاری کرنے پر زور دیا گیا۔ اِن کا یہ مطالبہ منظور ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہندوستان کے مسلمان اور ہندو عیسائیت سے قریب ہیں ایک فرانسیسی مستشرق (گارساں وتاسی) ص ۸۰۴ میں یہ بات تسلیم کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے کہ ہندوستان میں یورپین علوم کا جس قدر چرچا کیا جاتا ہے اسی قدر وہ ہماری تہذیب و تمدن اور اصولوں کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔

اس صورتِ حال میں ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے ایک اہم سوال آیا کہ جو مذہب ہزار برس تک اس ملک پر شعبۂ زندگی پر چھایا رہا۔جس ملک نے صدیوں اسلام اور اسلامی علوم وفنون کی خدمت انجام دی ان میں اضافے کے لئے لاتعداد دانش گاہیں اور درس گاہیں دیں کیا یہ ملک مسلمانوں کے لئے اجنبی ہوجائے اس سوال نے یہاں کے مسلمانوں کو یہ تسلیم کرلینے پر مجبور کردیا کہ ہم نے اپنی آزادی پر ایسی قوم کو مسلط کردیا ہے جو ہماری سیاست پر ہی نہیں۔بلکہ ہمارے مذہب پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔ہمارے دل میں یہ احساس جاگزیں ہوگیا کہ ہم ایک شکست یافتہ قوم ہیں۔ہمیں مفتوح کی حیثیت سے یہاں زندہ رہنا ہوگا فاتح کی حیثیت سے نہیں اس احساس نے وقت کا اہم مسئلہ پیدا کیا کہ اپنے آپ کو اس قوم کے زیرِ اثر رہنے دیں۔اپنی تہذیب وثقافت اور تعلیم کو اس اجنبی قوم کی تہذیب و ثقافت میں تحلیل کردیں۔چنانچہ اس سوال کے دو جواب اور اس مسئلے کے دو حل سوچے گئے۔ ایک علی گڑھ میں اور دوسرا دیوبند میں۔علی گڑھ کے حل کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم پر ایک حکومت تسلط حاصل کرچکی ہے۔دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے حاکم کے علوم اور اس کی زبان سیکھیں تاکہ اجنبیت کی یہ خلیج دور ہوجائے اس طرزِ فکر نے اس دانش گاہ کی بنیاد رکھی جسے آج مسلم یونیورسٹی کہا جاتا ہے۔سرسید مرحوم نے ایجوکیشنل

کانفرنس ۱۸۸۶ء کے سالانہ اجلاس میں علی گڑھ میں فرمایا تھا۔اس وقت ہمیں ضرورت ہے کہ جس قدر ہوسکے ایک کثیر تعداد میں ایسے نوجوان پیدا کریں جو اس علوم میں ہر زمانے کی حاجتوں کے لئے ضروری ہیں[1]

علی گڑھ مرکز

چنانچہ بقول مولوی عبید اللہ سندھی المتوفی ۱۹۴۴ء دہلی کالج کا (انگریزی حصہ) اسی کالج کے تربیت یافتہ سرسید احمد خان علی گڑھ لے گئے۔گویا پہلے جو وہابی حضرات کا ماڈرن اور پُراسرار مرکز دہلی کالج مقرر ہوا تھا۔آگے چل کر اس کے دو حصے ہوگئے یا دو مرکز قائم ہوگئے۔ایک دیوبند اور دوسرا علی گڑھ۔اسی دوسرے مرکز علی گڑھ کو مغربی تعلیم و تہذیب کے دلدادگان کا مرکز قرار دیا گیا اور آہستہ آہستہ پورے ملک میں اس کی برانچیں قائم کردی گئیں۔جو مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مستقل مراکز کی حیثیت حاصل کرتی چلی گئیں اس طرح پورے ملک میں مغربی علوم اور مغربی تہذیب چھا گئی اور یہ دونوں چیزیں اس طرح پاک وہند کے باشندوں کے دماغ واعصاب پر سوار ہوئیں کہ انگریزوں کو ہمارے ملک سے گئے ہوئے نصف صدی گذرنے کو ہے لیکن ان مغربی لعنتوں سے چھٹکارا حاصل کرنا تو دور کی بات ہے۔خود مسلمان کہلانے والوں نے انہیں اس طرح اپنا ضابطۂ حیات اور لائحہ عمل بنایا ہوا ہے۔جیسے مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی کا راز قرآن وسنت کے احکام کی پیروی میں مضمر نہیں بلکہ مغربی لعنتوں میں ہے۔باری تعالیٰ ہمیں سوچنے اور سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین

علی گڑھ کالج کے بارے میں عرض کرنے سے پہلے اس حقیقت کا اظہار کردینا

---

[1] روداد ایجوکیشنل کانفرنس ۱۸۸۶ء علی گڑھ

ضروری نظر آتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد برٹش گورنمنٹ نے جو پالیسی وضع کی اس کو مولوی عبدالحق قدوسی کے لفظوں میں سُنیئے۔

بات دراصل یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے تلخ تجربہ کے بعد انگریز سرکار اس قدر حساس ہو چکی تھی کہ وہ جب بھی ہندوستانیوں خصوصاً مسلمانوں میں کسی قسم کے اضطراب و اشتعال کے آثار محسوس کرتی تو قبل اس کے کہ حالات خطرناک صورت اختیار کر جائیں مسلمان قوم کے سامنے کوئی نئی چیز مسلمان لیڈروں کے ہی ذریعے پیش کر دیتی جس سے مشتعل قوم کا رُخ خود بخود دوسری طرف پھر جاتا۔[1]

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی تحریک کیوں چلائی گئی۔ مولوی سید سلیمان ندوی المتوفی ۱۹۵۳ء نے اس پُراسرار حقیقت کے چہرے سے یوں پردہ ہٹایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں طرابلس اور بلقان کے ہنگاموں کے سبب سے مسلمانوں میں بے حد جوش و خروش تھا اور انگریزوں کی طرف سے دلوں میں بے حد ناراضی اور نفرت پھیلی تھی اور ان کی ذرا ذرا سی بات سے مسلمانوں کو چڑ ہوتی تھی۔ حکام کے سامنے ان ناخوشگوار حالات کا تدارک از بسکہ ضروری تھا۔ اس لئے بہترین تدبیر یہ تھی کہ ملک میں کوئی ایسی عالمگیر تحریک شروع کر دی جائے جو مسلمانوں کے رُخ کو اِدھر سے اُدھر پھیر دے یہ چیز ایک مسلم یونیورسٹی کا تخیل تھا۔ جس کو لے کر ہز ہائنس سر آغا خان جو اس وقت کے مسلم قومی رہنما اور انگریزوں کے معتمد تھے آگے بڑھے۔[2]

علی گڑھ کالج کے اصل کرتا دھرتا سر سید احمد خان دہلی کالج سے تحریف شدہ

---

[1] ہفت روزہ الاعتصام لاہور بابت ۲۳ر اکتوبر ۱۹۷۰ء صہ ۵

[2] حیاتِ شبلی، سید سلیمان ندوی

مذہب یعنی وہابیت بشکل دیوبندیت لے کر آئے تھے۔ لیکن علی گڑھ میں آکر نہ دیوبندی رہے اور نہ سُنی بلکہ موصوف نیچریت کے بانی بن گئے اور اس طرح مسلمانوں کی خیرخواہی و اصلاح کے نام پر ساتھ ساتھ مقدس اسلام کی بیخ کنی کا فریضہ جو حکومت کی طرف سے عائد ہوا تھا۔ سرانجام دے کر گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کرتے رہے۔ مسلمانوں کی خیرخواہی معیوب نہیں انہیں تباہ کن حرکتوں کے نتائج سے خبردار کرنا دشمنی نہیں۔ دولت۔ علم و فن اور اخلاق و کردار میں مسلم قوم کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنا بدخواہی نہیں بلکہ یہ امور تو مستحسن ہیں اگر واقعی یہ مصلح اور ریفارمر بننے والے یہی کچھ کرنا چاہتے تھے۔

تو صرف اللہ اور اس کے اصول کے دین پر عملِ جراحی کی مشق کس غرض سے فرمائی گئی۔ مسلمانوں کے دین و ایمان کو تباہ و برباد کرنے والا کیا ان کی حقیقی خیرخواہی کے تصور سے بھی آشنا ہو سکتا ہے۔

دہلی کالج کا انگریزی حصہ علی گڑھ لایا گیا تھا اب دیکھنا یہ ہے کہ علی گڑھ سے کہاں تک پھیلا۔ بریلی اور میرٹھ کی درس گاہوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

بریلی کی یہ درس گاہ اور میرٹھ سکول۔ دہلی کالج کی شاخ قرار پائے۔ ۱۸۴۰ء تک بریلی سکول میں کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ ۱۸۵۰ء میں بریلی کا اسکول کالج بنا دیا گیا۔[1]

ڈھاکہ یونیورسٹی کے قیام کی وجہ سید سلیمان صاحب ندوی المتوفی ۱۹۵۳ء نے یہ بتائی ہے۔

گورنمنٹ نے مسلمانوں کے اس زخم پر رکھنے کے لئے جو مرہم تجویز کیا اس کا نام ڈھاکہ یونیورسٹی ہے اس یونیورسٹی کی تجویز اور خاکہ بنانے میں اِن لوگوں کو بھی شریک کیا جو احرار کے سرگروہ سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ نئے تعلیم یافتوں میں سے محمد علی مرحوم اور علماء میں سے مولانا شبلی کے نام اس سب کمیٹی میں داخل ہوئے جو اسلامک سٹڈیز

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی صہ ۴۳ مصنفہ پروفیسر محمد ایوب قادری

کے لئے بنی تھی۔[1]

وہ زخم کیا تھا جس پر ڈھاکہ یونیورسٹی کے قیام کا مرہم لگایا گیا۔ اس کا جواب مولوی عبدالخالق قدوسی صاحب کی زبانی سُنیئے۔

اسی طرح سنہ ۱۹۱۱ء میں جب تقسیمِ بنگال کی تنسیخ کا فیصلہ ہوا تو مسلمانوں میں سخت اشتعال پیدا ہوا اور ایک اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ گورنمنٹ نے اس کا علاج جو تجویز کیا وہ ڈھاکہ یونیورسٹی کا قیام تھا۔[2]

یونیورسٹیوں کا قائم ہونا تھا کہ برصغیر پاک و ہند میں انگریزی سکولوں اور کالجوں کا جال پھیلا دیا گیا اور انگریز نے ان کے ذریعے جس مقصد کو حاصل کرنا تھا وہ بڑی آسانی سے حاصل ہو گیا۔ انگریزی زبان کا سیکھنا اور سکھانا بُرا نہیں بلکہ ضروری ہے یہ بھی دوسری زبانوں کی طرح ایک زبان ہے اور اس کا کسی طرح معیوب نہیں ہو سکتا۔ ان انگریزی کالجوں اور اسکولوں کی دو باتیں معیوب تھیں۔ جو عیسائیوں کی سُنت کے طور پر آج تک کمال عقیدت کے ساتھ اپنائی ہوئی ہیں اور مسلمان کہلانے والے بھی ان عیوب کو دور کر کے اپنی درس گاہوں کو باعثِ خیر و برکت کو دکھانے اور انہیں دنیا و عقبیٰ کی کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنانے سے کتراتے رہتے ہیں۔ ان سرکاری درس گاہوں کی دونوں خرابیوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ادارے مغربی تہذیب و تمدن سکھانے کی تربیت گاہیں بنائے گئے ہیں اور دوسری خرابی یہ کہ اسلامی علوم و معارف سے طلبہ کو علمی اور عملی طور پر بڑی حد تک دور ہی رکھا جاتا ہے۔ انگریز تو مسلمانوں کو اور خصوصاً اُن کے پڑھے لکھے طبقے کو دین سے ناواقف دیکھنا اور رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن پاکستان کی کسی حکومت نے آج

[1] حیات شبلی ص ۵۲ سید سلیمان ندوی

[2] ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۲۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۷۰ء ص ۵

تک یہ وضاحت کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ وہ اپنی درس گاہوں سے اسلام کو باہر نکال کر مسلمانوں کی موجودہ نسل کو دین سے ناواقف رکھ کر کون سا مقدس مقصد حاصل کر رہے ہیں۔ پاک و ہند میں انگریزی درس گاہوں کے محرک بننے کا جس ہستی کو حکومت وقت نے شرف بخشا تھا وہ سر سید احمد خان تھے۔ موصوف کے بارے میں شیخ اکرام صاحب اسی تعلیم سے متعلق یوں وضاحت کرتے ہیں۔

خود سر سید ۱۸۹۰ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ جو تعلیم پاتے جاتے ہیں اور جن سے قومی بھلائی کی اُمید تھی وہ خود شیطان اور بد ترین قوم ہوتے جاتے ہیں۔[1]

یہ الفاظ خود سر سید احمد کے ہیں۔ انہیں بھی احساس ہو گیا تھا کہ یہاں کے تعلیم یافتہ حضرات اسلام سے باغی ہو کر انگریزی کے نمک خوار بنتے جا رہے ہیں۔

سر سید احمد خان نے آگے چل کر نیچری مذہب اختیار کر لیا۔ نیچری فرقے سے چکڑالوی مذہب نے جنم لیا اور غلام جیلانی برق نے پروان چڑھایا آج کل اس فرقہ کے سرپرست پروفیسر غلام احمد پرویز ہیں۔ یہ مذہب عقیدۂ رسالت اور احادیث مطہرہ کے خلاف پُراسرار سازش ہے ان کے نظریات اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین

صلح کلی فرقہ

جب دیو بند اور علی گڑھ کے مراکز قائم ہوئے تو ایک بالکل دینی اور دوسرا سراسر دنیاوی معلوم ہوتا تھا۔ لہٰذا بعض حضرات کی رائے ہوئی کہ ایک ان کے مابین راستہ قائم کیا جائے۔ اس خیال کے پیش نظر ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔ علامہ شبلی نعمانی

[1] موجِ کوثر، محمد اکرام شیخ مطبوعہ فیروز سنز لاہور، بار ہشتم ۱۹۶۸ء ص ۲۲۸

المتوفی ۱۹۱۴ء اس کے کرتا دھرتا تھے۔ موصوف نے اپنی مخصوص ذہنیت وخیالات کے تحت ندوے سے تین فائدے حاصل کرنا چاہئیے۔

۱۔ علمائے اہلِ سنت کو برٹش گورنمنٹ کے جال میں پھنسانا۔

۲۔ صلح کلیت کی تبلیغ کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے خواہ وہ خدا کا انکار کرے یا رسالت کا منکر ہی کیوں نہ ہو صحابہ کرام کو گالیاں دے یا نبوت کا دعویٰ کرے قرآن وسنت کا منکر ہو یا عقائدِ اسلامیہ سے منحرف، کسی حالت اور کسی صورت میں اس کے مسلمان ہونے پر حرف نہیں آتا۔

۳۔ دہریت کا پرچار

مؤخر الذکر نظریہ چونکہ علمائے دیوبند نے ٹھکرا دیا تھا۔ علی گڑھی حضرات بھی دب گئے۔ علمائے اہلِ سنت کو اس جال میں پھنسانے کی اسکیم بھی ناکام رہی۔ لہٰذا باقی رہ گئی۔ صلح کلیت۔ جب یہ علم بھی دیوبندی حضرات کے ہاتھوں میں آگیا تو علامہ سلیمان ندوی کے دور سے ندوۃ ایک دیوبندی ادارہ ہو کر رہ گیا۔ ندویوں نے رنگ تو بہت بدلے لیکن خدا کا شکر ہے کہ کوئی نیا فرقہ بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

آج بھی صلح کلیت فرقہ موجود ہے۔ جس کے سرپرست جناب علامہ ڈاکٹر طاہر القادری ہیں۔ یہ بھی ڈھنڈورا بہت پیٹ رہے ہیں۔ بشارات اور خوابوں کے ذریعہ اپنے آپ کو نبوت کے مقام تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ آمین

مرکز دیوبند اور دار العلوم کا قیام

علی گڑھ کے مرکز کے بعد دیوبند کا جو حل تجویز ہوا اس کا ماحصل یہ تھا کہ ہمیں حاکم وقت کی زبان اور اس کے علوم کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان و علوم کی بقا و تحفظ کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ یہی فکر دار العلوم کی بنیاد کا سبب بنا۔ دار العلوم

کے بانیوں کا مقصد اسلام کی حفاظت کے لئے مضبوط اور مستحکم قلعوں کو تعمیر کرنا تھا تاکہ اسلام کو ہر خطرے سے بچایا جا سکے اور جو چراغ ہزار برس ملک ہندوستان میں جلتا رہا لادینیت کی تیز ہواؤں سے گل نہ ہونے پائے قوم کے نونہال الحاد و تشکیک کے کارخانوں میں جانے کے بجائے ان اداروں میں پلیں۔ بڑھیں اور پروان چڑھیں۔ یہاں ان کے مذہب کے بارے میں بتایا جا سکے۔ ان کا ذہن ان کا دماغ ان کا کردار سب کچھ اسلام کے مطابق بنایا جا سکے۔

مجموعی طور پر دیوبند تحریک نے اس وقت مایوس کن حالات میں امید کے چراغ جلائے اور اس خوفناک ماحول میں اپنی جدوجہد کا آغاز کیا۔ جس نے مسلمانوں کی کمر ہمت توڑ رکھی تھی اور بہت سے لوگ حالات کے ساتھ مصالحت پر زور دینے لگے۔ دیوبند نے ان حالات کا رخ موڑا۔ ہندوستان کے مایوس اور مجبور مسلمانوں کی رگوں میں زندگی کا خون دوڑایا نئے عزائم کی روح پھونکی اور اس طرح اسلام کے خلاف سازشوں پر سخت پہرے لگائے۔

چنانچہ اس تحریک کی ابتدا ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۲ مئی ۱۸۶۶ء کو ہوئی یہ تحریک اپنی نوعیت اور افادیت کے لحاظ سے بالکل مختلف تھی۔ ہندوستان میں عربی مدارس اور دینی درسگاہوں کی کمی کبھی نہیں رہی لیکن یہ عربی مدرسہ عربی علوم وفنون کی تعلیم سے زیادہ اسلام کی اشاعت اور اس کی دعوت و تبلیغ کے لئے جدوجہد کا عظیم مرکز بن رہا تھا۔ ابتدا میں نہ اس کی کوئی عمارت تھی اور نہ کوئی ایسی باقاعدہ جگہ اس کا تعلیمی سلسلہ شروع کیا جا سکے۔ ایک چھوٹی سی مسجد قدیم سے تھی جو یہاں چھتہ کے نام سے مشہور تھی۔ یہی مسجد اس مدرسے کی سب سے پہلی عمارت تھی۔

درس گاہ کے نام پر ایک درخت انار کا موجود تھا جو آج بھی موجود ہے یہاں سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا ایک شاگرد اور ایک استاد، قصبے کے مُلا جی محمد محمود

نے سب سے پہلا سبق پڑھایا اور دیوبند ہی کے ایک طالب علم محمود الحسن نے سب سے پہلا حرف پڑھا۔ بعد میں یہی طالب علم مدرسے کا شیخ الحدیث اور صدر کہلایا۔[۱]

---

[۱] مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اُستاد مُلّا محمد محمود تھے اور شاگرد محمود الحسن تھے یہ عبارت اور داد مناظرہ ۱۲۸۳ھ ص۱۶ بحوالہ تاریخ دیوبند مصنفہ سید محبوب رضوی ص۲۲۴ بحوالہ ماہنامہ الرشید لاہور۔ ترجمان جامعہ رشیدیہ ساہیوال دیوبند نمبر فروری ۱۹۷۲ء صفر المظفر ۱۳۹۶ھ جلد نمبر ۴ شمارہ ۲-۳

لیکن علماء دیوبند کے ہی کچھ علماء صدر مدرس دیوبند مولانا محمد یعقوب کو بتاتے ہیں۔

عبارت پڑھیئے۔ مدرسہ دیوبند کے قائم کرنے کی ضرورت کس کو پیش آئی اس کے بانی و مدرس اور چلانے والے کون تھے اس سلسلے میں جماعت اہلحدیث کے مشہور عالم مولوی عبدالخالق قدوسی یوں لکھتے ہیں۔ ایسے میں چند ایسے حضرات میدان میں آئے جن کی پوری تربیت گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں میں ہوئی تھی اور سرکاری ملازمت میں رہ کر وہ اپنے آپ کو گورنمنٹ کے مکمل وفادار ثابت ہو چکے تھے۔ انہوں نے دیوبند میں ایک عربی دینی مدرسہ دارالعلوم کی بنیاد رکھ دی یہ حضرات ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ اس لئے قدرتاً انگریزی گورنمنٹ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

دارالعلوم دیوبند کا سب سے پہلا صدرالمدرسین کون مقرر کیا گیا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری یہی جواب دیتے ہیں۔

جب ۱۵ محرم الحرام کو مدرسہ اسلامیہ دیوبند قائم ہوا تو مولانا محمد یعقوب صدر مدرس ہوئے اس وقت مولانا سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے۔

قیام مدرسہ کے بعد سب سے پہلے صدر مدرس کی حیثیت سے جس شخص کا تقرر ہوا

باقی اگلے صفحہ پر

قارئین حضرات آپ نے علمائے دیوبند کا اختلاف دیکھ لیا کہ بعض کہتے ہیں کہ پہلا اُستاد علاقے کا ہی مُلّا جی۔ محمد محمود تھے اور پہلا شاگرد مولانا محمود الحسن صاحب تھے۔

لیکن آپ نے دوسری تحریر بھی پڑھ لی کہ سب سے پہلا صدر مدرس مولوی محمد یعقوب تھے۔ بہرحال ہو سکتا ہے کہ بعد ان ہی حضرات کو صدر مدرس مقرر کر دیا گیا ہو۔

ہندوستان کی دینی علمی سیاسی، تاریخ اس شیخ الحدیث کے احترام میں سرنگوں ہے۔ جن لوگوں نے اس عظیم درس گاہ میں حصہ لیا ان میں حاجی عابد حسین، مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا ذوالفقار علی اور مولانا فضل الرحمٰن جیسی قدآور شخصیتیں تھیں۔

اس مدرسہ میں کئی نامور شخصیات بحیثیت صدر آتے اور جاتے رہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں طلباء کامیاب ہو کر نکلے اور دور دراز علاقوں میں دینی خدمات سرانجام دیں۔

ہر تحریک یا جماعت یا ادارے کے سربراہ پر تعلیم۔ اخلاق۔ کردار اور افکار و نظریات کا دارومدار ہوتا ہے۔ ہر انسان استاد کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ فوج میں سالارِ اعلیٰ۔ بہادر اور نڈر ہو گا تو پوری فوج بہادر ہو گی۔ پہاڑوں کے ساتھ ٹکرانے سے دریغ نہیں کریں گی۔ لیکن قیادت بزدل ہو تو لاکھوں کی فوج بھی بے کار ثابت ہوتی ہے۔

آج اگر علمائے دیوبند کے ساتھ اختلاف ہے تو دیوبند کے ادارے کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ وہاں سے جو علمائے کرام فارغ ہوئے یا جن کی سرپرستی میں علمائے اسلام نے دستار فضیلت حاصل کی دارومدار ان کے خیالات اور افکار پہ ہوتا ہے۔

راقم الحروف کے استاد گرامی فاضل دیوبند تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ دوستو میں نے بھی دیوبند سے پڑھا ہے۔ آج بھی لوگ دیوبند سے پڑھتے ہیں۔ ہمارے وقت کا

وہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی تھے۔

[۱] ہفت روزہ الاعتصام لاہور بابت ۲۳ راکتوبر ۱۹۷۰ء

[۲] مولانا محمد احسن نانوتوی ص۱۹۲ از پروفیسر محمد ایوب قادری

دیوبند اور تھا آج کا دیوبند اور ہے۔ ہمارے اُستاد اور تھے۔ آج کے اُستاد اور ہیں۔ اس لئے دوستو، سلف صالحین اور آئمہ دین اور اپنے بزرگوں کے طور طریقے نہ چھوڑنا آج دارالعلوم دیوبند کا لفظ ایک گالی کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

دارالعلوم کے منتظمین میں اختلاف پیدا ہوگیا بجائے خدمت مدرسہ کے ذاتی غرض مقدم سمجھنے لگے۔ تو مدرسہ انتشار اور بدنظمی کا شکار ہوگیا۔ جس کے متعلق مولانا منظور الحق صاحب اپنی تصنیف رسالہ منظوم مسمی مدرسہ دیوبند کا مرقع کا اقتباس پیشِ خدمت ہے جو مطبع اختر نہار نپور میں طبع ہو کر شائع ہوا مولانا فرماتے ہیں۔

غائبانہ ہر چہ در سمعاں شدہ
بر خلافش دیدہ چشماں شدہ
ناشستم من گرفتہ بنشین
واقعی حالات را جویاں شدہ

یعنی بے دیکھے جو سُنا گیا اس کے خلاف آنکھوں نے دیکھا۔ جب میں پنشن لے کر آیا تو میں نے اس مدرسہ دیوبند کی تفتیش کی۔ حالات واقعی کو لکھتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں۔

پر ز نخوت چند مختالاں شدہ
مدرسہ از تنگ شاں نالاں شدہ
گشتہ سہ یک و یکے گشتہ سہ
سات بر تثلیث ترسایاں شدہ

یعنی چند لوگ غرور اور تکبر سے بھر گئے اس لئے مدرسہ ان کی شرم سے روتا ہے اور تین ایک ہو کر سرکش ہو گئے۔ عیسائیوں کی تثلیث پر مات ہو گئے ابتدا میں مولوی ذوالفقار علی اور مولوی فضل الرحمٰن مرحومین ممبر مدرسہ تھے۔ جب اُن تینوں کا

زور ہوا تو ان دونوں کا بس نہیں چلتا تھا۔ انہوں نے اپنی ڈاڑھیوں کو ان کی سرکشی سے بچایا۔ جن تین مغرور متکبروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (اُن کا نام نہ لکھنا ہی بہتر ہے) اور مولانا محمد قاسم صاحب نے وصیت کی تھی جس کو انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا کہ

گاہ از اولاد من فی المدرسہ
لا یلج احد ملازم آں شدہ

یعنی میری اولاد میں سے کوئی بھی مدرسہ میں ملازم نہ رکھا جائے یہ وصیت ان کی از روئے کشف تھی۔ جن کے چھوڑنے سے یہ خرابیاں پیدا ہوئیں ان کے بیٹے کا حال ان پر ظاہر ہوگیا۔ جو اس کو خواہشات نفسانی کا تابع دیکھا۔ مدرسہ ان کے ہاتھ سے تباہ ہوا۔ مولانا تمام عمر اپنے بیٹے سے بیزار اور ناراض رہے۔ مرنے کے بعد کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا جن تین حضرات کے نام نہیں لکھے گئے ان ہی کی خرابی کی وجہ سے حالات یہاں تک پہنچے کہ نظام حیدر آباد سے جو وظیفہ دارالعلوم کو ملتا تھا وہ بند ہوگیا۔ کیونکہ وہ سب ہضم کر لیتے تھے۔ منظوم اقتباس طویل ہے۔ لہٰذا اسے ترک کر کے اپنے مطلب پر آتا ہوں میری کتاب کا تعلق مدرسہ دیوبند کے انتظام سے نہیں ہے۔ صرف ایک جھلک دکھانی مقصود تھی۔

زیر نظر کتاب تاریخ وہابیہ پر لکھی جا رہی ہے۔ عقائد دیوبند تحریر کرنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ بریلوی اور دیوبندی عقائد کے علاوہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے۔ کیونکہ علمائے دیوبند اور علمائے بریلی ایک دوسرے کو انگریز دوستی کا طعنہ بھی دیتے ہیں۔ تفصیل اگلے صفحات پر اپنے مقام پر آئے گی۔

مختصر اشارہ کر دوں کہ جو انگریز دوست تھے وہ باقاعدہ حکومت انگریز سے تنخواہ لے رہے تھے اور انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں انگریز دوستی

کا حق ادا کیا اور جن علماء کرام نے ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ کا راز پایا وہ سولی پر چڑھ گئے یا جزیرہ انڈیمان (کالا پانی) بھیج دیئے گئے۔ جیسے مولانا فضل حق خیر آبادیؒ لیکن اپنے مؤقف سے پیچھے نہ ہٹے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

یہی فرق ہے علمائے حق اور علمائے سوء میں۔ دین کے بدلے دنیا کا سودا کیا اور اپنے مفاد سے منہ نہ موڑا اور مسلمانوں میں اختلاف اور انتشار کا ایسا بیج بو گئے۔ جس کی فصل آج تک کاٹی نہ جا سکی اور یہ اختلاف کی دیواریں بجائے منہدم کرنے کے پختہ سے پختہ تر ہوتی گئیں۔

دیوبندی بریلوی اختلافات کے وجوہات

دیوبندی نزاع کی صحیح نوعیت کی اصل حقیقت تک پہنچنے میں جو دیوار اب تک حائل رہی ہے وہ یہ ہے کہ غلطی سے علمائے دیوبند کے مقابلے میں فاضل بریلوی کو ایک فریق سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فریق نہیں ہیں بلکہ فریق مقابل تو وہ ہوا کرتا ہے جو نزاع کے آغاز کے وقت فریق اوّل کے نشانے پر ہو اور یہاں قصہ تو یہ ہے کہ جس دن علمائے دیوبند نے ذاتِ رسول کریم علیہ التحیتہ والسلیم کو اپنے قلم کا نشانہ بنایا اس ابتدائی حملے کے وقت نہ فاضل بریلوی سامنے تھے اور نہ ان کا کہیں نام اور ذکر تھا انہیں جب معلوم ہوا کہ اہلِ دیوبند کی طرف سے منصب رسالت کی عظمتوں پر حملہ ہوا ہے تو وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایک جاں نثار وکیل کی حیثیت سے اچانک منظرِ عام پر آ گئے اس لئے انہیں ایک فریق کا ترجمان تو کہا جا سکتا ہے۔ لیکن فریق نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ علمائے دیوبند کی اصل جنگ ان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ ہے۔ وہ تو ایک فرمانبردار غلام کی حیثیت سے اپنے آقائے نعمت کی طرف سے صرف دفاع میں سامنے آئے ہیں۔

ایک طرف رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتِ خداداد ہے اور دوسری طرف قلم کی تلوار لئے ہوئے سہارنپور (دیوبند) کے حملہ آور ہیں اور درمیان میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے آقا کی حمایت میں سینہ سپر ہیں۔ کون بے غیرت مسلمان ہے۔ جو ایک لمحے کے لئے بھی اپنے محبوب پیغمبرؐ کے ضربِ مخالف سے اپنے آپ کو وابستہ رکھے گا۔

وہ یہ کہتے ہیں بسایا ہے بیاباں ہم نے
ہم یہ کہتے ہیں اجاڑا ہے گلستاں کس نے
اے خدا راہِ ہدایت اِن وہابیوں کو دِکھا
لذّتِ ایمان کی دولت سے جو محروم ہیں

تنقیصِ رسالتؐ کے خلاف پہلی آواز اعلیٰحضرت نے بلند کی

۱۳۱۹ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان نام کی ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم پاک کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دے کر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس پر نہایت ایمان سوز اور دل آزار قسم کی گستاخی کی تو اس کے خلاف سب سے پہلے بریلی سے صدائے احتجاج بلند ہوئی اور ان سے مطالبہ کیا گیا کہ انہوں نے توہین رسالتؐ کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس لئے بغیر کسی جھجک کے وہ توبہ شرعیہ کر کے اسلام کی طرف پلٹ آئیں۔ لیکن چونکہ وہ اپنے گروہ کے بہت بڑے مولانا تھے اس لئے انہیں توبہ کرتے ہوئے عار ہوا اور بے جا تاویلوں کا سہارا لے کر انہوں نے اُمتِ مسلمہ میں ہمیشہ کے لئے فتنہ کھڑا کر دیا۔ لیکن حکیم الامت کی اس عبارت سے علمائے دیوبند

کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔ آپ کے مخلصین اور متعلقین نے خطوط پر خطوط بھیجے کہ اس عبارت کو تبدیل کر دیں یا اس کی وضاحت کریں لیکن مولوی اشرف علی تھانوی جو معاذ اللہ (مقامِ نبوّت تک پہنچے ہوئے تھے) ناک پر مکھی بیٹھنے دیتے تھے نہ عبارت تبدیل کی اور نہ ہی اس کی وضاحت کر سکے ہاں تاویلات تو بہت کیں۔ ایسی تاویلات تو شیطان نے بھی کی تھیں کہ اگر میں آدم کے آگے سجدہ کرتا ہوں تو تیری توحید میں فرق آئے گا۔ مجھے لعنتی ہونا منظور ہے لیکن میں اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتا۔

جب فاضل بریلوی تھانوی صاحب کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ تھانوی صاحب حجت پر اُتر آئے ہیں تو انہوں نے حفظ الایمان کی اشاعت کے چار سال بعد ۱۳۲۳ھ میں حفظ الایمان کی اس اہانت آمیز عبارت کا عربی میں دنیائے اسلام کے دینی مشاہیر اور حرمین طیبین کے علماء و مشائخ کے سامنے کیا۔ چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں حسام الحرمین کے نام سے جب تھانوی صاحب کے خلاف حجاز مقدس اور بلادِ اسلامیہ کے علماء و مشائخ کی تصدیقات کا مجموعہ شائع ہوا تو دیوبندی پیشواؤں کا شرعی جرم سب پر آشکارا ہو گیا اور برصغیر ہند کی مذہبی دنیا ان پر تنگ ہو گئی اور جب تک سنیت موجود ہے ان پر کفر کا فتویٰ بھی موجود رہے گا۔ علمائے دیوبند کا اس فتوے پر کیا ردِ عمل ہوا اسکی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ علمائے دیوبند کے عقائد لکھنے سے پہلے یہ سمجھانا ضروری ہے کہ علمائے دیوبند اور علمائے بریلی ایک دوسرے کو انگریز دوستی کا الزام لگاتے ہیں۔ آئیے ہم آپ کو غیر منقسم ہندوستان سے پہلے کی تاریخ تک لئے چلتے ہیں۔

تاریخی اور سیاسی پس منظر

کانگریس اور مسلم لیگ

اس سیاسی اور تاریخی پس منظر سے ہی پاکستان کے سیاسی اور نظریاتی خاکہ آپ

کے سامنے آجائے گا اور آئندہ صفحات کے مضامین سمجھنے آسان ہو جائیں گے۔

بریلویوں پر دیوبندی حضرات خصوصیت کے ساتھ سب سے بڑا الزام یہ لگاتے ہیں کہ بریلوی جماعت انگریز کی پروردہ جماعت ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

کانگریس

ہندوستان کی سب سے پُرانی اور سیاسی جماعت تھی۔ تقریباً آج سے ایک سو سال پہلے ۱۸۸۵ء[1] میں اس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اس میں تمام ملک کے نمائندے شامل تھے۔ اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ سب ہندوستانی ملکر انگریز سے آزادی حاصل کریں۔ لیکن کئی برسوں کے تجربے کے بعد مسلمانوں کو اس حقیقت کا کما حقہ، احساس ہوا کہ کانگریس میں شامل رہنے سے ان کے حقوق تباہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو نواب وقار الملک اور نواب ڈھاکہ کی منعقدہ کوشش سے آل انڈیا مسلم لیگ معرضِ وجود میں آئی اور اس کے مقاصد حسبِ ذیل قرار پائے۔

مسلمانانِ ہندوستان کے سیاسی حقوق کا تحفظ کیا جائے اور ان کی ضروریات حکومتِ ہند کے سامنے رکھی جائیں اور ہندوستان کے دوسری قوموں کے خلاف وہ شکوک رفع کئے جائیں جو کسی غلط فہمی کی بنا پر مسلمانوں کے دل میں پیدا ہو چکے ہیں۔ مدّت تک مسلم لیگ کی عنانِ قیادت بڑے بڑے سرکاری افسروں خطاب یافتہ لوگوں اور امرا کے ہاتھوں میں رہی اس طرح مسلمانوں کے حقوق کا تھوڑا بہت تحفظ رہا ہے۔

---

[1] ۱۸۸۵ء میں ہیوم نام ایک انگریز نے انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی۔ اس جماعت کے قیام سے اس کا مقصد یہ تھا کہ عوام انگریزوں کے

بقیہ اگلے صفحہ پر

۱۹۱۲ء میں ایک قرار داد کے ذریعے تاریخ تاجِ برطانیہ کے زیرِ سایہ حکومت خود اختیاری کا حصول مسلم لیگ کے مقاصد میں شامل کرلیا گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور وہ اس جماعت کو مؤثر بنانے میں سرگرم ہو گئے۔

قرار دادِ پاکستان ۱۹۴۰ء میں بمقام لاہور مسلمانانِ ہند نے منظور کی جس میں درج تھا کہ ہندوستان کی آئینی جنگ میں مسلمان اس وقت تک کسی تجویز کو قبول نہیں کریں گے۔ جب تک ہندوستان کے مسلم اکثریت والے علاقوں کو خود مختار ریاستوں کا حق نہ دیا جائے۔ محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے نظریے پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مسلمان انگریزوں کو امداد دینے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ ان کا مطالبہ پاکستان تسلیم کرلیا جائے۔

۶ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو قائدِ اعظم کا بیان جاری ہوا کہ مسلمان ہندوستان کے شمال مشرقی اور شمال مغربی علاقوں میں آبادی کے اعتبار سے اکثریت رکھتے ہیں۔ ہماری تہذیب ہمارا تمدن. ہماری ثقافت ، ہماری طرزِ تعمیر۔ ہماری مجلسی ضروریات اور ہمارا مذہب ہندوؤں سے یکسر علیحدہ ہے۔ لہٰذا ہم اپنی زندگی اپنے ہی مخصوص طریقوں پر بسر کرنا چاہتے ہیں اور اس آرزو کی تکمیل حصولِ پاکستان کے

خلاف صف آرا ہونے کے بجائے سیاسی پلیٹ فارم سے اپنے دلوں کا غبار نکال لیا کریں اس جماعت کے قائم ہوتے ہی ہندو بڑی تعداد میں اس میں شامل ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کانگریس ہندو کی جماعت بن گئی۔

سر سید احمد خان جانتے تھے کہ ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمان تعلیم میں بہت پیچھے ہیں اس لئے ابھی انہیں عملی سیاست میں حصّہ نہیں لینا چاہیئے وہ ہندوؤں کی ذہنیت سے خوب واقف تھے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو کانگریس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا۔

سوا ممکن نہیں۔ ہندو مجلس ذات پات کی خرابیوں سے تباہ ہوچکی ہے۔ اچھوتوں کیلئے مجلس میں کوئی جگہ نہیں۔ لیکن جمہوریت مسلمانوں کی آب و گل میں رکھی گئی ہے۔ برطانیہ کو لازم ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو ان کی اپنی اپنی اکثریت کے علاقے دیدیے ہندوستان کی تقسیم کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں۔

کانگریس اور مسلم لیگ دونوں لنگر لنگوٹے کس کر میدان میں آگئے جب مسلم لیگ کی قیادت قائداعظم کے ہاتھ آئی تو آپ گھمبیر اور تاریک فضا میں مسلمانوں کے لئے رہنمائی کا چراغ لے کر آگے بڑھے قائداعظم ہندوؤں اور انگریزوں کی چالوں سے خوب واقف تھے۔ راز داں تھے اپنے تمام مشاغل ترک کرکے مسلم لیگ کو ہی اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا آپ نے اس بات پر زور دیا کہ اگر ہندوستان کی حکومت ہندوستان کے سپرد کی جارہی ہیں تو تقسیم اس طرح ہو کہ مسلمان اکثریت والے علاقے مسلمانوں کے حوالے کئے جائیں تاکہ ہندوستان میں کہیں تو مسلمان بھی حکمرانی کی حیثیت سے زندگی بسر کرسکیں۔ جب الیکشن کا وقت آیا تو پنجاب میں خضری حکومت نے کانگریس کے ساتھ ہاں میں ہاں ملائی اور سرحد میں خان وزارت کانگریس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر ناچ رہی تھی۔ اس پر خان عبدالقیوم خان اور سردار عبدالرب نشتر نے وزارتِ خضر کو چیلنج کیا۔ پنجاب میں خضر وزارت کا گوسالہ کانگریس سامری کے زورِ جادو میں اودھم مچا کر مسلمانوں پر دولتی جھاڑ رہا تھا۔ مسلم لیگی رہنماؤں کو گرفتار کیا گیا۔ جلوسوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ اشک آور گیس استعمال کئے گئے۔ لیکن مسلم لیگ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ خضر وزارت نے مسلم لیگ کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔ آخر مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور پاکستان وجود میں آگیا۔ جیسا کہ شروع مضمون میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ دیوبندی حضرات بریلویوں کو انگریزوں کی جماعت کہتے ہیں۔ تاریخ جو کچھ بتاتی ہے ہم وہ سُپردِ قلم کر رہے ہیں۔

بریلوی تحریک کی ابتدا مسلمانوں میں وہابیوں کے بڑھتے ہوئے اثر کے عمل میں شروع ہوئی تھی اس تحریک کے بانی مولانا احمد رضا خان جون ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں اِن کا انتقال ہوا وہ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔

ان کے بارے میں وہابیوں کا شرانگیز الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ تھے یا انگریز پرست تھے۔ نہایت گمراہ کن بیان ہے ہم آگے چل کر بیان کریں گے کہ انگریز کا غلام کون تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی انگریزوں اور ان کی حکومت کے اس قدر مخالف اور دشمن تھے کہ لفافے پر ٹکٹ ہمیشہ الٹا لگایا کرتے تھے۔ یعنی ٹکٹ لگاتے وقت سر نیچے کی طرف ہوتا تھا اور برملا کہتے تھے کہ میں نے جارج پنجم کا سر نیچے کر دیا ہے۔ انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی تسلیم نہیں کی۔

مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے کبھی عدالت میں حاضری نہیں دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ میں جب انگریز کی حکومت کو تسلیم ہی نہیں کرتا تو اس کے عدل وانصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کر لوں۔

کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کر کے حاضر عدالت ہونے کے احکامات جاری کئے گئے بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گذر کر فوج تک جا پہنچا۔ مگر ان کے جانثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔

علمائے دیوبند کے معتقد عالم شوکت صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

مولانا شاہ احمد رضا خان قادری اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے۔ علمائے حجاز کی نظروں میں ہمیشہ عزت وتوقیر سے دیکھے جاتے تھے درست ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے علمائے اہلحدیث اور علمائے دیوبند کی طرح براہِ راست سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ تبلیغ واشاعتِ اسلام کے کام نے انہیں سیاست کی جانب

متوجہ ہونے کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ مولانا احمد رضا خان پر وہابیوں کی طرف سے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ شرک اور بدعت کو فروغ دیتے تھے۔ قبر پرستی اور اوہام پرستی کی حمایت کرتے تھے مگر مولانا احمد رضا خان کی تعلیمات اور ان کے عقائد کو ان کی تصنیفات کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ الزام بے بنیاد نظر آتا ہے۔

بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان جو تضاد اور اختلاف ہے اس کو سمجھنے کیلئے برّصغیر کے تاریخی اور سماجی پس منظر کو پیش رکھنا ضروری ہے اس کے بغیر بات نہیں بن سکتی۔ برّصغیر میں شاہ ولی اللہ طریقت پر شریعت کی بالا دستی اور مسلمانوں کو معاشرتی اصلاح پر کام کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب نجدی نے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ دونوں کے پیش نظر بڑی حد تک ایک ہی مقصد تھا مگر حجاز اور دوسرے ممالک میں تحریک وہابیہ کو جس قدر کامیابی ہوئی ہندوستان میں نہ ہو سکی۔ مولانا احمد رضا خان نے بھی اپنی تعلیمات سے یہی فرض انجام دیا۔ مگر انہوں نے وہابیہ کی انتہا پسندی کے مقابلہ میں اعتدال سے کام لیا اور وہابیوں کے مقابلے میں برّصغیر کے معروضی حالات پر سمجھنے میں زیادہ سوجھ بوجھ اور بالغ نظری سے کام لیا۔ یہی وجہ ہے کہ صدیاں گذر جانے کے باوجود پاکستان اور ہندوستان میں وہابی ہمیشہ اقلیت میں اور اہلِ سُنّت بھاری اکثریت سے نظر آتے ہیں۔

عام سُنی مسلمان خواہ وہ بریلوی مسلک سے براہِ راست وابستہ ہو یا نہ ہو مگر ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اپنی مذہبی اور سماجی زندگی میں مولانا احمد رضا خان کا پیرو نظر آتا ہے۔

وہابیوں دیوبندیوں کے متعلق ایک اور قابلِ ذکر کہنے کو جی چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ وہابیوں کے تمام گروہوں نے تحریکِ پاکستان کی مذہبی بنیادوں پر شدید مخالفت کی مگر قیامِ پاکستان کے بعد خصوصیات کے ساتھ جماعتِ اسلامی اور

دیوبندی رہنما جو مخالفت میں پیش پیش تھے۔ ہجرت کر کے اس پاکستان میں آئے۔ جسے وہ کافرستان اور پلیدستان کہتے نہ تھکتے تھے مگر بریلویوں کے رہنما مولانا احمد رضا خاں کے فرزند اور ان کے جانشین مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب نے ہمیشہ تحریکِ پاکستان کی کھلی حمایت کی۔ انہوں نے اپریل ۱۹۴۶ء میں تحریکِ پاکستان کی حمایت اور تائید میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا مگر قیامِ پاکستان کے بعد مولانا مصطفیٰ رضا خان نے بریلویوں کے شدید اصرار کے باوجود ہجرت نہ کی اور بریلوی کے دارالعلوم منظرِ اسلام کے ذریعہ اشاعت و تبلیغ کے کام میں سرگرم عمل ہیں۔

وہابی دیوبندی علماء اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ دلچسپ الزام لگایا کہ مولانا نے جائداد اور املاک کے باعث ہجرت نہ کی [۱]

جناب شوکت صدیقی صاحب کے مضمون بالا سپردِ قلم کرنے کے بعد فاضل مقالہ نگار سے ہم کچھ مزید اقتباس جستہ جستہ من وعن پیش کر رہے ہیں۔ تجزیہ کرنا آپ کا کام ہے۔

اس ضمن میں ہم ان کے مضمون میں ان فتاووں کا بھی ذکر کریں گے۔ جس وجہ سے صدیقی صاحب کو ان مضامین کے لکھنے کی ضرورت پیش آئی یہ دوسرا مضمون بھی ہفت روزہ الفتح کراچی ۲۸ مئی تا ۴ جون ۱۹۷۶ء کے شمارے میں علمائے سو اور علمائے حق کے عنوان سے شائع ہوا اور اس کے دو اور عنوان بھی دیئے گئے ہیں۔ جن کا نام احمد رضا نفرت و محبت کے درمیان اور مولانا ابوالکلام آزاد کا سیاسی شعبدہ، جناب شوکت صدیقی، ابتداہی میں اپنی قلبی کیفیت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

---

[۱] ہفت روزہ الفتح کراچی ۱۴ تا ۲۱ مئی ۱۹۷۶ء از صفحہ ۱۵ تا ۱۷ اور صفحہ ۴۹

گذارش ہے کہ نہ تو میں کسی کا مقدمہ لڑنا چاہتا ہوں نہ مجھے کسی کی وکالت منظور ہے اور نہ ہی کسی کی دل آزادی اور توہین مقصود ہے شاید میں یہ مضمون نہ لکھتا یہ میرا منصب بھی نہیں یہ منصب ان علمائے کرام کا ہے۔ جنہوں نے مطالعہ ہفت دریا کا کیا ہو اور اسلام احکام اور مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے میں زندگی گذار دی ہے لیکن میرے بارے میں یہ غلط فہمی بھی نہیں ہونی چاہیئے کہ اسلامی علوم کے بارے میں بالکل کورا ہوں اس دشت کی سیاحی میں میں نے بھی آبلہ پائی کی ہے۔ میرے بارے میں یہ غلط فہمی بھی نہیں ہونی چاہیئے کہ میں مسلمانوں کے افتراق و نفاق پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

ذکرِ اہلِ سنت والجماعت کے ممتاز عالم دین مفتی سید شجاعت علی قادری کے ایک فتویٰ کا جو انہوں نے امام مسجد نبوی اور امام مسجد حرام کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے مسئلے میں دیا تھا۔ یہ بنیادی طور پر ایک وضاحت تھی۔ جس میں انہوں نے اہلسنت کا یہ مؤقف پیش کیا تھا کہ کسی وہابی امام کے پیچھے سنیوں کے لئے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ میں نے مفتی سید شجاعت علی قادری کے فتویٰ کی تائید کی تھی اور اس لئے کی تھی۔ کہ امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان صاحب اور اہلسنت کے دوسرے اکابر اور ممتاز علماء وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دے چکے ہیں۔

بات یہیں سے شروع ہوئی تھی۔ میرا مقصد انگلی کاٹ کر شہیدوں میں داخل ہونے کا ہرگز نہ تھا صرف ایک نقطۂ نظر کو پیش کرنا تھا۔ کوشش یہ کی تھی کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو لہذا حقائق کے اظہار میں بھی حتی الوسع احتیاط اور رواداری سے کام لیا گیا۔ مگر یہ احتیاط اور رواداری کام نہ آسکی خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ اس میں طرح طرح کے خطوط ہیں۔ کچھ دلچسپ ہیں۔ کچھ محبت بھرے ہیں۔ مگر سب سے اہم خطوط وہ ہیں۔ جن میں جمال سے ہی مفقود ہے۔ جلال ہی جلال ہے۔ ایسے خطوط کا لب لباب یہ ہے۔

بریلوی شرک اور بدعت کرتے ہیں وہ قبر پرست اور پیر پرست ہوتے ہیں۔ حالُ قال محفلوں میں اور مزاروں پر عرس کر کے ذہنی عیاشی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ شاہ احمد رضا خان انگریزوں کے پِٹھو تھے اور پاکستان کے بدترین دشمن تھے۔ انہوں نے قائدِاعظم کے خلاف تکفیر کے فتوے دیئے۔ ان کا تعلق علماء سو سے تھا وہ کم علمی اور ذہنی افلاس کے مریض تھے۔ انہوں نے اسلام کو مسخ کر کے اسے فضولی اور قبیح رسم و رواج اور توہم پرستی میں مبتلا کر دیا۔

ساتھ ہی راقم الحروف کو بھی مشرک اور دہریہ۔ ملحد قرار دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کیا کہ مجھے بالشویکی بنایا گیا اور یہ نیک مشورہ دیا گیا کہ میں بریلویوں کے جال میں نہ پھنسوں یہ ایک مشورہ اس نے گرہ باندھ لیا اور یہ نیک مشورہ دیا گیا کہ میں بریلویوں کے جال میں نہ پھنسوں یہ ایک مشورہ میں نے گرہ میں باندھ لیا اور یقین دلاتا ہوں کہ میرا بریلویوں سے کوئی تعلق نہیں مگر اس سلسلے میں ایک بات کہنے کو ضرور دل چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بریلوی مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ ایک مکتبۂ فکر ہے۔ جس کی بنیاد صرف عشقِ رسولؐ پر ہے۔ ان کا سلسلہ حضرت اویس قرنیؓ سے ملتا ہے جنہوں نے یہ سُن کر کہ جنگِ اُحد میں رسول اللہؐ کا دندان مبارک شہید ہو گیا ہے آپ نے تمام دانت بیقرار ہو کر توڑ ڈالے۔

وہابیوں کے ساتھ بریلویوں کے تضاد اور اختلاف کی بنیاد ہے کہ وہ عشقِ رسولؐ کے اس فلسفے کو وحدہٗ لاشریک کی ذات میں شرکت قرار دے کر شرک و بدعت بلکہ کفر قرار دیتے ہیں برِصغیر کے وہ تمام مسلمان جو اہلِ سُنّت کہلاتے ہیں۔ شاہ احمد رضا خان کے مسلک سے براہِ راست تعلق نہ ہونے کے باوجود اپنے رہن سہن اور طور طریق اور مذہبی عقائد کے اظہار میں شاہ احمد رضا خان کی تعلیمات کی تقلید کا اتباع کرتے نظر آتے ہیں۔

ایسے لوگ تھوڑے بھی نہیں برِصغیر کی نوے فیصد آبادی پر مشتمل ہیں۔ جمہوریت اس دور کی سب سے بڑی حقیقت ہے اس جمہوریت کا تقاضا ہے کہ جب فیصلہ کا وقت آئے تو اکثریت ہی کی بات تسلیم کرنی چاہیئے اسلام نے بھی فیصلہ کے لئے اجماع کے طریقہ کو جائز قرار دیا ہے۔ لہٰذا کسی مسئلہ پر بریلوی سے ہمدردی رکھنا اور ان کی بات پر کان دھرنا قطعی فطری اَمر ہے اس موقعہ پر ابنِ رُشدؒ یاد آتا ہے وہ قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کا عظیم مفکّر تھا۔ اسی کا مقولہ ہے کہ دنیا میں تین مذہب ہیں اور وہ یہ ہیں۔ عیسائیت، یہودیت اور اسلام۔ عیسائیت خارج از امکان ہے۔ یہودیت بچوں کے لئے اسلام غریبوں کا مذہب ہے۔

اہلِ سُنّت میں بھی غریب مسلمان ہیں۔ شاہ احمد رضا خان بھی امیر کبیر نہ تھے۔ جاہ و منصب نہ رکھتے تھے نہ ان کی کوئی جائداد یا جاگیر تھی نہ انہوں نے زرگری کیلئے کسی بینک سے سود پر قرض لے کر تولیہ بنانے کا کارخانہ لگایا تھا نہ وہ بقر عید پر قربانی کی کھالیں جمع کرتے تھے نہ ان کے حلقۂ ارادت سوداگران دہلی کی سی کوئی مالدار برادری تھی جو ان کے لئے دولت کا انبار لگاتی نہ لندن اور واشنگٹن میں ان کا کوئی اسلامک مشن تھا جو زرِ مبادلہ کی صورت میں انہیں بیرونی امداد فراہم کرتا۔

شاہ احمد رضا خان پہ تحریک پاکستان کی مخالفت کرنا اور قائدِاعظم کے خلاف کفر کا فتویٰ دینا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ بددیانتی کی انتہا ہے اور کذب و افترا کا مظاہرہ ہے۔

مفتی احمد رضا خان کا ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا اس وقت تک تو تحریک پاکستان ایک طرف رہی پاکستان کی قرارداد بھی پاس نہ ہوئی تھی۔ مسلم لیگ اس وقت بے جان اور مردہ سیاسی جماعت تھی۔ قائدِاعظم مسلمانوں کے ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے نہ آئے تھے اس وقت تک وہ صرف مسٹر محمد علی جناح تھے۔ یہ دور تحریک

ہجرت ، تحریک خلافت اور تحریک ترکِ موالات اور تحریکِ عدم تعاون کا دور تھا۔ یہ تاریخی حقائق ہیں اور ایسے ہی واضح اور عیاں ہیں جیسے دن ۔ دن ہوتا ہے اور رات رات ہوتی ہے ان حالات میں مسلم لیگ قائداعظم یا تحریکِ پاکستان کی مخالفت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مولانا احمد رضا خان نے نہ کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے اور نہ کبھی ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ جاری کیا نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا کم ازکم میری نظر سے ان کی کوئی تحریر یا تقریر نہیں گذری اگر کوئی ایسی بات سامنے آئی تو اس کا ذکر ضرور ہوتا اس لئے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے کوئی تعلق ہے ۔ نہ ان کے خانوادے سے ۔ لہٰذا شاہ احمد رضا خان کو علمائے سوء کے زمرے میں شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے ۔

بریلویوں پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ وہ محرمات اور منکرات شرعیہ کی ترویج کرتے ہیں ۔ مثلاً مرنے والے کی فاتحہ کے نام پر طرح طرح کے مرغن کھانے پکواتے ہیں ۔ قبروں کے آگے مردوں اور عورتوں سے سجدہ کراتے ہیں ۔ مگر امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان کی تصانیف جو میرے مطالعہ میں آئی ہیں ۔ ان سے ان الزامات کی تردید ہوتی ہے ۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب جلی الصوت نہی دعوت امام الموت ۔ میں ایک استفتا کے جواب میں ایسی قبیح باتوں کے جواب میں کہا ہے اے مسلمان یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں ۔ سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے ۔ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت کرنی منع ہے کہ شرع میں ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیع ہے ۔ اگر محتاجوں کے دینے کے لئے کھانا پکوائیں تو حرج نہیں ۔ بلکہ خوب ہے بلکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث

موجود بالغ راضی ہوں بہرحال ایسے مسائل ہیں ۔ جن کے بارے میں علمائے اہل سنت شافی جواب دے سکتے ہیں یہ کم حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ مزدوروں میں کسانوں میں دستکاروں ، ہنرمندوں اور پھیری لگانے والوں چھوٹے چھوٹے دکانداروں میں ڈھونڈنے سے بھی وہاں کوئی وہابی نہ ملے گا وہابی عام طور پر کھاتے پیتے گھروں کے لوگ ہوتے ہیں ۔

ایسا ہی اختلاف مجھے جماعت اسلامی سے ہے کہ وہ سوداگروں ، سرمایہ داروں اور کھاتے پیتے خوشحال لوگوں کی جماعت ہے ۔ مولانا مودودی انہیں تعلیم یافتہ بتاتے ہیں ۔ الیکشن لڑتے ہیں ۔ لیکن ہار جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جاہلوں کی فتح ہوئی اور تعلیم یافتہ شکست کھا گئے ۔ جماعت اہلسنت کو بھی وہ جاہل ہی کہتے ہیں ان کو جاہل ثابت کرنے کے لئے اسلام کا سہارا لیتے ہیں ۔ پھر اپنے خود ساختہ اصولوں کی برش لے کر ان کی غلاظت وگندگی صاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس حقیقت کو سمجھنے کی مطلق زحمت گوارا نہیں کرتے کہ بہت سی قبیح رسم و رواج اور بری روایات کی علت غربت اور پسماندگی ہے یہ معمولی نہیں بلکہ بڑا فرق ہے ۔ مولانا مودودی کسی دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ ہونے کے باوجود تفہیم القرآن لکھتے ہیں ۔ جس کا ہر طرف شہرہ اور چرچا ہے زبردست دھوم دھڑکا ہے ۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے ۔ مگر مولانا احمد رضا خان نے ۱۹۱۱ء میں قرآن کریم کا اردو میں نہایت اعلیٰ ترجمہ کیا ان کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے خزائن العرفان کے نام سے اس پر تفسیری حواشی لکھے ۔ دونوں بلند پایہ کتابیں ہیں مگر لوگ ان کے بارے میں کم جانتے ہیں ۔ یہی حال شاہ احمد رضا خان کی دوسری تصانیف کا ہے ۔ ان کی تعداد لگ بھگ ایک ہزار ہے جو اسلامی علوم کے ذخیرہ میں بیش بہا خزانہ اور اضافہ ہے مگر وہ بازار میں نہیں ملتیں ۔ اہلِ سُنت کو اتنا سرمایہ ہی میسر نہیں ہوا کہ

انہیں دوبارہ شائع کرسکیں۔ لہٰذا احمد رضا خان کے بارے میں وہابیوں نے خصوصیت کے ساتھ جماعتِ اسلامی والوں نے جو گمراہ کُن پراپیگنڈہ پھیلا رکھا ہے لوگ اس کو مان لیتے ہیں۔ شاہ احمد رضا خان کو ان کی تصانیف اور تعلیمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہ ایک فاضل اجل اور جلیل القدر عالم اور مفتی کی حیثیت سے ستارۂ نور کے مانند نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا مرتبہ بلند بلکہ بہت بلند ہے افسوس کہ اہل سنت کی تنگ دستی اور تہی دامنی نے ان کی تعلیمات کو اپنے جلال و جمال کے ساتھ سامنے آنے کا موقعہ نہ دیا۔

علمائے دیوبند اور علمائے اہلسنت کا نظریاتی جائزہ

علمائے دیوبند کی دورخی اور دورنگی کے متعلق جو کچھ لکھا جا رہا ہے صرف اس لئے تاکہ علمائے اہل سُنّت پر ناروا کیچڑ اچھالنے والے اپنے گریبان میں جھانک سکیں اور قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان صاحب نیازی کے متعلق چہ میگوئیاں کرنے والے اپنے داغدار اکابرین کو پہچان سکیں اور اس کی ابتدا ہی ہم ہفت روزہ چٹان کی ایک عبارت سے کر رہے ہیں۔ جو بہر صورت گھر کا بھیدی ہے۔

جناب شورش کشمیر ۲۹ جون ۱۹۷ء کے شمارے میں لکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو (دیوبندیوں) سوشلزم یا کمیونزم کو مادی نظریہ کی الف۔ ب کا بھی پتہ نہیں یہ لوگ صرف پاکستان سے اپنا ذہنی انتقام لے رہے ہیں۔ چونکہ پاکستان ان کی مرضی کے خلاف بنا تھا۔ تب کانگریس کے ساتھ مل کر انہوں نے آخری وقت تک کوشش کی کہ پاکستان نہ بنے لیکن پاکستان بن گیا اسے سرخوں کے ساتھ مل کر پاکستان توڑنے کے درپے ہیں ان کا مقصد اور

متشا یہ ہے کہ وہ پاکستان نہ رہے جو بنا تھا خود مختار ریاستوں میں بٹ جائے اور اس طرح اس کی سالمیت ختم ہو کر کئی سوشلسٹ ریاستوں کی شکل اختیار کرے یہ صرف ایک چیز چاہتے ہیں کہ پاکستان موجودہ پاکستان نہ رہے۔

عجیب بات کہ جب پاکستان بن رہا تھا یہ لوگ حکومت الٰہیہ کا نعرہ لگا رہے تھے ہمیں بتاؤ کہ وہاں قانون ربّانی ہوگا کہ نہیں اور اس قانون ربّانی کے لئے انڈین نیشنل کانگریس میں ہندوؤں کے شانہ بشانہ بندے ماترم الاپ رہے تھے پاکستان بن گیا۔ اب اس کے آئین کو اسلامی بنانے کا مرحلہ درپیش ہے تو ان لوگوں نے سوشلزم سے اتحاد کر لیا ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام اس وقت بھی تھی۔ جمعیتہ الاسلام آج بھی ہے اسلام کا نام اس وقت بھی جپتے تھے لیکن عملاً اس وقت ہندوؤں کے ساتھ تھے آج سوشلسٹوں کے ہاتھ میں ہیں۔ تب پاکستان بنانے کی راہ میں رکاوٹ تھے تو پاکستان بن گیا آج اسلام کے آئین کی راہ میں مزاحم ہیں لیکن اسلامی آئین بن کے رہے گا تب پاکستان کے دشمن تھے آج اسلام کے دشمن ہیں۔[1]

میرا ذاتی تجربہ ان لوگوں کے بارے میں یہ ہے کہ ان کا اسلام سے محض کاروباری واسطہ ہے۔ ان کے متعلق میرا یقین ہے کہ انتہائی درجہ خود فروش لوگ ہیں۔

اب آیئے ذرا ہم اسلامی پہلوانوں کا تفصیلی جائزہ لیں تاکہ حقائق و شواہد کی روشنی میں ان کے اصل خدوخال سامنے آجائیں اور لوگ پوچھتے پھریں کیا یہ داغدار لوگ اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاسکے۔[2]

---

[1] ہفت روزہ چٹان ۲۹ جون ۱۹۷۹ء ص ۹

[2] چٹان ۹ جنوری ۱۹۷۹ء ص ۱۲

دیوبندیوں کا اعتقادی اور نظریاتی جائزہ پہلا رُخ

۱۔ مارکس اور لینن صحابہ کرام کی قائم کردہ مساوات نہیں پیش کرسکتے۔	مفتی محمود، روزنامہ وفاق ۸ر مارچ ۱۹۶۹ء
۲۔ اسلام کے سوا ہر ازم کو کفر سمجھتے ہیں۔	غلام غوث ہزاروی، روزنامہ مشرق اگست ۱۹۶۹ء
۳۔ سوشلزم اور کمیونزم پاکستان میں کوئی گنجائش نہیں۔	مفتی محمود، روزنامہ جنگ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۹ء
۴۔ سوشلزم اور کمیونزم کو کسی قیمت پر ملک میں قدم نہیں جمانے دیں گے۔	مفتی محمود، روزنامہ مشرق ۱۹ر ستمبر ۱۹۶۹ء
۵۔ جمعیۃ العلمائے اسلام سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کو اسلام کے منافی سمجھتا ہے۔	مفتی محمود، روزنامہ جنگ ۱۳ر اگست ۱۹۶۹ء
۶۔ میں سوشلزم پر لعنت بھیجتا ہوں۔	مفتی محمود، روزنامہ وفاق ۸ر مارچ ۱۹۶۹ء
۷۔ ہم سوشلزم کو اسلام دشمن نظریہ قرار دیتے ہیں۔	مولانا غلام مصطفٰے، جنگ پشاور ۲۹ر نومبر ۱۹۶۹ء
۸۔ سوشلزم اور اسلامی سوشلزم دونوں خطرناک ہیں	غلام غوث ہزاروی، مشرق اگست ۱۹۶۹ء
۹۔ سوشلزم جبر و تشدد توڑ پھوڑ تخریب اور زبردستی کا نام ہے۔	مفتی محمود، روزنامہ وفاق مارچ ۱۹۶۹ء

دُوسرا رُخ

۱۔ بھٹو کسی غیر اسلامی نظریہ کا پرچار نہیں کرتا ان کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا [1]

۲۔ احمدیوں سے پیپلز پارٹی کے تعاون کی افواہیں من گھڑت ہیں [2]

۳۔ مسٹر بھٹو نے اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا جس کا مطلب اسلامی مساوات ہے [3]

۴۔ اسلام پسند سوشلزم کی اصطلاح کو کفر قرار دے کر ملک کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں [4]

۵۔ سوشلزم ایک اقتصادی نظام ہے جو اسلام سے لیا گیا ہے [5]

غور فرمائیے یہ ملک کیا ہے۔ سوشلزم اسلامی مساوات کا نام ہے۔ سوشلزم کی مخالفت سے ملک تباہ ہو جائے گا۔

سوشلزم اسلام ہی سے ماخوذ ہے یہ ایک اقتصادی نظام ہے یہ وہ علماء بول رہے ہیں۔ جن کو اپنے علم و فضل پر بڑا ناز ہے۔ اتنا کہ کسی اور کو عالم اور فاضل سمجھتے ہی نہیں۔

۶۔ جو مسلمان توحید اور کلمہ پر ایمان رکھتا ہے اس کو کافر نہیں قرار دیا جاسکتا خواہ وہ سوشلزم کا نعرہ لگا کر دل سے اسلامی مساوات کا خواہاں ہو [6]

۷۔ کچھ نام نہاد علماء نے ایک سیاسی جماعت کے اشارے پر سوشلزم کے خلاف جو فتویٰ دیا ہے۔ وہ ایک سازش ہے یہ سازش پاکستان کے ۱۲ کروڑ عوام کے خلاف ہے [7]

---

[1] خدام الدین، لاہور ۲۸ر مارچ ۱۹۶۹ء کالم ۲ [2] بھاشانی روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲ر جون ۱۹۶۹ء مضمون حنیف رامے، [3] بھاشانی روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ر جون ۱۹۶۹ء [4] شیخ رشید روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ر جنوری ۱۹۷۰ء [5] قصوری، روزنامہ امروز، لاہور ۳۰ر جون ۱۹۶۹ء [6] قاضی سلیم امروز لاہور ۲۴ر مئی ۱۹۷۰ء [7] مفتی محمود نوائے وقت لاہور ۱۲ر مارچ ۱۹۷۰ء

۸۔ سوشلزم کے خلاف فتویٰ دینے والے سامراجی ایجنٹ ہیں۔[4]

۹۔ سوشلزم کے خلاف فتویٰ دینے والے علماء در اصل سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت کر رہے ہیں۔[2]

اَب ذرا جمعیتہ العلمائے اسلام کے ترجمان اور دیوبندی افکار کے نگہبان خدام الدین کو بھی پڑھ لیں کہ سوشلزم مسٹر بھٹو کے عشق اور اقتدار کی والہانہ خواہش نے انہیں کہاں تک پہنچا دیا ہے۔ آگے پڑھیئے اور سر دھنیئے۔

اگر عرب کے نبی کی پُرشکوہ زندگی سوشلزم کے ذریعہ ہوئی تو تمام دنیا کی زندگی اسلام کے ذریعے اور سوشلزم اور اسلام کی جس نے تکمیل کی وہ اس کی مسیحائی کا نتیجہ تھا۔[3]

افسوس کہ مسلمانوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس عظیم کارنامے اور ان کی بلندترین سوشلزم کی قدر نہ کی عرب کے بزرگ سوشلسٹ نے رنگ و ملت کے تفرقہ کو مٹا دیا تھا اور اشتراکیت کا سیاسیات، معاشیات کا پہلو یہاں تک نمایاں کر دیا تھا۔[4]

یہاں اِن اکابرین کی عقل و دانش پر ماتم کرنے کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے اِن ظالموں نے اللہ کے رسول کو بھی سوشلسٹ بنا ڈالا اور یہ ان سے کوئی بعید نہیں کیونکہ جس برادری میں نبی پاک کی عزت و حرمت، بڑے بھائی، نمبردار اور چوہدری کی طرح ہو ان سے ہر ظالمانہ گفتار و کردار کی توقع کی جا سکتی ہے۔

---

[1] مولوی ضیاء الدین آزاد، روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ر مارچ ۱۹۷۰ء [2] مفتی محمود روزنامہ امروز لاہور ۳۱ر مئی ۱۹۷۰ء [3] [5] خدام الدین لاہور ۲۸ر مارچ ۱۹۶۹ء

تیرہ صدیوں کی ملوکیت زدہ فقہ پر مبنی شریعت کے بجائے ہمیں ایک ایسی شریعت کی ضرورت ہے۔ جو اسلام کی روح کے مطابق ہو لیکن عصرِ حاضر سے بھی آنکھ ملا سکتی ہو۔[1]

مختلف پیغمبروں نے بنی نوع انسان کو جو نظریات و عقائد بتائے ان کا مقصد بھی سوشلزم ہی تھا۔ سرمایہ دار اور جاگیردار امریکی ایجنٹ ہیں اور ان کا کمانڈر انچیف اللہ ہے۔[2]

یہ ہے جنگلی بکرے کی بکواس اس کے خلاف سب سے پہلے اہلِ سنّت والجماعت نے کل پاکستان سُنی کانفرنس دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقد کی اور پاکستان کا گردآلود مطلع صاف کیا۔ پاکستان دو قومی نظریہ یا مذہب کی بنیاد پر حاصل نہیں کیا گیا۔[3]

یہ ہیں تاریخی کذاب اور دجال۔ تاریخ جھٹلانا ان ہی کو ہی زیب دیتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود عملاً سوشلسٹ تھے۔ انہوں نے بھی نوع انسان کو اخوت و مساوات کا درس دیا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت عمر رضؓ حضرت ابو ذر غفاری رضؓ نے ایک سوشلسٹ ریاست کی بنیاد رکھی۔[4]

قرآن مجید ایک فرسودہ کتاب ہے اس پر لئے گئے حلف کے کوئی معنی نہیں۔[5]

سوشلزم کی بنیاد روس اور لینن میں نہیں بلکہ مدینہ منورہ میں رکھی گئی۔[6]

اسلام میں سوشلزم نہ ہوتا تو اسلام نامکمل ہوتا۔[7]

---

[1] مضمون حنیف رامے [2] بھاشانی روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ر جون ۱۹۶۹ء
[3] شیخ رشید روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ر جنوری ۱۹۷۰ء [4] قصوری روزنامہ امروز لاہور ۳۰ر جون ۱۹۶۹ء [5] جے اے رحیم روزنامہ مشرق لاہور ۲۱ر اپریل ۱۹۷۰ء
[6] عبدالحق تھری پی روزنامہ جنگ کراچی ۲۸ر اپریل ۱۹۷۰ء [7] عبدالحق ربانی تھری پی روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ر جولائی ۱۹۷۰ء

اسلام ہمارے مسائل حل نہیں کرسکتا۔ ہمارے مسائل کا حل سوشلزم ہے۔[1]

اسلام تیرہ سو سال پرانا نظام ہے جو یہاں نہیں چل سکتا کیونکہ زمانہ تیرہ سو سال آگے ترقی کر چکا ہے۔[2]

میں بیگم نصرت بھٹو کی جوتی کی نوک پر تمام مولویوں کو قربان کرسکتا ہوں۔[3]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود بڑے سوشلسٹ تھے۔[4]

خدا خود سوشلسٹ ہے بابا آدم سوشلسٹ تھے۔ حضور اکرم عظیم سوشلسٹ تھے۔ انہوں نے مدینہ میں سوشلزم کی بنیاد رکھی۔[5]

قرآنِ مجید میں بھی اسلامی سوشلزم کی اصطلاح کی تعریف کی ہے۔[6]

ان ابوجہلوں نے (مولویوں نے) سائنس کے خلاف بھی فتویٰ دیا تھا اگر یہی لوگ سوشلزم کو غیر اسلامی کہتے ہیں تو ہمیں ڈر نہیں۔[7]

بہرصورت یہ وہ لوگ ہیں جن سے مفتی صاحب اور ان کے خانوادے کا یارانہ تھا اور ہے۔

ولی خان کے لئے مفتی صاحب قومی اتحاد کی صدارت بھی چھوڑ رہے تھے۔

کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے خشک و مکروہ بے نور چہروں کی کالکیں ہی نہیں بلکہ تاریک دلوں کی سیاہیاں بھی دوسروں کے پُرنور چہروں پر ملنے

۱ے انٹرویو غوث بخش بزنجو روزنامہ جسارت ۱۸ اگست ۱۹۷۰ء ۲ے غوث بخش بزنجو روزنامہ جسارت کراچی ۱۸ اگست ۱۹۷۰ء ۳ے فاضل رشیدی روزنامہ جسارت ملتان ۱۴ اگست ۱۹۷۰ء ۴ے عبدالحق ربانی روزنامہ جنگ کراچی ۱۴ ستمبر ۱۹۷۰ء ۵ے عبدالحق ربانی جسارت ۱۴ ستمبر ۱۹۷۰ء ۶ے رسول بخش تالپور مساوات، لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۰ء ۷ے مبشر حسن لاہور، نوائے وقت ۲۷ فروری ۱۹۷۰ء

کی کوشش کرتے ہیں اور پھر غلطی اس صورت میں انتہائی بھیانک شکل اختیار کر جاتی ہے جبکہ اپنی کوتاہیوں بدکرداریوں اور بداعمالیوں کو دوسروں کے سر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مولانا حسین احمد افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں۔

محبت دین اور اہلِ دین بہت اچھی چیز ہے مگر دوسرے کے عیب دیکھنا اور اپنے عیوب کا محاسبہ نہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔[1]

اس لئے یہ امر یقینی اور قطعی ہے کہ ہم نے محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین کی اقتداء کے لئے کہا ہے ہمیں ان باتوں کے بیان کرنے میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن دوسری طرف آج بھی جمعیۃ العلمائے ہند والے نیز خاکساری، احراری وہی ہیں جو پہلے تھے آج تک انہوں نے نہ قائد اعظم کو تسلیم کیا اور نہ پاکستان کو۔ آج بھی مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ الحمدللہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے اور آج بھی یہ حضرت پاکستان رہنے کی بجائے بھارت کے شہری ہونے کی زیادہ ترجیح دیتے ہیں آئندہ اوراق میں تفصیل آرہی ہے۔ لیکن بریلویوں کے مفتی اعظم مولانا ابرار حسین بریلوی نے فرمایا اس وقت مسلمانوں کی عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلم لیگ کی امداد و اعانت کی جائے۔[2]

اس کے بعد بھی کسی ثبوت کی ضرورت ہے۔

لیکن اب اکابرین دیوبند پر ہی اعتراض نہیں کہ آپ نے قائدِ اعظم کو گالیاں دیں اور کافرِ اعظم کہا اور آپ کے ناموس تک کی دھجیاں اڑائیں۔ علامہ اقبال اور

۱ے ملفوظات شیخ الاسلام حصہ اول صـ۱۸ مطبع دیوبند، ۲ے حاشیہ کتاب مذکور صـ۲۶

دوسرے اکابرین مسلم لیگ پر فتوے لگائے حتیٰ کہ آپ نے جناب مولانا شبیر احمد عثمانی کو معاف نہیں کیا۔ بلکہ وطن فروشی کی ایسی دردناک اور ظالمانہ کریہہ و قبیح مثال قائم کی کہ میر جعفر اور میر صادق کی غلیظ اور بے غیرت روحیں بھی تھرا اُٹھیں۔ آپ نے مسلمانوں کو ٹھکرا کر ہندوؤں کو گلے لگایا، ماتھے پر قشقے باالفاظ دیگر کلینک کے ٹیکے لگوائے اہلِ ایمان کو چھوڑ کر ہندوؤں سے بھائی چارہ قائم کیا۔ خانقاہوں سے منہ پھیر کر دھرم شالوں کی رہائش اختیار کی۔ مسلمانوں کی فاتحہ خوانی ناروا قرار دے کر گاندھی کی ارتھی پہ قرآن خوانی کی۔ ہندوؤں کو مسجد کے منبر پہ بٹھا کر ان کی تمام تر نجاستوں کے باوجود تقریریں کرائی گئیں۔ نہرو جب دیارِ عرب میں داخل ہوا تو رسول السلام کے نعرے بلند کئے گئے اور اس کی طرح طرح کی تاویلیں کی گئیں۔ اگر ہم نے مسلم لیگ کی کسی کوتاہی کی وجہ سے یا مسلم لیگ کے ارکان کی غیر ذمہ دارانہ حرکات کے باعث ان کی شرعی گرفت کی ان کا محاسبہ کیا تو یہ بالکل بجا اور درست کیا۔

مگر حضرات۔ کسی ایک سُنّی عالم بلکہ عامی نے بھی کانگرس کا ساتھ نہیں دیا نہرو کی گودیوں اور گاندھی کی لنگوٹیوں سے وابستہ نہیں ہوا نہ ہی اس نے مسلم لیگ کو چھوڑا نہ ہی کسی ایک فرد نے بھی پاکستان۔ قیام پاکستان اور نظریہ پاکستان کی مخالفت کی۔ اگر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہو تو سامنے لاؤ کہ فلاں سُنّی عالم نے آپ کی طرح گاندھی نہرو، پٹیل کو اپنا ولیِ نعمت اور آقا و مولانا بنایا تھا یا پاکستان اور نظریہ پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتا ہوں جلالِ خسرواں
میرے مولا میرے آقا رحمتہ اللعالمین

دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن

اگر ہم یہاں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن کا ذکر ضمناً کر دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ایشیا

اور برِ صغیر کی مشہور دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کی بہت بڑی مذہبی درس گاہ کہا جاتا ہے۔ اس درسگاہ سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء کا ذکر اجمالاً کر دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک اور بدعتی بنانے والی درسگاہ کے صد سالہ جشن کا افتتاح ایک عورت اور وہ بھی مشرکہ کے ہاتھوں ہوا۔ مسز اندرا گاندھی کے سیاسی نظریات اور افکار ایک جیسے تھے۔ بُت پرستوں کی تعظیم و توقیر کیا معنی رکھتی ہے۔ علمائے کرام سے پوشیدہ نہیں۔

علمائے اہلسنت نے تو انگشت بدنداں ہو کر حیران ہونا ہی تھا اور نفرت کا اظہار کرنا ہی تھا۔ لیکن خود علمائے دیوبند کے مشہور و معروف عالمِ دین مولانا احتشام الحق تھانوی کا اخباری بیان کہ بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی جمعہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۰ء کو دیوبند میں دارالعلوم کی صد سالہ تقریبات کا افتتاح کریں گی۔ بھارتی حکومت نے دارالعلوم کی تقریبات کے لئے آٹھ سو پاکستانیوں کو دیوبند آنے کی اجازت دی ہے۔[1]

ممتاز عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی نے اخباری بیان کے بعد دیوبند کے مہتمم کے نام تار بھیجا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس جو بھارت اور پاکستان کے علاوہ دنیا بھر کے دوسرے مسلمان ممالک کے ہزاروں فارغ التحصیل مذہبی پیشوا اور علماء، مشائخ کا خالص مذہبی اور عالمی اجتماع ہے۔ اس کا افتتاح ایک خاتون کے ہاتھوں کرانا صرف مسلمانوں کی مذہبی روایات کے منافی ہی نہیں بلکہ دین اسلام کی برگزیدہ مذہبی شخصیتوں کے تقدّس کے بھی منافی ہے اور مذہبی شخصیتوں کا بدترین استیصال اور اسلام کے نام پر بدترین استخوان فروشی ہے۔ اسی طرح غازی پور کے ممتاز عالم دین شاہ محمد احمد عربی نے مہتمم دارالعلوم دیوبند کو تار

[1] جنگ کراچی، نئی دہلی ۱۹ مارچ ۱۹۸۰ء ریڈیو رپورٹ

بھیجا ہے جس میں انہوں نے دار العلوم دیوبند کے جشن صد سالہ کا افتتاح بھارت کی وزیرِ اعظم مسز اندرا گاندھی کے ہاتھوں کرانے پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ دار العلوم جیسے علم کے بحرِ بیکراں کے یوم صد سالہ کو جشن و میلہ جیسی تقریب بنایا۔ جس کے لئے کوئی عالمِ دین نہ مل سکا۔

یہی وہ ادارہ تھا۔ جہاں سے مبلغینِ اسلام نے ایشیا اور برِصغیر کے کونے کونے بلکہ مشرق و مغرب تک اس کی شمع روشن کی لیکن اس ادارے کے منتظمین نے آج اپنے غلط افکار و نظریات سے اسلام کے دامن پر بدترین دھبہ لگایا۔

حکومتِ سعودی عرب حضورِ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا شرک قرار دے اور حضور کے روضۂ اقدس پر کھڑا ہو کر صلوٰۃ و سلام نہ پڑھنے دے۔ وہی ملک جو توحید کا علمبردار اور اسلام کا مرکز تھا۔ اس نے گاندھی جیسے متعصب اور کٹر ہندو پر سلام بھیجا[1]

سلام النسل یا غاندی
و ھذا لزھر من عندی[2]

آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہ ہے کہ ان کافروں کو سلام تک نہ کہو۔ یہ مشرک اور نجس ہیں۔ مگر توحید کے علمبردار اور متوالے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ منہ کے بل جا پڑا تمام توحید کی آیتیں اور حدیثیں بھول گئیں ۱۹۵۵ء، ۱۹۵۵ء، ۱۹۵۶ء، ۱۹۵۶ء کے اخبارات، نوائے وقت، امروز، تسنیم اور مغربی پاکستان میں شائع ہونے والے حقائق تاریخ کی بدترین مثال پیش کر رہے ہیں۔

شملہ سے آٹھ میل دور ہماچل پردیس میں لوگوں کا پیش کیا ہوا ناچ گانے سے

---

[1] نوائے وقت لاہور، ۱۱ مئی ۱۹۵۵ء ۲ فروری کوہستان ۲ فروری ۱۹۵۶ء [2] مقیاس الصلوٰۃ ص ۲۱۸

سے لطف اُٹھایا۔

مہاتما گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھائے۔ بھارت کے وزیر اعظم نہرو نے سعودی عرب کا دورہ کیا تو نجد کی سرزمین سے اس کا استقبال جس طرح کیا گیا آج بھی صاحب درد مسلمان کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ مرحبا رسول السلام، کے نعروں سے ہوائی اڈہ گونج اُٹھا اس کے ساتھ ہی عربی اور اسلامی غیرت کا جنازہ بھی نکال دیا۔ اور ساتھ اِن الفاظ سے خراجِ تحسین پیش کیا کہ آپ اگرچہ عرب نہیں ہیں۔ لیکن ہمارے بھائی ہیں۔ اے ایشیا کے فرشتے تم پر سلامتی ہو۔ نہرو۔ ہزاروں برس جئے۔ جیسے الفاظ سے اسے نوازا گیا۔ جس سے متاثر ہو کر بغداد کے اخبار نے۔ الحاج نہرو بھی لکھ مارا۔ جس پر رئیس امروہی کی رگِ ظرافت پھڑک اُٹھی تو انہوں نے ایک قطعہ میں طنز کا نشتر چبھو لیا۔

عرب کی خاک پر پہنچا دیا تقدیر نے اُن کو
بنے پنڈت جواہر لال نہرو، نیم حاجی بھی

جپ رہا ہے آج مالا اِک پنڈت کی عرب
برہمن زادے میں شانِ دلبری ایسی تو ہو

حکمتِ پنڈت جواہر لال نہرو کی قسم
مر مِٹے اسلام جس پر کافری ایسی تو ہو

مندرجہ بالا عبارت سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ سعودی عرب بھی اسلامی حکومت کہلاتی ہے اور برِ صغیر کی مشہور دینی درس گاہ، دیوبند بھی۔ مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ اس یونیورسٹی سے اسلام کی شمع روشن ہوتی رہی۔ وہاں سے اگر ایسے

ہوشربا اور دلخراش واقعات ہوں تو یہ کس کا قصور ہے ۔ یہی افکار و نظریات ہیں جن سے علمائے دیوبند بدنام ہیں اور بدنام ہوتے جا رہے ہیں ۔

آپ ابتدا صفحات میں پڑھ آئے ہیں کہ برطانوی سامراج ہر ممکن طریقے سے اسلام کو مٹانے کی کوشش میں مصروف رہی ۔ جب کسی میدان میں کامیابی نصیب نہ ہوسکی تو اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ مسلمانوں میں نفرت کا بیج بونا شروع کیا اور فرقہ بندی کرا کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ۔

جب برطانوی سامراج کا غلبہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا اور برصغیر پاک و ہند میں اس کے مقبوضہ مقامات کی حدود وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی تھی اور پورے ملک میں غلامی کے بادل منڈلا رہے تھے اس وقت بھی مسلمانوں کے درمیان منافقت کا جال پھیلانے والے انگریز اس حقیقت سے بے خبر نہیں تھے کہ اس ملک میں وہ قوم بھی آباد ہے کہ جس نے قیصر و کسریٰ کی عظمتوں کو صرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا تھا ۔ جس کے مٹھی بھر جوانوں نے صلیبی جنگوں میں نہ صرف یورپ کو شکست دی تھی ۔ بلکہ قبلۂ اوّل کو تثلیث پرستوں کی چنگل سے بچانے کی خاطر پوری دنیائے عیسائیت کی مجموعی طاقت و قوت کو کچل کر بیت المقدس کے قریب دفن کر دیا تھا ۔ جس کے راستے میں پہاڑوں کی بلندیاں اور سمندروں کی گہرائیاں بھی حائل نہ ہوسکی تھیں ۔ جو قوم افغانستان سے چل کر متعدد بار پاک و ہند کو نہ صرف تہ و بالا کرتی اور روندتی رہی تھی بلکہ صدیوں تک انتہائی جاہ و جلال کے ساتھ پورے ملک پر حکمران رہی ہے ۔ یہ تاریخی حقائق انہیں زناّرداروں سے مطمئن کر دیتے تھے ۔ لیکن مسلمانوں کی جوانمردی، جہانبانی اور قوتِ ایمانی کا تصور ان کی نیندیں حرام کر دیا کرتا تھا ۔

انگریزوں نے بخوبی اندازہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں کی جوانمردی اور جہانبانی حقیقت میں ان کی ایمانی قوت کے ثمرات ہیں اگر اس گنجِ گراں مایہ اور سرمایۂ حیات کو ان کے دلوں سے

کسی طرح خارج کر دیا جائے تو مسلمانوں اور دیگر اقوام میں کوئی امتیاز ایسا باقی نہ رہے گا جو دیگر اقوام و ممالک کو ان کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتا ہے اور جس کی بدولت قوموں اور ملکوں کی تقدیریں ان کی، نوکِ شمشیر سے لکھی جاتی رہی ہیں ۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے پہلے تو پاک و ہند کے باشندوں کو عیسائی بنانے کا وسیع پیمانے پر جال بچھایا گیا اِس میدان میں جب ناکامی کا سامنا ہوا تو مسلمانانِ پاک و ہند کی آئندہ نسلوں کو اسلامی تعلیمات سے محروم رکھنے اور ان کی جمعیت و قوت کو منتشر و پریشان کرنے کی غرض سے فرقہ بازی کا بیج بونے کی ٹھان لی ۔ یہ تخریبی منصوبہ عیسائی بنانے والے منصوبے سے بھی برتر اور دوررس نتائج کا حامل اور ضرر رساں تھا کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت اس تخریب کو تعمیر، بگاڑ کو بناؤ ۔ دشمنی کو دوستی ۔ بیخ کنی کو رواداری ۔ فساد کو اصلاح اور مداخلت فی الدین کو عدمِ مداخلت سمجھتے آ رہے ہیں اور انگریزوں کے اس تخریبی منصوبے پر کاربند ہو کر مسلمانانِ پاک و ہند اپنے ملی خصائص اور قوتِ ایمانی کو مٹانے میں ایک آٹومیٹک مشین کی طرح آج تک سرگرمِ عمل چلے آ رہے ہیں ۔

اس منصوبے کے تحت حکومت نے اپنے جاری کردہ سکولوں اور کالجوں سے دینی تعلیمات کو خارج از نصاب کر کے رعیت کا ذاتی معاملہ قرار دے دیا یا ملازمتیں انگریزی سکولوں کی تعلیم پر منحصر ہو کر رہ گئیں تو نتیجہ ظاہر ہے کہ دینی مدارس ویران ہونے لگے ۔ اشک شوئی کے لئے اسکولوں میں برائے نام دینیات کو شامل رکھا ۔ جس میں چند بزرگوں کی کہانیاں پڑھائی جاتی تھیں ۔

ظاہر ہے کہ ایسے سکولوں اور کالجوں سے فارغ التحصیل ہوئے والے حضرات کی اکثریت کا یہی عالم ہوتا تھا اور آج بھی ہے کہ حقیقی اسلام سے بڑی حد تک ناآشنا نئے نئے اسلاموں کو ماننے والے اینگلو انڈین علماء کے معتقد اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ان بظاہر پڑھے لکھے مسلمانوں کی حقیقی حالتِ زار پر اسلامی عینک سے دیکھنے والی آنکھیں

یوں اشکبار ہوتی ہیں۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہوجانے کے باعث جب ایمان جیسی متاعِ عزیز لُٹنی شروع ہوگئی۔ جس ایمان کو بچانے کی خاطر ہی مسلمان سب کچھ لٹا دیا کرتے تھے۔ وہ ایسے مسحور ہوئے کہ چند روزہ زندگی کی آرام و راحت کے بدلے ایمان جیسی دولت لُٹانی شروع کردی۔ دوسری طرف دینِ اسلام میں خود علمائے دین کے ہاتھوں وہ عملِ جراحی اور اصلاح کے نام پر شریعتِ مطہرہ میں اس طرح ترمیم و اضافہ کروایا گیا۔

ایسا کرگذرنے سے برطانوی سامراج کی مراد دو طرح پوری ہوئی اولاً جماعتوں اور فرقوں میں مسلمانوں کو اس طرح تقسیم کردیا اور اختلافات کی خلیج اتنی وسیع کردی کہ یہ سوال ہی مِٹ گیا کہ کبھی متحدہ ہندوستان کے مسلمان متحد ہوکر حکومت کے لئے دردِ سر کا باعث ہوسکتے ہیں یا انگریزی سرکار کے کسی خطرے کا باعث ہوسکتے ہیں۔ ثانیاً۔ اسلامی تعلیمات سے ایک کثیر تعداد کو نابلد رکھ کر اور جعلی اسلاموں کا پیروکار بنا کر بھی حکومت نے اطمینان کا سانس لینا شروع کردیا کیونکہ اسلام کے حقیقی فیوض و برکات سے بڑی حد تک مسلمانانِ پاک و ہند خود کو محروم کرچکے تھے۔ ایمانی قوت کمزور ہوگئی شوقِ جہاد اور جوشِ عمل کا رُخ حکومت کی وفاداری کی طرف پھر گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد اگر انہوں نے بہادری دکھائی تو یہی کہ حکومت انگریزی کی ریڑھ کی ہڈی کو مضبوط کرتے رہے یا ہندوؤں کے ساتھ ان کے معاون بن کر اُن کے مقاصد کو تقویت پہنچاتے رہے۔ سب سے بڑی جوانمردی بس اتنی دکھائی جاسکی کہ اسلام کا نام لے کر غریب مسلمانوں کے ووٹوں سے پاکستان بنالیا۔ لیکن جس قسم کی اسلام ورزی انگریز سکھا گئے تھے۔ اس نے اپنا پورا رنگ دکھایا کہ

نصف صدی گذر گئی۔ لیکن کوئی حکومت پاکستان میں اسلامی قانون رائج کرنے کی جرأت نہ کرسکی بلکہ پورا زور اس پر صرف کیا جاتا ہے کہ حقیقی اسلام کو قید کردیا جائے یا ملک بدر کردیا جائے۔ غرضیکہ انگریزوں سے جو کمی رہ گئی تھی اسے اب مسلمان خود پورا کررہے ہیں۔ اس بے راہ روی کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑ رہا ہے۔ عذابِ الٰہی، چوروں، لٹیروں، ڈاکوؤں، سمگلروں، بد دیانتوں، جاگیرداروں، وڈیروں امیروں، وزیروں کونسلروں کی شکل میں سر پر مسلط ہے لیکن کیا مجال کہ ہمارے دانشوروں اور صاحبِ اقتدار قوم کو اس غلط روش سے مٹانے کی ضرورت بھی محسوس کریں باری تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں راہِ راست پر چلانے اور غلطیوں سے درگذر فرمائے۔ آمین

بات ہورہی تھی علمائے دیوبند کے عقائد اور افکار و نظریات کی کہ پاکستان بنتے وقت ان لوگوں نے کیا کردار کیا تھا اور اب یہ کالک کس کے منہ پر ملنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علمائے دیوبند اور جماعتِ اسلامی کا منافقانہ کردار

قارئین حضرات:۔ مضمون طویل سے طویل تر ہوتا جارہا ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ جب تک پورے کا پورا نقشہ اور کردار سامنے نہ کیا جائے۔ کتاب نامکمل رہے گی۔ اس کتاب میں صرف تاریخِ وہابیہ کا ذکر ہے۔ سیاسی بازیگروں کا ذکر ضمناً آگیا۔ کوشش یہی ہے کہ تاریخ علمائے دیوبند کے عقائد اور افکار و نظریات تک ہی محدود رہے۔

گذشتہ صفحات میں خلیفہ سیّد احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی کا مضمون پڑھ آئے ہیں کہ ان کا جہاد انگریز کے ساتھ نہیں بلکہ سکھوں کے ساتھ تھا۔ خلیفہ سیّد احمد

اور ان کے رفقائے کار اور علمائے دیوبند انگریزوں کے ساتھی اور ہمنوا تھے ان کے گُن گا رہے تھے۔ انگریز کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر مخالفت تھی تو صرف سکھوں کے ساتھ یا باغی پٹھانوں کے ساتھ یا صرف بریلی علماء کے ساتھ تھی۔ ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

چنانچہ خلیفہ صاحب نے مولوی اسماعیل کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کے معرفت لیفٹننٹ گورنر ممالک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کی تیاری کر رہے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لیفٹننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں کچھ اعتراض نہیں نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں یہ تمام بین ثبوت صاف صاف بتاتے ہیں کہ جہاد صرف سکھوں کے ساتھ تھا۔ سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مخاصمت نہ تھی۔[1] مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم بلند کیا۔ فوجیں باغی ہوئیں۔ حاکم کی نافرمان بنیں۔ قتل و قتال کا بازار گرم ہوا اور جواں مردی کے نشہ میں اپنے پیروں پر خود کلہاڑیاں ماریں۔[2]

یہ مولانا عاشق الٰہی ہیں۔ دیوبندیوں کے مانے ہوئے قلم کار۔ بریلوی نہیں ہیں۔ آپ نے تو بریلویوں کو انگریز دوستی کا ایک ثبوت بھی نہیں دیا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ میں جب حقیقت میں سرکار (انگریز) کا فرمانبردار رہا ہوں۔ تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر میں مارا بھی گیا تو سرکار انگریز مالک ہے۔ اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔[3]

---

۱ حیات طیبہ جلد دوم صفحہ ۳۷ ۲ تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۷۹ ۳ تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۸۰
طبع دار العلوم دیوبند

کیوں علمائے دیوبند جی۔ کوئی ایسی کتاب یا اخبار آپ کی نظر سے گذری ہے۔ جس میں کسی سنی بریلوی نے۔ کسی انگریز۔ کسی بدمذہب، کسی بے دین کو سرکار یا مالک و مختار کہا ہو۔ مولوی اسماعیل نے پہلے ہی فتویٰ دے دیا تھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد نہ مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ خطرہ ہے۔ ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ انگریز سرکار کو ان کی تیاری کی بالکل خبر نہ ہو سکی۔[1]

کلکتہ میں جب مولوی اسماعیل نے جہاد کا وعظ شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت بیان کی تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے تو مولوی اسماعیل نے جواب دیا کہ ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں۔ ہم ان کی رعیت ہیں بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔[2]

معلوم ہوا۔ فرنگیوں کی حکومت آپ کی اپنی حکومت تھی برصغیر میں خلیفہ صاحب مولوی اسماعیل کے لئے اسباب جنگ بھی اسی انگریز نے مہیا کئے تھے اگر یہ حوالہ جات پسند نہ آئیں تو حیاتِ طیبہ اور تذکرۃ الرشید کو آگ میں پھینک دیجئے۔ آگے پڑھئے۔

علمائے کرام کسی کے مخالف نہیں ہیں اور نہ اقتدار چاہتے ہیں اور تو اور اب اپنی حکومت ہے جس سے ہم کو دلی ہمدردی ہے۔[3]

مولانا غلام غوث ہزاروی کیا فرماتے ہیں ملک میں جو تعمیراتی کام ہو رہا ہے۔ اس کے پیش نظر جمعیت صدر ایوب کی مکمل حمایت کرتی ہے۔[4]

جب صدر ایوب کا زوال شروع ہوا تو ملک میں نئے انقلاب نے کروٹ لی۔ تو یہ حضرات

---

۱ حیاتِ طیبہ جلد اول صفحہ ۲۰۱ ۲ حیاتِ طیبہ جلد دوم صفحہ ۳۹۴ مطبع دار العلوم دیوبند ۳ ترجمانِ اسلام
۲۸ اپریل ۱۹۶۱ء ماخوذ از ہفت روزہ آئین ۱۲ نومبر صفحہ ۲۸، ۱۹۷۰ء بحوالہ ہاتھی کے دانت
۴ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸ ستمبر ۱۹۶۴ء

بھی بدل گئے اور بیان دیا ہم نے ایوب خاں سے ایک دن کے لئے بھی تعاون نہیں کیا۔[1]

حالانکہ بقول شورش کشمیری ان مفتی صاحب نے صدر ایوب سے اس قسم کے تعاون کے بدلے دو لاکھ روپیہ نقد وصول کیا۔

آئیے ذرا جماعت اسلامی کا کردار بھی ملاحظہ فرمائیے جو قیام پاکستان سے لے کر آج تک اسلام اسلام پکار رہی ہے۔ اس کے خدوخال دیکھئے۔

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام پر کام کر رہی ہیں اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات۔ مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب کھوٹی جنس نکلیں گی۔[2]

بعض خوش فہم لیگیوں کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی اس الیکشن میں ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرے گی اور مسلم لیگ کا ساتھ دے گی۔ چنانچہ مسلم لیگیوں نے مخلصانہ طور پر جماعت اسلامی کو اس سلسلہ میں دعوت دی۔ جو اُس نے ٹھکرا دی اور اعلان کر دیا کہ وقت اور الیکشن کے معاملہ میں ہمارا مؤقف صاف ہے کہ اس الیکشن میں قوم یا ملک پر کیسا ہی اثر پڑتا ہو یہ ناممکن ہے کہ ہم وقتی مصلحت کے تحت ہم اِن اصولوں کی قربانی گوارا کر لیں جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔[3]

اعتراف مولانا مودودی صاحب

اَب جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی صاحب کے خیالات بھی سماعت فرمائیے۔

---

[1] مفتی محمود کا انٹرویو روزنامہ مشرق ۱۵ مارچ ۱۹۷۰ء ہاتھی کے دانت ص ۱۲۸ [2] تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۴۰۷ [3] کوثر ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء ہاتھی کے دانت ص ۱۲۹

مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کوئی لفظ میں (مودودی) نے لکھا ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے۔ ماہنامہ ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۸ء

ہم اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ تقسیم ملک کی جنگ سے ہم غیر متعلق رہے ہیں۔ ترجمان القرآن، نومبر ۱۹۶۳ء

معمر مسلم لیگی رہنما سردار شوکت حیات نے کہا ہے کہ قائداعظم کے حکم پر میں اور راجہ غضنفر علی خان ۱۹۴۶ء میں جب قائداعظم کا پیغام لے کر مولانا مودودی کے پاس گئے اور کہا کہ آپ پاکستان کے لئے دعا ہی کر دیں تو مولانا نے کہا کیا آپ میرے پاس ناپاکستان کے لئے دعا کرانے آئے ہیں۔ روزنامہ جنگ لاہور، ۱۷ دسمبر ۱۹۸۴ء

جب میں مسلم لیگ کے ریزولیشن کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے۔ لیگ کے قائداعظم سے لے کر مقتدیوں تک ایک بھی اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر نہیں رکھتا۔ سیاسی کشمکش مودودی حصہ سوم ص ۳۷ جماعت اسلامی کی طرف سے پاکستان کی یہ پہلی مخالفت تھی۔ اس زمانہ میں سہارنپور میں جمعیۃ العلمائے ہند کی کانفرنس ہوئی۔ جس میں مولانا حسین احمد نے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت کرنے کے بجائے کانگریس میں شرکت کرنے کا مشورہ دیا۔[1]

مسلم لیگ فی الواقع مسلمانوں کو اسلام اور اس کے احکام کی اطاعت سے دور لے جا رہی ہے۔[3]

اَب آئیے ایک جھلک علمائے احرار کی بھی دیکھئے۔ رئیس الاحرار محمد لدھیانوی صاحب نے فرمایا ہے۔

سرخیل احراری گاندھی کو خط لکھتے ہیں۔

---

[1] تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی ص ۱۲۵ تا ص ۱۲۶ ماخوذ تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۱۰۷ ہاتھی کے دانت ص ۱۵۰ [2] ترجمان القرآن جلد ۲۸ ص ۱۵۹ ماخوذ تحریک پاکستان ص ۱۱۵ تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۵۷۲ [4] حوالہ مذکور ص ۵۷۵

جبیب روڈ۔ شفاعت منزل۔ لدھیانہ ۱۴ اگست ۱۹۴۵ء

محترمی مہاتما گاندھی۔ خدا آپ کو سلامت رکھے آپ کا بیان پڑھا۔ آپ مسٹر جناح کو پھر پاکستان دینے کو تیار ہیں۔ اصل بات یہ ہے آپ کو جناح صاحب سے گجراتی ہم وطن ہونے کی وجہ سے بہت محبت ہے اس لئے آپ ان کو بھول نہیں سکتے۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیان بھی پڑھئے۔ مسلم لیگ کی قیادت قطعاً غیر اسلامی ہے[1]۔

شعلۂ نوا خطیبِ پاکستان کے خلاف آگ اگلتے نظر آ رہے ہیں فرماتے ہیں میرے اور میرے ساتھیوں کی قطعی رائے ہے کہ نظریۂ پاکستان کی کھُل کر مخالفت کی جائے[2]۔

پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینے تقریریں کیں۔ جگہ جگہ پاکستان کو مسلمانانِ ہندوستان کے لئے مہلک بلکہ ہلاکت آفرین اور ہلاکت خیز قرار دیا ہے[3]۔

روزنامہ انقلاب نے ۱۵ مارچ ۱۹۳۹ء کو ایک اداریہ لکھا۔ جس کا اقتباس پیشِ خدمت ہے۔ کانگریس جمعیتہ العلمائے کے اجلاس دہلی میں مولوی جبیب الرحمٰن اور عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزیدیوں سے تشبیہ دی ہے۔ خُدا کا شکر ہے کہ گاندھی کو امام حسین سے تشبیہ نہیں دی۔

اگلا بکواس بھی سماعت فرمائیے۔ دس ہزار۔ جینا (جناح) شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں[4]۔ لاحول ولا قوۃ

عطاء اللہ شاہ پھر گرجتے ہیں پاکستان بننا تو بڑی دور کی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بنا سکے۔ ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام لیتے ہیں سچ ہے پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہاتھی کمان ایک سپیرا ہے[5]۔

---

[1] تحریکِ پاکستان ص ۵۴۴ [2] روزنامہ انقلاب ۱۵ مارچ ۱۹۳۹ء [3] تحریک پاکستان ص ۸۸۳ ہاتھی کے دانت ص ۱۵۲ [4] چمنستان روزنامہ جدید کا استقلال نمبر تحریکِ پاکستان ص ۸۸۳

• کتوں کو بھونکنا چھوڑ دو۔ کاروانِ احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو احرار کا وطن لیگی سرمایہ داروں کا وطن نہیں۔ احرار اس کو پلیدستان کہتے ہیں[1]۔

جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سوٗر ہیں اور سوٗر کھانے والے ہیں[2]۔

بات بڑھتی چلی جا رہی ہے اِن حضرات کے بکواسات کی داستان بھی طویل ہے۔

مولٰنا ظفر علی خان نے کیا خوب کہا ہے ؎

رسولؐ اللہ کے گھر میں یہ کیسا انقلاب آیا
کہ گاندھی جی کُٹیا میں عالمانِ دیں کا ڈیرہ ہے

خدا ہی جانتا ہے حشر اس ٹولے کا کیا ہوگا
جرم ہے جس کی بدبختی نے رُخ ملّت کا پھیرا ہے

ایک اور جگہ مولٰنا لدھیانہ کے عنوان سے لکھتے ہیں: ؎

سنتے ہیں مرکز علما لدھیانہ ہے ؛ جس کی گلی گلی انہیں کا فسانہ ہے
لیکن یہ کیا کہ نغمۂ توحید کے بدلے ؛ ان کی زباں پہ برہمنوں کا ترانہ ہے
ہیں سیم و زر ان کی مصلحتیں درکار ؛ جن کا کفیل گاندھیوں کا خزانہ ہے
صورت تو مومنانہ ہے بے شک حضور کی ؛ سیرت کا گوشہ گوشہ ہندوانہ ہے

خان اصغر خان لدھیانوی اپنے دل کی ترجمانی یوں پیش کرتے ہیں۔ عنوان ہے۔ مولنا حسین احمد اور آزاد یہ نظم یکم اگست ۱۹۴۵ء کو نوائے وقت میں شائع ہوئی۔ پڑھیئے:

ہاں حسین احمد ہی شیخ الہند تھا کل تک ضرور
آج ہے لیکن مقام مصطفٰےؐ سے بے خبر
مسجد نبوی میں جو کل تک رہا گرم سجود
واردھا کے آشرم میں جھک گیا آج اس کا سر

---

[1] حوالہ کتاب مذکور ص ۸۸۴ [2] خطباتِ احرار ص ۹۹ چمنستان ص ۱۲۵

اب راجہ حسن اختر کی بھی سنیئے۔ ان کی یہ تضمین جولائی ۱۹۲۵ء کے روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوئی۔ ے

یہ شانِ دین ہے کہ باطل کی پیروی کرنا
حرم سے اُڑ کے درِ بتکدہ پہ سَر جا دھرنا

روائے علم کو گاندھی کے پاؤں پہ دھرنا
عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زِ دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

بھلا کے مصلحت دیں بھلا کے عہد الست ؛ بتانِ دیر کے غم زدوں میں کھو گیا بدمست
وہ قوم کون سی ہے جس کا ہے یہ قوم پرست ؛ سرودِ بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

حضرات: آپ نے علمائے دیوبند سے جمعیت العلمائے ہند جمعیت العلمائے اسلام - احرار - خاکسار سیاسی لیڈرانِ کرام اور جماعت اسلامی کے افکار و نظریات ملاحظہ فرمائیے۔ اب آیئے علمائے بریلی اور مشائخ عظام کی طرف کہ انہوں نے تحریکِ پاکستان، نظریہ پاکستان، اور مسلم لیگ اور حصولِ پاکستان کے لئے کیا کچھ کردار ادا کیا۔ ملاحظہ فرمائیے:

علمائے بریلی اور مشائخ کا کردار

حضرات گرامی! علمائے دیوبند اور علمائے بریلی کے افکار و نظریات پیش کئے جاچکے ہیں موازنہ کرنا آپ کا کام ہے۔

نس بندی کے خلاف علمائے ہند نے حکومت کے خلاف آواز اٹھائی اور علمائے ہند نے نس بندی کے خلاف فتویٰ دیا تو انہیں باغی قرار دے کر

عدالت میں طلب کیا گیا تو وہاں فوراً معذرت پیش کردی۔ دیکھئے حوالہ جات۔ ماہنامہ تجلی دیوبند نومبر دسمبر ۱۹۷٦ء صفحہ ۱۱-۱۲ اور تذکرۃ الرشید جلد نمبر ۱ صفحہ ۸۵ دوسری طرف علمائے اہلِ سنّت والجماعت سے حق و صداقت کا پیکر مولینا فضلِ حق صاحب خیرآبادی کا واقعہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ بھی پڑھیں۔

حق و صداقت کا پیکر

علمائے دیوبند کو دیکھا علماء بریلوی کو بھی دیکھ

۱۸۵۹ء میں سلطنت مغلیہ کی وفاداری یا فتویٰ جہاد کی پاداش یا جُرم بغاوت میں مولنا فضلِ حق صاحب خیرآبادی ماخوذ ہو کر سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے مقدمہ چلا مولنا موصوف کے فیصلے کے لئے جیوری بیٹھی ایک سیسر نے واقعات سُن کر بالکل چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ سرکاری وکیل کے مقابل خود مولنا بحث کرتے تھے بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزام اپنے اوپر خود لگائے اور پھر خود ہی تارِ عنکبوت عقلی و قانونی دلائل سے توڑ دیئے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر حیران رہ گیا اور پریشان تھا اور ان سے ہمدردی بھی تھی یہ جج صدالصدوری کے عہد میں مولنا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا وہ مولنا کی عظمت اور تبحر علمی سے بھی واقف تھا مولنا عِلم کے سمندر تھے۔ جج چاہتا تھا کہ مولنا بَری ہو جائیں، کرے تو کیا کرے ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ مولنا بری ہو جائیں گے سرکاری وکیل لاجواب تھے۔

دوسرا دن آخری دن تھا مولنا نے اپنے اوپر جس قدر الزام لگے تھے ایک ایک سب رَد کر دیئے جس مخبر نے فتویٰ کی خبر دی تھی (مولنا نے) اس کے بیان کی تصدیق و توثیق کی۔ فرمایا کہ پہلے اس گواہ نے سچ کہا اور رپورٹ صحیح بھیجی تھی کہ میں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور

جھوٹ بولا وہ فتویٰ صحیح ہے میرا ہی لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری یہی رائے ہے۔
جج بار بار علامہ کو روکتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مخبر نے عدالت کا رُخ اور علامہ کی بارُعب اور پُر وقار شخصیت دیکھ کر شناخت کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہ یہ وہ مولنا فضل حق نہیں ہیں وہ دوسرے تھے گواہ حسن صورت اور پاکیزگی سیرت سے بے انتہا متاثر ہوچکا تھا۔ مگر علامہ کی شانِ استقلال کے قربان جائیے خدا کا شیر گرج کر کہتا ہے وہ فتویٰ صحیح ہے میرا ہی لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے [۱]

آخر انگریز سرکار نے علامہ فضلِ حق کو عمر قید کی سزا دے کر جزیرہ انڈمان (کالاپانی) بھیج دیا آخر دم تک آپ وہیں رہے۔ اور وہیں وفات ہوئی۔

انگریزی سرکار کے خلاف اہلِ سنّت کے ایک عظیم مقتدا یہ ولولہ انگیز فتویٰ دیکھیے جو دار و رسن اور طوق و سلاسل کے دہشت کے آگے بھی تبدیل نہ ہو سکا لیکن نس بندی کے خلاف مفتیانِ دیوبند کا فتویٰ صرف حاکمانہ تیور کے سامنے چشم زدن میں تبدیل ہو گیا۔ آخر کیوں۔ یہی فرق ہے علماءِ سوٗ اور علمائے حق میں۔

جمعیت العلمائے پاکستان کا قیام

اب اس سے پہلے کہ مضمون کو آگے بڑھایا جائے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جمعیت العلمائے پاکستان کی تحریکِ قیامِ پاکستان کے وقت موجود تھی کہ نہ۔

اس سلسلے میں جناب معین الدین صاحب نے کتاب صدر الافاضل تحریر کی ہے اس میں عنوان ہے۔ "سُنّی کانفرنس" اور جمعیت العلمائے پاکستان، فرماتے ہیں۔

ملک کی تقسیم ہو جانے کے بعد دونوں ملکوں کی حکومتوں میں باہمی بد اعتمادی اور بد اعتقادی کا ہونا چونکہ فطری امر تھا اگر سُنّی کانفرنس کی تجویز کو دونوں ملکوں میں اپنے

۱ے : بحوالہ سیر العلماء نقشِ حیات جلد ۲ صـ ۵۳ مولنا حسن احمد

اپنے حال پر قائم رکھا جاتا تو تنظیم کے لئے گوناں گوں خدشات تھے اور یقیناً دونوں ملک تشویش کی نظر سے دیکھے جاتے۔ اس لئے پاکستان میں مارچ ۱۹۴۸ء مدرسہ انوار العلوم ملتان میں علمائے اہلِ سُنّت کا ایک اجتماع منعقد ہوا۔ اور اس کا نام بدل کر جمعیت العلمائے پاکستان رکھ دیا گیا اور حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب سابق صدر پنجاب سُنّی کانفرنس کو مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا اور حضرت علامہ مولنا سید احمد سعید صاحب کاظمی کو ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان نامزد کیا گیا۔

اس طرح پاکستان میں سُنّی کانفرنس کی تنظیم العلمائے پاکستان کے نام سے موسوم ہوئی [۱] اس کے بعد ہندوستان سے بھی سُنّی کانفرنس ختم کر دی گئی۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مشائخ عظام اور علمائے کرام نے تحریک قیام پاکستان میں حصہ لیا یا نہ، مولنا معین الدین صاحب فرماتے ہیں:

تحریک پاکستان کا آغاز ہوتے ہی حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے نظریہ پاکستان سے روشناس کرانے کے لئے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے غیر منقسم برصغیر کے ہر شہر اور ہر قریہ میں علمائے اہلِ سنّت کی جماعت کے ساتھ دورے شروع کر دیئے۔۔۔۔ صوبہ جات:۔

مدراس ، گجرات ، کاٹھیاواڑ ، جوناگڑھ ، راجپوتانہ ، دہلی ، پنجاب ، بہار ، غیر منقسم بنگال ، کلکتہ ، ہگلی ، چوبیس پرگنہ ، ڈھاکہ ، کرنافلی ، چاٹگام ، سلہٹ وغیرہ میں بغیر سکون و وقفہ کے دورے شروع کئے پھر ۱۹۴۵ء میں سُنّی کانفرنس کی تنظیم کو تیز تر کر دیا۔ صوبائی اور اضلاعی و قریہ جاتی مکمل تنظیم کرائی۔

۱ے : حیات صدر الافاضل صـ ۱۹۹

بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا انعقاد

۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے چار روزہ اجلاس منعقد ہوئے۔ جس میں غیر منقسم ملک کے تقریباً پانچ ہزار علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔

ان اجلاس میں مسلمانوں کو پاکستان کے مقصد اور غرض و غایت سے روشناس کرایا گیا۔ پاکستان کے متعلق اس کانفرنس میں جو قرار دادیں پاس ہوئیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلِ سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قربانی کے واسطے تیار ہیں۔

یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسبِ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے اس کمیٹی کے ممبران کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولٰنا سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی۔

(۲) صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔

(۳) حضرت مفتی اعظم ہند مولٰنا شاہ مصطفٰے رضا خان صاحب۔

(۴) حضرت صدر الشریعت مولٰنا امجد علی صاحب۔

(۵) مبلغ اعظم حضرت مولٰنا عبد العلیم صاحب صوفی میرٹھی۔

(۶) حضرت مولٰنا عبد الحامد بدایونی صاحب۔

(۷) حضرت مولٰنا سید شاہ دیوان آلِ رسول علی صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔

(۸) حضرت مولٰنا ابو البرکات صاحب سید احمد صاحب لاہور۔

(۹) حضرت مولٰنا شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

(۱۰) حضرت پیر سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف۔

(۱۱) حضرت مولٰنا شاہ سید زین الحسنات صاحب مانکی شریف۔

(۱۲) خان بہادر حاجی بخشی مصطفٰے علی صاحب مدراس۔

(۱۳) مولٰنا ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب لاہور۔

دیکھئے اس مختصر ترین فہرست میں کیسی عظیم شخصیتیں ہیں پانچ ہزار علماء و مشائخ میں صرف تیرہ ہیں مگر تیرہ ہزار کانگریسی مولویوں پر بھاری ہیں۔

اور اب ہم تاریخی خطبۂ صدارت کی طرف رجوع کرتے ہیں جسے رأس المحدثین رئیس المتکلمین حضرت مولٰنا الحاج الشاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی صدر جماعت استقبالیہ جمہوریہ اسلامیہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے عدیم المثال تاریخی اجلاس بنارس میں ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ڈیڑھ لاکھ کے مجمعے کے سامنے پیش کیا۔ فرماتے ہیں؛

اور ہمیں ایک عظیم تجربہ کے بعد بڑی خوشی اس کی ہے کہ ہمارا بڑے سے بڑا دشمن بھی نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے سامنے کوئی سیاسی جماعت ہے جس کا تعاون ہمارا مقصد ہے۔ نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہماری پشت پناہی و اعانت کوئی سیاسی جماعت کر رہی ہے [1]

مشائخین عظام اور علمائے اسلام نے جو کچھ کیا دین و ملت کے نظریہ سے کیا اور پورے خلوص سے کیا اس کے بدلے میں مسلم لیگ سے عہدے، خطابات نہیں وصول کئے۔ آیئے آپ کو دکھائیں کہ حقائق و شواہد کی روشنی میں گھمبیر تاریکیاں کس طرح دُور ہوتی ہیں اور ہندوستان کا کون سا سُنّی ہے جو نظریۂ پاکستان سے بے خبر ہے۔ دُنیا

لے: خطبۂ صدارت ص۹

نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال نے بتایا ہے[1] آگے فرماتے ہیں:

آل انڈیا سنی کانفرنس کے لئے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیانِ اسلام میں سے نو کروڑ ہیں۔ بنگال کے ایک ضلع چاٹگام اور اس کے حواشی میں سولہ سو علمائے اہل سُنّت مدرسین، مبلغین و ارباب فتاویٰ ہیں ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار بیس ہزار سے زائد ہے۔ جو ہمارے دفتر میں آچکا ہے تو ہم اس قدر متحیر ہوئے جس قدر ہمارے سُنّی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سُن کر حیران ہیں اگر مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے اس قدر لشکری منظم ہو جائیں اور اتنے کثیر قائدین کی قیادت جمع ہو جائے تو کھلے بند غیر مسلم ہوں یا مسلم نما غیر مسلم کیا مجال کہ ہم سے ٹکرا سکیں۔ آگے اسی خطبہ میں فرماتے ہیں۔ کان لگا کر سننے والے سُن لیں کہ صدر المدرسین (حسین احمد) نے مدینہ چھوڑا اور بالکل چھوڑا اور دشمنانِ حرمین سے رشتہ جوڑا قرآن شریف اس لئے پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رہے حدیث شریف میں بھی اُسے یہی نظر آتا ہے کہ غیروں کے ہاتھ بِکنا ہی اسلام ہے ایسی غیر ذمہ دارانہ تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرز اٹھے اور پاکستان میں جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے اسلامی تلوار کی آزادی میں اپنی موت معلوم ہو کیا سُنّیوں کی سنّت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت اس قومی اور دینی جرم کو برداشت کر سکتی ہے[2]

اور اسی معرکۃ الآراء خطبہ کا عنوان ہے۔ پاکستان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

میرے دینی رہنماؤں! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے ملک میں اس لفظ کا

---

[1] : خطبۂ صدارت صـ۱۳

استعمال روزمرّہ بن چکا ہے۔ در و دیوار پہ پاکستان زندہ باد۔ تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے نعروں کی گونج میں پاکستان لے کے رہیں گے۔ مسجدوں میں خانقاہوں میں بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سنّیوں کا بھی یہی محاورہ ہے اور جو لفظ مختلف ذہنوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتادے یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا جس کی مشینری جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہو گی لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے۔ اور جو بتائے وہ اُلٹے پلٹے اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈر اس کا ذمہ دار ہے۔ لیکن ہم سُنّیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پہ اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پہ قرآن کی آزاد حکومت ہو۔

اب تو تمام سُنّیوں نے جو یقین کر لیا ہے وہی دستور اساسی بھی ہے وہی تجاویز متفقہ بھی ہیں لیگ ان کے لئے کوئی نیا دین نہیں ہے جس کو سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے بلکہ لیگ ان کے جذبات کی محض ترجمانی ہے[1]

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داورِ حشر کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے پاکستان کے اس مجرم کو بخشا نہیں جائے گا جو کلمہ پڑھ کر اپنی کو سُنّی کہلا کر اسلامی اقتدار کے تصوّر سے چڑتا ہو[2]

---

[1] خطبہ صدارت صـ۲۴

[2] خطبہ صدارت صـ۲۴

دوسری سُنّی کانفرنس کا انعقاد

سلطان الاولیأ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کے اجمیر شریف میں منعقد سُنّی کانفرنس کا خطبہ صدارت ملاحظہ فرمائیں جو ۵ - ۶ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ کو حضرت محدّث اعظم نے حضرت سیدنا الشاہ دیوان آلِ رسول سجادہ نشین کی ہدایت پر ارشاد فرمایا۔ فرماتے ہیں:

ہم نہیں کہتے کہ ہم گنہگار نہیں۔ سیاہ کار نہیں یا خطا شعار نہیں۔ لیکن ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم باغی نہیں۔ غدار نہیں۔ زمانہ میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں۔ دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھندا بنایا کھلے بازار میں ملت فروشی کی جا رہی ہے نام دارالعلوم رکھا اور کام دو صیا مندر کا کیا۔ نام پوچھو احرار بتائیں اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی پر اُتر آئیں۔ یارسول اللہ سن کر گھبرائیں اور بندے ماترم کا ترانہ گائیں۔ نعرۂ تکبیر سے الجھیں اور اپنے باپو کی جے منائیں۔ مسلمانوں سے بیزار اور مشرکوں کے علمبردار اب تو ہند کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ پہچاننا دشوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا مالوی جی ہیں۔

سب کچھ ہے مگر اے خواجہ تیری خواجگی کے قربان کہ تیرے مست تیرے ہی رہے۔ تیری تعلیم اور تیرے پیغام سے ایک انچ بھی نہ ہٹے چودہ سو برسوں کی پرانی لکیر کے فقیر رہے۔ شرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہیں کیا اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا یہ خواجہ کی دہائی دینے والے یہ میلاد و قیام والے۔ یہ نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت والے اسی مقام پر رہے جہاں خواجہ کی کرامت نے انہیں کھڑا کر دیا ہے [1]

۱: خطبۂ صدارت اجمیر شریف ص ۳۷

ان پاکوں کا پاک عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھانا ہے [1] یہی علماء و مشائخ اور ان کے برگزیدہ عزائم و ارادے ہیں جن کا نام آل انڈیا سُنی کانفرنس یا جمہوریت اسلامیہ ہے اور جس میں اس وقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد تقریباً تیس ہزار سے زیادہ ہے اور اسی سنی کانفرنس کا آج خواجہ کی چوکھٹ پر جلسہ خواجہ کے حضور حلف وفاداری اٹھانے آیا ہے [2]

اے سُنّی بھائیو: اے مصطفٰےؐ کے لشکریو۔ اے خواجہ کے مستو۔ اب کیوں سوچو۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔ اٹھ پڑو۔ کھڑے ہو جاؤ۔ چلے چلو۔ ایک منٹ بھی نہ رُکو۔ پاکستان بنا لو تو جا کر دم لو۔ یہ کام اے سُنّیو۔ سُن لو۔ کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے پاکستان کا نام بار بار لیا جس قدر ناپاکوں کو چڑھ ہے اسی قدر پاکستان کے پاک لوگوں کا وظیفہ ہے اوّل تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بے شمار اختلاف رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے میرا خیال ہے اس باب میں اتنی وضاحت کافی ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہو گیا کہ سُنّی علماء و مشائخ کا تحریکِ پاکستان میں کیا کردار اور رویہ رہا۔ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ تحریکِ پاکستان میں چند ایک سُنّی علماء تھے یا ہزار ہا ہزار تھے۔ اور یہ بزرگ قائدین حضرت علامہ شاہ احمد نورانی حضرت علامہ عبدالمصطفٰے الازہری اور علامہ عبدالستار خان نیازی۔ علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری علامہ شاہ فرید الحق، مولانا محمد حسن خان صاحب حقانی حضرت مفتی ظفر علی صاحب نعمانی اور جناب نور الحسن صاحب بھوپالی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا محمد اکبر ساقی

۱: خطبۂ صدارت اجمیر شریف ص ۳۷

۲: خطبہ صدارت اجمیر شریف ص ۳۷

اور موجودہ قائدین کے بزرگ اور پیشوا نہیں تھے تو کون لوگ تھے۔ اس کے بعد مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب ایم۔ اے نے (پاکستان) ریزولیشن پیش کرتے ہوئے پُرجوش تقریر کی۔ مرزا عبدالحمید نے ریزولیشن کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ اسلام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا نام ہے۔ یہ ہمارے تمام امور پر حاوی ہے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اسلام کے قانون کے مطابق اپنا پروگرام تیار کریں۔ مسٹر جناح کی تقریر کے بعد ریزولیشن متفقہ طور پر پاس ہوا۔

مشائخ عظام اور صوفیائے کرام کے تاثرات

اب دیکھئے صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے متعلق رئیس احمد جعفری اپنی کتاب "محمد علی جناح اور ان کا عہد" عنوان ہے "صوفیائے کرام اور پاکستان"

اب صوفیائے کرام کے تاثرات و تلقینات کے دفترِ بے پایاں میں سے چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ اخلافِ کرام ان اسلام عظام کے جانشین ہیں جنھوں نے اس کفر کدہ ہند میں اپنی روحانیت کی روشنی سے اجالا کیا جن کے ہاتھ تلوار و سنان سے اور نیزہ و خنجر سے خالی تھے لیکن جن کے چہرہ پر نورانیت کا جلال برس رہا تھا جن کی آنکھوں میں روحانیت کا نور چمک رہا تھا آج وہ نہیں ہیں ان کے جانشین ہیں۔ آیئے دیکھیں وہ مسلم لیگ کے بارے میں مسلم لیگ کے نصب العین پاکستان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

سجادہ مانکی شریف کا اعلان

۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جب صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں،

صوفیوں اور روحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا، اس جلسہ میں ایک تجویز منظور ہوئی جس میں مسلم لیگ سے وفاداری اور مسٹر جناح کی قیادت پہ اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ سجادہ نشین مانکی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے ہر مسلمان کو حصولِ پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہیئے۔ جہاں وہ عزت و آبرو سے رہ سکیں حصولِ پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کی ضامن اور آزادی کے لئے کوشاں ہے۔[1]

یاد رہے کہ پیر آف مانکی شریف ہی کا نام سید زین الحسنات ہے جو سنّی کانفرنس کی مجلسِ عاملہ کے رکن تھے۔ ایک اور قابلِ غور بات ملاحظہ فرمائیں۔

پاکستان یعنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے مسلم لیگ سے ہمارے سنّی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید زین الحسنات صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے کہ ہمارے سُنی مسلم لیگ سے نکل جائیں، تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا۔

سجادہ نشین درگاہ خواجہ غریب نواز

شیخ المشائخ دیوان آلِ رسول نبیرہ سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نور اللہ مرقدہٗ کا کلکتہ میں بیان پڑھا گیا۔

اس وقت ہندوستان میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم سب کی توجہ کے قابل یہ مسئلہ ہے کہ مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کے دعوے میں ہم پورے اتر جائیں اور

[1] قائدِ اعظم محمد علی جناح اور ان کا عہد ص ۲۰۲ اور ص ۲۰۳

قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت قائم و برقرار رہ جائے۔ اغیار اور معاندینِ اسلام ہماری اس واحد نمائندگی اور قیادت کی دھجیاں قضائے آسمانی میں اڑا دینا چاہتے ہیں ہم کو بڑے استقلال اور پامردی کے ساتھ اس دعوے کو ثابت کرنا ہے اور اس قیادت کے قیام و بقا کے لئے کام کرنا ہے اپنے سلسلے کی خانقاہوں کے سجادگان سے اپنے جدِّ امجد خواجہ غریب نواز کے نام پہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی گدیوں کو چھوڑ کر اس نازک وقت میں اسلام کی خدمت کے لئے نکل پڑیں اور مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کے لئے کمر باندھ کر میدان میں آئیں [1]

سجادہ نشین گولڑہ شریف

۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء کے اخبارات میں ایک بیان گولڑہ شریف سے متعلق شائع ہوا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے سجادہ نشین پیر غلام معین الدین صاحب نے اپنے سب مریدوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں اور چونکہ نواب خضر حیات خان ان کا مرید ہے اس واسطے یقین ہے کہ نواب صاحب بھی آخرکار مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائیں گے [2]

درگاہ حضرت شاہ بو علی قلندر

۲۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر قدس سرہٗ کے متولی اور سجادہ نشین عبدالرشید صاحب نے پانی پت سے حسب ذیل بیان جاری فرمایا:
اس وقت مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے اور پاکستان

---

[1] ، [2] ؛ قائداعظم محمد علی جناح اور ان کا عہد ص۴۰۳ ، ص۴۰۲

مسلمانانِ ہند کا بہترین نصب العین ہے۔ اس کے بعد موصوف نے درگاہ کے متوسلین اور معتقدین سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ صرف مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں [1]

الحاج پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری

حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سُن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں انہوں نے اپنی منزلِ مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبۂ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو برملا گالیاں دیتے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو بُرا نہیں کہا یہ ان کے لئے رہنما ہونے کا بڑا ثبوت ہے خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سیّد ہوں اور سیّد موت سے نہیں ڈرتا اس کے بعد موصوف نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا کہ وہ صرف مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں مذکورہ بالا حقائق سے کیا یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کی بہت بڑی اکثریت مسلم لیگ اور مطالبۂ پاکستان کی حامی ہے۔

سرسری جائزہ

جمعیۃ العلمائے پاکستان کے علاوہ پاک و ہند کے نامور جید علماء و مشائخ نے تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کی اور علی الاعلان مسلم لیگ

---

[1] ؛ قائدِ اعظم محمد علی جناح اور ان کا عہد ص۴۰۳ ص۴۰۴

میں شمولیت کا اعلان بھی کیا اور اپنے متوسلین، متعلقین کو بھی مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان میں شمولیت کا حکم دیا۔

اس کے مقابلہ میں جمعیت العلمائے ہند اور پاکستان میں جمعیت العلمائے اسلام کے مقتدر علماء و نامور لیڈروں نے قائدِ اعظم کو گالیاں دیں اور تحریکِ پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔ اور پاکستان کو پلیدستان کا نام دیا۔ مہاتما گاندھی اور نہرو کے حلقہ بگوش اور جانشین بننے کی سعادت حاصل کی۔

کیا خبر تھی کہ لے کر چراغِ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بُو لہبی

افسوس: راہِ زنِ خضرِ راہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

قارئینِ حضرات: آپ نے علمائے دیوبند اور علمائے بریلی کے بیانات ان کے اختلافات ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی ناروا بہتان طرازی پڑھ چکے ہیں تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی۔ علمائے دیوبند کے ناروا بیانات پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ اپنا جرم دوسروں کے ذمے لگانا اور خود بری الذمہ ہو جانا کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے یہ گنہگار انسان نہیں چاہتا تھا کہ یہ بھی دیوبندیوں کی تنقید اور گالیوں کا نشانہ بنے۔ لیکن کہتے ہیں: ؎

دل کے پھپولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

فرق اتنا ہے کہ اہلِ سنت کو کوئی بریلوی کہے تو خوش ہوتے ہیں لیکن دیوبندیوں کو

کوئی دیوبندی کہدے تو وہ بُرا مناتے ہیں اور مرنے مارنے پر آجاتے ہیں۔ گویا دیوبندی ایک گالی ہے۔

نہ اِدھر اُدھر کی تو بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

یہ گنہگار انسان اِس محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور کلمہ گو ہے جس پر ورفعنا لک ذکرک کا تاج ہے جو نبیوں کا نبی رسولوں کا رسولؐ ساری کائنات کا رسول۔ شجر و حجر۔ انسان اور حیوان، نباتات اور جمادات، بحر و بر خاک اور ذرّہ، سمندر اور قطرہ وہ سب کا رسول ہو۔ اس ذاتِ والاصفات کی شان میں ایک دو نہیں بے شمار اور اَن گنت گستاخیاں کی گئیں اور آج تک کی جا رہی ہیں، خدا وندا آسمان ٹوٹ کیوں نہیں پڑتا۔ زمین پھٹ کیوں نہیں جاتی۔

حضرات! آج میرا قلم زبردست بے لگام گھوڑے کی طرح باغی ہو رہا ہے۔ اور گھوڑے کا سوار اس سے بھی زیادہ بے تاب ہے۔ بے قرار ہے اس لئے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ محبوب کا ہی صدقہ ہے۔ میں اپنا تن من دھن محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دینا چاہتا ہوں دل تڑپ رہا ہے میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔

میں رُلایا گیا ہوں، میں تڑپایا گیا ہوں، سمندِ شوق کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن آہ کیا کہوں ؎

آؤ دوستو ہم ہنر آزمائیں
تم تیر آزماؤ ہم جگر آزمائیں

شجرہ نسب وہابیہ

وہابی نجدی، وہابی اسماعیلی وہابی دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ

اس سے پہلے کہ علمائے دیوبند کے عقائد منظرِ عام پر لائے جائیں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہابی خاندان کا شجرہ نسب بتا دیا جائے تاکہ گذشتہ اور آنے والے صفحات میں صورتحال سمجھنے میں آسانی رہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی ـــــ جائے پیدائش عینیہ : مرکزِ دعوت درعیہ۔ مصنف کتاب۔ کتاب التوحید۔ صوبہ نجد۔ عرب و حجاز

↓

مولوی اسماعیل دہلوی ـــــ مصنف کتاب تقویۃ الایمان۔ بانی جماعت اہلحدیث اور بانیٔ وہابیت۔ نظریاتی اولاد شیخ نجدی

↓

علمائے دیوبند ـــــ مرکز دیوبند۔ نظریاتی اولاد مولوی اسماعیل دہلوی

مولوی الیاس ـــــ بانی تبلیغی جماعت۔ پیدائش دہلی مرکز دعوت رائے ونڈ۔ نظریاتی اولاد۔ دیوبند۔

↓

سپاہِ صحابہ ـــــ نظریاتی اولاد تبلیغی۔ دیوبندی۔ شاخیں پورے پاکستان میں۔

یہ مختصر نقشہ دیکھ کر ہی معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا جدِ اعلیٰ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے اس کی پہلی اولاد سعودی عرب میں آباد ہے۔

دوسری اولاد دہلی میں پیدا ہو کر دیوبند کو مرکز بنایا ان میں سے کچھ پاکستان میں آکر رائے ونڈ میں آباد ہوئے ان کی اولاد جنوں بھوتوں کی طرح پاکستان کے کونے کونے میں

پھیل گئی۔ دیوبندی تبلیغی خواہ ان کا تعلق مولوی اشرف علی سے ہو یا رشید احمد گنگوی سے مولوی محمد قاسم کے ساتھ ہو یا مولوی حسین احمد سے۔ یہ سب ایک ہی خاندان مولوی اسماعیل دہلوی کے جانشین اور نظریاتی اولاد ہیں یہ خاندان سعودی عرب (نجد) سے چلا۔ عرب و حجاز سے ہوتا ہوا دہلی ولی اللہی خاندان میں پہنچا شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کے ہاں مولوی اسماعیل صاحب تشریف لائے مولوی اسماعیل کی تمام نظریاتی اولاد۔ دیوبندی۔ وہابی تبلیغی وہابی وغیرہ کہلائے

عقائدِ علمائے دیوبند

اس سے پیشتر کے صفحات میں سعودی نجدی حکومت کے عقائد۔ ظالمانہ کردار۔ نظریۂ پاکستان پر تاریخی سیاسی، نظریاتی کا پس منظر اور پیشِ منظر بیان کیا گیا ہے اب علمائے دیوبند کے عقائد پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۔ مولوی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے سوا علمِ غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے وہ بے شک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہے [1]

۲۔ علمِ غیب خاصۂ حق جل شانہٗ۔ [2]

۳۔ اور عقیدہ رکھنا کہ آپ کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) علمِ غیب تھا صریح شرک ہے۔ [3]

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۱ ص ۲۰

[2] 〃 〃 ص ۲۰

[3] فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۲ ص ۱۱۳

۴۔ اثبات علمِ غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔[1]

۵۔ جو رسول اللہ کو علمِ غیب ہونے کا معتقد ہے وہ حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک اور کافر ہے۔[2]

۶۔ علمِ غیب خاصۂ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ابہامِ شرک سے خالی نہیں۔[3]

۷۔ جو شخص رسول اللہ کو علمِ غیب جو خاصۂ حق تعالیٰ ہے ثابت کرے اس کے پیچھے نماز درست نہیں کیونکہ یہ کفر ہے۔[4]

۸۔ جب انبیاء علیہم السّلام کو بھی علمِ غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہے۔[5]

گذشتہ صفحات میں تقویۃ الایمان میں مولوی اسماعیل کے عقائد آپ نے پڑھ لئے ہوں گے اور مولوی رشید احمد کے بھی پڑھ لئے ہیں۔ اب لگے ہاتھوں مولوی اشرف علی تھانوی کے عقائد بھی ملاحظہ فرمالیں۔

۱۔ کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر رہتی ہے تو کفر اور شرک ہے۔[6]

۲۔ کسی کو دُور سے پکارنا اور سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی تو کفر اور شرک ہے۔[7]

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۳ صـ ۱۶ ۔ [2] فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۳ صـ ۴۲

[3] فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۳ صـ ۴۴ ۔ [4] فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۳ صـ ۱۴۵

[5] فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۳ صـ ۱۲۵ ۔ بہشتی زیور صـ ۴۷ ۔ ۴۸

[6] بہشتی زیور حصہ اول صـ ۴۵

[7] بہشتی زیور حصہ جلد اول صـ ۴۷

۳۔ بہت امور میں آپ کا یعنی حضورؐ کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا اور فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے آپ کو واقعہ افک کے متعلق انکشاف نہیں ہوا۔[1]

۴۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی یا شیخ سلمان کا وظیفہ پڑھنا جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا اور مشرک بن جاتا ہے۔[2]

۵۔ حنفیہ نے اپنی فقہ کی کتابوں میں اس شخص کو کافر لکھا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی غیب جانتے تھے۔[3]

اب مولانا قاری طیب کی بھی سُنیئے۔[4]

۱۔ رسول اور امتِ رسول اس حد تک مشترک ہیں کہ دونوں کو علمِ غیب نہیں

۲۔ حضرت سید الاولین والآخرین کے لئے علمِ غیب کا دعویٰ اور وہ بھی علمِ کلی اور علم ماکان و مایکون کی قید کے ساتھ نہ صرف بے دلیل اور بے سند ہے بلکہ مخالف دلیل بھی۔ معارضِ قرآن، اور اس توحیدی شریعت کے مزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ التفات ہے۔[5]

۳۔ علم ماکان و مایکون خاصۂ خداوندی ہے جس میں کوئی بھی غیر اللہ شریک نہیں ہو سکتا۔[6]

---

[1] حفظ الایمان صـ ۷ ۔ [2] فتاویٰ امدادیہ جلد نمبر ۴ صـ ۵۶

[3] تحفہ لاثانی صـ ۳۸

[4] فاران توحید نمبر صـ ۱۱۴ ، تحفہ لاثانی صـ ۱۱۷

[5] اور [6] ، " " صـ ۱۲۹ ۔ صـ ۱۱۶

۴۔ کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر علم کی تقسیم یوں نہ ہوگی کہ اللہ کا علم ذاتی، اور رسولوں کا علم عطائی۔ یعنی نوعی فرق کے ساتھ دونوں برابر ہو گئے۔ ایک حقیقی خدا۔ اور ایک مجازی خدا۔[1]

۵۔ یہ آیت تا قیامت یہی اعلان کرتی رہے گی کہ آپ کو علمِ غیب نہ تھا اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت تک آپ کو علمِ غیب نہ ہوگا۔[2]

اسی طرح دیوبندی جماعت کے دینی پیشوا مولوی منظور نعمانی کی بھی سنیئے۔

جس طرح محبت عیسوی کے پردے میں الوہیت مسیح کا عقیدہ نے نشو ونما پائی اور جیسے حُبِّ آلِ بیت کے نام پر رفض کو ترقی ہوئی اسی طرح حُبِّ نبوی اور عشقِ رسالت کا رنگ دے کر مسئلہ علمِ غیب کو بھی فروغ دیا جا رہا ہے اور بیچارے عوام محبت کا ظاہری عنوان دیکھ کر برابر اس پر ایمان لا رہے ہیں۔[3]

چونکہ عقیدہ علمِ غیب کا یہ زہرِ محبت کے دودھ میں ملا کر امت کے حلقوں میں سے پلایا جا رہا ہے۔ ان تمام گمراہانہ اعتقادات سے زیادہ خطرناک اور توجہ کا محتاج ہے۔ جن پر محبت اور عقیدت کا ملمع نہیں کیا گیا ہے۔[4]

اب مولوی خلیل احمد صاحب کی بھی سنیئے:

۱۔ ملک الموت کے افضل ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کا علم (یعنی روئے زمین) کے بارے میں ملک الموت کے بھی برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ۔[5]

ان لوگوں اپنے دماغ کی مرمت کرنی چاہیئے جو یہ لغو ترین اور احمقانہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کو علمِ غیب تھا۔[6]

---

[1] فاران کا توحید نمبر ص۱۲۱، [2] حوالہ ایضاً ص۱۲۶، [3] الفرقان شمارہ ۵ جلد ۶ ص۱۱۔ [4] الفرقان شمارہ ۵ جلد ۶ ص۱۳۔ [5] براہین قاطعہ ص۵۲۔ [6] تجلی دیوبند دسمبر ۱۹۶۰ء

الوہیت اور علمِ غیب کے درمیان ایک ایسا گہرا تعلق ہے کہ قدیم ترین زمانے سے انسان نے جس ہستی میں بھی خدائی کے کسی شائبے کا گمان کیا ہے اس کے متعلق یہ ضرور خیال کیا ہے کہ اس پر سب کچھ روشن ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔

دیوبندیوں کا سربستہ راز سامنے آتا ہے

گذشتہ اور مندرجہ بالا عبارت سے یہ سامنے آتا ہے کہ نہ صرف انبیاءؑ و اولیاءؒ اور علمِ غیب صرف خاصۂ خدا ہے اور توحید کے منافی ہے اور توحید کے سچے علمبردار صرف یہ دیوبندی توحیدی ہیں دوسرا کوئی نہیں۔ لیکن وائے افسوس کہ کن لفظوں میں ان کے سربستہ راز فاش کردوں۔ کہاں توحید کے پیچھے ایک نہایت خوفناک طوفان چھپا ہوا ہے اور یہ اس لئے کہ ان کا دوسرا رُخ عوام کی نظروں سے اوجھل رہے۔

دیوبندی حضرات جن باتوں کو صرف خدا تک محدود سمجھتے ہیں اسی پر اگر قائم رہیں تو دکھ نہیں مگر افسوس وہی باتیں ان کے اپنے پیشوا کرتے ہوں تو اُسے آپ کیا کہیں گے کیا اس صورت حال کو مذہبی تاریخ کا سب سے بڑا فریب اور المیہ قرار نہیں دیں گے اس سنسنی خیز انکشافات کے بعد آپ کے سامنے جو تصویر آئیگی کیا اس سے آپ یہ نتیجہ اخذ نہیں کریں گے کہ مختلف مداری آنکھوں میں دُھول جھونک کر مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں۔

دیوبندی جماعت کے وہ واقعات پڑھیں جن میں عقیدۂ توحید۔ اسلام اور ایمان کی سلامتی کے سوا سب کچھ آپ کو ملے گا۔

غیب دانی کا ادراک اور اعتقاد۔ دلوں کے خطرات سے آگاہ ہونا۔ علوم خمسہ کا ادراک کرنا جو صرف اللہ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ مصیبت کے وقت غائب کو پُکارنا۔

آئندہ کی خبریں دینا یہ ساری باتیں جنہیں علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں میں صرف خدا کا حق تسلیم کیا ہے۔ غیر خدا یہاں تک کہ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے حق میں بھی اسی طرح کا اعتقاد رکھنا کفر و شرک ہے لیکن انتہائی حیرت کے ساتھ یہ عبارت پڑھیں کہ یہی خدائی منصب یہی کھلا ہوا شرک اور یہی توحید کے منافی اعتقادات علمائے دیوبند نے اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں بے چون و چرا تسلیم کر لئے ہیں۔ لیکن شرک نہ ہو سکا۔

اب دیوبندیوں بزرگوں کے وہ واقعات و حالات پیش کئے جاتے ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد آپ کے دماغ کی رگیں چیخ اٹھیں گی اور ان کی توحید کا سارا راز آشکارا ہو جائے گا۔

ہم نہ کہتے تھے کہ اے داغ تو زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے قلق تجھ کو یا ہم کو

وفات کے بعد مولوی قاسم کا جسم ظاہری کے ساتھ مدرسہ میں آنا۔

قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں مولوی رفیع الدین صاحب مدرسہ کے صدر مدرسین کے درمیان آپس میں اختلاف ہو گیا۔ اور مولوی محمود الحسن بھی اس ہنگامے میں شریک ہو گئے تو ان کے بعد قاری طیب صاحب توحید کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں اسی دوران ایک دن صبح بعد نماز فجر مولنٰنا رفیع الدین نے مولنٰنا محمود الحسن کو اپنے حجرہ میں بلایا۔ مولنٰنا حاضر ہوئے اور بند حجرہ کے کواڑ کھولکر اندر داخل ہوئے۔

مولنٰنا رفیع الدین نے فرمایا پہلے یہ میرا اردئی کا لبادہ دیکھ لو مولنٰنا نے دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا۔ فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ابھی مولنٰنا قاسم صاحب جدِ عنصری (ظاہری) کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا کہ محمود الحسن کو کہہ دو کہ اس جھگڑے میں نہ پڑے پس میں نے

اس لئے تمہیں بلایا ہے مولنٰنا محمود الحسن نے فرمایا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں کبھی اس معاملے میں نہ بولوں گا۔[۱]

اس پر مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ یہ روح کا تمثل تھا۔[۲] لیجئے۔ دیکھ لیا توحید کے علمبرداروں کا بیان۔ اس واقعہ کے ساتھ کتنے مشرکانہ عقیدے لپٹے ہوئے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ مولوی قاسم کی روح کے لئے یہ خدائی اختیارات کو بلا چون و چرا مولوی رفیع الدین اور مولوی محمود الحسن نے بھی تسلیم کر لیا اور تھانوی صاحب کا کیا کہنا کہ انہوں نے تو توحید کی جڑیں ہی کاٹ دی ہیں۔ اور قاری طیب صاحب اس کی تشہیر فرما رہے ہیں۔ بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ والی بات ہے۔

ان حالات میں ایک صحیح الدماغ آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ روح کے جو تصرفات اور اختلافات اور غیبی علم و ادراک کی جو قوتیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مقربین کے حق میں تسلیم کرنا ان حضرات کے نزدیک کفر اور شرک ہے۔ وہی باتیں اپنے مولانا کے حق میں کیونکر اسلام اور ایمان بن جاتی ہیں۔

کیا یہ صورتِ حال کہ اس حقیقت کو واضح نہیں کرتی کہ ان حضرات کے یہاں کفر و شرک کی یہ تمام بحثیں صرف اس لئے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کی حرمتوں کے خلاف انہیں ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے۔ ورنہ خالص عقیدۂ توحید کا جذبہ اس کے پسِ منظر میں کارفرما ہوتا تو شرک کے سوال پر اپنے اور بیگانے کے درمیان قطعاً کوئی تفریق روا نہ رکھی جاتی۔

---

[۱] ارواحِ ثلاثہ ص ۲۴۲ ص ۲۴۳ مولوی اشرف علی تھانوی

[۲] ″ ″ ″ ″ ″ ″

مولانا قاسم صاحب کا خدائی تصرّف

پڑھیئے اور سر دھنیئے! واقعہ زیرِ تحریر کئی صفحات پر پھیلا ہُوا ہے اس کا صرف خلاصہ چند سطروں میں سمیٹ رہا ہوں۔ دیوبندی جماعت کے مولانا مناظر احسن گیلانی جنہوں نے سوانح قاسمی کے نام سے ایک ضخیم کتاب، لکھی ہے جسے دارالعلوم دیوبند نے اپنے اہتمام سے شائع کیا۔ اس میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ کسی جگہ ایک دیوبندی مولوی امام ہوگیا کافی عرصہ گزرنے کے بعد اس کی کافی دھوم ہوگئی۔ اچانک ایک سُنّی مولوی کسی طرف سے آدھمکا۔ اسے بھی جگہ کی ضرورت تھی اس نے دیوبندی مولوی کے ساتھ بحث شروع کر دی۔ دیوبندی مولوی عالم نہیں تھا۔ وہ ڈرنے لگا کہ میں کیسے سوال د جواب کروں گا۔ دونوں مولوی آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر کیا ہُوا۔ اب دیوبندی مولوی کی زبانی سنیئے وہ کہتا ہے کہ میری دائیں طرف ایک شخصیت آکر بیٹھ گئی اور مجھے کہنے لگے کہ گھبرانا نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اتنے میں سُنّی مولوی دیوبندی مولوی کے پاؤں پڑ گیا اور کہنے لگا مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ اتنے عالم ہیں۔ دیوبندی مولوی سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دریافت کرتے ہیں کہ مولانا آپ بتا سکیں گے کہ اچانک نمودار ہونے والی شخصیت کون تھی حُلیہ کیا تھا جب دیوبندی مولوی حُلیہ بیان کرتا جاتا تھا تو مولوی قاسم کا سارا نقشہ سامنے آگیا۔ اور کہا یہ تو حضرت الاستاد مولانا قاسم تھے۔ جو تمہاری مدد کے لئے آئے تھے[1]

انصاف فرمائیے کہ اس ایک واقعہ میں کتنے مشرکانہ عقائد کا برملا اعتراف کیا گیا ہے

اپنے ہاتھوں اپنا خون

یہ قصہ بیان کرنے کے بعد مناظر احسن گیلانی کو اچانک خیال آیا کہ ہمارے یہاں

[1] سوانح قاسمی جلد نمبر ۱ صہ ۳۳۲

ارواح انبیاء تک کے لئے بھی زندوں کی مدد کرنے کا کوئی جواز یا تصور نہیں ہے بلکہ اپنے مشرب میں ہم اس طرح کے تصورات کو مشرکانہ عقائد سے تعبیر کرتے ہیں پھر اتنے واضح مسلسل اور متواتر انکار کے بعد اپنے مولانا کے ذریعہ غیبی امداد کا یہ قصہ کس طرح نبھایا جاسکے گا۔

اس سوچ کے بعد اپنے مسلک کو بچانے کے بجائے اس مصنوعی قصے کا ہی انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنے مولانا کا خدائی اختیار ثابت کرنے کے لئے اپنے اصل مذہب کا ہی انکار کر دیا۔

آپ یقین کریں کہ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک مثال کسی فرقے کی کسی تاریخ میں شائد ہی مل سکے گی۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اپنی کتاب کے حاشیہ میں مولانا مناظر احسن گیلانی ارشاد فرماتے ہیں۔ حیرت میں ڈوب کر یہ آئندہ سطر پڑھیئے۔

وفات یافتہ بزرگوں کی ارواح سے امداد کے مسئلے میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہلِ سنّت والجماعت کا ہے آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کرتے ہیں[1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ہم بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے منکر نہیں ہیں[2]

اللہ اکبر! ایک قصہ کو بیان کر کے کتنی بے دردی سے اپنے مذہب کا خون کیا ہے جو عقیدہ نصف صدی سے پوری جماعت کے ایوانِ فکر کا سنگِ بنیاد رہا ہے۔ اسے گرا دینے میں موصوف کو ذرا سی تامل نہ ہُوا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ صبح کا بھُولا ہوا شام کو واپس گھر آجائے تو اسے بھُولا ہُوا نہیں کہتے۔ یہاں یہ مثال کافی ہے۔

[1] حاشیہ سوانح قاسمی جلد نمبر ۱ صہ ۳۳۳۔ [2] حوالہ ایضاً صہ ۳۳۴

لیکن بُرا ہو ضد اور عداوت کا وفات یافتہ بزرگوں کی ارواح سے امداد کے مسٔلے میں دیوبندی حضرات کا اصل مذہب دیکھنا ہو تو تقویۃ الایمان کی عبارات کا دوبارہ مطالعہ کریں۔

ایک اور خوُن

بات درمیان میں آگئی تو وفات یافتہ بزرگوں کی ارواح سے امداد کے مسٔلے میں دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر مولوی منظور نعمانی کا ایک اداریہ ملاحظہ فرمائیے۔ جسے انہوں نے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں سپردِ قلم کیا ہے تاکہ اس مسٔلے میں دیوبندی جماعت کا اصل مذہب آپ پر واضح ہو جائے۔

لکھتے ہیں جن بندوں کو اللہ نے کوئی ایسی قابلیت دے دی ہے جس سے وہ دوسروں کو بھی نفع یا امداد پہنچا سکتے ہیں جیسے حکیم یا ڈاکٹر۔ وکیل وغیرہ تو ان کے متعلق ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ ان میں کوئی غیبی طاقت نہیں اور ان کے اپنے قبضہ میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ بھی ہماری ہی طرح اللہ کے محتاج بندے ہیں۔ پس جب بات اتنی سی ہے کہ اللہ نے انہیں عالم اسباب میں اس قابل بنا دیا ہے کہ ہم ان سے فلاں کام میں مدد لے سکتے ہیں۔

اس بنا پر ان سے کام لینے اور اعانت حاصل کرنے میں شرک کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا شرک جب ہوتا ہے جب کسی ہستی کو اللہ کے قائم کئے ہوئے اس ظاہری سلسلۂ اسباب سے الگ غیبی طور پر اپنے ارادہ اختیار سے کارفرما اور متصرف سمجھا جائے اور اس اعتقاد کی بنا پر اپنی حاجتوں میں مدد مانگی جائے۔[1]

لہ: الفرقان لکھنؤ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۴ھ صد ۲۱

آیئے ان کا منافقانہ رُخ بھی دیکھیں۔ ہندوستان کے اندر وفات یافتہ بزرگوں میں سلطان الاولیاء حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت خداداد اور ان کی روحانیت کا فیضانِ عام نو سو برس کی تاریخ کا ایک جانا پہچانا واقعہ ہے لیکن جذبۂ دل کی ستم ظریفی دیکھئے کہ دیوبندی جماعت کے مذہبی پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے خواجہ غریب نواز سگِ در کا رشتہ بت خانے کی طرف جوڑ دیا ہے کہ تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مرتب ان کی ایک مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے خود ان کا یہ مُنہ بولا بیان نقل کیا ہے کہ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات میں نے یہ دیکھی کہ اجمیر میں ایک مُردہ کو دیکھا کہ اجمیر میں پڑا ہوُا سارے ہندوستان پہ سلطنت کر رہا ہے۔[1]

انگریز کا یہ قول نقل کرنے کے بعد تھانوی صاحب کیا کہتے ہیں۔

واقعی خواجہ صاحب کے ساتھ لوگوں کو بالخصوص ریاست کے امراء کو بہت ہی عقیدت ہے۔

(اس پر) خواجہ عزیز الحسن نے عرض کیا جب فائدہ ہوتا ہو گا تبھی عقیدت ہے تو تھانوی صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا حُسنِ ظن ہو ایسا ہی معاملہ فرماتے ہیں اس طرح تو بت پرستوں کو بُت پرستی میں بھی فائدہ ہوتا ہے یہ کوئی دلیل تھوڑی ہی ہے دلیل ہے شریعت۔[2]

بت پرستی کے فوائد تو تھانوی صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ سب سے پہلے اس نکتے سے وہی روشناس ہوئے ہیں۔ لیکن غیرت میں ڈوب مرنے کا مقام۔ اور بات تو یہ ہے کہ ایک مُنکرِ اسلام دشمن ہے۔ اور ایک کلمہ گو دوست کی نگاہوں کا فرق ملاحظہ

لہ، ملفوظات اشرفیہ صد ۲۵۲، ۲ے: کمالاتِ اشرفیہ صد ۲۵۲ ۔ اشرف علی تھانوی

فرمائیے:

دشمن کی نظر میں سرکار خواجہ کشور ہند۔ سلطان کی طرح جگمگا رہے ہیں جب کہ دوست کی نگاہ میں انہیں پتھر کے بت سے زیادہ حیثیت نہیں دی۔ تُف برگردن ذہنیت علم تھانوی۔ ایک طرف مولوی قاسم بمع جسم کے ایک مولوی کو کامیاب کرنے کے لئے بنفسِ نفیس مجلس میں آتا ہے اور کتنے بااختیار ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے لیکن وائے حرماں نصیب کی بدنصیبی کہ دوسری طرف اس زمین میں خواجۂ ہند کا جو تصور ابھرتا ہے۔ اس میں ان کے روحانی اقتدار کے اعتراف کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

جسارت ناروا کی انتہا تو یہ ہے کہ ایک غیر مسلم بزرگوں کی کرامت کا اقرار کرلے لیکن انہوں نے تنگ نظری کا جو ثبوت دیا وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

خدا عقل اور سمجھ دے تو تھوڑی دیر سوچئے کیا بت پرستوں اور کرامت کی یہی تصویر ہے اس خسروانہ (اشرف علی) کی جسے رسول الثقلین نے کشور ہند میں اپنا نائب السلطنت بنا کر بھیجا ہے۔

اگر جواب دینے کی ہمت نہ ہو تو جس قلم کی روشنائی قاسم صاحب کی تعریف میں گنگا اور جمنا کی طرح بہہ رہی ہے۔ وہی زبان اور قلم خواجہ خواجگان کی حقیقت کے سوال پہ اچانک کیوں خشک ہوگئی۔

اب ذرا علوم خمسہ کے ایک باب کی طرف نظر کیجئے کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے جس کو قرآنِ حکیم نے ان الفاظ سے فرمایا۔ ویعلم ما فی الارحام۔ حضورؐ کے متعلق تو صاف انکار ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا لیکن مولوی قاسم اور مولوی رشید احمد اگر کہیں تو مستند ہے اور جائز ہے۔ سنیئے۔

مفتی عتیق الرحمٰن صاحب دہلوی جو دیوبندی جماعت کے مذہبی پیشوا اور اہم رُکن ہیں۔ انہوں نے ماہنامہ دہلی کے مدیر مولوی احمد سعید اکبر آبادی فاضل دیوبند

کے والد کی وفات پر جریدہ برہان میں ایک تعزیتی شذرہ لکھا ہے جو متوفی کی زندگی کے حالات پر مشتمل ہے۔ واقعات کے راوی خود مولوی احمد سعید ہیں قلم مفتی عتیق الرحمٰن کا ہے اپنی پیدائش سے متعلق مولوی احمد سعید کا یہ پہلا، میلاد نامہ، خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ مجھ سے پہلے اباکے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے تھے جن کا نوعمری میں ہی انتقال ہوگیا تھا اس کے بعد سترہ سال تک ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی یہاں تک کہ انہوں نے ترک ملازمت اور ہجرت کا قصد کیا اس وقت وہ آگرہ لوہامنڈی کے سرکاری شفا خانے میں ملازم تھے۔ مگر جب قاضی (عبد الغنی) صاحب مرحوم والد کے پیرومرشد کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے منع لکھ بھیجا اور ساتھ ہی خوشخبری دی کہ ان کے ہاں لڑکا ہوگا۔ چنانچہ اس بشارت کے چند سال بعد رمضان کی ۷ تاریخ کو صبح صادق کے وقت میں پیدا ہوا تو ولادت سے دو گھنٹہ قبل ابا نے حضرت مولانا گنگوہی اور قاسم صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ لوہامنڈی کے شفا خانے میں تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں۔ ڈاکٹر۔ لڑکا مبارک۔ اس کا نام سعید رکھنا چنانچہ ابا نے اس ارشاد کی تعمیل کی اور اسی وقت فیصلہ فرمالیا کہ میں بچہ کو دیوبند بھیج کر عالم بناؤں گا۔[1]

پڑھ لیا آپ نے کہ کئی سال پیشتر بتا دیا کہ فرزند صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ وقت بھی بتا دیا۔ خوشخبری بھی سنائی اور نام بھی بتا دیا۔

ذرا خالی ذہن ہو کر سوچئے کہ اپنے علماء کے لئے کتنی غیب دانی کی جا رہی ہے یعلم ما فی الارحام کا مسئلہ بھی حل کر دیا سب کچھ سر تسلیم کر دیا گیا۔ غیب دانی کا دعویٰ بھی مان لیا گیا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش بھی نہیں رہنے دی۔ لیکن بُرا ہو تعصب کا کہ اولیائے کرام اور انبیاء عظام کے متعلق فوراً کہہ دیا جائے کہ یہ علم اللہ

---

[1] ماہنامہ برہان دہلی اگست ۱۹۵۲ء صـ ۹۸

کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

یعلم ما فی الارحام کے متعلق بندہ سینکڑوں احادیث اور واقعات پیش کر سکتا ہے کہ یعلم ما فی الارحام کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی واقف نہ تھے بلکہ آپ کے غلاموں کے غلام بھی ان اسرار و رموز سے واقف تھے۔ صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک بدّو اونٹنی کی مہار پکڑے آ رہا ہے قریب آکر پوچھا۔ اے محمد بتاؤ۔ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ تو حضور کے ایک صحابی نے فرمایا کہ ایسی باتیں حضور سے مت پوچھو۔ میں بتاتا ہوں۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

قال ان کنت رسول اللہ فاخبرنی مما فِی بَطنِ نَاقَتِی ھٰذِہٖ فقال لہٗ سلمۃ بن سلامۃ بن وقش وکان غلاماً حدثاً لا تَسئَل رَسُوْل اللہ صلّی اللہ عَلَیہِ وَسلم واقبل عَلَیَّ فَانَا اَخْبِرُکَ من ذالک نزوت علیھا ففِی بطنھا سخلۃ منک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحشت الرجل ثم اعرض عنہ[1] یعنی ایک اعرابی نے حضور سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے تو سلمہ نے کہا کہ ایسی بات رسول اللہ سے مت پوچھو میری طرف متوجہ ہو۔ میں تجھے بتا دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے۔ اونٹنی کے پیٹ میں تیری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے۔ تو حضور نے فرمایا۔ خاموش۔ اور وہ اعرابی حیرت میں آگیا۔ صرف یہ ایک واقعہ ہی پیش کیا ہے جو سمجھنے والوں کے لئے کافی ہے۔

اب مولانا قاسم صاحب کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی

۱ے رواہ الحاکم فی المستدرک وقال ھذا صحیح مرسل وحکاہ ابن ہشام فی سیرۃ بحوالہ کمال الدین الدمیری حیوۃ الحیوان - الکلمۃ للعلیا ص۱۱۰

کے ایک مرید تھے۔ مرید کا نام عبداللہ خان تھا اور قوم کے راجپوت تھے۔ اور یہ حضرت (نانوتوی) کے خاص مریدوں سے تھے ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور تعویذ لینے آتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا اور جو آپ بتلاتے وہی ہوتا ہے[1]

ارواح ثلاثہ کا ایک اور شگوفہ ملاحظہ فرمائیے کہ مولوی قاسم صاحب حج کے لئے جانے لگے تو انہی عبداللہ خان سے دعا کی درخواست کی اس کے جواب میں خان صاحب نے فرمایا بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں میں نے تو اپنی آنکھوں سے تمہیں دوجہان کے بادشاہ رسول اللہ کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے[2]

دیوبندی جماعت کے ایک خان صاحب کی قوت بینائی اس حد تک تھی کہ مولوی قاسم صاحب اور حضور کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں ہوا۔ لیکن حضور کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے[3]

دیوبندی عقائد کا دوسرا پوسٹ مارٹم

تذکرۃ الرشید کے مصنف کا بیان ہے کہ بارہا آپ کو اپنی زبانِ فیض ترجمان سے یہ کہتے ہوئے سنا گیا۔ سن لو۔ حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر ہے[4]

ایک اور لرزا دینے والی بات

تذکرۃ الرشید کا مصنف لکھتا ہے کہ جس زمانے میں مسئلہ امکانِ کذب پر آپ کے مخالفین

۱ے ارواح ثلاثہ ص۱۹۲ ۲ے ایضاً ص۲۵۷ ۳ے براہین قاطعہ ص۱۵

۴ے تذکرۃ الرشید جلد نمبر ۲ ص۱۷

نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا سائیں توکل شاہ انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے حضرت امام ربانی (گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں یہ سن کر توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر بعد مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے۔ لوگو تم کیا کہتے ہو۔ میں مولوی رشید احمد کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں [1]

اتنے کشف اور کرامات کے بعد جو ان سے (رشید احمد) سوال کیا گیا کہ تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں کیسا ہے اور یہ جاننا کہ ان کا تصور باندھتے ہیں تو وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہیں اور ہم کو معلوم ہو جاتا ہے ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے۔

الجواب : ایسا تصور درست نہیں۔ اندیشہ شرک کا ہے [2]

وہ واقعہ تھا۔ اور یہ عقیدہ اور دونوں کے درمیان کھلا ہوا تضاد ہے۔ وہ محتاجِ بیان نہیں اب اس کا شکوہ کس سے کیا جائے کہ صحیح و غلط۔ درست اور نادرست کو ناپنے کے لئے دیوبندی حضرات کے یہاں الگ الگ پیمانے کیوں ہیں۔

مولوی رشید احمد کے متعلق بہت مختصر الفاظ لکھ کر بات یہیں ختم کر دی۔ دل نہیں چاہتا کہ ان خرافات کو اپنی کتاب میں جگہ دوں لیکن بطورِ نمونہ دو تین واقعات لکھ دیئے ہیں۔

مولوی اشرف علی کا پوسٹ مارٹم

درج ذیل عبارات میں آپ کو مولوی اشرف علی تھانوی کے متعلق دیوبندی

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد نمبر ۲ صد ۳۲۲ ۔

[2] " " " "

لٹریچر سے ہی ایسے حقائق اور واقعات پیش کئے جائیں گے جن میں عقیدہ توحید سے تصادم اپنے مذہب اور مسلک سے انحراف اور منہ بولے شرک کو اپنے حق میں اسلام و ایمان مان لینے کی عبرت انگیز مثالیں ورق ورق پر بکھری ہوئی ہیں انہیں چشمِ حیرت سے پڑھیئے۔ اور وفا آشنا ضمیر کا فیصلہ سننے کے لئے گوش بر آواز رہیئے۔

مولوی اشرف علی کا ہر جگہ حاضر ہونا

لیکن نبی حاضر نہیں ہو سکتا

خواجہ عزیز الحسن صاحب نے اشرف السوانح کے نام سے تین جلدوں میں تھانوی صاحب کی سوانح حیات لکھی ہے جو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر سے شائع کی گئی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں تھانوی صاحب کا ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں عرصہ دراز ہوا ایک صاحب نے احقر سے یہیں خانقاہ میں بایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں حضرت والا کو باوجود تھانہ بھون میں ہونے کے علی گڑھ دیکھ چکا ہوں جبکہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی ہوئی تھی۔

میں بھی اس نمائش میں اپنی دکان لے گیا تھا جس روز آگ لگنے والی تھی اس روز خلافِ معمول عصر کے وقت سے میرے قلب کے اندر ایک وحشت سی پیدا ہونے لگی تھی جس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے اصل خرید و فروخت کا وقت وہی تھا لیکن میں نے اپنی دوکان کا ساز و سامان قبل از وقت ہی سمیٹ کر بکسوں میں بھرنا شروع کر دیا جب بعد مغرب آگ لگنے کا شور و غل ہوا تو چونکہ میں اکیلا تھا اور بکس بھاری تھے اس لئے میں سخت پریشان ہوا کہ یا اللہ دوکان سے باہر یہ سامان

کیونکر لے جاؤں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعۃً حضرت والا نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا کہ جلدی سے اٹھاؤ چنانچہ ایک طرف سے تو اس بکس کو خود اٹھایا اور دوسری طرف سے میں نے اٹھایا اسی طرح تھوڑی ہی دیر میں ایک ایک کر کے سارے بکس باہر رکھوا دیئے اس آگ سے اور دوکانداروں کا تو بہت نقصان ہُوا لیکن بفضلِ تعالیٰ میرا سامان نقصان سے بچ گیا۔

اس واقعہ کو سن کر احقر (مصنف کتاب) نے ان سے پوچھا کہ آپ نے حضرت والا سے یہ دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے۔ اس پر انہوں نے کہا جی پوچھنے کا مجھ کو اس وقت ہوش ہی کہاں تھا میں تو اپنی پریشانی میں مبتلا تھا۔[1]

اگر آپ حیران ہو گئے ہوں تو یہ واقعہ ایک دفعہ پھر پڑھئے کہ شخصِ واحد کا متعدد مقامات پر ایک وقت موجود ہونا یہاں صراحت کے ساتھ ذکر ہے لیکن محافل میلاد شریف میں حضورؐ کی تشریف آوری کے امکان پر تھانوی صاحب کا یہ سوال دُہرا دوں اگر ایک وقت میں کئی جگہ محفل منعقد ہو تو آیا سب جگہ تشریف لے جائیں گے یا کہیں ان کی مرضی ہے کہیں جائیں یا نہ جائیں اگر سب جگہ جائیں تو وجود آپ کا واحد ہے ہزار جگہ کس طرح جا سکتے ہیں۔[2]

حیرت انگیز واقعہ

مولوی اشرف علی تھانوی بیان کرتے ہیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے قافلے میں ایک صاحب شہید ہو گئے جن کا نام بیدار بخت تھا یہ مجاہد دیوبند کے رہنے والے تھے ان کی شہادت کی خبر آ چکی تھی ان کے والد حشمت علی خان صاحب

---

[1] اشرف السوانح جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۷۱ [2] فتاویٰ امدادیہ جلد ۲ صفحہ ۵۸

حسبِ معمول دیوبند اپنے گھر میں ایک رات نمازِ تہجد کے لئے اٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو حیران رہ گئے کہ ان کے بیٹے بیدار بخت ہیں جب بہت حیرانگی بڑھی کہ یہ تو بالاکوٹ کے میدان میں شہید ہو گئے تھے یہاں کیسے آ گئے۔

بیدار بخت نے کہا جلدی کوئی دری وغیرہ بچھایئے حضرت مولوی اسماعیل صاحب اور خلیفہ سید احمد صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ حشمت خان نے فوراً ایک بڑی چٹائی بچھادی اتنے میں خلیفہ سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل اور چند دوسرے رفقاء بھی آ گئے حشمت علی خان نے محبتِ پدری کی وجہ سے سوال کیا کہ تمہارے کہاں تلوار لگی تھی۔

بیدار بخت نے سر سے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کو دکھایا کہ یہاں تلوار لگی تھی حشمت خان نے کہا کہ یہ ڈھاٹا پھر سے باندھ لو مجھ سے یہ نظارہ نہیں دیکھا جاتا تھوڑی دیر بعد تمام حضرات واپس تشریف لے گئے۔

صبح حشمت خان کو شبہ ہوا کہ کہیں خواب تو نہیں مگر چٹائی کو جو غور سے دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے یہ وہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے اس کے والد نے دیکھے تھے ان قطروں کو دیکھ کر حشمت خان سمجھ گئے کہ واقعی یہ بیداری کا واقعہ ہے اس حکایت کے اور بھی بہت سے راوی ہیں۔[1]

اشرف السوانح کے مصنّف تھانوی صاحب کے متعلق قبل ولادت ایک پیشگوئی نقل کی ہے۔ آپ بھی پڑھیئے۔ نامِ نامی اشرف علی ہے یہ نام حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب

---

[1] ملفوظات مولوی اشرف علی صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ پاکستان بحوالہ ہفت روزہ چٹان ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء

پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جو اس زمانہ کے مقبولِ عام اور مشہور انام اہلِ خدمت مجذوب تھے قبل ولادت حضرت والا بلکہ استقرار حمل ہی بطور پیش گوئی تجویز فرمادیا تھا۔[۱]

تھانوی صاحب نے خود بھی اپنا ایک میلاد نامہ مرتب کیا ہے جس میں انہوں نے اپنی ولادت باسعادت کے قبل کے تفصیلی حالات لکھے ہیں اپنی نانی کے متعلق انہوں نے ایک نہایت دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ جو پڑھنے کے قابل ہے۔ لکھتے ہیں:

انہوں نے حضرت حافظ غلام مرتضیٰ سے شکایت کی کہ حضرت اس میری لڑکی کی اولاد زندہ نہیں رہتی حافظ صاحب نے معمّہ فرمایا کہ علی اور عمر کی کشمکش میں مرجاتے ہیں۔ اب کی بار علی کے سپرد کردینا زندہ رہے گا۔ پھر فرمایا اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے۔ ایک کا نام اشرف علی رکھنا اور دوسرے کا نام اکبر علی۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک میرا ہوگا وہ حافظ ہوگا اور دوسرا دنیا دار ہوگا۔ یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی[۲]

ماں کے پیٹ میں کیا ہے یہ غیبی علم یعلم ما فی الارحام میں شامل ہیں جس کا دیوبندی حضرات کے لئے غیر خدا کے لئے ماننا شرک ہے۔ لیکن وائے رے غضب کہ اپنے متعلق حمل ہی نہیں بلکہ استقرار حمل سے بھی پہلے کا علم تسلیم کر لیا گیا۔ صرف اپنا ہی نہیں ساتھ ساتھ بھائی کا بھی اور وہ اتنا واضح کہ نام تک تجویز کر دیا اور اوصاف و احوال کی بھی نشاندہی کر دی۔

دیوبندی مذہب میں ایسی قوت کا نام خدائی اختیار ہے لیکن عظمتِ شان کیلئے یہ خدائی قوت بھی غیر خدا میں بے چون وچرا تسلیم کر لی گئی ہے اور عقیدۂ توحید پہ ذرا

۱؎: اشرف السوانح ص۷

۲؎: اشرف السوانح جلد ۱ ص۱۷

آنچ نہ آئی۔

سچ پوچھئے تو دیوبندی حضرات کے ساتھ مذہبی اختلافات کی پوری سرگذشت میں سارا ماتم دل کی اس محرماں نصیبی کا ہے کہ اپنے بزرگوں کے حق میں یہ لوگ جتنا کشادہ دل واقع ہوئے ہیں اس کے ستانوے حصّے کے برابر بھی اگر مدنی سرکار کے حق میں ان کے دل کا کوئی گوشہ نرم ہوجاتا تو مصالحت کی بہت راہیں نکل سکتی تھیں۔

غیب دانی کے متعلق جتنی بھی عبارات تحریر کی گئی ہیں دل نہیں چاہتا کہ ان خرافات کو مزید تحریر کروں لیکن علوم خمسہ کے متعلق جتنی بھی غیب دانی سے دوسروں کے متعلق انکار ہے اس سے زیادہ اپنے بزرگوں کے حق میں تحریر کی جارہی ہیں۔ اگر شرک ہے تو جہاں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے لئے شرک ہے وہاں سب کے لئے شرک ہوتا۔ لیکن اپنی آنکھ میں کچھ بھی نظر نہیں آتا وہاں دوسرے کی آنکھ میں بال بھی ہو تو شہتیر نظر آتا ہے۔ علمائے دیوبند اپنی مرضی کے مطابق شرک استعمال کر رہے ہیں۔

یعلم ما فی الارحام کا مسئلہ تو حل ہوگیا کہ اللہ کے فرمان کے مطابق یہ کوئی نہیں جانتا کہ کسی کے پیٹ میں کیا ہے۔ لیکن دیوبندی جانتے ہی نہیں بلکہ مستقبل میں پیدا ہونے والے بچے کی بھی خبر دیتے ہیں۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ وفات کب ہوگی اور کہاں ہوگی۔ مولوی ریاض احمد فیض آبادی صدر جمعیۃ العلمائے میوات شیخ الاسلام نمبر[۱] میں مولوی حسین احمد کے متعلق اپنی آخری ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ دمِ رخصت موصوف کی گفتگو ہو رہی تھی جو خاص طور پہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ میں نے کہا حضرت انشاء اللہ تعالیٰ اختتامِ سال پر ضرور حاضر ہوں گا۔ فرمایا کہہ دیا کہ ملاقات نہیں ہوگی اب تو میدانِ آخرت میں ہی انشاء اللہ ملوگے مجمع میرے قریب جو تھا احقر کی معیت میں آبدیدہ ہوگیا۔ حضرت نے

۱؎: شیخ الاسلام نمبر ص۱۵۶

فرمایا کہ رونے کی کیا بات ہے کیا مجھے موت نہ آئے گی اس پر احقر نے عاجزی کے ساتھ کچھ علمِ غیب اور زیادتی عمر پہ بات کرنی چاہی مگر فرطِ غم سے میں بول نہ سکا۔

اس گفتگو کا حاصل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مولوی حسین احمد صاحب کو کئی ماہ پیشتر اپنی موت کا علم ہو گیا تھا اور کہہ دیا کہ ملاقات نہیں ہوگی یہ لب و لہجہ شک اور تذبذب کا نہیں بلکہ یقینی ہے۔ مجمع آبدیدہ ہو گیا یہ جملہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ لوگوں کو سچ مچ اس خبر کا یقین ہو گیا۔

وینزل الغیث: یعنی بارش کب ہوگی اس آیت کے مطابق کوئی نہیں جانتا کہ بارش ہوگی یا نہیں۔ اگر ہوگی تو کب ہوگی لیکن شیخ الاسلام نمبر میں مولانا نے سب کچھ بتا دیا۔[1]

اس مقام پر بے ساختہ ایمان کی وہ رگ چھیڑنا چاہتا ہوں جہاں سے غیرتِ عشق کو زندگی ملتی ہے کہ جن کے ساتھ انصاف کرنے میں کسی کی پاسداری نہ کیجئے۔

ایک طرف کاروبارِ عالم میں شیخ دیوبند کا کائنات گیر اقتدار دیکھئے اور دوسری طرف عالمین کے آقا سیدنا و نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت پر ان حضرات کے تیشۂ قلم کی ضرب ملاحظہ فرمائیے۔ سارا کاروبار جہان اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔[2]

تہلکہ خیز کہانی

مرید کو نزع کے وقت چہرہ دکھانا۔ آئیے پڑھیئے۔

دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم میں مولوی ابراہیم صاحب کی موت پر ایک نہایت سنسنی خیز خبر شائع ہوئی۔ مرض الموت کا عینی شاہد لکھتا ہے کہ

---

[1] شیخ الاسلام نمبر ص۱۴۷ [2] تقویۃ الایمان ص۵۸

جب مولوی ابراہیم صاحب کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا۔ حضرت والا (حسین احمد) صاحب کھڑے ہیں تو ادب نہیں کرتا حضرت مدنی کھڑے ہنس رہے ہیں اور بلا رہے ہیں شاہ وصی اللہ صاحب بھی ساتھ آئے ہیں مجھ کو اٹھاؤ۔[1]

مولوی حسین احمد کو دیوبند کی سرزمین میں پیوند خاک ہوئے کافی عرصہ گذر گیا اور شاہ وصی اللہ کا کیا کہنا کہ انہیں تو دفن ہونے کے لئے دو گز زمین بھی میسر نہیں آئی جہاز ہی سے وہ سمندر کی گود میں سلا دیئے گئے۔

اگر یہی بات اہل سنت کہیں کہ اولیائے کرام اپنے مرید کی موت کے وقت سامنے آکر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور ایمان۔ شیطان کی مداخلت سے محفوظ فرماتے ہیں تو شرک ہو جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ابھی شکمِ مادر میں تھے کہ ایک دن ان کے گھر میں ایک سائلہ آئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب گھر میں موجود تھے آپ نے روٹی کے دو حصے کر کے ایک ٹکڑا سائلہ کو دے دیا اور دوسرا ٹکڑا رکھ لیا۔ لیکن جوں ہی سائلہ دروازے تک پہنچی شاہ عبدالرحیم نے سائلہ کو دوبارہ بلایا اور دوسرا ٹکڑا بھی دے دیا جب سائلہ چلنے لگی تو پھر آواز دی پھر جس قدر روٹی گھر میں تھی سب دے دی اس کے بعد گھر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پیٹ والا بچہ بار بار کہہ رہا ہے کہ جتنی روٹی گھر میں ہے۔ سب اس سائلہ کو دے دو۔[2]

حیرت کی بات ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں ہے اور خبر باپ دے رہا ہے کہ بچہ یہ کہہ رہا ہے وہ کہہ رہا ہے۔ لیکن رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق

---

[1] دارالعلوم دیوبند مارچ ۱۹۳۷ء ص۳۷ [2] حیات ولی ص۲۹۷

توسینکڑوں سوال اٹھائے جاتے ہیں لیکن ان خرمستوں اور ایمان شکن والوں کو کوئی نہیں پوچھتا کہ پیٹ والے بچے کے سر پر وہ کون سی آنکھ تھی جس نے پردۂ شکم سے دیواروں اور گھر کے برتنوں کا سارا حال جان لیا نہ عقیدۂ توحید سے تصادم ہوا اور نہ اسلامی شریعت کی کوئی دیوار گر سکی۔

عقیدۂ شرک اور توحید مشترک

درسِ حیات کے مصنّف اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں ابتداء میں (والد) کی کوئی اولاد نہیں رہتی تھی۔ کئی اولاد ہوئی مگر اللہ کو پیاری ہوتی گئی۔ خوبیٔ قسمت سے ایک گھرے ملاقاتی عالم پنجابی جو بہت بڑے عامل بھی تھے تشریف لائے مولانا نے اولاد زندہ نہ رہنے کا حال ان سے بیان کیا فرمایا۔ ایک عمل ہے اس کو کیجئے۔ انشاءاللہ اولادِ نرینہ ہوگی اور زندہ رہے گی۔ جب حمل کا چوتھا مہینہ ہو تو حاملہ کے پیٹ پر اپنی انگلی سے بغیر روشنائی کے محمد لکھ دیجئے اور پکار کر کہئے کہ میں نے تیرا نام محمد رکھا اور جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھیئے چنانچہ اس عمل کے بعد سب سے پہلی اولاد جو پیدا ہو کر زندہ رہی وہ میں (قاری فخر الدین مصنّف کتاب) ہوں[1]

غائب از نظر کو خطاب اور ندا دیوبندی مذہب میں شرک ہے لیکن اولاد کی لالچ میں یہاں کوئی الجھن پیش نہیں آئی کہ میں نے تیرا نام محمد رکھا اور میں غائب کو خطاب بھول کر رہا ہوں۔

یہاں سوچنے کا مقام ہے کہ جس متبرک نام سے خطاب کر کے اولاد زندہ رکھنے کا ذریعہ بنا، اگر نام کی اتنی تاثیر ہے تو جس موصوف کا یہ نام ہے اس کی

---

[1] درسِ حیات صفحہ ۲۱۶

غائبانہ امداد اور شانِ رفعت کا کیا کہا جا سکتا ہے۔

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

جن مسلمانوں کے دلوں میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچی محبت اور عقیدت ہے وہ آپ کے مقام و مرتبہ اور آپ کی عزّت و عظمت کو جانتے اور سمجھتے ہیں وہ اصل حقیقت کو سمجھ جائیں گے۔

اس کتاب میں دونوں رُخ پیش کئے جا رہے ہیں پہلے رُخ میں علمائے دیوبند کی تحریروں سے وہ اپنے علماء اور اپنے بزرگوں سے کتنی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں ان کی شان میں کس قدر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں ان کو کس طرح بڑھا چڑھا کر انبیاء کرام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ لیکن دوسری طرف یہی علماء دیوبند حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کیسی کیسی گستاخیاں اور کس قدر بے ادبیاں کیں اور کس قدر حضور کی توہین و تنقیص کی گئی درج ذیل سطور میں ناظرین دونوں رُخ دیکھ اپنے ضمیر کے متعلق فیصلہ کریں کہ علمائے دیوبند اسلامی نقطہ نگاہ سے علمائے دیوبند کون ہیں اور کس حکم میں داخل ہیں۔

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

گذشتہ سطور میں علوم خمسہ کے متعلق حالات اور واقعات جو علمائے دیوبند نے اپنے بزرگوں کے لئے قلمبند کئے ہیں آپ نے پڑھ لئے ہوں گے۔ یہی علوم خمسہ جب اولیاء کرام اور انبیاء عظام کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں تو کفر و شرک کی بارش برسنے لگتی ہے۔ لیکن افسوس کہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ ہم خود (علمائے دیوبند) یا ہمارے اکابرین کیوں اس کفر و شرک کی

دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں ۔ آیئے پڑھیئے ۔

تمام علمائے دیوبند کا مولوی اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان پر پختہ عقیدہ اور ایمان ہے ان کے لئے تقویۃ الایمان صحیفۂ آسمانی سے کسی طرح کم نہیں۔ (اِلّا ماشاءَ اللہ)

علمائے دیوبند کے اپنے افکار و نظریات میں انگریز بادشاہ کے ساتھ ان کے تعلقات مرزا قادیان کی نبوت کے حامی ۔ ہندو نواز ۔ اور کانگریس کے وظیفہ خوار اگر ایسی تحریریں نہ لکھیں تو اختلاف کیسے پیدا ہو مسلمان میں سر پھٹول کیسے ہو ۔ مولوی اسماعیل انگریز کی اندرونی آنکھ تھی ۔ اسی آنکھ سے سب کچھ دیکھا اسی سے سب کچھ حاصل کیا ۔ اس کے کندھے پر بندوق رکھ کر انگریز نے مسلمانوں پر چلائی اور باقی علمائے دیوبند نے پورا پورا ساتھ دیا ۔ اغیار نے جس چمن کی آبیاری کی تھی وہ پھل پھول دینے لگ گیا انگریز بادشاہ مسلمانوں کو لڑا کر انتشار و اختلاف ڈال کر اپنا مقصد پورا کر کے سمندر پار چلا گیا اور مسلمانوں میں اپنے منشا اور مرضی کے مطابق انہیں لڑا کر اپنا مقصد پورا کر گیا۔

نہ چھیڑو مجھے میں ستایا ہُوا ہوں

علمائے دیوبند کے مزید عقائد ملاحظہ فرمائیں مولانا محمود الحسن صاحب، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی قطب العالم کی وفات کے بعد ان کی یاد میں تعزیت کے لئے مرثیہ خوانی کر رہے ہیں ۔ اور قطب العالم کو کہاں سے کہاں تک پہنچاتے ہیں ملاحظہ فرمایئے ۔ مرثیہ!

خدا ان کا مربّی وہ مربّی تھے خلائق کے
میرے مولا میرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

کیا کہنا ۔ خداوند عالم میرے ہادی و مرشد کا مربّی تھا اور میرے پیر و مرشد تمام

مخلوق کے مربی ہیں (لاحول ولاقوۃ) لیجئے مولانا رشید احمد صاحب تمام مخلوق کے پالنے والے ہیں یہاں لغوی معنی استعمال نہیں ہوں گے ۔ بلکہ اصطلاح پر مبنی ہوگا ۔ جو وصف خدا کا ہے وہی تعریف مولوی رشید احمد گنگوہی کی ہے کہ وہ بھی مربی خلائق ہیں [1]

مُردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں آکے ذرا ابن مریم [2]

اس شعر میں مولوی محمود الحسن نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو مولوی رشید احمد کی مسیحائی دکھاتے ہوئے فرمایا کہ اے ابنِ مریم (عیسٰی علیہ السّلام) تم نے تو صرف ایک کام کیا کہ مُردوں کو زندہ کیا ۔ ہمارے مولوی رشید احمد نے دو کام کئے ۔ ایک تمہارے والا کہ مُردوں کو زندہ کیا ۔ مُردوں کو زندہ کرنے میں تو تمہاری برابری ہے مگر زندوں کو مرنے نہ دیا ۔ اس معاملے میں وہ تم سے ایک قدم آگے بڑھ گئے ۔ کہاں عیسٰی ابنِ مریم اور کہاں مولوی رشید احمد گنگوہی ۔ سبحان اللہ کیا کہنا ۔

مرثیہ کے اس کفری قول پر پردہ ڈالنے کے لئے دیوبندیوں نے بڑا زور لگایا کہ اس کے معنی کسی طرح موت و حیات سے تبدیل ہو کر ہدایت و گمراہی کے معنی میں آجائیں لیکن ایسا نہ ہو سکا ۔

محمود الحسن صاحب اپنے شیخ (پیر) کی محبت اور عشق میں فنا ہو کر ایمان شکن بات پہ اتر آتے ہیں ۔ فرماتے ہیں:

پھرتے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

---

[1] مرثیہ از محمود الحسن صـ ۱۳ [2] ایضاً صـ ۲۴

مسلمان اس حقیقت کو واضح طور پر جانتے ہیں کہ بیت اللہ کی حاضری کے وقت توجہ الی اللہ ہوتی ہے اور مخصوص دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔ مخصوص عبادتیں کی جاتی ہیں۔ مگر عارفین گنگوہ یعنی دیوبندیوں کی نظر میں بیت اللہ جچتا ہی نہیں ان کی تسکین کا وہاں سامان ہی نہیں، وہاں جاکر بھی وہ گنگوہ کی دُھن میں رہتے ہیں اور چلا چلا کر کہتے ہیں خدارا بتاؤ کہ ہمارا کعبہ (گنگوہ) کدھر ہے۔ مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا کیا بیت اللہ شریف کی حاضری کا حق اسی طرح ادا ہوتا ہے۔ کس قدر بدنصیب ہیں یہ لوگ جنہیں بیت اللہ شریف پہنچ کر مدینے کا خیال تو نہ آئے لیکن گنگوہ کے عشق میں مرثیہ پڑھیں۔

اگر انہیں ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی تو گنگوہ کے بجائے مدینے پاک کا نام لیتے۔

تمہاری تربتِ انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہیں بار بار اَرِنی مِری دیکھی بھی نادانی

دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد کی قبر مثلِ طور ہے اور گنگوہی صاحب بذاتِ خود خدا ہیں، مولوی محمود الحسن مثلِ موسیٰ ہیں جبھی تو کعبہ مکرمہ نظر نہیں آتا۔ شیخ الہند صاحب جب اپنے پیر کو مربیِ خلائق کہیں اور ربانیٔ اسلام کا ثانی کہیں ان کی قبر کو طور سے تشبیہ دیں تو اب ضروری تھا کہ اپنی تمام حاجتیں گنگوہی صاحب سے ہی طلب کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

حوائجِ دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجاتِ رُوحانی و جسمانی

محمود الحسن صاحب اس شعر میں اپنی ساری حاجتوں کا حاجت روا اور ساری مشکلوں کا مشکل کشا رشید احمد گنگوہی صاحب ہیں۔ حاجتیں چھوٹی

ہوں یا بڑی۔ دینی ہوں یا دنیاوی، کھلی ہوں یا پوشیدہ۔ رُوحانی ہوں یا جسمانی، سب کو پورا کرنے والے رشید صاحب ہیں۔ اگر آج کل کے بعض دیوبندی مسئلہ حاجات سے واقف نہ ہوں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ مدرسہ دیوبند کے صدر مدرس بھی ناواقف تھے۔

افسوس دیوبند۔ شرم کا مقام ہے۔ تمہارا مذہب تو یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی غیر سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے۔ دیوبندیو جواب دو۔ شیخ الہند کو مشرک کہو گے کافر کہو گے یا خدا مانو گے۔

ابھی ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

مزید مرثیہ پڑھیئے:

مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہِ لحد میں وائے قسمتِ ماہِ کنعانی

اس شعر کے اول مصرعہ پر غور کیجئے۔ مسیحائے زماں پہنچا فلک پر۔ یعنی جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو چھوڑ کر آسمان پر اٹھائے گئے۔ اسی طرح گنگوہی صاحب بھی مسیحائی زماں تھے وہ بھی سب کو چھوڑ کر فلک پر پہنچ گئے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیرِ ہستیٔ محبوبِ سبحانی

یعنی محبوب کنعانی (یوسف علیہ السلام کی طرح) رشید احمد صاحب گنگوہی کو چاہ لحد میں چھپا دیا گیا گنگوہی صاحب اللہ کے محبوب پیغمبر کے نظیر تھے تو

ان کی رحلت بھی آپ کی وفات کا نقشہ تھی۔ بتائیے! قادیانی کیوں نہ ترقی کریں۔ جبکہ ان کو ایسے دلائل مل جائیں اب مرزائیوں کو بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سنّیوں کے لباس میں دیوبندی چھپے ہوئے ہیں اور دیوبندیوں کے لباس میں مرزائی۔ اور مرزائی کے لباس میں عیسائی اور یہودی سب کچھ کروا رہا ہے۔

ایمان اور توحید شکن اشرف علی

دو حکیم الامت

ایک عاشقِ رسولؐ، دوسرا۔ گستاخِ رسولؐ

عاشقِ رسول علامہ اقبالؒ

سُنّیوں کا حکیم الامت علامہ اقبالؒ عاشقِ رسولؐ جو ہر وقت ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت میں سرشار اور فنا رہتا ہے اور گنبدِ خضریٰ کے تصوّر میں ہر وقت گم رہتا ہے اور بوقتِ نزع مدینے پاک کی طرف رُخ کر کے کہتا ہے:

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیم از حجاز آید کہ ناید

وہ بادِ نسیم وہ خوشگوار اور معطر بیز ہوا اور خوشبوؤں کے جھونکے جو مدینے پاک سے آکر دل و دماغ کو معطر اور مسرور کرتی تھی۔ شائد یہ بادِ نسیم دوبارہ آئے یا نہ آئے۔ انہی الفاظ پر علامہ اقبال نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا تھا جس نے یہ نہیں کہا کہ میں علامہ اور حکیم الامت ہوں یا میں نے حضور کی تعریف کی ہے۔ مجھے بخش دینا بلکہ علامہ اقبال نے خداوند عالم سے درخواست کی کہ:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر ٭ روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
در حسابم را تو بینی ناگزید ٭ از نگاہ مصطفےٰ پنہاں بگیر

یعنی اے میرے مالک تو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور میں ایک فقیر بے نوا ہوں قیامت کے دن مجھ سے کیا حساب کتاب لوگے میرے پاس ہے کیا مجھے بخش دینا۔ ہاں اگر قیامت کے دن حساب کتاب لینا ہی ہے تو پھر حضور کی نگاہ سے پوشیدہ لینا میرے عیب میرا رسول نہ دیکھے ورنہ مجھے بڑی شرمندگی ہوگی۔ یہ حکیم الامت سنیوں کا جو عاشقِ رسول تھا۔

دوسرا حکیم الامت۔ گستاخِ رسول

مولوی اشرف علی۔ اپنا کلمہ پڑھاتے ہیں

توحید کے پردے میں شرک کی انتہا

دیوبندیوں کے حکیم الامت گستاخِ رسول ان کی ایمان شکن بات سنیے اور سر دھنیے۔

ایک مرید حکیم الامت کو اپنا خواب لکھ کر بھیجتا ہے کہ میں خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنا چاہتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام (اشرف علی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح کلمہ پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اشرف علی رسول اللہ نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو تو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست

نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی کیفیت رہی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند اشخاص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی تو زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی کا بدستور تھا۔ لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سیدنا ونبینا ومولٰنا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں ہے۔ لیکن بے اختیار ہوں۔ مجبور ہوں۔ زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اسی طرح ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعثِ محبت ہیں کہاں تک عرض کروں[1]۔

یہ ہیں دیوبندیوں کے حکیم الامت جو مرید کو اپنا کلمہ پڑھا رہے ہیں۔ مرید کے خواب کے جواب میں پیر صاحب (تھانوی صاحب) کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنّت ہے۔ (لاحول ولا قوۃ) رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ یہ واقعہ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ کا ہے۔

دیکھ لیا آپ نے پیغمبری بہر خانہ، نبوت بہر بازار نقل کفر کفر نباشد (لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ)

---

[1] رسالہ الامداد مولوی اشرف علی ص۳۵ سطر ۱ سے ۸ تک

اور ہوگیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی بجگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمیں پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے

۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال جناب مخدوم و مطاع مولانا عم فیضہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ وارد ہو کر باعث اعزاز ہوا یہ ناچیز حضرت جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کا بڑا نواسہ مولوی ...... صاحب مرحوم کا لڑکا ہے اسمیں شبہ نہیں کہ جناب نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت بہت کی ہے اور بہت سے رسائل عقیدہ و دینیات میں تصنیف فرما کر لوگوں کو مستفیض فرمایا مگر آپ

رجسٹرڈ نمبر ۱۲۷

۷۸۶

قال اللّٰہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

قال ابن مسعود کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا

اسم لالائیہ کو دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للمحدث کہ دال ست بر بلند نسبت کنندہ از

فصل و ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و

ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مد ظلہ ست بالجملہ آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ سرہ کہ

لقب صحیفہ مشہورہ بہ تبرک بنام نامیش نیز خامسہ الاشتات از تحقیقات نادرہ دیگر اہل فن است

جلد (۳)	بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ ہجری	عدد (۸)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

علمائے بریلی کو تنقید کا نشانہ نہ بنائیے۔ اپنے گریبان میں جھانکیے۔

اس پر اہلحدیث اور دیگر علمائے کرام نے کیا کچھ لکھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا ظفر علی خان مرحوم ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور اپنے اخبار میں ایک عجیب غریب کے فتنہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ اشرف علی رسول اللّٰہ۔ اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی اس پر قادیان نے، اخبار فاروق کے ذریعہ سے اعلان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبوت کے دروازہ کو بند کرنے والے نہیں بلکہ اس فیضانِ خداوندی کو جاری کرنے والے ہیں اور دوسرے رسول تو صرف مومنوں کے روحانی باپ ہیں مگر حضور انور علاوہ اس کے خاتم النبیین بھی ہیں۔ یعنی آپ کی توجہ روحانی۔ نبی تراش ہے اور آپ کے فیضِ تعلیم سے منصبِ نبوت ہو سکتا ہے۔

قارئین حضرات! آپ نے مرید کا خواب بھی ملاحظہ فرمالیا کہ کوئی مسلمان کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو وہ خواب میں بھی ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔ شیطان کو بھی جرأت نہیں کہ وہ کلمہ محمد رسول اللّٰہ کے بجائے اشرف علی رسول اللّٰہ کہلائے نام لینا تو درکنار ایسے الفاظ کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور جس شخص کے منہ سے خواب اور بیداری میں کلمہ شریف صحیح نہیں نکل سکتا تو موت کے وقت اس کا کیا حال ہوگا اس مرید پہ شیطان کا اتنا اثر ہو گیا کہ اس کا دل تاریک ہو گیا۔ کیونکہ کسی غیر نبی کسی غیر رسول کو نبی اور رسول کہنا صریح کفر ہے۔

اور پھر یہ کس قدر حیرت اور لرزا دینے والی بات ہے کہ پیر کو اس مرید کا ارادہ اور پختہ کرنا صاف مطلب تھا کہ اطمینان رکھو گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور پھر ان واقعات کو شائع بھی کرا دیا حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کو کہتے اور تنبیہ کرتے کہ توبہ و استغفار کرو۔ کفریہ کلمے تمہاری زبان سے شیطانی اثر سے نکلے ہیں۔ مجھے ان سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ خبردار۔ ایسی بات پھر نہ ہونے پائے

اس میں ایمان ختم ہونے کا خطرہ ہے۔

کامل پیر کا تو یہ کمال ہوتا ہے کہ اس پر جب شیطان غلبہ کرے تو مرشد کامل اپنی روحانی توجہ سے اس کے ایمان کا محافظ بنے ان وجوہات کے تحت ہی مرشد کامل اختیار کیا جاتا ہے لیکن جو پیر خود شیطان بن جائے تو پھر اس شیطان کو کون دور کرے۔

اس دِل گداز واقعہ پر اہلحدیث امرتسر لکھتا ہے۔ پڑھیئے۔

مولنا ظفر علی خان لکھتے ہیں کہ الامداد کا رسالہ ہماری نظر سے نہیں گذرا اور نہ ہم نے اُسے پڑھا ہے۔ ہمارا ماخذ۔ اہلحدیث امرتسر ہے جس نے ۲۵ جنوری ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں اس سوال وجواب کو۔ بعنوان مریدانہ محبت' یا مالیخولیا۔ شائع کیا ہے۔ النقل کا الاصل۔ لکھ کے اس کی توثیق کی ہے۔

اگر یہ سوال وجواب صحیح ہے الاظاہر اسے صحیح نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں تو کیا اسلام کے لئے یہ ایک عجیب وغریب فتنہ نہیں ہے جسے الامداد نے سوتے سے بیدار کیا ہے یہ فتویٰ خود مولوی اشرف علی صاحب دیں گے کہ فتنہ کو بیدار کرنے والے کی نسبت حدیث نبوی میں کیا حکم ہے۔ مزید لکھتا ہے کہ اس نے۔

الف: خواب میں جناب پیر ومرشد کا کلمہ پڑھا ان کو رسول اللہ کہا۔ پیغمبر جانا جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ حضور خواجۂ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت سے معزول کر کے اپنے پیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نبی و رسول مقرر کر دیا اور بجائے رسول اللہ کے انہیں پر درود بھیجتا رہا۔ اور انہیں کو نبی کہتا رہا۔

ب: بیدار ہوا تو اس حالت میں بھی زبان کذب ترجمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت معزول کر کے یہ منصب پیر ومرشد کے لئے مخصوص رہا۔

ج: پہلے حالت خواب میں اور پھر حالت بیداری میں شریعت دامن گیر ہوا آداب شرعیہ نے ضمیر انسانی اور ایمانی کو ملامت کی اور شرک فی النبوت کی غلطی محسوس ہوئی

لیکن زبان قابو میں نہیں تھی شیطان غالب تھا باوصف جہد بلیغ کے اصلاح نہ ہوسکی اور وہ بدستور اپنے پیر ہی کو رسول اللہ کہتا رہا۔

د: پیر کی انتہائی محبت نے مرید میں یہ حالت پیدا کی کہ گہری نیند میں بھی اُسے یہی خیال تھا۔ حبک الشیئ یعمی ویصم۔ محبت انسان کو بسا اوقات اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ پیر کو معلوم ہے کہ مرید اس کے ساتھ کس درجہ عقیدت رکھتا ہے یہ بھی جانتا ہے کہ اس نے انسان کو محض اشد حباً للّٰہ بننے کی تعلیم دی ہے بایں ہمہ نہ پیر ہی اس افراطِ محبت سے مرید کو روکتا ہے اور نہ مرید خود ہی اس غلط کاری کو محسوس کرتا ہے وہ اُسے لازمۂ حسن عقیدت سمجھتا ہے۔ اس میں جس قدر مبالغہ ہو اسی قدر پیر جانتا ہے۔

د: مرید کو جب اپنے عارضۂ انتہائے شغف سے افاقہ ہوتا ہے اور حالت سکر سے عالم ہوش میں آتا ہے تو خود اس کو نہ اپنی اس حرکت شیطانی پر ندامت ہوئی ہے نہ وہ توبہ کرتا ہے نہ استغفار کرتا ہے نہ اس پر شرمندگی محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی پیر ومرشد اس کو تائب ہونے اور تجدید ایمان کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

ی: مرید نے اپنے پیر کو رسول اللہ ان کا کلمہ پڑھا پھر غلطی کا احساس ہوا تو تصیح کرنا چاہی مگر اس پر قابو نہ رہا اس سے اور بھی پیر کی جناب میں اس کی محبت بڑھ گئی اس کی عرض داشت کا آخری فقرہ یہ ہے۔ اور بھی بہت سے وجوہ ہیں جو حضور کے ساتھ باعثِ محبت میں کہاں تک عرض کروں۔ پیر اپنے مرید کے مفہوم عرض داشت سے بے خبر نہیں اُسے خوب علم ہے کہ واقعۂ شرک فی النبوت نے مرید کو اور بھی جناب پیر ومرشد کا دلدادہ بنا دیا ہے مگر اس ضلالت آخرین الفتۃ محبت سے وہ اُسے ذرہ بھی نہیں روکتا بلکہ خاموش ہی نہیں رہتا۔ بلکہ جواب میں وہ اپنے اتباعِ سنت کو وجہ تسلی قرار دیتا ہے مگر منکرات اور ہدایات سے آنکھیں بند

رہ لیتا ہے لے

قادیان تھانہ بھون میں

مولٰنا ظفر علی خان مرحوم کے مکمل مذکورہ بالا مضمون میں آپ نے پڑھ لیا کہ سردار اہلحدیث مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی اپنے اخبار الحدیث میں ۲۵ جنوری ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں تھانوی صاحب کے اس کلمہ اور درود کا رد کیا تھا. لیکن اس کے باوجود تھانوی صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے نہ خود توبہ کی اور نہ اپنے مرید شریر بدبخت سے توبہ کرائی۔ حالانکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی علماء دیوبند کا حامی تھا اور مولٰنا ظفر علی خان مرحوم بھی دیوبند کے معتقد تھے۔

بہرحال علمائے دیوبند کے حامی ہمنوا مولٰنا ظفر علی خان نے واشگاف طور پر واضح کر دیا کہ جس طرح قادیان میں ختم نبوت کے خلاف سازش کرنے جعلی نبوت کا ڈھونگ رچایا اسی طرح تھانہ بھون میں بھی مرزا قادیانی کی طرح مولوی اشرف علی نے اپنی جعلی نبوت و رسالت کا ڈھونگ رچایا۔

اہلحدیث لاہور۔ اس سے قبل الحدیث امرتسر کا مضمون اور تبصرہ آپ نے پڑھ لیا. اب لگے ہاتھوں اہلحدیث لاہور کا مضمون بھی پڑھیں۔

اہلحدیث لاہور نے بھی تھانوی کے کلمہ اور درود پر بدیں الفاظ تبصرہ کیا ہے کہ رسالہ "الامداد" کے اس اقتباس پر غور فرمائیں کہ تھانوی نے مرید کی زبان سے نکلے ہوئے کفر صریح کے جملے کا کس نشاط اور سرور طبع کے ساتھ تحسین آمیز انداز

لے : رسالہ ستارۂ صبح لاہور جلد دوم شمارہ یکم فروری ۱۹۱۸ء بحوالہ ماہنامہ سالک راولپنڈی جولائی ۱۹۵۸ء

میں حوصلہ افزا جواب دیا ہے،

سعید احمد دیوبندی۔ اس پر کچھ کہنے کے بجائے اُنہی کے آدمی مولنا سعید احمد اکبر آبادی رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کا تبصرہ درج ہے۔ پڑھیئے۔

اس کا سیدھا اور صاف جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے۔ شیطان کا فریب ہے اور اس کا دھوکہ ہے تم فوراً توبہ کرو اور استغفار کرو۔ لیکن تھانوی صاحب یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو نہایت مجھ سے محبت ہے۔ یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے لے

اہلحدیث لاہور۔ اس تبصرہ میں اتنا اور اضافہ کئے دیتا ہوں کہ یہ واقعہ دراصل مرشد و مرید کا سوچا سمجھا منصوبہ اور دونوں کی منظم سازش کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ جھوٹا عذر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ مرید کی زبان بے قابو ہو گئی تھی اور بے اختیاری میں کلمہ کفر نکل گیا تھا تو تعجب اس پر ہے کہ مرید کو سرزنش کرنے کے بجائے حوصلہ افزا جواب کیوں دیا ہے

قلعہ دیدار سنگھ، ضلع گوجرانوالہ میں اہلحدیث مولوی اشرف سلیم نے بھی بعنوان دیوبندیت کا پوسٹ مارٹم۔ علمائے دیوبند کے ناپاک عقائد اور غیر شرعی اعمال کے جائزہ پر مشتمل بڑے سائز کا اشتہار شائع کیا ہے اور جماعت اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے ۱۳ اپریل ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں اس اشتہار کا اعلان کیا ہے اس اشتہار میں بھی اس عقیدہ ناپاک عقائد کے تحت تھانوی کے مذکورہ بالا کلمہ اور درود کو ناپاک عقائد سے تعبیر کیا ہے۔ مگر علمائے اہلحدیث کے اس اعتراف حقیقت اور دیوبندی حکیم الامت کے کفر و گستاخی اور

لے رسالہ برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء ہفت روزہ الحدیث لاہور ۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء

ختم نبوت سے بغاوت کے اقرار کے باوجود تعجب ہے کہ علمائے اہلحدیث پھر بھی علمائے دیوبند کو ہی اپنا موحد بھائی سمجھتے ہیں اور بریلی علمائے اہلِ سنت کے بالمقابل جمعیت علمائے اہلحدیث و علمائے دیوبند شیر و شکر اور یک جان دو قالب ہو کر دونوں فریق اپنی اندرونی نجدیت اور دہابیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

یہ تحریر اور تبصرہ مولٰنا ظفر علی خان مرحوم ایڈیٹر زمیندار اخبار لاہور کا۔ جنہوں نے اپنی ایک چھوٹی سی کتاب قادیان تھانہ بھون میں قلمبند کیا ہے۔

احمد علی لاہوری - مقامِ نبوّت تک

مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی جو مقامِ امامت سے مقامِ نبوّت تک جا پہنچے ان کے متعلق مولٰنا عامر عثمانی دیوبندی اپنے ماہنامہ تجلّی دیوبند میں مولوی احمد علی کے متعلق لکھتے ہیں کہ مولوی احمد علی اپنی کتاب وحی و الہام میں لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اصل میں تو نبی ہی تھے۔ لیکن میں نے ان کی نبوت کشید کرلی۔ اور اب یہ نبوت اب مجھے وحی کی منفعتوں سے نوازتی ہے[1]

اللہ سے بھُول ہوگئی : ماہنامہ تجلی ہی میں اسی جگہ بنام مولوی احمد علی کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ لاہور کے ایک مولوی احمد علی کا خیال ہے کہ شیطان کو حضرت آدم کے لئے سجدہ دینے میں اللہ سے بھول ہوگئی۔ اور دوسری بھول یہ ہوئی کہ شیطان نے جب لمبی عمر مانگی تو عطا کر دی[2]

اس کے علاوہ ان مولوی احمد علی کا دعویٰ ہے کہ قرآن و حدیث کو جتنا صحیح میں نے سمجھا ۱۳سو سال میں کسی نے نہیں سمجھا۔ ص۲ میرا مقام جنات نعیم میں سب سے اوپر

---

[1] "تجلّی" دیوبند جنوری ۱۹۵۷ء [2] ایضاً اپریل ۱۹۵۷ء ص ۳۰-۳۱

انبیاء کی صف میں ہے۔ ص۳ ان مولوی صاحب نے ایک اپنے خط میں لکھا کہ رسول اللہ عالمی امور کے انتظام و انصرام میں مجھ سے مشورہ لیتے ہیں اور فجر و عشاء کی نماز میں اکثر بیت اللہ یا مسجد نبوی میں پڑھتا ہوں ص۴ ایک اور خط میں انہوں نے لکھا تو بھی میرا مرید ہوجا پھر دیکھ عرش و کرسی سب دکھاتا ہوں۔ ص۵ قطبیت مجھ پہ ختم ہے میرے مرتے ہی قیامت آجائے گی۔

ان ہی مولوی صاحب کی ایک کتاب ہے۔ سلسلۃ السلول السلاسلہ: اس کے صفحہ ۶۸ پر انہوں نے لکھا ہے کہ سن پچاس ہجری کے بعد قرآن و سنت کو صرف میں نے سمجھا ہے اور سارے مفسرین اور محدثین جھک مارتے رہے ہیں[1]

کسی نے ایک شعر لکھ کر مولوی احمد علی سے پوچھا کہ یہ شعر کیسا ہے تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس کا لکھنے والا البصیرت سے محروم نااہل اور اندھا ہے مگر واضح ہوا کہ یہ شعر عطاء اللہ شاہ بخاری کا ہے تو بطور سہو ان کا جُوتا چوم لیا۔ اور ان کے نام لکھا آپ کے جوتے کی میرے دل میں اتنی عزت ہے کہ مولوی مودودی کے وجود کی اتنی نہیں۔ اس فتویٰ بازی کا کیا کہیئے۔

مولوی احمد علی کے مرکز عقیدت دیوبند سے شائع ہونے والے انہی کے مکتب فکر کے ترجمان۔ ماہنامہ تجلّی کی زبانی حیرت انگیز انکشافات۔ نقل کفر کفر نباشد کے عجیب و غریب اقوال و احوال تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب آپ ان کی اپنی زبانی ان کے خود ساختہ نظریات اونچی اڑان شیخی بگھارتا بھی پڑھیئے اور لطف اٹھایئے اور اس بات کا بھی خیال رکھیئے کہ یہ مولوی احمد علی ہیں جن کا عقیدہ اور مسلک اور اکابر دیوبند کی تصریحات کے مطابق اور تو اور رسول اللہ کو بھی نہ کل کا کوئی علم نہ[1]

---

[1] تجلی دیوبند جنوری ۱۹۵۷ء

آپ کو دیوار کے پیچھے کا علم[1] آپ بارہا کسی بات کو دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات معلوم نہ ہوئی[2] یہاں تک کہ جب منافقوں نے حضرت عائشہ کو تہمت لگائی تو کئی دن تک تحقیق کے باوجود جب کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی تو آپ بہت فکر و غم میں رہتے[3]

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں[4] رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

غیب کی بات صرف اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر[5]

نبی ولی کسی کو معلوم نہیں نہ اپنا حال نہ دوسرے کا[6]

ایک طرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دیوبندی وہابی مکتبِ فکر کے پیشواؤں کی توہین و تنقیص آمیز عبارات مذکورہ عقائد باطلہ بغور پڑھیں اور دوسری طرف ملاحظہ ہو مولوی احمد علی لاہوری کا خود ساختہ کشف۔ بصیرت و نور باطن وچشم باطن اور اطلاع علے الغیب

انکشافات مولوی احمد علی لاہوری

۱- مجھے اللہ تعالٰے نے باطن کی آنکھیں عطا فرمائی ہیں مجھے تمیز ہے کون کون اللہ والے کس کس درجہ کے بزرگ ہیں۔ عقیدے سے نہیں بلکہ بصیرت سے کہتا ہوں[1]

۲- کشف القبور۔ حلال و حرام کی پہچان ہے۔ اور کشف قبور سے بتلا سکتا

۱ے: تجلی دیوبند ۱۹۵۷ء صـ۳ ۲ے تقویۃ الایمان صـ۲۶ ۳ے براہین قاطعہ صـ۵۱ ۴ے تقویۃ الایمان صـ۲۳ ۵ے حوالہ ایضاً ۶ے تقویۃ الایمان صـ۴۹ صـ۷ صـ۳۱

۱ے: رسالہ خدام الدین ۲۲ فروری صـ۶۳

ہوں کہ مردہ کا کیا حال ہے[2] ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں۔ کون کون لاہوری جہنم میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں بتلا سکتا ہوں کہ کس آدمی میں ایمان ہے۔ اور کس آدمی میں نہیں[3]

۳- منافق کی پہچان۔ صاحب بصیرت اشیاء کو بھی پہچانتا ہوں کہ حلال ہیں یا حرام اور اپنے دوست و احباب کو بھی پہچانتا ہوں کہ مخلص ہیں یا منافق[4]

قرآنی سرمہ۔ قرآن کا سرمہ آنکھوں میں لگایا جائے تو دُنیا کی زندگی تو گیا۔ قبر کی زندگی حشر کی زندگی اور اس سے بھی آگے جنت اور دوزخ کی زندگی بھی نظر آنے لگے گی اس سے بینائی تیز ہو جاتی ہے[4]

۴- ڈنکے کی چوٹ: احمد علی ڈنکے کی چوٹ پر بتا سکتا ہے کہ صاحبِ قبر جنت میں ہے یا جہنم میں[5]

۵- یقینی جنتی۔ اور کشفِ قلوب۔ بالوضاحت کہتے تھے کہ جنتی کو دیکھنا ہو تو فلاں شخص کو دیکھ لے[6] کشف قلوب اور کشفِ قبور دونوں میں حضرت کو حق تعالٰے نے وافر حصہ عطا فرمایا تھا[7]

آپ ہر دو صفات سے متصف تھے۔ ۵ منٹ میں مدینہ پہنچ جاتا ہوں[8]

۶- **لاہور پر فتویٰ**: مقولہ تو یہ ہے کہ جس کا کھائیں اس کا گُن گائیں۔ لیکن مولوی احمد علی کا فتویٰ پڑھیں گے تو بے ساختہ آپ پکار اٹھیں گے کہ جس کے برتن میں کھائیں، اُسی میں پیشاب کریں، اگر اس مقولہ پر یقین نہ آئے تو مولوی احمد علی کے **ملفوظات ملاحظہ فرمائیے[9]**

لہ خدام الدین ۴ نومبر ۶۰ء، ۷ جولائی ۶۱ء ۲ے خدام الدین ۲ جون ۶۱ء، ۷ جولائی ۶۱ء ۳ے خدام الدین ۹ اکتوبر ۵۹ء ۴ے خدام الدین ۱۱ اکتوبر ۶۳ء ۵ے خدام الدین ۱۱ دسمبر ۱۹۶۲ء ۶ے خدام الدین ۱۵ ستمبر ۶۲ء ۷ے خدام الدین ۲۲ فروری ۶۳ء ۸ے مردِ مومن صـ۱۶۶

لاہوری سب اندھے ہیں۔ اگر اندھے نہ ہوں تو حرام کیوں کھائیں۔ نمک بھی حرام۔ انڈے بھی حرام، دودھ بھی حرام۔ میں کہتا ہوں لاہوری سب اندھے ہیں۔ ان جیسی آنکھیں تو کتوں بلیوں اور چوہوں کی بھی ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ لاہوریوں کی ۱۴ لاکھ کی آبادی میں کوئی بھی آنکھوں والا نہیں ہے۔ سب کے سب اندھے ہیں۔ مرد بھی اندھے۔ عورتیں بھی اندھی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت (باطنی) آنکھیں عطا فرمائی ہیں[1]۔ لاہوری مسلمان رنڈی باز، کنجری باز ہیں۔ انگریز سب کو بے ایمان بنا گیا تم سب انگریز کی تابعداری کرتے ہو۔ تمہارا رہنما انگریز ہے۔[2]

لاہور کی آبادی ۱۴ لاکھ بتائی جاتی ہے اگر ایک لاکھ میں ایک بنیا ہوتا تو لاہور میں ۱۴ آدمی آنکھوں والے ہوتے۔ لاہور اندھیر نگری ہے یہ اندھوں کا جہاں ہے۔ لاہور والے سب بدبخت ہیں[3] معلوم نہیں کفار و مشرکین سے اتنی دلچسپی اور مسلمانوں سے نفرت اور بغض۔ لاہوریوں پہ گالیوں کی بوچھاڑ کس لئے ہے۔ یہ سب لاہور کا اس لئے قصور ہے کہ اس میں ایک اللہ کا ولی محوِ خواب ہے۔ بات لاہور کی یا لاہوریوں کی نہیں۔ بات ہے داتا صاحبؒ کے مزار کی۔ کہ بدبخت مولوی نے نام تو داتا صاحبؒ کا نہ لیا لیکن غصہ اور نفرت لاہوریوں پر داتا صاحبؒ کی وجہ سے ہے۔

یہ ہیں دیوبندیوں کے شیخ التفسیر اور ولایت سے پڑھ کر مقامِ نبوت تک پہنچنے والے جنہوں نے خدا کو بھی معاف نہیں کیا۔ کہ اس سے بھی غلطی ہو گئی (لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ)

یاد رکھیے۔ مقامِ مصطفیٰ بڑا نازک مسئلہ ہے بڑا نازک مقام ہے۔ با خدا دیوانہ با مصطفیٰ ہشیار باش۔ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ کلمۂ کفر میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے معاملے میں کسی کی نادانی وجہالت سے زبان کا بہکنا اور بے قابو ہو جانا کسی قلق یا نشہ کی وجہ سے لاچار اور مضطر ہو جانا۔ قلت نگہداشت یا بے پرواہی اور بے باکی یا نیت اور ارادۂ گستاخی نہ ہونا وغیرہ کے اعذار قبول نہیں ایسا شخص کافر اور گستاخ قرار دیا جائے گا۔

---

[1] خدام الدین لاہور، ۷ جولائی ۱۹۶۱ء ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء [2] خدام الدین ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء، ۷ جولائی ۱۹۶۱ء [3] ۸ اگست ۱۹۵۸ء

لے سانس بھی آہستہ کہ دربارِ نبی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی ہے

اے پائے نظر ہوش میں آ یہ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا یہاں بے ادبی ہے

گستاخِ رسول کا عبرت ناک انجام

محمد عارف رضوی ملتانی خطیب فیصل آباد کا ایک چشم دید بیان روزنامہ نوائے وقت نے شائع کیا کہ محمد عارف ملتانی کے ایک مطبوعہ اشتہار میں دوبئی سے مختار احمد صاحب کا ایک خط بدیں الفاظ شائع ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر لکھتا ہوں کہ (دوبئی میں) میں نے خود پہلے مولانا غلام اللہ کی تقریر سُنی جو انہوں نے یہاں کی دو گھنٹے تک آپ تقریر کرتے رہے ہزاروں لوگ تقریر سننے کے لئے آئے ہوئے تھے مولانا غلام اللہ صاحب نے خوب خوب سرکارِ مدینہ کی گستاخی کی پہلے میں خود بھی ان کا معتقد تھا اور مداح تھا پھر تقریر کرتے ہوئے انہیں دل پر دورہ پڑا۔ اور انہیں ہسپتال لایا گیا وہ پلنگ سے اُچھل کر چھت تک جاتے پھر زمین پر آتے سب ڈاکٹر کمرہ چھوڑ کر بھاگ گئے میں چھپ کر دیکھتا رہا۔ اور کانپتا رہا۔ اسی کشمکش میں تقریباً ایک گھنٹہ گذرا پھر خاموشی ہو گئی کوئی بھی اندر جانے کو تیار نہ تھا۔ میں نے

ڈاکٹر کو بلایا جب کافی آدمی جمع ہو گئے، اکٹھے اندر گئے تو دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ پڑ چکا ہے زبان مُنہ سے باہر نکل کر لٹک رہی تھی اور آنکھیں باہر اُبل آئی تھیں ان کو غسل دینے کے لئے کوئی آدمی تیار نہ تھا۔ مجبوراً اسی طرح بغیر غسل دیئے پیٹی میں بند کر کے پاکستان بھیج دیا گیا میں تین چار دن بیمار رہا۔ اور اُٹھ اُٹھ کر بھاگتا تھا پھر توبہ استغفار پڑھی۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی پھر کچھ ٹھیک ہوا یہ تھی ان کی آخری تقریر اور خدا کی بے آواز لاٹھی جو کام کر گئی۔

فاعتبرو یا اولوالابصار۔

روز نامہ نوائے وقت کے خصوصی نمائندہ کی رپورٹ سے بھی مختار احمد صاحب کے مذکورہ مکتوب کی تائید ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جگہ جگہ لوگوں نے مولانا غلام اللہ خان کی میت کا آخری دیدار کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی یہاں تک کہ مرحوم صدر ضیاء الحق نے بھی آخری دیدار کرنے کی کوشش ظاہر کی لیکن طبی وجوہ کی بنا پر اس وقت بھی خواہشمند سوگواروں کو مولانا کی میت کا آخری دیدار نہیں کرایا گیا۔ لے

آخر اس کی کیا وجہ تھی کہ بزعم خویش ساری عمر قرآنِ پاک کی تبلیغ اور شیخ القرآن کہلانے والے کا چہرہ بھی نہ دیکھایا گیا۔ جبکہ عام لوگوں کی میت کا بھی دیدار آخری کرایا جاتا ہے۔ ؎

میرے آقا کے دشمن پہ لعنت خدا کی
رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ ہے میت کسی بے ادب کی
جو مُنہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

لے روز نامہ نوائے وقت لاہور۔ راولپنڈی ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء ڈاکٹر نے صاف کہہ دیا کہ آپ کا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے
اخبار جنگ ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء

رحمۃ اللعالمین کا انکار

دیوبندیوں کے پیر و مرشد رشید گنگوہی صاحب قرآن پاک کی الہامی تفسیر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے؛

لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصۂ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں بلکہ دیگر انبیاء و اولیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دے تو جائز ہے۔ فقط بندہ رشید احمد گنگوہی دستخط اور مُہر یہ ترجمہ اور تفسیر شیطانی الہام کا نتیجہ ہے۔ یہی شیطانی الہام شیخ نجدی کے دماغ میں آیا اور یہی شیطانی الہام مولوی رشید احمد کے دل میں آیا تو رحمۃ اللعالمین کی تفسیر اور ترجمہ بیان کیا مولوی رشید احمد کو مندرجہ بالا عبارت میں کتنی صراحت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص صفت رحمۃ اللعالمین کا انکار ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اور اس میں خود کو رحمۃ اللعالمین ثابت کرنے کیلئے دیگر علماء ربانیین کو بھی شامل کر لیا۔

اب دیوبندیوں سے کون پوچھے کہ علماء ربانیین ان کے نزدیک کون ہیں کیا بریلوی ہیں یا غیر مقلد ہیں۔ اہلحدیث ہیں۔ شیعہ ہیں۔ شیعوں کو تو وہ کافر کہتے ہیں۔ بریلویوں کو بدعتی۔ صرف اپنے آپ کو علماء حق اور علماء ربانیین کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ حضور بڑے رحمۃ اللعالمین ہیں اور دیوبندیوں کے مولوی

لے: فتاویٰ رشیدیہ صـ۲۱

چھوٹے رحمۃ اللعالمین ہیں۔

دیوبندیوں کا مقصد ہی یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے کہ حضور کی تمام خصوصیات کمالات اور فضائل اڑادو۔ کیونکہ حضور کے فضائل اور کمالات دیوبندیوں کے نزدیک فضول سی بات ہے۔ آج سے بیس تیس سال پہلے ایک چھوٹی سی کتاب حضور کے نور پر پنجابی نظم میں تھی جو مساجد میں چھوٹے چھوٹے بچیاں قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ اس چھوٹی کتاب جس کا نام نورنامہ تھا پڑھا کرتی تھیں اور گھر میں بھی بطورِ تبرک اس کتاب کو رکھنا عوام باعثِ خیروبرکت سمجھتے تھے دیوبندیوں نے اس کتاب نورنامہ کو آگ میں جلادیا تھا اس نورنامے کی تفصیل دیوبندیوں کے حکیم الامت نے اپنی اُردو زبان میں نشر الطیب کے نام سے شائع کی لیکن اسے آج تک جلایا نہیں گیا۔

نورنامہ اور شہیدانِ کربلا کے مرثیہ کو جلانا یا زمین میں دفن کرنا ضروری ہے۔[1]

شہیدانِ کربلا اور نورنامے کا جلانا تو دیوبندیوں کے نزدیک ضروری ہے لیکن دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے جو مرثیہ گنگوہی صاحب کے لئے لکھا اس کا پڑھنا۔ پڑھوانا۔ چھپوانا۔ شائع کرنا سب دیوبندی اس پر متفق ہو گئے اس کا جلانا یا زمین میں دفن کرنا تو کجا کسی دیوبندی نے اس مرثیہ پر کراہت یا ناگواری کا فتویٰ بھی نہیں دیا اور نہ ہی زبانی ہی اس افسوس کا اظہار کیا۔ کیا گنگوہی صاحب کی عقیدت اور محبت امام حسین علیہ السلام کی عداوت نہیں تو اور کیا ہے اب آگے پڑھیئے۔

---

[1] : فتاویٰ رشیدیہ حصّہ سوم صـ۱۰۳

خوش نصیب وہی ہے جو اپنے شیخ کی جوتیوں کے طفیل میں دین حاصل کرے۔

واللہ العظیم مولٰنا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے۔

گنگوہی صاحب مجسم نور ہیں اور سرتا پا کمال۔ دوسرے مقام پر لکھا۔ سرتاپا نُور حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق لکھا کہ حاجی صاحب بے شک چاند ہیں کہ ان کے نور سے ہزار ہا آدمی فیض یاب ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔[1]

پیر کی مدح خدا اور رسول ہی کی مدح ہے۔[2]

عقیدہ کے چند اصول ۔ حضورؐ کی توہین کفر ہے

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء علیٰ ان شاتم النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم والتنقیص لہٗ کافر ومن شک فی کفرہ وعذابہٖ کفر" ۔ یعنی محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماءِ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم کی شانِ اقدس میں توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔[3]

کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے، نیت پر نہیں

المداد فی الحکم بالکفر علی الظواہر ولا نظر للمقصودۃ والنیات ولا نظر

---

[1] امداد والمشتاق جلد نمبرا صـ۸ [2] حوالہ ایضاً صـ۱۱۳ [3] اکفار الملحدین صـ۵۱

[4] اکفار الملحدین صـ۴۳۔

لقرائن حالہ[1] یعنی کفر کے حکم کا دار و مدار ظاہر پہ ہے نیت اور قراین حال پر نہیں۔

وقد ذکر العلماء ان التہور فی عرض الانبیاء وان لم لقصد السب الکفر

یعنی علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ انبیا علیہ السلام کی شان میں جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو[2] یہی علماء دیوبند کے مقتداء فرماتے ہیں التاویل الفاسد کا الکفر۔ یعنی تاویل فاسد کفر کی طرح ہے۔

بلا شبہ یہی حق ہے ورنہ کفر و الحاد و توہین و تنقیص کا دروازہ کھل جائے گا اور ہر دریدہ دہن اور بے ادب گستاخ جو چاہے گا کہتا پھرے گا جب گرفت ہو گی تو صاف کہہ دے گا کہ میری نیت توہین اور تنقیص کی نہ تھی۔

خرافات ہی خرافات

علمائے اہلِ سنت نے علمائے دیوبند کی کتابوں اور عقائد پر یہ بھی لکھا ہے کہ علمائے دیوبند کے نزدیک حضور علیہ السلام۔ ملک الموت اور شیطان لعین کے علم سے نسبت۔ نعوذ باللہ۔ کہ شیطان اور ملک الموت کا علم نص قطعی سے ثابت ہے اور حضور کا علم نص قطعی سے ثابت نہیں۔

راقم نے ان خرافات کو اپنی کتاب میں جگہ دینی مناسب نہیں سمجھا کہ میرا ضمیر اور ایمان مجھے ایسی باتیں لکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا اس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ان شیطانوں کا نام لینا بھی کتاب کی توہین ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضلِ رب۔

---

[1] : اکفار الملحدین ص۸۷

[2] : اکفار الملحدین ص۸۶

لے سانس بھی آہستہ کہ یہ دربارِ نبی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا
اے پائے نظر ہوش میں آ یہ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا یہاں بے ادبی ہے

ان خرافات پر علمائے دیوبند نے جو فتویٰ دیا ہے آپ اسے پڑھ لیں۔

مولوی منظور احمد نعمانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ہمارا اور ہمارے تمام اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر علوم کمالیہ عطا فرمائے اتنے ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کی پاک جماعت میں بھی کسی کو نہیں دیئے گئے[1]

مولانا خلیل احمد دیوبندی لکھتے ہیں کہ میں اور میرے اساتذہ ایسے اشخاص کو کافر۔ مرتد اور ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعنۃ کو یا کسی مخلوق کو بھی جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے[2]

یہی خلیل احمد صاحب المہند میں جس پر تمام دیوبندی مکتبۂ فکر کی تصدیقات ہیں لکھتے ہیں کہ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے، کافر ہے۔

لیکن انہی کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور کے علم کو بچوں، پاگلوں، حیوانوں سے بھی کم بتایا گیا دیکھئے کتاب حفظ الایمان ص۷-۸ حکیم الامت کی اس عبارت سے علمائے دیوبند کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا آپ کے مخلصین اور مریدین متعلقین نے آپ کو خطوط بھیجے کہ

---

[1] : سیف یمانی ص۸ [2] الختم علی لسان الخصم ص۶ قطع الوتین ص۱ المہند ص۲۷

اس عبارت کو تبدیل کریں یا اس کی وضاحت کریں لیکن مولوی اشرف علی جو معاذ اللہ (رسول اللہ کے مقام پر پہنچے ہوئے تھے) ناک پر مکھی بیٹھنے دیتے تھے نہ عبارت تبدیل کی اور نہ اس کی وضاحت کر سکے۔ ہاں تاویلات تو بہت کیں ایسی تاویلات شیطان نے بھی کی تھیں کہ اگر میں آدم کے آگے سجدہ کرتا ہوں تو تیری توحید میں فرق آئے گا مجھے لعنتی ہونا منظور ہے لیکن میں اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتا۔

اس بنا پر علمائے اہلِ سنت نے حکیم الامت پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ حکیم الامت نے جرم تسلیم نہیں کیا اور فتویٰ جب تک سنیت موجود ہے ان پر کفر کا فتویٰ بھی موجود رہے گا۔

حیرت اور تعجب

اب دیگر علمائے کرام کی بھی سنیئے وہ کیا کہتے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا غیب پر فتویٰ علمِ غیب اللہ ہی کے لئے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں ہے[1]

پس اثبات علم غیب غیر خدا کو شرک صریح ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علمِ غیب تھا صریح شرک ہے[2] کسی انبیاء و اولیاء امام و شہیدوں کے جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر کے جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے ورنہ مشرک ہو جائے گا[3]

۱ے فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر ۱ ص۳۰ ایضاً جلد ۳ ص۳۲ ۲ے ایضاً جلد دوم ص۱۴۱ ۳ے تقویۃ الایمان ص۲۵ حوالہ ایضاً ص۲۶ علم غیب ص۱۵ مصنفہ قاری طیب

جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبرِ خدا یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں ہے[1]

دیوبند کے موجودہ مہتمم قاری مجیب صاحب لکھتے ہیں اور جب آپ کو ہی علمِ غیب نہیں جو کمالاتِ بشری کے منتہا اور خاتم ہیں تو مخلوقات میں کون رہ جاتا ہے جس کے لئے یہ کمال ثابت کیا جا سکے[2]

اب تین مولوی تھانوی صاحب۔ گنگوہی صاحب اور اسماعیل صاحب دہلوی علم عطائی کو بھی صریح شرک بتاتے ہیں۔

مولوی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں پس اس بارے میں ہر چہار مذہب کے علماء متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں۔

مولوی شبیر احمد عثمانی رقمطراز ہیں کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی یقینی غیب کی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے[3]

قاری طیب دوسری جگہ لکھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جیسے علمِ غیب اللہ کے لئے مخصوص ہے جس میں کوئی غیر اللہ شریک نہیں۔ ایسے ہی اللہ کی جانب سے غیب پر مطلع ہونا رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس میں کوئی غیر رسول شریک نہیں۔

یہی قاری طیب صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے رسول کو غیب پر مطلع کر دیا ہے[4]

قارئین حضرات! انصاف سے بتائیں کہ یہ بھی کوئی عقیدہ ہے یا مذہب ہے

۱ے فتاویٰ رشیدیہ ص۲۶ ۲ے علم غیب ص۱۵ قاری طیب صاحب ۳ے مسئلہ در علم غیب ص۴

ایک جگہ اسی کتاب میں علم غیب کو جائز سمجھیں اور اسی کتاب میں دوسری جگہ صریح
شرک بتائیں یہ علم ہے یا دین کے ساتھ مذاق ہے۔ بھانت بھانت کی بولیاں
سُن لی آپ نے (پڑھیئے لاحول ولاقوۃ)

تنقیصِ رسالت پر افسوس

علمائے اہلِ سنت نے دیوبندیوں کے اور بھی عقائد پیش کیے ہیں اور
ان کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ جیسے چمار سے بھی ذلیل۔ گاؤں کا زمیندار اور
چوہدری، ذرہ ناچیز سے بھی کمتر۔ بڑا بھائی۔ میں نے ان الفاظ کو بھی مجبوری
سے نقل کیا ہے۔ (نقل کفر کفر نباشد) میں ان عبارات کو ردی کی ٹوکری کی
نذر کرتا ہوں۔ دیوبندیوں کی خرافات۔ جن کا سینہ۔ بغض و عداوت سے
بھرا ہو۔ عقیدت اور محبت، ادب و احترام سے یکسر خالی ہو اور یہ کہے کہ
رسول کو غیب کی کیا خبر۔ بے ادب، بدنصیب، ایسی بے ادب گھرانے
حضورؐ کے علم غیب کی نفی کی ہے اور آپ کا علم۔ حیوانوں، چوپایوں۔
مجنوں اور پاگلوں تک قرار دیا ہے۔ خداوندا آسمان ٹوٹ کیوں نہیں پڑتا
زمین پھٹ کیوں نہیں جاتی۔

اکابر دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ کیا فرماتے ہیں،
ان کی بھی سُنیے۔ لوگ کہتے ہیں انبیاء و اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوتا
میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک مغیبات
کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے[1]

---

[1] شمائم امدادیہ ص۱۱۵ امداد المشتاق ص۶۷ تحذیر الناس ص۳

اور مصنف کہتا ہے کہ انبیاء کرام کا علم غیب کا تو بلند مقام ہے۔ اولیائے
کرام کے حیوانوں کو بھی علمِ غیب حاصل ہو جاتا ہے۔
مولوی قاسم صاحب کی بھی سنیئے: علومِ اوّلین اور ہیں اور علومِ آخرین
اور۔ لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں مجتمع ہیں۔
لیجئے۔ بڑے صاحب اسماعیل دہلوی اور رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں
کہ رسول کو کیا خبر۔ اور چھوٹے صاحب اور ان کے پیروکار کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلّم علومِ اوّلین و آخرین کے جامع اور ہر قسم کے غیوب کی خبر
دینے والے ہیں یعنی ما کان وما یکون کے ہر قسم کے غیبوں کی خبریں دیتے
ہیں اب فیصلہ آپ کریں کہ کس کس کی بات مانی جائے بڑوں کی بات مانیں گے
تو چھوٹے تمام مشرک اور کافر۔ اور چھوٹوں کی بات مانیں گے تو بڑے صاحب
دائرۂ اسلام سے خارج ہوتے ہیں۔ فیصلہ دیوبندی علما خود کریں۔ اگر ہم کچھ عرض
کریں گے تو شکایت ہوگی۔

دونوں مسلمان یا دونوں کافر

قارئین حضرات نے دیکھ لیا کہ ایک ہی سوال کے جواب میں بھانت بھانت
کی بولیاں ملاحظہ فرمالیں۔
یہ وہ اونٹ ہے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں کوئی مولوی قاسم کو جاہل
اور بیہودہ کہہ رہا ہے اور کوئی کافر۔ اور فاسق، کوئی التزام کفر اور لزوم کفر کی
بحث میں اُلجھا ہوا ہے غرضیکہ ان کے یہاں فتویٰ نویسی یا فتویٰ بازی کا کوئی
معیار ہی نہیں اور سارے فتوے اس بنیاد پر ہیں کسی کو بھی اس کی خبر نہیں کہ تیر
کے نشانے پر کون ہے اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ بانی دارالعلوم کا شعر ہے تو پھر اس شعر

میں نعت نبی کے وہ گوشے نکالے جاتے ہیں کہ عالمگیری و شامی کے بجائے دیوانِ غالب یا ذوق کے صفات اُلٹے جاتے ہیں یہ بھی ان کی طرف سے ستم ظریفی ہے کہ کفر کے فتوے خود دیوبند سے جائیں اور بدنام بریلی کو کیا جائے آج بلند بانگ دعووں سے کہا جاتا ہے کہ کافر نہ کہو حالانکہ یہ کہہ کر خود آں بدولت نے کافر کہہ دیا یعنی کافر تو ہے مگر کافر مت کہو۔[۱]

مولوی اسماعیل کی عبارت پڑھیئے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننے اور اس کا دیدار بلا کیف ماننے کا عقیدہ بدعت و ضلالت ہے حالانکہ تمام آئمہ کرام اور پیشوایانِ اسلام کا یہی عقیدہ ہے تو مولوی اسماعیل کے قول کے مطابق وہ سب کے سب معاذ اللہ بدعتی و گمراہ ٹھہرے۔

چنانچہ ایک صاحب نے یہی عبارت بغیر نام کتاب لکھ کر علماء وہابیہ دیوبندیہ سے سوال کیا تو انہوں نے بے دھڑک کفر کے فتوے دے دیئے۔ سوال و جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس شخص کے بارے میں جو یہ کہے کہ جناب باری تعالیٰ کو زمان و مکان اور ترکیب عقلی سے پاک کہنا اور اس کا دیدار بے جہت و بے محاذات حق جاننا بدعت ہے یا یہ قول کیسا ہے۔ بینو و توجرو

دیکھئے یہ وہی قول ہے جو مولوی اسماعیل نے لکھا مگر سوال میں اس کا نام نہ لیا بلکہ ایک شخص کہا۔

الجواب: یہ شخص عقائد اہلِ سنت والجماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے (نعوذ باللہ) حضرات سلف صالحین

---

[۱] خون کے آنسو۔ علامہ مشتاق احمد نظامی حصہ دوم صہ ۸۵

اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی حدیث صحیحہ اور کلام اللہ شریف کی آیات صریحہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ زمان و مکان و جہت سے پاک ہے اور دیدار اس کا جنت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔ فقط بندہ رشید احمد گنگوہی الجواب صحیح۔ اشرف علی عفی عنہ۔

اگر حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے اور ترکیب سے پاک نہ مانا جائے گا تو حق تعالیٰ کا محتاج ہونا اور صفات حادث کے ساتھ متصف ہونا لازم آئے گا حالانکہ حق تعالیٰ احتیاج سے منزہ صمدیت ازلیہ کے ساتھ متصف۔ لم یزل لایزال اس کی صفت ہے۔ زمان و مکان حادث و مخلوق ہیں وکان اللہ ولم یکن معہ شیئ۔ قال اللہ تعالیٰ کل شیئ ھالک الا وجھہ یا کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک۔ وقال اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر۔ الغرض حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے اور ترکیب عقلی سے منزہ جاننا عقیدہ اہلِ حق اور اہلِ ایمان کا ہے۔ اس کا انکار الحاد اور زندقہ ہے۔ اور دیدار حق تعالیٰ جو آخرت میں ہوگا مومنین کو وہ بے کیف اور بے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدہ کا بددین اور ملحد ہے۔ اس کی صحبت سے اہلِ اسلام کو احتراز لازم ہے۔

قال فی شرح العقائد النسفیۃ ولا یتمکن فی مکان ولا یجری علیہ زمان ولا تشبھہ الیٰ ان قال فیریٰ لا فی مکان ولا علیٰ جھۃ مقابلتہ واتصال شعاع لا ثبوت مسافۃ بین الرائی وبین اللہ تعالیٰ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مدرس اول مدرسہ دیوبند: الجواب صحیح محمود الحسنؒ عفی عنہ۔ الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ، حررہ المسکین محمد عبد الحق عفی عنہ۔ محمود حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد۔

ایسے عقیدہ کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے ابوالوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ فتوے آپ نے ملاحظہ فرمالئے کہ وہ شخص عقائد اہلِ سنت سے خارج۔ جاہل اور بے بہرہ ہے۔ یہ اعتقاد اور مقولہ جو سوال میں درج ہے کفر ہے۔ وہ ملحد ہے بے دین اور زندیق ہے وہ ہرگز اہلِ سنت میں سے نہیں ہے۔ ناواقف ہے وغیرہ وغیرہ۔

جن علمائے کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے ان کا تعلق دیو بند سے ہے جس کے حق میں فتویٰ دیا گیا وہ مولوی اسماعیل دہلوی ہے ان اکابر علماء کے نزدیک مولوی اسماعیل بے دین۔ زندیق۔ ملحد اور کافر اور دینِ اسلام سے خارج ہے۔

مندرجہ بالا فتویٰ میں پہلا فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ہے لگے ہاتھوں دوسرا فتویٰ انہی کا اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جو مولوی اسماعیل کو کافر کہے وہ خود کافر ہے [1]

نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں کافر ہوئے (لاحول ولا قوۃ) الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

دوبارہ نظر ڈالیئے

شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب جس نے کتاب۔ کتاب التوحید لکھ کر مسلمانانِ عالم میں انتشار پھیلایا اسی کا ترجمہ تقویۃ الایمان کے نام سے مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھ کر شائع کی جس پر علمائے عرب نے فتویٰ کفر کا دیا اور چالیس کتابیں جن کی فہرست گذشتہ صفحات میں دی گئی ہے تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی گئیں اس کتاب کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب کیا کہتے ہیں۔

۱ے: فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ صہ۲

یعنی ان کے عقائد عمدہ تھے۔ مذہب ان کا حنبلی تھا مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا عقائد سب کے ایک ہیں [1]

مولوی رشید احمد کے نزدیک شیخ نجدی بہت اچھا آدمی تھا عقائد صرف اچھے نہیں تھے۔ اب دوسرے علمائے کرام جو اسی نسل کے ہیں ان کا فتویٰ بھی دیکھیں۔ پھر دیکھیں کہ ان میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون....

علمائے دیو بند کا متفقہ فتاویٰ۔ المہند میں ہے۔ محمد بن عبدالوہاب حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون کو اور ان کے مال و آبرو کو اور علماء سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ باغی تھا۔ خارجی تھا۔ اور مولوی حسین احمد لکھتے ہیں کہ وہ ایک ظالم۔ باغی۔ خونخوار اور فاسق شخص تھا [1]

علمائے دیوبند کے نزدیک حلال و حرام کے پیمانے

کسی عرس یا محفلِ میلاد میں شامل ہونا درست نہیں۔ دعا جمعرات یا کھانے پہ فاتحہ پڑھنی ناجائز اور حرام ہے [2]

سوم دہم چہلم سب بدعت اور کفار ہنود سے یہ رسمیں لی ہوئی ہیں وہ کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھتے ہیں یہ طریقہ ہندوؤں کا ہے۔ ان رسومات کا چھوڑنا واجب ہے [3]

۱ے: شہاب ثاقب صہ۲۴۳

۲ے: فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ صہ۹۴ ایضاً جلد نمبرا صہ۹۴

۳ے: روزنامہ نوائے وقت ۷ اگست ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ کالم ۳

دیوبندیوں کے نزدیک کوّا حلال ہے

جمعیت العلمائے اسلام ہزاروی گروپ سے تعلق رکھنے والے مقتدر علمائے کرام نے کوّے کے گوشت کو حلال قرار دیا اور اپنے فتوے پر عمل کرتے ہوئے کوّوں کے گوشت سے اپنے زبان و دہن کی تواضع بھی کی۔ یہ علمائے کرام مدرسہ جامعہ[عہ] حسینیہ حنفیہ میں جمع تھے جن میں ہزاروی گروپ کے حکیم شرف الدین سرگودھا۔ قاری فتح محمد کراچی۔ قاری محمد صدیق جھنگ اور حافظ محمد ادریس سلال والے شامل تھے ان علماء کا متفقہ فیصلہ تھا کہ کوّے کا گوشت حلال ہے انہوں نے عمل اس طرح کیا کہ کوّے کے گوشت کی ایک دعوت میں اس سے لطف اندوز ہوئے۔[1] روزنامہ نوائے وقت، ۷ اگست ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ کالم ۴

یہ کانگریسی مُلا ہیں تم کو بتاؤں کیا میں۔ گاندھی کی پالیسی کے عربی کے ترجمہ ہیں۔ (اکبر الہ آبادی)

وہ ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت
مغرب کے مفتیوں کا یہ فتویٰ ہے کہ پاک (اقبال)

اے چشمِ پُرنم اشک بار آنکھ سے دیکھ

تمام علمائے دیوبند اپنے آپ کو اہلِ سنت کہلاتے ہیں لیکن جو علماء اپنی تقریریں

عہ: مدرسہ حسینیہ۔ قصبہ تاؤلی ضلع مظفر نگر۔ یوپی

لے: اکبر الہ آبادی

اور تحریروں سے خود وہابی بن جائے تو پھر اُسے اہلِ سنّت کیسے کہا جائے۔

دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستاربندی میں بعض اکابر حضرات نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لئے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دور ہو جائے اور موقعہ بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔ حضرت والا۔ یعنی مولوی اشرف علی صاحب آپ کچھ حضور کے فضائل بیان کریں تو تھانوی صاحب نے باادب عرض کیا کہ اس کے لئے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھے یاد نہیں۔[1]

حکیم الامت کو شرک اور بدعت کی تمام قسمیں اور روایات تو یاد تھیں اگر دل اور دماغ کے کسی گوشے میں اندھیرا تھا تو وہ فضائل اور کمالات سے وہ گوشہ محروم تھا۔

عام اجلاس میں ایک سکول کا طالب علم اور کالج کا سٹوڈنٹ بھی برجستہ طور پر حضور کے فضائل بیان کرنے کے لئے اسے ہچکچاہٹ نہیں ہوتی لیکن حضور فداہ امی و ابی و روحی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفعت اور فضائل بیان کرنے کے لئے کوئی روایت یاد ہی نہیں۔ اتنا بغض اور کینہ دماغ میں ہو تو اسے وہابی اور گستاخِ رسول نہ کہا جائے تو اور کیا کہیں۔

حکیم الامت صاحب اپنے اکابر اور خود اپنے لئے بھی وہابی لفظ چسپاں کیا ہے کہ بھائی ہم وہابی ہوں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کا

لے: فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۷۹ - ایضاً جلد اول

ارشاد سنیئے۔ محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہا جاتا ہے ان کے عقائد عمدہ تھے۔

آپ جس مسجد میں رہتے تھے وہاں اگر کوئی شخص فاتحہ دلانے کیلئے کچھ لاتا تو حکیم الامت صاحب فرماتے کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں۔ یہاں فاتحہ کے لئے کچھ نہ لایا کرو یہی وجہ ہے کہ آج تک وہابی طعام پر فاتحہ وغیرہ نہیں پڑھتے۔ [1]

جنابِ والا۔ علمائے دیوبند کے کسی جلسہ یا اجلاس یا نجی مجلس میں کچھ بھی حضور کے فضائل بیان نہیں کئے جائیں گے ہاں جہاں مصلحت کا تقاضا ہو تو ہاتھی کے دانت دکھانے اور کھانے کے اور کے مطابق سنّی بننے کے لئے مجبوراً یہ کام کرتے ہیں۔ عقیدت و محبت کا تقاضا ان کے پاس نہیں اسی لئے کہا کہ آج مصلحت آپڑی ہے تو کچھ نہ کچھ فضائل بیان کر دیئے جائیں تاکہ جو وہابیت کا جو شبہ ہے وہ دور ہو جائے گویا اکابر دیوبند نے خود ایک علامت اور نشانی متعین کر دی کہ فضائل رسول پر تقریر کرنے والے صرف سُنّی ہیں۔ اور اس عنوان سے کترا کر شرک و بدعت کی راگ الاپنے والے وہابی ہیں۔ [1]

وہ بدنصیب اس عنوان پر کیا بولے جس نے عمر بھر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی ہوں اور دُنیا سے جاتے جاتے حفظ الایمان جیسی گندہ اور کفری کتاب اور رسالہ الامداد جیسا چھوڑ گیا ہو جو قیامت تک کے لئے افتراق بین المسلمین کا باعث بن گئی۔

---

[1]: اشرف السوانح جلد اول صہ ۴۵

حضرات دیوبند۔ انصاف اور دیانت سے کبھی اس عبارت پر نظر ثانی کریں اور گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کیا یہ رسولِ کریم کا منہ بولتا معجزہ نہیں کہ اپنے دشمن سے اُن کہی کہلوائی۔

کتاب حفظ الایمان پر ایک طائرانہ نظر

حفظ الایمان مولوی اشرف علی کی چند ورقی کتاب ہے جس کی ایک کفری عبارت پر مناظرہ مباحثہ اور مجادلہ ہوتا رہتا ہے۔ علمائے دیوبند کو یہ سب کچھ گوارا ہے مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ چند سطر کی عبارت میں کوئی ایسی ترمیم کر دی جائے جس سے وہ عبارت اعتراضات کی زد سے باہر ہو جائے۔ یا پھر اس عبارت سے رجوع کیا جائے۔ واضح رہے کہ یہ وہی مولوی تھانوی ہیں کہ جن کو برٹش گورنمنٹ چھ سو روپیہ ماہانہ دیتی تھی اور تھانوی صاحب کے حقیقی بھائی جناب مظہر علی صاحب سی آئی ڈی کے بڑے عہدہ پر فائز تھے جیسا کہ مولوی حسین احمد نے مکتوبات شیخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے [1]

یہ وہی تھانوی صاحب ہیں جن کو حضرات دیوبند حکیم الامت حجۃ اللہ فی الارض جیسے خطابات سے یاد کرتے ہیں اور خود تھانوی صاحب بزعم خویش اپنے مرید سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھواتے تھے غرضیکہ یہ دیوبندیوں کے رسول۔ پیغمبر اور مادر زاد ولی تھے۔ پھر تدریجاً نبوت و رسالت کی منزل پر پہنچے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب ذرا اس عبارت کے مختلف حصوں کا تجزیہ کیجئے تو حضرات دیوبند کے

---

[1]: تذکرہ شیخ جلد دوم صہ ۲۹۸ صہ ۲۹۹

دِلی کیفیت کا پتہ چل جائے گا۔ حضرت اکابر نے فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لئے حضور کے فضائل و مناقب عقیدت و محبت کے تقاضے پر بیان نہیں کئے جاتے بلکہ یہ بیان مصلحت کی بناء پر ہوتے ہیں بالفاظ دیگر یوں کہیئے کہ آج مصلحت آپڑی ہے لہٰذا خلافِ عادت و معمول کچھ فضائل رسول بیان کر دیئے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر وہابیت کا جو شبہ ہے وہ دُور ہو جائے کیونکہ ہم وہابیوں کے اور بھی بزرگوں سے کہیں کہیں از راہِ بشریت الفاظ و انداز کی ایسی لغزشیں ہو گئی ہیں کہ انہیں قابلِ اصلاح ہونا چاہیئے۔

کاش یہی احساس مولوی تھانوی۔ گنگوہی اور خلیل احمد صاحب اور اسماعیل دہلوی کے دَورِ حیات میں ہو گیا ہوتا تو وہ لوگ بھی اپنی لغزشوں پر نادم اور شرمسار ہو کر دُنیا سے جاتے یہی کیا کم ہے۔ اب احساس ہو چلا ہے خدا کرے یہ وقتی احساس نہ ہو۔

مندرجہ بالا ذیلی و ضمنی گفتگو سے بات اس حد تک واضح ہو گئی کہ اکابر علمائے دیوبند سے خطائیں اور لغزشیں واقع ہوئی ہیں جس کی مزید تفصیل فاضل دیوبند مولٰنا سعید احمد اکبر آبادی مدیر برہان (دہلی) و سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ و مدیر فاران جناب ماہر القادری کی تحریریں اگلے صفحات پر پیش کی جائیں گی۔

تھانوی صاحب نے جامعہ مسجد کانپور میں وہابی ہونے کا اقرار کیا اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے شیخ نجدی کو عامل با الحدیث۔ متبع سنت اور فرطِ محبت اور عقیدت میں نہ جانے کیا کیا کہہ دیا۔ جناب مسعود عالم صاحب ندوی نے عقیدت کا حق ادا کرتے ہوئے شیخ نجدی کی سوانح عمری مرتب کر ڈالی۔ اور فاضل دیوبند مولٰنا محمد عامر عثمانی نے اپنے اور اپنے دوسرے ہم خیال دوستوں کے وہابی ہونے کا اقرار کیا۔ اب ذرا مولٰنا حسین احمد مدنی صدر دیوبند کی بھی سنیے۔ جن کی راہ اپنے ساتھیوں سے سب سے الگ تھلگ ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی نجد عرب سے

ظاہر ہوُا چونکہ خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اِس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنا ہم خیال بناتا رہا۔ لوگوں کو بہت تکلیفیں دیں۔ الحاصل وہ ایک ظالم۔ باغی۔ خونخوار اور فاسق شخص تھا۔

اب ذرا المہنّد: مرتبہ مولوی خلیل احمد صاحب کی چند سطریں ملاحظہ فرمائیے:

لیکن حوالہ سے پیشتر یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ المہنّد ہے کیا۔ المہنّد علمائے دیوبند کے۔ دجل۔ فریب۔ افترا۔ عیاری اور چالبازی کا مجموعہ ہے۔ الغرض المہنّد ایک ایسی کتاب ہے جس سے علمائے دیوبند کے بطلان کا پتہ چلتا ہے۔ اگر المہنّد صحیح ہے تو حفظ الایمان کو کہیں دریا بُرد کر کے تھانوی صاحب کے مریدین کو مناظرہ سے بے خوف کیجئے اور تقویۃ الایمان کو چپکے سے دفن کر کے ہمیشہ کے لئے کتابوں کی فہرست سے اس کا نام خارج کر دیا جائے اور تحذیر الناس کے ٹائیٹل پر کسی قادیانی مولوی کا نام اور ایسے ہی فتاویٰ رشیدیہ کے سرورق پر مولٰنا حشمت علی خان مرحوم کا نام دے کر اعلان کر دیجئے کہ یہ ہم لوگوں کی کتاب نہیں بلکہ قادیانیوں اور سنیوں کی ہے۔ جس کو ہمارے نام سے شائع کیا گیا ہے جب آپ حضرات کی جرأت و جسارت المہنّد جیسی بے بنیاد کتاب کی اشاعت کر سکتی ہے تو ایسا کرنے میں کون آپ کو منع کرے گا۔ اور اگر حفظ الایمان۔ تحذیر الناس براہین قاطعہ اور تقویۃ الایمان پر آپ کا ایمان ہے تو کسی دن علی الاعلان المہنّد کا جنازہ نکالئے۔ اور مولوی خلیل احمد اور محمود الحسن وغیرہ کی قبر کے پاس اس کو بھی دفن کر کے اعلان کر دیجئے کہ ہمارے بزرگوں نے المہنّد کی اشاعت کی تھی مگر اب اس کی وقعت نہیں رہی۔ اس لئے اب ہم لوگ المہنّد کی جگہ المخنّث

کی اشاعت کریں گے۔ جس میں المہند اور تقویۃ الایمان کا درمیانی مذہب ہوگا۔ (نہ مذکر نہ مؤنث) بلکہ مخنث ہوگا۔

بات طول ہوگئی۔ مضمون چل رہا تھا کہ متعدد علمائے دیوبند نے عبدالوہاب نجدی کی تعریف و توصیف کی۔ اور بعض نے اس کو ظالم۔ باغی۔ خونخوار کہا جیسا کہ مولوی حسین احمد کی کتاب شہاب ثاقب سے اس کا حوالہ پیش کیا گیا۔

اب المہند کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ لے جس پر عام علمائے دیوبند کے دستخط ہیں۔

ہمارے نزدیک ان کا (شیخ نجدی) وہی حکم ہے جو صاحبِ درمختار نے فرمایا ہے۔ یعنی شیخ نجدی فاسق، خونخوار اور فاسق تھا۔

اب دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولٰنا انور شاہ صاحب کشمیری کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔ اور شیخ نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا اس لئے کفر کا فتویٰ لگانے میں اسے کوئی خوف نہ تھا۔ اب ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف مولوی رشید احمد گنگوہی، مولٰنا عامر عثمانی، پروفیسر روحی صاحب مولٰنا مسعود عالم ندوی اور مولٰنا تھانوی کی جماعت ہے کہ یہ لوگ شیخ نجدی کے مداح اور پیروکار ہیں۔

اور دوسری طرف مولٰنا کفایت اللہ صاحب، مولٰنا خلیل احمد صاحب مولٰنا انور شاہ کشمیری مولٰنا محمود الحسن اور مولٰنا حسین احمد مدنی وغیرہ ہیں۔ شیخ نجدی کے متعلق ان لوگوں کا وہی مسلک ہے جو علامہ شامی کا ہے یعنی شیخ نجدی

لے: المہند ص ۱۲

ظالم۔ فاسق۔ باغی۔ لٹیرا اور کافر تھا۔

اگر مولٰنا مدنی کی بات مانتے ہیں تو گنگوہی صاحب کا انکار ہوتا ہے اور اگر گنگوہی صاحب کی بات مانتے ہیں تو مدنی صاحب کا انکار ثابت ہوتا ہے۔

یہ سوال جب مولوی حسین احمد سے کہا گیا کہ شیخ نجدی کے بارے میں آپ کی رائے کچھ ہے اور گنگوہی صاحب کی کچھ تو مولٰنا نے کتنا پیارا جواب دیا لے کہ جو عبارت شیخ نجدی کی تحسین میں لکھی گئی وہ محض سُنی سنائی باتوں پر مبنی ہیں حضرت گنگوہی اس کتاب پہ (شامی) زیادہ اعتماد فرماتے تھے۔ عموماً ان کے فتوے اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

کاش اب بھی علمائے دیوبند اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچتے کہ اپنے علماء کی تعریف و توصیف جائز۔ اور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص میں ان کے افراط و تفریط کا کیا عالم ہے۔ جس پر نہ صرف علمائے اہلسنت بلکہ ان کی درسگاہِ تربیت کا ایک فاضل بھی چیخ اٹھا۔

اس کے بعد فاضل دیوبند مولٰنا سعید احمد اکبرآبادی دیوبند حضرات کی بارگاہ نبوت و رسالت میں مطلق العنانی اور ان کی رسول دشمنی سے متاثر ہو کر شرک فی الرسالۃ کے زیرِ عنوان رقمطراز ہیں جس کی حیثیت علمائے دیوبند کے حق میں لمحۂ فکریہ کی ہے اور علمائے اہلِ سنّت کے جائز مطالبے پر تائید و حمایت کی ہے۔ شرک فی الرسالۃ ۲ے اس مقام پہ نہایت اہم اور ضروری نکتہ ہے جسے اپنے مرشد کے ساتھ خالی عقیدت و محبت و ارادت رکھنے والے مرید اکثر بھول جاتے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح

لے: مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹ ۲ے برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک بنانا شریک فی اللہ کفر ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات نبوت میں کسی کو شریک جاننا شرک فی الرسالۃ اور عظیم ترین معصیت ہے۔

مدیر برہان کی اس صاف اور واضح تحریر کے بعد رسالہ الامداد میں لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ والی عبارت کو پھر ذہن میں لائیے اور اس میں مولوی تھانوی کی رضامندی ملاحظہ کیجئے کہ مرید اسی طرح پڑھتے جاؤ۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ میں متبع سنت ہوں۔ اور تمہیں مجھ سے بہت محبت ہے۔ لہٰذا پڑھو اور جی بھر کے پڑھو۔ گویا تھانوی صاحب نے علی الاعلان اپنی نبوت اور رسالت کا اقرار کیا اس کا نام شرک فی الرسالۃ نہیں۔ بلکہ دعویٰ نبوت ہے اب علمائے اہلِ سنت سے نہ پوچھئے بلکہ فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبرآبادی سے دریافت کیجئے کہ ایسے شخص کے لئے قانونِ شریعت میں کیا حکم ہے۔

اس بات کو ہر مسلمان جانتا ہے کہ جس طرح کسی نبی کی نبوت کا انکار کفر ہے ایسے ہی غیر نبی کی نبوت کا اقرار بھی کفر ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے یہ شریعت کی ایک کھلی ہوئی روشن دلیل ہے ایک اور پیر پرست کی بڑ بھی دیکھئے لکھتا ہے۔ دوسرے آپ (تھانوی صاحب) نے اپنے نائبین کی ایک جماعت چھوڑی کہ اہلِ زمانہ اپنے لئے نئے نئے واقعات اور جدید حالات میں ان حضرات سے فیض یاب ہو سکیں۔ نیز اس لئے کہ یہ حضرات طالبین کی ضروریات اور حالات کے مطابق راہِ حق کی طرف ان کی رہنمائی فرماتے رہیں اور اس طرح آپ کے بعد بھی آپ کا فیض باقی رہے۔ منجملہ ان حضرات کے مرشدی ومولائی محی السنۃ والاخلاق ماحی البدعت والنفاق حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب دامت برکاتہم بھی ہیں آپ کی جامعیت اور کمال

کے بارے میں اپنا خیال تو یہ ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام مرتیاں ورزیدہ ام
پسِ اخوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اسی کا نام ہے شرک فی الرسالۃ یعنی جس طرح آدم سے مسیح تک جتنے بھی انبیاء ورسول آئے وہ علیحدہ علیحدہ اوصاف وکمالات کے حامل تھے مگر رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام فضائل وکمالات مجموعی حیثیت سے پائے جاتے تھے ایسے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ شاہ وصی اللہ صاحب خلیفہ تھانوی صاحب بھی انبیاء و رسل کی کمالات کے جامع ہیں[1] (لاحول ولا قوۃ)

مدیر الاحسان نے اپنی اس ناپاک اور ناروا عبارت میں دو دعوے کئے (۱) گویا شاہ وصی اللہ صاحب خلیفہ تھانوی صاحب بھی انبیاء ورسل کی طرح جامع کمالات نبوت ہیں جس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۲) حضرت یوسف علیہ السلام میں کمالات انفرادی طور پر تھے وہ مجموعی طور پر شاہ وصی اللہ میں ہیں۔ یہ عبارات صریح کفر ہیں اگر کوئی سرپھرا انبیاء ورسل کی عظمت و تقدس کو نہ مانے تو اس میں ان کا کیا بگڑ جائے گا۔ البتہ اس مخبوط الحواس کا ایمان ختم ہو جائے گا بلکہ یوں کہئے۔ کہ اگر صاحبِ ایمان ہوتا تو ایسا لکھتا ہی کیوں اور تعجب ہے اس بات پر کہ شاہ وصی اللہ صاحب بھی یہ سب کچھ دیکھ سُن کر خاموش رہے اور کوئی تبصرہ یا ایک جملہ بھی اس کے خلاف نہ کہہ سکے۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

---

[1] رسالہ الاحسان جلد ۲ شمارہ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ ستمبر ۱۹۵۵ء صد ۲

ڈاکٹر اقبال نے اسی لئے کہا ہے :

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کے بیچ کھاتا ہے
گلیم بو ذر و دلقِ اویس و چادرِ زہرا ؑ

ذرا تھانوی صاحب کے خُلقِ عظیم کا بھی واقعہ سن لیں جس کو فاضلِ دیوبند مولانا سعید احمد اکبر آبادی تھانوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق تو یہ تھا کہ خود بھوکے رہتے اور مہمان کی خاطر تواضع کرتے اور اس کا کام خود اپنے ہاتھ مبارک سے کرتے لیکن ہمارے تھانوی صاحب کا یہ حال ہے کہ مہمانی بند۔ اگر کسی مہمان نے از راہِ مروّت کھانے میں اپنے ساتھ کسی کو شریک کر لیا تو بس اس کی شامت ہی آگئی۔ رات کے وقت کوئی مہمان خانے میں ٹھہر گیا تو شکنجے میں کس دیا گیا۔[1]

ممکن ہے بعض قارئین کو یہ خیال ہو کہ ایک ذرہ سا فقرہ اور اس پر یہ طویل گفتگو۔ چھوٹی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ تمام گمراہیوں کا سرچشمہ اپنے آپ کو اکمل اور بہتر سمجھنا ہے۔[2]

اگر علمائے اہلِ سُنّت کی طرف سے یہ آواز اٹھائی جاتی کہ مؤلف جامع المجددین مولوی عبدالباری ندوی نے توہینِ رسالت کر کے اپنی دنیا و آخرت برباد کی تو اب تک قیامت برپا ہو گئی ہوتی۔ تھانہ بھون سے نجد تک کہرام مچ گیا ہوتا مگر فاضل اکبر آبادی کی تنقید و تبصرہ پر ساری دیوبندیت دم بخود ہو کر سِسک رہی ہے تھانہ بھون کا ہر پجاری سرگریباں ہے۔ مگر توفیق توبہ نصیب نہ ہوئی۔ جب پیر و مرشد ہی بغیر توبہ چل بسے تو ان غریبوں کی توبہ

---

[1] برہان دہلی دسمبر ۱۹۵۲ء [2] برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء

کہاں سے آتی اسی کو کہتے ہیں۔ خدا کی مار کہنے والے نے سچ ہی کہا ہے کہ اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ اب تو حضرات دیوبند یہ کہہ کر راہِ فرار اختیار کرتے تھے کہ ہماری کتابوں سے علما بریلی و علماء بدایوں کو للّٰہی بغض ہو گیا ہے۔ اب فرمائیے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے لئے کیا فتویٰ ہے۔

ناظرین نے سمجھ لیا ہو گا کہ جامع المجددین میں جا بجا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و توہین کی گئی ہے۔

اور مولانا تھانوی کو مرتبۂ نبوت سے بھی بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے یہی ہے دیوبندی مشن اور مقصود کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر۔ ذرہ ناچیز سے کمتر۔ چمار سے بھی زیادہ ذلیل۔ گاؤں کا چودھری۔ بڑا بھائی۔ مر کر مٹی میں ملنے والا۔ حشر میں اپنے انجام سے بے خبر کی تبلیغ کرو۔ اور جب تھانوی صاحب کی باری آئے تو سر منڈا کے۔ پائجامے چڑھا کے گلے پھاڑ پھاڑ کر خوب اچک اچک کر یہ کہنا کہ وہ اکمل تھے۔ حجۃ اللہ فی الارض تھے۔ مجدد اعظم تھے۔ ان کے پاؤں دھو کر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہم دیوبندی محمد رسول اللہ کے بجائے اشرف علی رسول اللہ پڑھنے لگے۔

اب یہ دیوبندیوں کو رسول اللہ کی ضرورت نہیں جو خود اپنی بیٹی کے کام نہ آ سکیں گے اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اب ہم لوگوں کے لئے تھانوی صاحب کافی ہیں ان کا پاؤں نہ مل سکا تو ان کی قبر ہی دھو کر پی لیا کریں گے جو ہماری نجات کا باعث ہو گا۔

کاش اب بھی دیوبندی حضرات سوچتے کہ اس پیر پرستی اور مریدوں کی اندھی اور بے جا نیاز مندی نے تھانوی صاحب کا دماغ اتنا اونچا کر دیا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھوانے لگے۔ اور اس پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کر دی۔ اور

دیوبندی مکتبِ فکر کا یہ عالم کہ آج تک وہ الامداد کی اس عبارت کو جزوِ ایمان بنائے ہوئے ہیں۔ ؎

نگاہِ لطف کی اِک اِک اَدا نے لُوٹ لیا
وَفا کے بھیس میں ایک بے وفا نے لُوٹ لیا

کاش اب بھی اہلِ نظر سوچتے کہ دارالعلوم دیوبند۔ تبلیغی جماعت اور جمعیت العلمائے ہند کے نام پر مسلمانوں کا دین و ایمان کس بُری طرح غارت کیا جا رہا ہے اور ایک سُنّی کو مٹانے کے لئے کتنے حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔

دوستو۔ دیوبندیّت اور اہلِ سنّت یہ دو مکتبۂ فکر ہیں۔ توحید و رسالت پر گفتگو کرتے ہوئے علمائے دیوبند کا یہ کہنا کہ رسولِ خدا ہمارے جیسے بشر۔ ذرہ ناچیز سے کمتر اور چمار سے زیادہ ذلیل وغیرہ۔ اور علماءِ اہلِ سنّت کا کہنا یہ ہے ؎

اللہ کا محبوبؐ کم پایہ نہیں ہے
وہاں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

مقدمے کی روداد پیش کی گئی جو آپ نے پڑھ لی ہوگی۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے یہاں جبر و اکراہ کا سوال نہیں ہے۔ یہ تو دین و ایمان کا سودا ہے۔ جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے اور جنت کے حسین اور دیدہ زیب محل دونوں پس پردہ ہیں خواہ رسولؐ کا دامن تھام کر جنت کا داخلہ لو یا ان سے کترا کر اور انہیں گالیاں دے کر جہنم میں اپنا ٹھکانہ بناؤ۔

اب حفظ الایمان جیسی رسوائے زمانہ کتاب کی ایک دلخراش، کفر آمیز، غارت گر اور ایمان سوز عبارت پر علمائے دیوبند کی علمی بے مائیگی باہمی دھینگا مشتی ملاحظہ فرمائیے:

حفظ الایمان کی ایمان سوز عبارت جو علمِ غیب کی نفی پر ہے۔ اس عبارت

سے ملک کے طول و عرض میں مناظرہ اور مجادلہ ہوتا رہتا ہے علمائے عرب و عجم نے اس گندہ اور کفری عبارت سے صرف اظہار بیزاری ہی نہیں کیا بلکہ اس کے قائل کو کافر اور مرتد قرار دیا ہے اور اس سے رجوع کرنے اور توبہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے چونکہ اس عبارت میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے جو علمائے اہلِ سنّت و علمائے دیوبند کے درمیان متفقہ طور پر موجب کفر ہے علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفا شریف میں یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص حضورؐ کی نعل مبارک کو تحقیراً جُوتی کہہ دے تو ایسا شخص کافر اور واجب القتل ہے چونکہ اس شخص نے آقائے دوجہاںؐ کی اس نعل مبارک کی تنقیص کی جو پائے نبوت سے مَس ہو چکی ہے اور قدم نازِ نبوت سے اُسے مناسبت ہے۔

ان سب کے باوجود شاتمِ رسول بارگاہِ نبوت کے گستاخ و بے ادب تھانوی کے کان پر جُوں تک نہ رینگی۔ محض یہ خیال کرتے ہوئے کہ بات مشتہر ہو چکی ہے۔ مسجد و مدرسہ دارالافتا و خانقاہ۔ خواص و عام غرضیکہ کوچہ و بازار تک عبارت پہنچ چکی ہے لہٰذا اب توبہ کرنے یا عبارت واپس لینے میں رسوائی ہوگی۔ دنیا کافر کہے، مرتد کہے مسلمان لڑیں یا مریں۔ مناظرہ کریں، مجادلہ کریں عظمتِ رسول اور عظمتِ اسلام باقی رہے یا لُٹ جائے۔ عرب و عجم میں غصّے کا اظہار ہو یا نفرین و ملامت۔ یہ سب کچھ گوارا ہے۔ مگر نوکِ قلم پر آئی ہوئی عبارت یا زبان سے نکلی ہوئی بات واپس نہیں لی جائے گی۔

یہ ایک دردانگیز اور دُکھ بھری کہانی ہے جس کو لکھتے ہوئے قلم کا جگر شق ہُوا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ اس عبارت پر بھارت کی زمین انگارہ اُگل رہی تھی اور آسمان آگ برسا رہا تھا۔ بات کچھ معمولی نہ تھی ناموسِ رسالت کا سوال

تھا جس پر بیدار مغز۔ زندہ دل مسلمان سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے۔ نہ جانے کتنے نوجوان ہتھیلی پر سر لئے اور کاندھے پر کفن ڈالے میدانِ عشق و محبت میں کہتے ہوئے کُود پڑے۔

؎ سرفروشی کی تمنّا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا یہ ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

مسلمان ہزار گنہگار سہی مگر اس کے سینے میں ایمان بھرا دل اور اس کی رگوں میں عشقِ رسول کا گرم خون ہے وہ اپنی لٹتی ہوئی عزت و آبرو پر صبر بھی کر سکتا ہے مگر آمنہؓ کے لالؐ محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت پر خون کا آخری قطرہ قربان کر دینے میں اپنی سعادت و نجات سمجھتا ہے۔ ملک کی بھرپور آبادی میں کہرام مچا ہوا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت واپس لے لو علمائے اہلِ سنت کا جز و سکون اور چین جاتا رہا۔ نہ جانے کتنے مسلمانوں نے اپنے اوپر دانہ پانی حرام کر لیا کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے جس میں جیتے جی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کا روح فرسا منظر دیکھنا پڑے۔ بوڑھے۔ جوان۔ مرد عورتیں بھی حفظ الایمان کی عبارت پر خون کے آنسو رو رہے تھے۔

الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت یہ ماجرا کیا ہے

گو مولانا تھانوی اور ان کے مقلدین خم ٹھونک کر دعوتِ مناظرہ دیتے رہے حالانکہ علمائے اہلِ سنت یہ جانتے تھے کہ

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اہلِ سنت کا ہوش مند و مستقبل آشنا طبقہ یہ نہ چاہتا تھا کہ آپس میں مناظرہ د

مباحثہ کی نوبت آئے ورنہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جائے گی جس سے اس کے دامن اتحاد و اتفاق کی دھجیاں تار تار ہو جائیں گی۔

علمائے اہلِ سنت پوری اعتدال پسندی و سنجیدگی سے تھانوی صاحب اور ان کے متعلقین کو سمجھاتے رہے کہ انسان سے خطا ہو سکتی ہے انسان فرشتہ نہیں اگر آپ سے لغزش اور خطا ہو گئی تو کیا تعجب۔ دُنیا کی عظیم ترین ہستیوں کے زبان و قلم نے ٹھوکر کھائی ہے لہٰذا یہ مقام ضد اور ہٹ دھرمی کا نہیں بلکہ کفر و ایمان کا سوال ہے سوچئے اور ہزار بار سوچئے یہ کچھ وحی الٰہی نہیں۔ مگر افسوس اس معقول اور واضح مطالبہ پر مولوی تھانوی نے کوئی توجہ نہ دی۔ افسوس صد افسوس۔ اے پروردگارِ عالم اب اس سے بڑھ کر قیامت کی اور کیا نشانی ہوگی کہ تیری خدائی میں ایسے بھی سرکش اور باغی ہیں جو تیرا کھاتے ہیں اور تیرے ہی محبوبؐ کو گالیاں بھی دیتے ہیں۔

اے کائنات کے پالنہار۔ اب بات گھر سے باہر آ چکی ہے آج انسانوں کی کھلی آبادی میں تیرے محبوب کے علمِ پاک کو جانور، پاگل۔ مجنوں کے علم جیسا کہا جا رہا ہے شیطان اور ملک الموت کے علم کو نص قرآنی سے ثابت کیا جا رہا ہے مگر آمنہؓ کے دلارے کے لئے علمِ غیب ماننے والوں کو مشرک کہا جاتا ہے۔

اے خالق ارض و سما۔ یہ کیسا اندھیر ہے کہ نماز میں گائے بیل کا خیال لانے سے تو نماز ہو جائے مگر تیرے پیارے محبوب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانے سے نماز فاسد ہو جائے۔

اے کائنات کے مالک و مختار۔ یہ وقت تیرے محبوب کے جاں نثاروں پر کتنا کٹھن اور ان کی محبت و عقیدت کا کیسا سنگین امتحان ہے کہ ہم جیتے جی تیرے محبوب کی بارگاہ بے کس پناہ میں گالیوں کی بوچھاڑ سن رہے ہیں آج نہ جانے کتنی ایسی رسوائے زمانہ کتابیں ہیں جن میں تیرے پیارے محبوب کی عظمت و تقدیس پر حملہ ہے اور

اسلامی لیبل پر کتنے ایسے سٹیج ہیں جس پر دن دہاڑے ناموسِ رسالت کی بے حرمتی پر شعلہ بار تقریریں ہوتی ہیں۔

اے ربِّ قدیر! ہم تیرے امتحان کے قابل نہیں اپنی عجز و ناتوانی کا احساس رکھتے ہوئے ہم تیری بارگاہِ عدالت میں عہد و پیمان کرتے ہیں کہ عمر کے آخری لمحے تک تیرے اور تیرے رسول ؐ کے دشمنوں پر نفرین اور ملامت کرتے رہیں گے اور ان کی ہر گستاخ و بے ادب تحریر کا دنداں شکن جواب دیتے رہیں گے۔ تو ہمیں اس راہ پر استقلال و استحکام عطا فرما اور ہمارے سینے کو اپنی اور اپنے رسول کی محبت کا گنجینہ بنا دے۔

اے علیم و خبیر تُو دلوں کے بھید کا جاننے والا ہے۔ تو جانتا ہے ہمارا یہ اختلاف۔ زر۔ زمین کی بنیاد پر نہیں جائیداد و دولت کے پیشِ نظر نہیں۔ محض تیرے محبوب کی بارگاہ میں وفاداری کا سوال ہے جو تیرا اور تیرے رسول کا ہے وہ ہمارے گلے کا ہار ہے۔ جو تیرے مصطفیٰؐ کا باغی اور گستاخ ہے اس سے ہمیں کوئی رشتہ نہیں۔ ہمارا تو مسلک اور ایمان تو یہ ہے۔

چھُوٹ جائے اگر دولتِ کونین تو کیا غم
چھُوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔ حفظ الایمان کی گندہ عبارت پر ہندی مسلمان تڑپ رہا تھا اور علمائے دیوبند تاویلیں تلاش کر رہے تھے۔ کچھ ایجنڈا تیار ہوا ارکانِ مجلس نے اشاروں اشاروں میں کچھ لوگوں کا انتخاب کیا جس میں مولوی مرتضیٰ حسن۔ مولوی حسین احمد مولوی عبدالشکور لکھنوی اور مولوی منظور نعمانی۔ ان چاروں کو اس اہم کام کے لئے مقرر کیا گیا۔

اب دارالندوہ میں ان چاروں حضرات کی قلابازی ملاحظہ فرمائیے

لیکن ان کے فیصلے سے پہلے تھانوی صاحب کے مریدین اور متوسلین کا ایک خط پڑھ لیجئے جس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ حفظ الایمان کی اس ایمان سوز عبارت پہ نہ صرف علمائے اہلِ سنّت کو ہی اعتراض تھا بلکہ تھانوی صاحب کے مخلص مریدین سے بھی نہ رہا گیا تو خط بھیج کر یہ درخواست التجا کی کہ حکیم الامت سے بصد منت و سماجت عرضداشت ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت خارج کر دی جائے یا ایسی ترمیم کر دی جائے جس سے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی توہین و تنقیص کا شائبہ تک نہ رہے اب اس خط کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان ص ۱۷ - ۱۸ ایک خط حیدر آباد دکن سے جس کے کاتب کا عنوان نامہ مخلصین دکن تھا اور ذریعہ جواب منگوانے کا ایک معین مولوی صاحب تھے۔ اس میں حفظ الایمان کی مشہور عبارت کے متعلق جس پر مہربانوں کا شور ہے، دی تھی کہ اس کی ترمیم کر دی جائے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں جناب کی بے پرواہی کا بھی اعتراف ہے۔ حکیم الامت کی شان سے جو توقع ہے وہ پوری ہو سکے۔

اس درخواست میں حضور کے علمِ غیب پر کچھ سوال بھی کئے گئے اور کس مخلصانہ انداز سے کئے گئے۔ لیکن تھانوی صاحب نے فرمایا، ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ پتھر پر لکیر ہے۔

اب آیئے ان چاروں حضرات کی تاویلیں ملاحظہ فرمائیے:

توضیح البیان فی حفظ الایمان مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی ص ۸ مطبع قاسمی دیوبند باہتمام مولوی طیب صاحب آگے تاویلیں ہی تاویلیں ہیں۔ لفظ الیا، اور اتنا۔ میں سر پھٹول ہو رہی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مولوی مرتضیٰ حسن کی تاویل کی بنا پر مولوی حسین احمد پر کفر لازم آتا ہے اور مولوی حسین احمد کی

تاویل پر مولوی مرتضیٰ حسن کافر ہوتے ہیں اور آج کے دیوبندی دونوں حضرات کو اپنا مقتدا، اور پیشوا مانتے ہوئے دونوں کے پیروکار ہیں۔ لہٰذا دونوں کا کفر تمام دیوبندیوں نے اپنے حق میں قبول کیا اور قبول کفر کا نتیجہ کیا ہے۔

کس قدر شرم اور غیرت کی بات ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو کافر بناتے رہے مگر یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس عبارت کو خارج کر کے کوئی واضح اور صاف عبارت درج کر دیتے جو بالکل بے بنیاد ہوتی۔ سچ کہا جگر نے ؛

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

چنانچہ جمشید پور کے مناظرہ میں جو فاضل گرامی علامہ ارشد القادری صاحب مفتی جمشید پور اور مولوی عبدالطیف اعظمی استاد مولوی منظور نعمانی سے اسی حفظ الایمان کی عبارت پر ہوا اس میں انہیں ایسی منہ کی کھانی پڑی کہ آج تک مولوی عبدالطیف کو یاد ہوگا۔ فاضل گرامی مولانا ارشد القادری صاحب کے ایک سوال پر مولوی عبدالطیف بُوکھلا گئے۔ بغلیں جھانکنے لگے پھر تو تمام دیوبندیوں کی شرم و ندامت سے گردن جھک گئی اس عبارت میں بریلوی شریف کا مناظرہ مولوی منظور صاحب اور مولانا سردار احمد صاحب کے درمیان ہوا تھا جس میں بُوکھلا کر مولوی منظور نے کہا کہ رسول اللہ تو بھوکے مرتے تھے (معاذ اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ) ظالمو پھر شرم تم کو نہیں آتی۔

اس جملہ پر استاد محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے مولوی منظور کو گرجتی ہوئی آواز میں کہا بلکہ ایسی پھٹکار دی۔ کہ منظور، مناظرے کا مقصد یہ ہے کہ توہینِ نبوت تمہاری فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے ایسے بدمزاج ہو کہ بغیر گالی گلوچ کے تم اپنی گفتگو پر قابو یافتہ نہیں اگر تمہاری زبان میں کیڑے رینگ رہے ہیں

جن سے تمہیں بغیر گالی دیئے چین نہیں تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں بلکہ حبیب الرحمٰن کو گالیاں دے لو۔

ایک اور بکواس

دیوبندیوں کا بکواس آپ نے پڑھ لیا کہ رسول اللہ بھوکے مرا کرتے تھے۔ اب آگے سنیئے۔ ایک شخص نے حضور کو خواب میں اُردو میں بات کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا یا رسول اللہ آپ عربی ہیں آپ کو اردو کیسے آگئی تو حضور نے فرمایا کہ جب سے ہمارا واسطہ دیوبند سے پڑا ہے ہمیں یہ زبان آگئی[1]

(لاحول ولاقوۃ)

اسی طرح ایک دن حاجی امداد اللہ صاحب نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ اتنے میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اُٹھ تُو اس قابل نہیں ہے کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکاوے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ پڑھ لیا بکواس۔ حوالہ دیکھئے۔ سیف یمانی ص۴۳ تذکرۃ الرشید ص۴۶[2]

قارئین حضرات! آپ نے دیوبندیوں کی بدکلامی، گستاخی، توہین اور تنقیص دیکھ لی۔ اگر یہ دیوبندی جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں اور جن کا امتی کہلا کر مسلمان کہلاتے ہیں ان کی زبان حضور کی گستاخی سے باز نہیں آتی تو باقی علمائے سنت اور سُنّی عوام کس شمار میں ہیں۔

مولوی حسین احمد نے اعلیٰ حضرت کو جو گالیاں شہاب ثاقب اپنی کتاب میں

---

۱ : براہین قاطعہ ص۲۶ س ۸ ۲ : حوالہ ایضاً

لکھی ہیں ان کی تعداد چھ سو چالیس ہیں علمائے اہلِ سنّت نے ان گالیوں میں سے کچھ کی فہرست دی ہے۔ (راقم اس فہرست میں سے کوئی غیر مہذب الفاظ اعلیٰ حضرت کی شان کے خلاف نقلاً بھی تحریر نہیں کرنا چاہتا) اس لئے بدفطرت انسان کا کام ہی غیر مہذب زبان استعمال کرنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو سوجھ بوجھ عطا کی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کریں وہ خود فیصلہ کرے گا۔ جو پہلوان اکھاڑے (میدان) سے شکست کھاجاتا ہے وہ اپنے غصّے کا اظہار گالیاں دے کر ہی دل کا غصّہ نکالتا ہے) ہم تو اتنا کہیں گے کہ

جب سرِ محشر میں پوچھیں گے بلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

دیوبندیو! یہ بڑی نازک بارگاہ ہے یہاں تو ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے سچ کہا کسی نے با خدا دیوانہ و با مصطفٰے ہشیار باش۔

لے سانس بھی آہستہ کہ یہ دربارِ نبی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی ہے

اے پائے نظر ہوش میں آ یہ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا یہاں بے ادبی ہے

یہ ایمان اور عقیدے کا مسئلہ ہے اس کو آپس کا رسم و رواج اور باہمی رواداری کے ترازو میں تولنے کی کوشش نہ کیجئے بلکہ ایمان اور عقیدے کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کیجئے۔ اور اگر دل کے کسی گوشے میں ایمان کا کوئی حصہ باقی ہے تو اپنا معاملہ اس کی عدالت میں پیش کیجئے۔ اور بلا وجہ اہلِ سنت کے عوام اور علماء کو گالیاں دے کر اپنے مسلک کی توہین نہ کیجئے۔

آپ ہمیں بدعتی بھی کہتے ہیں مشرک اور کافر بھی لیکن آئینے میں آپ کو آپ کے شرک کی صرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اگر آئندہ کبھی شرک اور کفر کا حملہ کرنے کی ضرورت پڑے تو پہلے اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ شیخ الاسلام نمبر کا مطالعہ کیجئے اور سر دھنیئے۔

تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے کبھی خدا کو بھی اس کے عرشِ عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے تم کبھی تصوّر بھی کرسکے کہ رب العالمین اپنی کبریائی پر پردہ ڈال کر تمہارے گھروں میں بھی آکر رہنے لگا۔

دیوبندیو! جس کو آپ نے شیخ الاسلام (مولوی حسین احمد) سمجھ رکھا ہے۔ معاذ اللہ تم معاذ اللہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی کبریائی پر پردہ ڈال کر اُتر آیا ہے اُمید ہے اس حوالے کے بعد آپ کا نشہ ہرن ہوجائے گا۔

علمائے دیوبند کے علم اور ذہنیت کا اگر یہ حال ہے تو سنیوں کو اگر گالیاں دے لیں تو کیا فرق پڑے گا۔ قربان جائیں اعلیٰ حضرت پر کہ جس وقت دیکھا کہ اہلسنت اور علماء اہلسنّت اور آقا و مولٰنا حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی نظر آئی اسی عنوان پر قلم اٹھایا علم وحق کے دریا بہادیئے سیف قلم کی روانی کا یہ عالم کہ چُن چُن کر ایک ایک دیوبندی عالم کا جواب دیا سوچئے تو سہی کہ ایک طرف وہابیہ دیوبندیہ کی فوج ٹڈی دل اور دوسری طرف ایک نحیف و ناتواں، علم وادب کا پیکر میدان میں آیا۔ مخالفین کو للکارا بیک وقت فتاویٰ رشیدیہ، تقویۃ الایمان، حفظ الایمان اور براہین قاطعہ جیسے مصنفین کا ناطقہ بند کردیا جس سے ان کے چہروں پر اداس پڑ گئی۔ اور ان کے کارخانۂ توحید میں زلزلہ آگیا ان کی کتابوں کے مصنفین کا بازار سرد پڑ گیا۔ اعلحضرت کا پرچم لہرایا تو مشرق، مغرب، جنوب و شمال

کے اکابر سنّیت نے خراجِ تحسین پیش کیا۔

افسوس کا مقام ہے کہ ایسی ممتاز شخصیت کے متعلق مولوی حسین احمد اپنی کتاب میں سینکڑوں گالیاں دے جس کے متعلق یہ کہا گیا۔

کہ ملکِ سُخن کی شاہی تجھ کو رضا مُبارک
جس طرف آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اور مولوی حسین احمد کے متعلق علامہ اقبال نے جس الفاظ سے یاد کیا ہے آپ وہ بھی پڑھ لیں۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ ؎ زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

مولوی حسین احمد کے متعلق مولٰنا مودودی کی رائے بھی پڑھیئے:

میں صاف کہتا ہوں کہ ان (حسین احمد) کے نزدیک کونسلوں اور اسمبلیوں کی شرکت کو ایک دن حرام اور دوسرے دن حلال کر دینا ایک کھیل بن گیا ہے۔ اس لئے کہ ان کی تحلیل و تحریم حقیقت نفسُ الامری کے ادراک پر تو مبنی ہیں۔ محض گاندھی جی کی جنبشِ لب کے ساتھ ان کا فتویٰ گردش کرتا ہے [1]

تعصب کی بھی ایک حد ہوتی ہے

دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ ہم آپ کو یہ بتادیں کہ ماہنامہ دارالعلوم کے قلمکاروں کو اگر جنید و غزالی یا امام ابو حنیفہ کی بھی کسی عبارت کے متعلق غلطی سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ عبارت مولوی مودودی کی ہے تو اس کے مفہوم اور تعبیرات کو الحاد و زندقہ کی حدوں سے ملانے کی سعی کریں گے اور خوش ہوں گے کہ قوم کی بڑی خدمت انجام دی ہے

---

[1] مسئلہ قومیت صفحہ ۶۲

اب ذرا اس فتوے پر خیال فرمائیے: جو مولٰنا قاسم کی ایک عبارت کو مولٰنا مودودی کی تحریر سمجھ کر دو سال بعد مفتیانِ دارالعلوم دیوبند نے دیا اور اس کی پوری تفصیل نہ صرف ماہنامہ تجلی اپریل ۱۹۵۶ء میں چھپی بلکہ دعوت دہلی اور بہت سے اخباروں میں چھپی اور مہتمم دارالعلوم کو ماننا پڑا کہ ہاں یہ فتویٰ ہمارے ہی مفتیوں نے دیا ہے۔ فتوے کے الفاظ مقدسہ ملاحظہ فرمائیے:

اسے عقیدے والا کافر ہے (یعنی مولوی قاسم) جب تک تجدید ایمان اور تجدیدِ نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کیا جائے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دیوبندیوں کے لئے ایک تازیانہ ہے عجیب عقائد ہیں ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں بھلا یہ علما کس طرح عوام کی رہنمائی کر سکتے ہیں جن کے افکار و نظریات، خیالات و عقائد اس میں کھچڑی کی طرح ہوں کوئی مولوی حسین احمد کو کافر کہہ رہا ہے کوئی مولوی قاسم اور مولوی رشید احمد کو کافر کہہ رہا ہے کس کس کی بات مانی جائے اگر یہ میرے رسول کی طرف سے ناراضگی کا باعث نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ خدا کی طرف سے مار نہیں تو اور کیا کہا جائے گا۔

قربان جائیں۔ مسلک اہلسنّت والجماعت پر۔ یہاں کفر و شرک کی فیکٹری نہیں یہاں صرف اور صرف محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی فیکٹری اور کارخانہ ہے جتنی کسی کی حضور کے ساتھ زیادہ محبت اور عقیدت ہوگی اتنا ہی کارخانہ اور فیکٹری نیک نام اور مشہور ہوگا۔ مال ستھرا ہوگا ہر کوئی خریدار بنے گا اور اپنی آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ سودا خریدنے کی کوشش کرے گا۔

علمائے دیوبند اور دیوبندیوں کی اس سے بڑھ کر اور کیا بدنصیبی اور شورہ بختی

ہو گی کہ محبوبِ خدا کی تعریف اور توصیف کرنے کے بجائے محبوبِ خدا کے لئے کیسی کیسی زبانیں چلائیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے ۔ وہ عبدِ کامل جس کے لئے خالق کی زبان اپنی تخلیق کے شاہکار کی توصیف فرما رہی ہے آپ کے اخلاقِ حمیدہ اور افعالِ پسندیدہ پر آپ کا قبضہ ہے یہ سب زیرِ فرمان ہیں یہ سب مرکب ہیں حضور ان کے راکب اور شہسوار ہیں حضور کو ان امور کے لئے کسی تکلف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں آفتابِ ذاتِ محمدی سے صفاتِ محمدیہ اور کمالاتِ احمدیہ کی کرنیں خود بخود پھوٹتی رہتی ہیں حضور کی ذات تمام کمالات کا مجموعہ ہیں وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذاتِ اقدس واطہر میں موجود ہیں ۔ شکرِ نوح، خلتِ ابراہیم ۔ اخلاصِ موسیٰ ۔ صدقِ اسماعیل، صبرِ یعقوب اور تواضعِ سلیمان علیہم السلام سب یہاں جمع ہیں ۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور کی ذاتِ اقدس واطہر بزرگی کا آفتاب ہیں سارے انبیاء آپ کے ستارے ہیں اور وہ ستارے جاہلیت کے اندھیروں میں آپ کے انوار وتجلیات اور تابانیوں کو ظاہر کرتے رہے ہیں ۔

ایسی ذات ستودہ والا صفات کے لئے گھٹیا الفاظ استعمال کرنا کیا دیوبندیوں کو ان کا علم انہیں بچا سکتا ہے ۔ حضور کے ایک گستاخ نے آپ کو مجنون کہا تھا تو حضور تو خاموش رہے ۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب کے گستاخ کی بات کے لئے جواب دینا ضروری سمجھا ایک مجنون لفظ کے بدلے گستاخِ رسول (ولید بن مغیرہ) کے دس عیب ظاہر کر دیئے ۔ قرآن پاک برملا اعلان کرتا

ہے ۔ ولا تطع کل حلاف ۔ مھین ۔ ھماز ۔ مشاء ۔ بنمیم ۔ مناع للخیر معتد اثیم ۔ عتل بعد ذالک زنیم ۔ فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جواب دینے کے لئے تیرا رب کافی ہے وہ گستاخ ہے ۔ جس نے تجھے مجنون کہا وہ خود کیا ہے جھوٹی قسمیں کھانے والا ۔ ذلیل ۔ چغل خور لگائی بجھائی کرنے والا ۔ نیکیوں سے منع کرنے والا ۔ گنہگار حد سے گذرنے والا ۔ سرکش باغی سب سے زیادہ جرم اس کا یہ ہے کہ یہ (حرامی) ولد الزنا ہے

یہ آیت جب نازل ہوئی تو گستاخِ رسول ولید بن مغیرہ دوڑتا ہوا ماں کے پاس پہنچا اور گردن پر تلوار رکھ کر ماں سے پوچھا ماں سچ بتا ۔ میں کس کا بیٹا ہوں ۔ اور میرا باپ کون ہے ۔ کیونکہ محمد کے رب نے میرے دس عیب بیان کئے ہیں نو کو تو میں جانتا ہوں کہ یہ عیب مجھ میں ہیں ۔ دسویں عیب کا پتہ تجھے ہوگا ۔ ماں کہنے لگی ۔ بیٹا محمد کے رب نے جو کچھ کہا ہے ۔ وہ سچ ہے ۔ یہاں گستاخانِ رسول کو سبق حاصل کرنا چاہیئے ۔

دیوبندیت اور یہودیت میں مماثلت

ہو سکتا ہے عنوان بالا دیکھ کر دیوبندی حضرات سیخ پا ہو کر راقم الحروف کے خلاف متحدہ محاذ بنا کر ہتکِ عزت کے طور پر مجھے برا بھلا کہیں ۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی قدم اٹھائیں درج ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیں اگر اس عبارت میں انہیں اپنی گھناؤنی شکل نظر آجائے تو توبہ کر کے اصلاح کر لیں ۔ اور اگر میری عبارت غلط ہو تو انہیں اجازت ہے کہ وہ مجھے سرِ عام ننگا کریں ۔

یہ علمائے دیوبند جو حق کو چھپا کر عبارات کو کتابوں سے نکال کر اپنی مرضی سے عبارت شامل کرتے ہیں ۔ ہم نے ان کی مجرمانہ حرکات کو صفحۂ قرطاس پر لاکر

عوام کو دکھانا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کو چھپا کر عبارات کو کتابوں سے نکال کر یہودیانہ فعل اختیار کرتے ہیں کہ یہی کام یہودی بھی کیا کرتے تھے۔ توریت اور انجیل میں جہاں کہیں حضور کے اوصاف و کمالات نظر آئے انہوں نے وہ عبارات ہی اڑا دی یا اس میں رد و بدل کر دیا۔

یسمعون کلام اللہ ثم یحرّفونہٗ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون کہ وہ اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر اس میں تحریف کر ڈالتے ہیں۔ ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً"۔ یہی ترجمہ مفسر جلالین نے کیا ہے۔ ولا تشتروا بآیاتی۔ التی فی کتابکم من نعت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ولا تکتموا الحق سے اے من نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسی آیات کریمہ شاہد ہیں۔ توراۃ کے صفحات نبی علیہ السلام کے کمالات اور علامات کے ذکر سے مزین تھے علمائے بنی اسرائیل ان کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے جس طرح آج کل کے مولوی ملتِ اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہٖ فلعنۃ اللہ علی الکفرین میرے مصطفےٰ کا نام محبت سے چومنے والا یہودی تو بخش دیا جائے اور میرے مصطفےٰ کا ذکر اور فضائل جانتے ہوئے انکار کر دے تو اس پہ اللہ کی پھٹکار پڑ کر زبان کیوں نہ بند ہو۔

آمدم برسرِ مطلب: اب آئندہ سطور میں علمائے دیوبند کے گھناؤنے کردار ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مسجد نبوی میں حضور کے اسمائے گرامی کندہ کئے ہوئے ہیں لیکن جہاں نور کا لفظ ہے وہاں سے اُسے کُھرچ تو نہ سکے لیکن اس کے آگے تختی لگا دی گئی ہے تاکہ کوئی شخص حضور کو نور کے نام سے یاد نہ کرے۔

۲۔ مسجد قبلتین۔ زمانہ قدیم سے دو قبلے تھے۔ ایک مسجد اقصیٰ کی طرف اور دوسرا مسجد حرام کی طرف۔ وہاں ایک ہی قبلہ رہنے دیا گیا۔ حضورؐ کی یادگار کا پہلا قبلہ ختم کر دیا گیا۔ گویا کہ حضورؐ کی یادگار کے لئے کوئی نشانی باقی نہ رہے۔

۳۔ اگر موجودہ دَور کے برصغیر کے یہودیوں کو دیکھنا ہو تو ان علماء پر نظر ڈالیں جن کے لئے یہ عنوان دیا گیا ہے کہ کس طرح تفاسیر سے وہ عبارات ہی نکال دیں یا بدل دیں جن میں حضورؐ کے فضائل اور کمالات ظاہر ہوتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے اور علمائے دیوبند کے یہودی کردار کی داد دیجئے۔

تفسیر روح البیان۔ عربی زبان میں مشہور، مستند تفسیر ہے اہل علم حضرات کی لائبریریوں کی زینت ہے بڑے بڑے جیّد علماءؒ اس سے مستفید ہوتے ہیں حضرت شیخ محمد اسماعیل حقی رحمۃ اللہ کی یہ تالیف ہے اور اس ایمان افروز میں جابجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات، مسلک حق کی تائید اور نجدیت کی تردید میں ٹھوس مواد ملتا ہے۔

نجدیوں کے اشارے پر مکہ مکرّمہ کے ایک استاد شیخ محمد علی صابونی نجدی نے روح البیان کی ہر وہ عبارت جس سے ان کے مسلک پہ زد پڑتی تھی۔ نکال ڈالی ہے اور اس قسم کی ساری عبارتیں نکال کر ایک مصنوعی۔ روح البیان شائع کر دی ہے۔ آگے مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی کی زبانی سنئے عزیزم محمد افضل نے اس سال مجھے وہ مصنوعی روح البیان۔ مکہ مکرّمہ سے بھیجی ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے ان نجدیوں کی اس یہودیانہ حرکت کا علم ہوا جس کے تحت جبریل امین کی یہ حکایت بھی روح البیان سے نکال دی گئی ہے۔

۴۔ عمر جبرائیل : ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا اے جبریل تمہاری کتنی عمر ہے۔ جبریل نے عرض کیا۔ کہ حضور اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی تارا ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اور میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے تو حضور نے فرمایا عِزَّۃِ رَبِّیْ اَنَا ذَالِکَ الْکَوْکَبُ یعنی میرے رب کی عزت کی قسم میں ہی وہ نورانی تارا ہوں۔[1] یہ تحریف نجدیوں نے اس لئے کی ہے کہ اس سے حضور علیہ السلام کے نور کا ساری مخلوق سے پہلے ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ حدیث مشہور ہے اوّل ما خلق اللہ نوری۔

۵۔ اسی طرح اسی روح البیان میں امام واسطی کا یہ ارشاد بھی نکال دیا ہے کہ اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ میرے نبی کی بشریت عارضی و اضافی ہے۔ حقیقی نہیں کیونکہ حقیقت آپ کی نور ہے۔[2] امام واسطی کے اس ارشاد سے بھی چونکہ حضور کی حقیقت کا نور ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ان دشمنانِ نور و محبان بغض رسول نے اسے بھی اصل کتاب سے نکال دیا ہے۔

۶۔ مسند امام احمد۔ میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں اس شرط پر مسلمان ہوتا ہوں کہ نمازیں صرف دو پڑھوں گا اور حضور نے منظور فرمالیا۔

فَاَسْلَمَ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یُصَلِّیْ اِلَّا صَلَاتَیْنِ۔ فَصَلِّ ذٰلِکَ مِنْہُ۔[3]

---

۱ : روح البیان جلد ۱ ص۴۲ ۲ : روح البیان جلد ۴ ص۵

۳ : مسند امام احمد جلد ۵ ص۲۵

یعنی وہ اس شرط پر مسلمان ہوگیا کہ وہ دو نمازیں ہی پڑھے گا۔ حضورؐ نے اس کی یہ شرط منظور فرمالی۔ اس حدیث سے حضورؐ کا اختیار ثابت ہوتا ہے کہ نمازیں جو پانچ فرض تھیں۔ اس کی دو نمازیں قبول فرمالیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فیصل آباد سے مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلی کو خط لکھا جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے حیدر آباد دکن کی مطبوعہ مسند امام احمد خریدی ہے اور ساری کتاب چھان ماری ہے مگر دو نمازوں والی حدیث اس میں مجھے نہیں ملی۔ مجھے ارشاد ہوا کہ میں اپنے کتب خانہ کی مسند امام احمد کو دیکھوں کہ حضرت قبلہ مولانا محمد شریف محدث کوٹلویؒ نے اس حدیث کے بابت ضرور نشاندہی کی ہوگی اگر یہ نشاندہی مل جائے تو میں انہیں لکھوں کہ کون سی جلد اور کون سے صفحہ پر یہ ثابت ہے چنانچہ میں نے مسند امام احمد کو دیکھا تو پانچویں جلد کے بیرونی صفحہ پر اس کی نشاندہی مل گئی لکھا تھا یہ حدیث اس جلد کے ص۲۵ پر ہے۔ میں نے محدث اعظم کو حوالہ پورا لکھ دیا۔ حضرت نے جواب دیا ظالموں نے اس حدیث کو اصل کتاب سے نکال دیا ہے۔ نجدیوں نے اتنی بڑی ضخیم کتاب چھاپنے پر صرف یہ حدیث نکال دینے کے لئے کتنا خرچہ کر ڈالا۔ کچھ عرصہ گذرا کراچی کے ایک نجدی مکتبہ سعودیہ نے غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب غنیۃ الطالبین چھاپی۔ جس میں بیس تراویح کی جگہ آٹھ رکعت لکھ دیا۔ جیسے ہی اس یہودیانہ تحریف کا راز کھلا۔ اخبارات نے اس یہودیانہ حرکت کے خلاف اداریئے لکھ ڈالے تو پھر انہوں نے اس آٹھ کے لفظ پر بیس کا ٹکڑا چھاپ کر اوپر چسپاں کر دیا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

۷ : روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ، ترکوں نے روضۂ اقدس کی سنہری جالیوں کے اوپر حجرہ مقدسہ کی پیشانی پر یہ آیت لکھی تھی وَلَوْ اَنَّھُمْ

اذ ظلمو انفسھم جاءُوک فاستغفر اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدو اللہ توابًا رحیما۔ (اور اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تو اے محبوب وہ تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے)
اس آیت شریفہ میں چونکہ گنہگاروں کو حضورؐ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہونے کا حکمِ الٰہی ہے اور خدا سے مغفرت پانے کے لئے حضور کے وسیلۂ شفاعت کی ضرورت کا بیان ہے۔ اس لئے نجدیوں نے حجرۂ مقدسہ کی پیشانی سے اس آیت کو مٹا کر اس کی جگہ ما کان محمدٌ ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین لکھ دیا ہے۔

یہ ہے نجدیوں وہابیوں کی رسول دشمنی اور تفسیر وحدیث وکتب مشہورہ میں یہودیانہ تحریف وخیانت۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ دار خود خداوند عالم ہے ورنہ اگر ان کا بس چلے تو قرآنِ مجید میں بھی تحریف وخیانت اور رسول دشمنی کے مظاہرہ سے باز نہ رہتے۔

۸۔ مدارج النبوت میں تحریف: شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوت، فارسی کا ترجمہ کسی نام نہاد دیوبندی مولوی سعید الرحمٰن علوی نے مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور سے شائع کیا ہے۔ جس میں اکابر دیوبند کی پیروی میں علمی ڈکیتی وبددیانتی، خبثِ باطنی اور شانِ رسالت کی دشمنی کی انتہا کر دی ہے۔ العیاذ باللہ۔

الف: شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے وَھُوَ بِکُلِّ شَیئٍ عَلِیمٌ، کے تحت فرمایا کہ حضور علیہ السلام شیونات ذاتِ الٰہی واحکام صفاتِ حق کے جاننے والے ہیں اور آپ نے جمیع علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر کا احاطہ فرمایا ہے۔ [1]

---

[1]: مدارج النبوت ج ۱ صفحہ ۱

مگر دیوبندی مترجم نے حضور کے علم پاک کی دشمنی کے باعث آپ کے جمیع علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر کے احاطہ فرمانے کی عبارت کو مدارج النبوت کے مضمون و عبارت سے بالکل ہی خارج کر دیا ہے۔

۹: اسماء والقاب: مذکورہ مضمون سے کچھ آگے شیخ محقق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء والقاب شریفہ۔ بدین الفاظ ذکر کیا ہے کہ آں سرور انبیاء۔ امام الاولیاء۔ فخرِ رسل استاد کل معدن علوم اولین و آخرین، منبعِ فیض انبیاء ومرسلین۔ واسطہ بہر فضل وکمال۔ مظہر پر حسن وجمال۔ ہم شاہد وہم مشہور۔ ہم وسیلہ وہم مقصود صلی اللہ علیہ وسلم۔

چونکہ یہ ایمان افروز اسماءِ مبارکہ۔ القاب شریفہ۔ دیوبندی وہابی عقیدہ باطلہ کے خلاف تھے اس لئے ظالم مترجم نے ان اسماءِ مبارکہ سے متعلقہ سارا مضمون ہی عبارت سے خارج اور کتاب سے غائب کر دیا ہے۔

یہ ہے دیوبندی وہابی مذہب کی شانِ رسالت سے دشمنی اور علمی دنیا میں ڈکیتی و بددیانتی۔ اگر دیوبندی وہابی مذہب اصل اور سچا ہے اور بزرگانِ دین اور سلف صالحین کے مطابق ہے۔ تو ان لوگوں نے بزرگوں کی تصانیف میں تحریف اور ان کی امانت میں خیانت کیوں کی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اپنا عیب چھپانے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

۱۰: نور دشمنی: نام نہاد دیوبندی مولوی سعید علوی نے اپنے نام کے برعکس اپنی اندرونی شقاوت اور دشمنی کا مظاہرہ یوں کیا ہے کہ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی نے جو لکھا ہے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ مولوی علوی نے مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۱ پر اس کا ترجمہ نہیں کیا کہ سب سے پہلے اللہ نے یہ نور پیدا کیا حالانکہ بطور مترجم ترجمہ حدیث اس کی ذمہ داری تھی۔ اور مدارج النبوت

جلد ۱ صا۷ پر اگر ترجمہ لکھا ہے تو آگے بریکیٹ میں (یعنی نورِ نبوت و ہدایت) کی قید لگاکر اپنے خبث باطن کے تحت یہ تاثر دیا ہے کہ آپ نورِ مجسم نہیں۔ اور آپ کی اصل ذات نور نہیں۔ بلکہ آپ کا صرف وعظ و ہدایت فرمانا نور ہے۔ حالانکہ نہ حدیث میں ایسی قید ہے نہ شیخ محقق نے اس کا ذکر کیا ہے بلکہ حدیث نور کے بعد کا مضمون اس خود ساختہ بریکیٹ کا متحمل ہی نہیں۔ کیونکہ اس میں تو آپ کے نور مجسم اور نور الانوار ہونے کی تفصیل ہے۔

۱۱۔ میلاد دشمنی۔ دیوبندی مترجم کی علم دشمنی نور دشمنی کے بعد اپنے مذہب نامہذب کی حمایت میں اب اس کی میلاد دشمنی ملاحظہ ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ابولہب کے ثویبہ لونڈی آزاد کرنے کی خوشی میں تخفیفِ عذاب کے واقعہ پر شب ولادت میلاد شریف منانے والوں کی جو تحسین فرمائی ہے اور انہیں بشارت دی ہے ظالم دیوبندی مترجم نے میلاد دشمنی میں یہ سارا مضمون ہی کلیتہً نکال دیا ہے۔

مدارج النبوت ج ۱ ص۳۵

مذکورہ خیانتوں کے بعد بعض اور مثالیں ملاحظہ فرمائیں اور دیوبندی مذہب کا ماتم کریں۔

۱۲۔ مدارج النبوت۔ حضور علیہ السلام کا سایہ نہ سورج کے وقت ہوتا نہ چاند کے وقت۔ حکیم ترمذی نے ذکران رضی اللہ عنہ، سے نوادر الاصول میں ایسے ہی بیان کیا ہے۔ ج ۱۔ ص۵

دیوبندی لکھتا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا سایہ مبارک تھا۔ صفحہ مذکور۔ معاذ اللہ

بعض روایات میں آیا ہے کہ گلاب کا پھول آپ کے سینہ سے پیدا ہُوا۔ جلد ۱ ص۵۵

دیوبندی ترجمہ؛ یہ محض خوش عقیدگی کی باتیں ہیں۔ حقیقت و صحت کچھ نہیں۔

۱۳۔ حضور علیہ السلام کے فضلاتِ مبارکہ پر بہت دلائل قائم ہیں کہ آپ کے فضلاتِ پاک اور طہارت ہیں۔

مترجمین: ان چیزوں کے پینے پلانے کی باتیں مقدس تعلیمات کے مجموعی مزاج اور روح کے خلاف ہیں۔

اہلِ علم و انصاف غور فرمائیں کہ یہ نام نہاد مولوی دیوبندی ترجمہ کر رہا ہے یا ساتھ ساتھ تردید و اصلاح کر رہا ہے۔ مدارج النبوت جیسی عظیم کتاب کے نام پر خواہ مخواہ نجدی دیوبندی وہابیت کو فروغ دے رہا ہے۔ رسول دشمنی اور شانِ رسالت کی دشمنی نے اسے ایسے بے چین کر دیا ہے۔

الغرض مدارج النبوت میں بکثرت مقامات پہ اپنی ظالمانہ تحریف کی گئی ہے۔ اسی نسل کے ایک مولوی نے امام بخاری کی کتاب الادب المفرد میں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لفظ ؛ یا ؛ کاٹ دیا ہے۔ مکتوبات شیخ عبدالحق کا ترجمہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے ثبوت کو بالکل حذف کر دیا۔

عقیدۂ سلف امام صابونی میں سے زیارتِ نبی کاٹ کر۔ مسجدِ نبی لکھ دیا۔

ضعفاء الکبیر امام عقیلی میں سے تسمیہ بالجہر کے عدم ثبوت کی عبارت تمن سے کاٹ دی۔

مسند الفردوس دیلمی، انگوٹھے چُوم کر آنکھوں پر لگانے والی حدیث حذف کر دی۔

مسند عبدالرزاق۔ سے۔ یا جابر ان اللہ خلق قبل اشیاء نور نبیک من نورہ۔ والی حدیث کاٹ دی۔

مصنف ابن ابی شیبہ۔ سے نماز میں ہاتھ باندھنے والی روایت سے تحت السرہ کے الفاظ کاٹ دیئے۔

نماز کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا کرنے والی روایت کے الفاظ کاٹ دیئے اور

علامہ زاہد الکوثری کی تصریح کے مطابق پوری کی پوری تفسیر محرّف ہے۔

آپ گذشتہ باب دوم خلیفہ سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی کے حالات کے پڑھ آئے ہیں کہ کس طرح دیوبندیوں نے تاریخ مسخ کرنے کی خاطر تاریخ ہزارہ سے تاریخی صفحات جو مولوی اسماعیل دہلوی اور خلیفہ سید احمد کے حالات پر مشتمل تھے۔ تاریخ سے وہ صفحات ہی نکال دیئے۔ لیکن دوسری تاریخ فریاد المسلمین ان کے ہاتھ نہ آسکی اور وہ محفوظ رہی۔ اب خدا کے فضل وکرم سے زیرِ ترتیب تاریخ وہابیہ ان دیوبندیوں کے مُنہ پر مزید کالک ملنے کا سبب بنے گی جس سے تاریخ ہزارہ اور تاریخ فریاد المسلمین از سرِ نو تاریخ وہابیہ کی شکل میں سامنے آگئیں۔

اس کتب کا تیسرا باب جو علماء دیوبند کے عقائد نظریات اور افکار پر پیش کیا گیا ختم کرنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ علامہ ارشد القادری دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب زلزلہ کے آخر پر مولنا عامر عثمانی دیوبندی کا وہ تبصرہ جو انہوں نے اپنے ماہنامہ تجلی دیوبند میں زلزلہ پر لکھا ہے اس کی کچھ چیدہ چیدہ عبارات ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

مولنا عامر عثمانی دیوبندی۔ مدیر ماہنامہ تجلّی دیوبند کا تبصرہ

کتاب زیرِ نظر تاریخ وہابیہ دیوبندیہ میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں علامہ ارشد القادری کی کتاب "زلزلہ" بھی ہے۔ اس کتاب "زلزلہ" نے ایوانہائے دیوبندیت میں زلزلہ بپا کر دیا۔ جس سے متاثر ہو کر ماہنامہ تجلّی دیوبند کے مدیر۔ علامہ عامر عثمانی نے اپنا تبصرہ لکھا ہے۔ اس کا کچھ اقتباس ہدیۂ ناظرین ہے۔

مدیر ماہنامہ تجلّی۔ لکھتے ہیں کہ اس کتاب (زلزلہ) میں صاحبِ کتاب نے علمائے دیوبند

کی تحریروں سے یہ واضح کیا ہے کہ یہ حضرات عقائد کے معاملے میں سخت تضادات کا شکار ہیں۔ جن امور کو یہ بریلویوں کے تعلق سے بدعت۔ شرک اور کفر وغیرہ لکھتے ہیں انہیں وہ اپنے بزرگوں کے لئے عین ایمان قرار دیتے ہیں۔

بات اگر اس اندھے علم کی ہوتی جس کا مظاہرہ۔ بریلوی۔ مکتب فکر کی طرف سے بالعموم پمفلٹوں اور پوسٹروں وغیرہ میں کیا جاتا رہتا ہے تو ہم نوٹس ہی نہ لیتے۔ مگر یہ کتاب دستاویزی حقائق اور ناقابلِ تردید شواہد پر مشتمل ہے اور فاضل مصنف اکثر و بیشتر سنجیدگی کا دامن تھامے رہے ہیں۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم بے لاگ تبصرے کا فرض ادا نہ کریں۔

علامہ ارشاد القادری ایک طرف تو حضرت اسمٰعیل کی تقویۃ الایمان اور بعض علمائے دیوبند کی کتابوں سے یہ دکھلائے جاتے ہیں کہ انبیاء واولیاءؑ کے حق میں علم غیب اور تصرّف وغیرہ کے عقیدے کو علمائے دیوبند نے شرک و بدعت اور خلافِ توحید کہا ہے اور دوسری طرف یہ دکھلاتے ہیں کہ خود اپنے بزرگوں کے حق میں یہ سارے عقائد علمائے دیوبند کے یہاں موجود ہیں۔

بات یقیناً تشویشناک ہے۔ مصنّف نے ہرگز ایسا نہیں کیا کہ اِدھر اُدھر سے چھوٹے موٹے فقرے لے کر ان سے مطالب پیدا کئے ہیں۔ بلکہ پوری کی پوری عبارتیں نقل کی ہیں اور اپنی طرف سے کوئی معنی پیدا نہیں کئے ہیں۔ ہم اگرچہ حلقہ دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا اور ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ دفاع کریں تو کیسے۔ دفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی بڑے سے بڑا علامہ اور منطق الدھر بھی ان اعتراضات کو دفع نہیں کر سکتا جو اس کتاب کے مشتملات پر متعدد بزرگانِ دیوبند پر عائد کرتے ہیں۔ ہم اگر عام

عام روش کے مطابق اندھے مقلد اور فرقہ پرست ہوتے تو بس اتنا ہی کر سکتے تھے کہ اس کتاب کا ذکر ہی نہ کریں لیکن خدا بچائے اشخاص پرستی اور گروہ بندی کی باطل ذہنیت سے۔ ہم اپنا دیانتدارانہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ معتمد علمائے دیوبند پر تضاد پسندی کا جو الزام اس کتاب میں دلیل و شہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے وہ اٹل ہے۔

یہ دیوبندیوں کے مشہور لٹریچر کی کتابیں۔ ارواح ثلاثہ۔ تذکرۃ الرشید۔ سوانح قاسمی، اشرف سوانح، الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر انفاس قدسیہ وغیرہ۔ ان کی صورتیں دیکھنے اور کہیں کہیں سے پڑھنے کا شاید ہمیں بھی اتفاق ہوا ہو۔ لیکن یہ زلزلہ، ہی سے انکشاف ہوا کہ ان میں کیسے کیسے عجوبے اور کیسی کیسی ان کہی باتیں محفوظ ہیں۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ واقعہ یہ ہے کہ فحش ناول بھی اپنے قارئین کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا ان کتابوں نے پہنچایا ہوگا۔ ان کے باقی اوراق پر چاہے حقائق و معارف کے ڈھیر لگے ہوئے ہوں۔ لیکن جو اقتباسات۔ زلزلہ۔ میں نقل کئے گئے ہیں وہ بجائے خود اس کے لئے کافی ہیں کہ سادہ لوح قارئین کی دھجیاں اڑادیں اور خدا پرستی کی جگہ انہیں بزرگ پرستی کا ایسا سبق دیں جس کے زہر کا کوئی تریاق نہ ہو۔

مصنف بار بار پوچھتے ہیں کہ علمائے دیوبند کے اس تضاد کا جواب کیا ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اس سوال کا جواب، مولانا منظور نعمانی، یا مولانا طیب صاحب کو دینا چاہیئے مگر وہ کبھی نہ دیں گے کیونکہ جو اعتراض ایک ناقابل تردید صداقت کی حیثیت رکھتا ہو اس کا جواب دیا بھی جا سکتا ہے۔ مگر ہمیں چونکہ علمائے دیوبند کی اندھی وکالت نہیں کرنی چاہیئے اس لئے موٹا سا جواب ہم دیتے ہیں کہ مرحوم علمائے دیوبند عالم ہی نہیں تھے بلکہ صوفی اور شیخ بھی تھے۔ تصوّف کتنا ہی محتاط ہو وہ اپنے ساتھ کشف و کرامات اور تحیّرات و تصرفات کے طلسم خانے ضرور لاتا ہے پھر یہ طلسم خانے مریدانِ باصفا کی

اندھی عقیدتمندیوں اور خوش فہمیوں کی آمیزش سے تہ در تہ ہوتے چلے جاتے ہیں یہاں تک شریعت کے محکم اصول و عقائد کے لئے ان کی حیثیت چیلنج کی ہو جاتی ہے اور قرآن و سنت کو معیار بنانے والے ناقدین کی زبانیں یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کہ تصوّف نشہ ہے۔ اور شریعت کا دشمن ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ تذکرۃ الرشید اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے کچھ یہ توقع رکھنی ہی نہیں چاہیئے کہ وہ افسانہ تراشیوں کی آمیزش سے پاک ہوں گی۔ ارادت مند حضرات جب اپنے ممدوحوں کے تذکرے لکھتے ہیں تو ناممکن ہو جاتا ہے۔ کہ وہ فن روایت کے اس اعلیٰ معیار کا لحاظ رکھیں جس کے ذریعہ احادیث کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے اس لئے رونا ان مریدانِ باصفا کا نہیں جو غیر عالم ہیں بلکہ اس وادی میں تو اچھے اچھے علامہ اور روشن فکر حضرات بھی ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں یہ سوانح قاسمی کے فاضل مرتب مولانا مناظر احسن گیلانی۔ کیا معمولی درجے کے عالم تھے یہ تذکرۃ الرشید کے عالی قدر مرتب مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کیا جہلاً کی صف میں تھے۔ یہ انفاس قدسیہ کے محترم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری کیا بے پڑھے لکھے آدمی ہیں اور یہ ارواحِ ثلاثہ کے مصنف امیر شاہ خان کیا کباڑی بازار کی جنس تھے۔ پس یہ سب ماشاء اللہ، لائق فائق، علمائے شریعت ہیں اور دوسروں کے عقائد و افکار پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے میں ان کی اہلیت مشین گن سے کم نہیں ہے۔ مگر یہی مکرم حضرات جب اپنے ممدوحوں اور بزرگوں کے احوال لکھنے بیٹھتے ہیں تو نقد و نظر کی ساری صلاحیتوں کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور یہ تک بھول جاتے ہیں کہ ہم نے کب کیا فتویٰ اور فیصلہ دیا تھا۔ خود ہم نے اور ہمارے معتمد بزرگوں نے کس قدر شد و مد سے توحید و شرک اور سنّت و بدعت کے کیا کیا عقدے کھولے ہیں۔

بات تلخ ہے۔ مگر سو فیصدی درست کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے خمیر میں بھی اندھی تقلید اور حسد کی تعصبات کی اچھی خاصی مقدار گندھی ہوئی ہے۔ اس مکتب کا کم و بیش ہر عالم پہلے سے اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ ہر کسی نے قرآن پاک کو پوری طرح سمجھا ہے تو وہ ہمارے فلاں شیخ التفسیر ہیں اور اگر علم الحدیث کی تہہ تک کوئی پہنچا ہے تو وہ ہمارے فلاں شیخ الحدیث ہیں اور اگر ولایت و نبوت اور طریقت اور تصوف کے اسرار و معارف پر کسی نے عبور حاصل کیا ہے تو وہ ہمارے فلاں فلاں شیوخ ہیں اس خوش فہمی کے ساتھ یہ عقیدہ بھی دلوں میں جاگزیں کر لیا گیا ہے کہ وہ محفوظ عن الخطاء بھی ہیں۔ معصوم تو اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ ایک عامی بھی عصمت کو انبیاء کا مخصوص وصف سمجھتا ہے مگر محفوظ کی اصطلاح کا سہارا لے کر وہ عملاً انہیں معصوم ہی تصور کئے ہوئے ہیں۔ ان کا پختہ خیال ہے۔ کہ ان کا ہر بزرگ زہد و تقویٰ کے علاوہ عقل و دانش میں بقراط و ارسطو سے کسی طرح کم نہیں شاید یہی وجہ ہے کہ مولٰنا حسین احمد نے ردِ مودودیت کی بسم اللہ کی تو اب سارے متوسلین اور اربابِ حلقہ اور اہلِ تعلق پر واجب ہو گیا کہ یہی راگ مسلسل الاپے جائیں اور ایک ایک اعتراض و الزام کا جواب خواہ کتنی ہی قوت اور معقولیت کے ساتھ دے دیا گیا ہو مگر ضد اور اندھی تقلید کے محاذ سے بے تکان وہی گھڑے گھڑائے مصرعے اور دھلی دھلائی چرب زبانیاں نشر کی جائیں۔

خیر مولٰنا مودودی کا اور ان علماء صلحا کا فیصلہ تو انشاء اللہ یومِ حشر میں ہوگا۔ مگر یہ کتاب زلزلہ جو نقد جواب طلب کر رہی ہے اس سے عہدہ برآ ہونے کی صورت آخر کیا ہو گی اپنی کسی غلطی کو تسلیم کرنا تو ہمارے آج کے بزرگانِ دیوبند نے سیکھا ہی نہیں۔ انہوں نے صرف یہ سیکھا ہے کہ اپنی کہی جاؤ اور کسی کی مت سنو۔ انشاء اللہ اس کتاب کے ساتھ بھی ان کا سلوک اس سے مختلف نہیں ہوگا اس کتاب نے ہمارے بزرگوں کی جن محیر العقول کراماتوں سے آگاہ کیا ہے۔ ان کو تو خیر کیا کہیئے۔ ایک یا دو اقتباس یہاں ہم ضرور نقل کریں گے جس نے ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

مولوی اسماعیل کے بارے میں ہم یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں جان دی اور آج بھی یقین رکھتے ہیں مگر یہ ہمارے مرحوم و مغفور استاد مدنی اپنی کتاب نقشِ حیات میں فرماتے ہیں:

سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا اس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدیسی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہو گی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے۔ ہندو یا مسلمان یا دونوں۔ وہی حکومت کریں گے [1]

آپ ہی انصاف سے بتایئے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں مولوی اسماعیل کے اسی لشکر کے متعلق سوائے اس کے اور کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگرس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا۔ [2]

ہم کتنی ہی جانب داری سے کام لیں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریمارکس میں لفظاً تلخی آ گئی ہے لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے۔ کوئی افترا ہے کوئی زیادتی ہے۔

مولوی اسماعیل شہید نہیں ہے

علامہ عامر عثمانی دیوبندی

کوئی شک نہیں اگر استادِ محترم حضرت مدنی کے ارشادِ گرامی کو درست مان لیا جائے

---

۱ نقشِ حیات جلد دوم صـ۱۱۲ مولٰنا مدنی ۲ نقشِ حیات صـ۱۴۳

تو مولوی اسماعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کیلئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں۔ اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے۔ اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجے میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجرِ آخرت کا موجب کیسے اور کیوں ہوگا۔

مولٰنا مودودی نے تصوف کو چُنیا بیگم لکھ دیا تھا۔ تشبیہ یقیناً خاردار تھی، اِدھر سے اُدھر تک زلزلہ آگیا۔ آج تک سارے مشائخ نے انہیں معاف کیا ہے لیکن تشہ کے علاوہ اس کی توجیہ آخر کیا کرسکیں گے۔ کہ حضرت مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی جیسے بزرگ جب فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں تو ان احوال و عقائد کو برملا۔ شرک کفر و بدعت و گمراہی قرار دیتے ہیں۔ جن کا تعلق غیب کا علم اور روحانی تصرف اور تصوّر شیخ اور استمداد بالارواح جیسے امور سے ہے لیکن جب طریقت و تصوف کی زبان میں کلام کرتے ہیں تو یہی سب چیزیں عین امر واقعہ۔ عین کمال ولایت اور علامت بزرگی بن جاتی ہیں۔

اگر ہم فرض کرلیں کہ ان بزرگوں کی طرف دیگر مصنفین نے جو کچھ منسوب کر دیا ہے وہ مبالغہ آمیز ہے تو غلط ہے حقیقت سے بعید ہے تو بے شک ان بزرگوں کی حد تک ہمیں اعتراض سے خلاصی مل جائے گی۔

لیکن یہ دیگر مصنفین بھی تو علمائے دیوبند ہی ہیں ان کی یہ کتابیں بھی تو حلقۂ دیوبندی میں بڑے ذوق و شوق سے تلاوت فرمائی جاتی ہیں اور کسی اللہ کے بندے کی زبان پر یہ اعلان جاری نہیں ہوتا کہ ان خرافات سے ہم برأت ظاہر کرتے ہیں۔ برأت کیا معنی۔ ہمارے موجودہ بزرگ پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں علمِ غیب اور فریاد رسی

اور تصرفات روحانی اور کشف و الہام کے جو کمالات ہمارے مرشدین کی طرف منسوب ہیں وہ بالکل حق ہیں اور سچے ہیں پھر آخر انہ ازالۂ اعتراض کی صورت کیا ہو۔

وہابیوں کی کتابیں چوراہے میں جلا دو

مولٰنا عامر عثمانی دیوبندی

ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے وہ یہ کہ تقویۃ الایمان، اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ، بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے پہ رکھ کر آگ لگا دی جائے[1] اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنّت کے خلاف ہیں اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد۔ ارواحِ ثلاثہ سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کرنی چاہیئے یا پھر ان مؤخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان کر دیا جائے کہ یہ تو محض قصّے کہانیوں کی کتابیں جو رطب و یابس (وغیرہ وغیرہ) سے بھری ہوئی ہیں۔ اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اوّل الذکر کتابوں میں درج ہیں زلزلہ کے مصنف نے ناچیز تبصرہ نگار کا بھی ایک اقتباس تجلّی سے دیا ہے ان لوگوں کو اپنے دماغ کی مرمت کرانی چاہیئے جو یہ لغو ترین اور احمقانہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ کو علمِ غیب تھا۔

ارواحِ ثلاثہ اور سوانح قاسمی

بے مقصد کتابیں ہیں

ہمیں اس اقتباس پر کوئی پچھتاوا نہیں۔ اور نہ ہمیں دفاع کی ضرورت ہے

---

[1] : زلزلہ ص۱۸۱

دفاع کی ضرورت اس وقت ہوتی جب ہم نے دیوبندی بزرگ کے ایسے قول یا حال کی توثیق کی ہوتی جس سے ہمارے عقیدے پر حرف آتا مگر الحمد للہ ہمارا دامن اس سے پاک ہے ہم ہرگز ان لوگوں میں نہیں ہیں جو شخصیت پرستی میں مبتلا ہوں۔ ہم ارواحِ ثلاثہ اور سوانح قاسمی جیسی کتابوں کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتے۔

البتہ یہ وضاحت ہم کر دیں کہ اس اقتباس میں ہم نے کیا کیا چاہا ہے ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے کہ غیب ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز حواسِ خمسہ کے دائرہ عمل سے باہر ہو انہیں بغیر کسی وسیلے اور ذریعے سے جاننا۔ علمِ غیب کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان دمایکون کا علم تھا یعنی ازل سے لے کر ابد تک ہر شے کا علم کچھ لوگ تو اتنا توسّع تو نہیں برتتے مگر ان کا خیال ہے کہ حضور ان تمام مغیبات کے عالم ضرور تھے جن کا تعلق ان کی ذات یا اُمّت کے اصول سے ہے۔

ہمارے نزدیک (مدیر تجلی) پہلا گروہ تو جہالت اور سفاہت کی آخری منزل میں ہے اور ہمارے مذکورہ اقتباس کا ہدف فی الحقیقت یہی گروہ ہے۔ علمِ غیب کے حدود کی تصریح اگرچہ اس اقتباس میں نہیں بلکہ تجلی، میں مختلف اوقات میں جو بحثیں اس موضوع پر ہوتی رہیں ان کے سیاق وسباق میں ہر طالبِ حق دیکھ سکتا ہے کہ ہم لغو ترین اور احمقانہ عقیدہ علمِ غیب کُلّی ہی کو قرار دیتے ہیں، رہا دوسرے گروہ کا عقیدہ تو یہ بھی ہمارے نزدیک پورے طور پر درست نہیں ہم مانتے ہیں اور کون مسلمان ہوگا جو اسے نہ مانے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو بے شمار ان مغیبات کا علم تھا جن کا علم کسی بھی امتی کی دسترس سے باہر ہے آپ دنیا کے سب سے بڑے اعلم۔ یعنی باخبر۔ اور جاننے والے انسان تھے علومِ غیبیہ کے معاملے میں آپ کے علم کو امت کے مجموعی علم سے کم وبیش ایسی ہی نسبت ہے جیسے سمندر کو قطرہ سے ہے لیکن اس کے ساتھ ہمارا یہ عقیدہ اور دعویٰ بھی ہے کہ اس

کثرتِ علم کے باوجود آپ پر علمِ غیب کی اصطلاح کو منطبق نہیں کیا جا سکتا اصطلاح اللہ کے لئے خاص ہے اور خاص اس لئے ہے کہ کسی بھی شے کے علم میں اللہ تعالیٰ وسائل و ذرائع کا محتاج نہیں۔ بلکہ ہر شے اوّل سے ابد تک نحلاً وجزواً اس کے سامنے موجود ہے اس کے برخلاف حضور کو جو علم ملا۔ وہ وسائل اور ذرائع کے توسط سے ملا۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دکھانا مقصود تھا یا مناسب سمجھا۔ اس کے لئے ذرائع استعمال ہوئے ذرائع میں ملائکہ بھی شامل ہیں اور ایسی ایسی خاص قوتیں بھی ہیں جن کا کوئی نام ہم نہیں دے سکتے آج ریڈیائی لہریں دریافت کر لی گئی ہیں جو منٹوں میں کروڑوں میل کی خبر لاتی ہیں پھر کیوں نہ ہم اس طرح کی بلکہ ان سے زیادہ تیز رو اور قومی اشیاءاس کائنات میں موجود ہوں گی۔ جن کے ذریعہ اللہ نے منٹوں میں اپنے رسول کو آسمانوں کی سیر کرادی اور اس سیر میں حضور کی اپنی قوت یا ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔

انبیاء علیہم السّلام کو حواسِ خمسہ کے علاوہ بھی کوئی شے ایسی بخشی گئی تھی جس سے وہ مغیبات کا ادراک کر لیتے تھے بہر حال یہ بھی ایک وسیلے ہی کی حیثیت رکھتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ کے سوا جس نے بھی جو کچھ جانا وسائل کے توسّط سے ہی جانا اس سے ظاہر ہے کہ ہم نہ تو انبیاء علیہم السلام کی معنوی غیب دانی کے انکاری ہیں اور نہ اولیاء اللہ کے کشف وکرامات کو افسانہ سمجھتے ہیں بلا شبہ اولیاء اللہ کو صفائی قلب کے نتیجے میں بے شمار مغیبات کا ایسا علم ہوتا ہے جسے شہود کہا جائے تو غلط نہیں اور ان کی روحانی قوتیں کسی نہ کسی حد تک تصرّف کی استعداد بھی رکھتی ہیں یہ جتنی بھی صورتیں ہیں سب کے رد اور قبول کا پیمانہ ہم قرآن وسنت کو قرار دیتے ہیں اگر وہ قرآن وسنّت کے عطا فرمودہ عقائد ونظریات سے متصادم ہو تو ہم کسی امیر شاہ یا مولانا مناظر احسن گیلانی ہوں ہم مثل وحی تصوّر نہیں کریں گے کہ یہ حضرات ہمارے بزرگوں میں داخل ہیں۔ ہم بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ مولوی اشرف علی یا مولوی رشید احمد گنگوہی

یا مولٰنا قاسم صاحب کی طرف جو بعض اقوال یا احوال منسوب کئے گئے ہیں جن سے شریعت انکار کرتی ہے تو یا منسوب کرنے والوں نے خطا کھائی یا پھر یہی حضرات تصوف کی راہ میں کہیں کہیں ان حدود سے باہر نکل گئے ہیں جنہیں انہی کے فتوؤں اور تقریروں نے معین فرمایا ہے۔

اس تبصرہ کو درج کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ علماء دیوبند اپنا چہرہ اپنے ہی آئینہ میں دیکھ لیں اگر خدا ہدایت دے تو علمائے دیوبند اور متعلقین اپنی اصلاح کرلیں اللہ تعالیٰ ان کی چشم ظاہری کے ساتھ نور بصیرت بھی عطا فرمائے تاکہ اپنوں اور بیگانوں۔ دوستوں اور دشمنوں کو پہچانیں اور مقامِ مصطفٰے اور عزت و عظمت و مصطفٰے کے قائل ہوسکیں۔ آمین یا رب العالمین۔

جوابِ تبصرہ۔ علامہ ارشد القادری

علامہ عامر عثمانی دیوبندی مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند نے علامہ ارشد القادری کی کتاب زلزلہ پر جو تبصرہ لکھا ہے اس کا اقتباس آپ نے پڑھ لیا ہے۔

علامہ عامر عثمانی نے اپنے عقائد و نظریات سے علمائے اہلِ سنت سے اختلاف کیا ہے۔ علامہ ارشد القادری نے اس کا جواب۔ جواب تبصرہ کے عنوان سے دیا ہے اس کا اقتباس بھی پیشِ خدمت ہے۔ آپ اسے بھی پڑھیں۔

جواب تبصرہ کی خصوصی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

بارِ خاطر نہ ہو تو ذیل کی معروضات ملاحظہ فرمائیں جو آپ کے تبصرہ کے مطالعہ کا ایک تنقیدی جائزہ ہے۔ یقین جانیے کہ اس کے پیچھے کسی قلمی پیکار کے آغاز کا قطعاً کوئی جذبہ نہیں ہے۔ نیک نیتی کے ساتھ میں اپنے ذاتی واردات سے اس لئے آپ کو مطلع کر رہا ہوں تاکہ آپ اپنے تبصرہ کے بعض حصوں سے متعلق میرے ردِ عمل کا

اندازہ لگا سکیں۔

آپ نے اپنی جماعت کے اکابر پر میرے عائد کردہ الزامات کی صفائی میں تصوف کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

مرحوم علمائے دیوبند صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ صوفی اور شیخ بھی تھے۔ تصوف کتنا محتاط کیوں نہ ہو وہ اپنے ساتھ کشف و کرامت اور تحیرات اور تصرفات کے طلسم خانے ضرور لاتا ہے۔ تجلی ڈاک نمبر بابت ماہ مئی ۱۹۷۳ء دیوبند ص ۹۳

اور تصوف کی مذمت کا سلسلہ اسے حصے پر آکر تمام ہوا ہے۔ اور قرآن وسنت کو معیار بنانے والے ناقدین کی زبانیں یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کہ تصوف نشہ ہے۔ شریعت کا دشمن ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق تصوف شریعت کا اس لئے دشمن ہے کہ وہ کشف و کرامت و تحیرات و تصرفات کے طلسم خانے اپنے ساتھ ضرور لاتا ہے۔ لیکن اسی مضمون میں دو ہی تین صفحے کے بعد آپ کے قلم سے جو یہ عبارت صفحۂ قرطاس پر ثبت ہوتی ہے اس میں بھی تو یہ طلسم خانہ اپنے پورے سازوسامان کے ساتھ موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ہم نہ تو انبیاء علیہم السلام کے لغوی غیب دانی کے انکاری ہیں۔ نہ اولیاء اللہ کے کشف و کرامت کو خالص افسانہ تصور کرتے ہیں۔ بلاشبہ اولیاء اللہ کو صفائی قلب کے نتیجے میں بے شمار مغیبات کا ایسا علم ہوتا ہے جسے شہود کہا جائے تو غلط نہیں اور ان کی روحانی قوتیں کسی نہ کسی حد تک تصرف کی استعداد بھی رکھتی ہیں۔

تجلی ص ۹۷

آپ کی اس تحریر کے بموجب جب اولیاء اللہ کا کشف و کرامت افسانہ نہیں بلکہ امرِ واقعہ ہے اور صفائے قلب کے نتیجہ میں بے شمار مغیبات کا علم بھی ان کی مدرکۂ قدسیہ کا ایک جانا پہچانا معمول ہے اور روحانی قوتوں کے ذیل میں تصرفات کی استعداد

بھی ان کا ایک قرار واقعی وصف ہے۔

تو پھر یہ بتایا جائے کہ غریب تصوّف پر اب شریعت دشمنی کا الزام کیونکر درست ہے البتہ شریعت کا دشمن ہی کسی کو قرار دینا ہے تو اسے کیوں نہ قرار دیا جائے جو اولیاء اللہ کی ذات میں یہ طلسم خانہ بطورِ امر واقعہ تسلیم کرتا ہے اور تصوّف کو موقعہ دیتا ہے کہ وہ اس کا اشتہار کرے۔ قرآن وسنت کو معیار بنانے والوں میں آپ کی جو ممتاز حیثیت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ اس لئے آپ کے متعلق یہ شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے اولیاء اللہ کے حق میں کشف وکرامت اور تصرف غیب دانی سے متعلق اپنے جس مثبت عقیدے کا اظہار فرمایا ہے وہ قرآن وسنّت کے عین مطابق اور شریعتِ اسلامی کا عین مطلوب ہے۔

میری جسارت معاف فرمائیں تو عرض کروں گا کہ یہاں پہنچ کر بات الٹ گئی اب شریعت کا دشمن تصوّف نہیں رہا۔ کیونکہ وہ جو کچھ بھی اپنے ہمراہ لاتا ہے۔ وہ تو شریعت کا عین مطلوب ہے جب صورتِ حال یہ ہے تو اب آپ ہی بتایئے کہ جو اسے شریعت کا دشمن کہتا ہے اسے کیا کہا جائے۔

یہاں تو آپ نے انبیاء کے حق میں لغوی غیب دانی کا اعتراف کیا ہے۔ لغوی غیب دانی سے آپ کی کیا مراد ہے اُسے تو آپ ہی بتائیں گے لیکن عام مخلوق کے لئے بے قید علم غیب کے اعتراف میں آپ کے قلم سے نکلی ہوئی ایک اس سے بھی زیادہ واضح عبارت میرے پیش نظر ہے۔

ملاحظہ فرمایئے: انبیاء کو اگر بعض غیب کی باتیں معلوم ہوئیں تو ان کا ذریعہ وحی یا الہام یا القا تھا۔ اور ہم لوگوں کا ذریعہ علم الحساب، قیاس، منطق اور ہیئت وغیرہ ہے۔ یہ فرق ذرائع کا فرق ہے۔ اصل واقعہ دونوں جگہ موجود ہے۔ یعنی غیب کا علم جو واقعہ ابھی پیش نہیں آیا کل پرسوں پیش آئے گا وہ فی الحال غیب ہی ہے۔ لہٰذا

بجزوی معنیٰ میں ہم سب بفرقِ مراتب عالم الغیب ہیں۔ تجلی دیوبند باب الاستفسار ستمبر ۱۹۶۶ء

اس عبارت پر فکر واعتقاد کے مختلف گوشوں سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ انبیاء واولیاء کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی لفظ عالم الغیب کے اطلاق کو خدا کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور غیر خدا پر اس لفظ کا اطلاق حرام قرار دیتے ہیں۔

لیکن آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں نہ صرف یہ کہ بے قید علمِ غیب کا عقیدہ جملہ مخلوقات کے حق میں تسلیم کرلیا ہے بلکہ لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی خصوصیت بھی خدا کے ساتھ باقی نہیں رہنے دی۔

یہی بات اگر تصوف کی زبان سے ادا ہوتی تو نہیں کہہ سکتا کہ اس غریب کی پشت پر کتنے تازیانے برستے لیکن وہی بات آپ فرمارہے ہیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کتاب وسنّت کے معیار سے ہٹ گئے۔ تصوف کو علی الاطلاق شریعت کا دشمن کہتے ہوئے آپ کو یہ ضرور محسوس کرنا چاہیئے تھا کہ اس عملے کی ضرب کہاں پڑے گی میں یقین کرتا ہوں کہ آپ یہ دعویٰ کبھی ثابت نہیں کرسکیں گے کہ امام الطائفہ حضرت خواجہ حسن بصری سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تک جن جن بزرگوں نے تصوف کی آبیاری کی ہے وہ قرآن وسنت کو معیار بنانیوالے نہیں تھے اور انہوں نے یکے بعد دیگرے صدیوں تک شریعت کے ایک دشمن کو اپنے سینے سے لگائے رکھا تھا۔ واضح رہے کہ چند جاہل اور مکار صوفیوں کے غلط کردار کی بنیاد پر تصوّف کو شریعت کا دشمن کہنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے چند عیار اور بد الخواص علماء کے غلط کردار کی بنیاد پر ہر کوئی علم دین ہی کو شریعت کا دشمن سمجھنے لگے۔

تصوف کی مذمت پر اپنے دل کی بے چینیوں کے اظہار کے بعد اب ایک

دلچسپ مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کرتا ہوں۔ اور آپ سے آپ ہی کے خلاف انصاف چاہتا ہوں میرا اپنا گمان ہے کہ آپ کے لئے تاریخ صحافت میں شائد یہ پہلا موقعہ ہوگا۔ جب آپ خود اپنے خلاف قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس کریں گے۔

بات کسی جاہل بے دین صوفی کی نہیں جو قبوری شریعت پر ایمان رکھتا ہے بلکہ آپ جیسے تصوف دشمن اور توحید پرست عالم کی ہے۔ جو کتاب وسنت ہی کو معیار حق سمجھتا ہے اور بات بھی کشف وکرامت، غیب دانی اور تصوف کی نہیں جسے غیراللہ کے حق میں آپ بھی تسلیم کرچکے ہیں بلکہ بات اس سجدۂ نیاز کی ہے جس کا غیراللہ کے حق میں حرام ہونا ہمارا اور آپ دونوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔

بات کئی سال پیشتر کی ہے شاید آپ کے حافظے میں موجود ہو ورنہ تجلّی بابت ماہ فروری ۱۹۶۳ء کا فائل نکالئے اور اس کے صفحہ ۵۴ پر نظر ڈالیئے۔

آپ کے ایک مضمون کی بابت شاید کسی نے آپ کو لکھا تھا کہ آپ نے مولٰنا مودودی پر چوٹ کی ہے۔

اس کے جواب میں آپ کے قلم نے آپ کے مجروح جذبۂ عقیدت کی جو تصویر اتاری تھی وہ یہ ہے وہ شخص مولٰنا مودودی پر کیا چوٹ کرے گا۔ جس نے مولٰنا موصوف کی خداداد عظمت وعبقریت کے آستانے پر دن کی روشنی میں سجود نیاز لٹائے ہوں۔ تجلّی دیوبند فروری ۱۹۶۳ء صـ ۵۴

یقین کیجئے بات کسی صوفی اور شیخ کی ہوتی تو ہم اپنے دل آزردہ کو سمجھا لیتے کہ تصوف چونکہ نشہ ہے شریعت کا دشمن ہے اس لئے صوفی اگر خدا کا آستانہ چھوڑ کر اپنے کسی ممدوح کے آستانے پر سجودِ نیاز اٹھاتا ہے۔ تو اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں کیونکہ نشے میں بہک جانا تو انسان کی سرشت ہے اور جب سُود و زیاں کا شعور ہی سلب ہوگیا ہو تو کسی گناہ کے ارتکاب کے لئے رات کی تاریکی اور ان کا

اُجالا دونوں برابر ہیں۔

لیکن اس حادثے کا سب سے بڑا ماتم تو یہ ہے کہ مولٰنا مودودی کے آستانے پر سجدہ ریز پیشانی کسی بدمست صوفی کی نہیں کسی قبر پرست مجاور کی نہیں بلکہ نظام شریعت کے ایک عظیم محتسب کی ہے۔ اور کتاب وسنت کو معیار بنانے والے وقت کے سب سے بڑے نقّاد مولٰنا عامر عثمانی کی ہے۔

وہاں تو مرحوم علمائے دیوبند۔ صوفی اور شیخ تھے اس لئے سارا الزام تصوّف کے سر ڈال کر بات رفع دفع کردی گئی۔ لیکن یہاں غیرتِ اسلامی پوچھتی ہے کہ عقیدۂ توحید کے اس تازہ خون کا الزام کس کے سر ڈالا جائے۔

اور پھر غیراللہ کے آستانے پر سجدۂ نیاز کا یہ واقعہ ایک ہی بار کا نہیں ہے کہ اسے اتفاقی حادثہ کہہ کر بات رفع دفع کر دیجئے۔ بلکہ کچھ ہی عرصہ کے بعد پھر مولٰنا عامر عثمانی کی پیشانی پہ دوسرے آستانہ پر سجدہ ریز دیکھتے ہیں۔ بہت ممکن ہے یہ واقعہ بھی آپ کے حافظے سے نکل گیا ہو اس لئے یاد دلائے دیتا ہوں۔

تجلّی کا حاصل مطالعہ نمبر اگر آپ کے فائل میں ہو تو اُسے کھولیئے اور مولٰنا وحیدالدین خان صاحب کی کتاب۔ علم جدید کا چیلنج پر آپ اپنا یہ تبصرہ پڑھیئے۔

اور آج جبکہ ان کی تازہ کتاب کو خدمتِ حق کا ایک انمول نمونہ تصور کرتے ہوئے ہم اپنے قلم کی جبینِ نیاز ان کی بارگاہ میں جھکا رہے ہیں تو یہ سجدۂ بے اختیار ان کی ذات کو نہیں اس حق کو ہے۔ جس کے آگے پوری کائنات سجدہ ریز ہے تجلّی صـ۱۰

اپنے کسی ممدوح کی بارگاہ میں سجدۂ بے اختیار کے جواز کے لئے یہ دلیل اگر قابل قبول ہو تو مزار کی چوکھٹ کا بوسہ لیتے ہوئے بدمست صوفی بھی تو یہی کہتا ہے کہ میری جبینِ عقیدت کا یہ خراج صاحب مزار کی ذات کو نہیں بلکہ اس جلوۂ حق کو ہے جس کے آگے خواہی نخواہی ساری کائنات سجدہ ریز ہے۔

پھر انصاف کا خون ہی تو یہ کہلائے گا کہ ایک ہی دلیل آپ کے حق میں صرف اس لئے قبول کر لی جائے کہ آپ تصوف کے دشمن ہیں اور صوفی کو اس لئے دار پر چڑھایا جائے کہ وہ غریب تصوّف کا حامی ہے آپ نے ایک نہایت دل آویز اور حکیمانہ نصیحت مجھے تحریر فرمائی ہے۔

ایمان و اسلام کے سرچشمے قرآن وسنت ہیں نہ کہ کسی شیخ طریقت کے اقوال و اعمال۔ اس سے قبل کہ ہم شاہ عبد القادر جیلانی یا خواجہ اجمیری یا فلاں اولیا و اقطاب کے حال و قال پر وجد کریں اور عقائد کے لئے ان سے دلائل و قرائن نکالیں۔ ہمیں خالی الذہن ہو کر اللہ اور رسول کے ارشاداتِ عالیہ کو مرکز فکر بنانا چاہیئے۔ تجلّی ص ۹۹

یاد آتا ہے مولانا مودودی نے اسی طرح کے خیال کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن وسنّت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

بُرا نہ مانیئے۔ تو عرض کروں کہ سنّتِ رسول سے منحرف کرنے کے لئے جس اسپرٹ میں منکرین حدیث گفتگو کیا کرتے ہیں۔ اور ائمہ مجتہدین کے ساتھ ہماری ذہنی وابستگی کے خلاف۔ اہلِ حدیث حضرات نے جو شیوہ اختیار کر رکھا ہے۔ کم و بیش وہی طریقہ اکابر امت سے ہمیں بے تعلق کرنے کے لئے آپ حضرات استعمال فرما رہے ہیں۔

جہاں تک قرآن وسنت اور اللہ و رسولؐ کے ارشاداتِ عالیہ کو مرکز فکر بنانے کا سوال ہے تو اس حقیقتِ کبریٰ سے کِسے انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن دراصل بحث قرآن وسنّت کے الفاظ و عبارت میں نہیں۔ ان کے مدلولات و مفاہیم میں ہے۔ غیر منصوص مسائل میں دلائل کے استخراج اور نصوص کے معانی و مطالب کی تعین کا مرحلہ بغیر اشخاص و رجال کی رہنمائی کے کیونکر طے پا سکتا ہے خود مولانا مودودی نے بھی تو تفہیم القرآن اور تفہیم الحدیث تصنیف کر کے یہی

خدمت انجام دی ہے۔ اور آپ بھی تجلّی کے باب الاستفسار میں ہر ماہ یہی فریضہ انجام دیا کرتے ہیں۔

پھر یہ کتنے قلق کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ حضرات ماضی کے اشخاص کے لئے یہ حق تسلیم نہیں کرتے کہ ان سے کوئی دین سمجھے۔ دوسری طرف کتابیں تصنیف فرما کر خود اپنی بابت ہم سے یہ حق تسلیم کرانا چاہتے ہیں کہ دین سمجھنے کے لئے ہم آپ کی طرف رجوع کریں ظاہر ہے کتابوں کی تصنیف یا مسائل کے جواب میں ورق کے ورق سیاہ کرنے کا مدعا ماسوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ دین سمجھنے کے لئے لوگ آپ کے ارشادات پر عمل کریں۔

پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن وسنّت کی تفہیم اور دین کی تشریح کے سلسلے میں مولانا مودودی کی فکر و صوابدید پر اعتماد کر کے یا سائل کے جواب میں آپ کے رشحاتِ قلم پر بھروسہ کر کے اگر ہم قرآن وسنّت کے تارک نہیں قرار دیئے جا سکتے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ چند صدی پیچھے ہٹ کر قرآن وسنّت کی تفہیم اور اسلام کی تشریح کے سلسلے میں اگر ہم ماضی کے اشخاص کی اصابت رائے پر اعتماد کر لیں تو ہم پر قرآن وسنت سے انحراف کا الزام کیونکر عائد ہو جائے گا۔ آخر تجلّی کے اسی ڈاک نمبر میں آپ ہی کے قلم سے تو یہ تحریر ثبت ہوئی ہے کہ تمام دوسرے مسلمانوں کی طرح احناف بھی قرآن وسنّت ہی کو معیار مانتے ہیں ان کا ایمان یہ ہے کہ سوائے خدا و رسول کے کسی کا اتباع واجب نہیں فقہا کی تقلید خدا و رسولؐ ہی کے احکام تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ تجلّی ص ۲۶

کتنی عجیب بات ہے کہ جس طنز کا جواب آپ نے اپنی اس تحریر کے ذریعے کر ایک قابل تحسین خدمت انجام دی ہے وہی طنز ہم پر دہراتے ہوئے آپ کو ذرا بھی زحمت پیش نہیں آئی۔ کاش آپ کا قلم حقائق کی تعبیر میں شیوۂ آداب کا بھی لحاظ

رکھتا تو یقین کیجئے کہ آپ کے قلمدان کے بجائے مومنین کے قلوب میں اس کے لئے جگہ ہوتی ۔

خدا شاہد ہے کہ میرے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میں دیوبندی علماً سے اپنے عقائد کی سند حاصل کروں گا۔ بلکہ میرا مدعا صرف اتنا تھا اور ہے کہ دیوبندی علماء جو توحید وسنت کے تنہا اجارہ دار بن کر دوسروں کو مشرک سمجھتے ہیں انہیں دنیا کے سامنے اچھی طرح بے نقاب کر دیا جائے کہ اپنے کردار کے آئینے میں وہ خود کتنے بڑے مشرک ہیں۔ جیسا کہ اپنی کتاب کے شروع میں اس خیال کا اظہار کیا تھا۔

وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ

باب چہارم

وہابیہ دیوبندیہ تبلیغیہ

اس سے قبل کہ تبلیغی جماعت کا کردار اور ان کے عقائد تاریخی آئینے میں پیش کئے جائیں۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ جماعت اور تبلیغ کے سلسلے میں مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات پیش کئے جائیں جو آپ نے چودہ سو سال پیشتر نبوت کی دور بین نگاہوں سے بطورِ پیش گوئی ارشاد فرمائے۔

حدیثِ پاک میں ہے جو امام بخاری نے کتاب الفتن میں درج کی ہے جو اس کتاب کے شروع میں پیش کی گئی کہ حضور نے ملکِ شام اور یمن کے متعلق دعا فرمائی لیکن نجد کے متعلق فرمایا کہ وہاں سے شیطان یا شیطان کا سینگ نکلے گا اور زلزلے اُٹھیں گے۔

اسی طرح دوسری حدیث میں شریک بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ آخر زمانے میں ایک جماعت نکلے گی کہ جو قرآن پڑھیں گے۔ لیکن وہ ان کے حلق کے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ لوگ دائرہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔ ان کی خاص علامت سر منڈانا ہوگی وہ اس طرح گروہ در گروہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔[۱]

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ عن شریک ابنِ شہاب (مرفوعاً الیٰ ان قال) ثمّ قال یخرج فی آخر الزمان قوم کان ھٰذا منھم یقرءون القرآن لیجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ سیما ھم التحلیق لایزالون یخرجون حتیٰ یخرج آخرھم مع المسیح الدجال

ان کی علامت کیا ہوگی۔ عرب کے مشہور مؤرخ زینی دحلان مکی کی زبانی سیما ھم التحلیق ان یحلق رأسہ ولم یکن ھٰذا الوصف لاحد من الطائف الخوارج والمبتدعۃ الذین کانو من ھولاء یعنی آخری زمانے میں نکلنے والی جماعت کے پہچان کے سلسلے میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان کی خاص علامت

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰۹ [۲] الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۲۶۸ علامہ زینی دحلان مکی

سر منڈانا ہوگی۔ نجدی گروہ کے متعلق بالکل صراحت ہے کیونکہ سر منڈانا انہی لوگوں کا جماعتی شعار ہے۔ اس سے قبل خوارج اور بے دین فرقوں میں سے کسی فرقے کے اندر یہ علامت موجود نہیں تھی۔ تبلیغی جماعت کے مولوی منظور نعمانی کہتے ہیں اور ہم خود اپنے بارہ میں صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں [۱]

تبلیغی نصاب کے بانی مولوی زکریا صاحب کہتے ہیں کہ میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں [۲]

تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر اور مولوی الیاس کے فرزند اور جانشین مولوی محمد یوسف صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں تبلیغی جماعت کی مذہبی پالیسی کا ان لفظوں میں ذکر کیا ہے۔ ہمارا تبلیغی کام صرف عملِ صالح کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ اوّل ایمانی تحریک ہے اور بعد میں عملِ صالح۔ اب تک ۲۰ - ۲۵ سال کے تجربہ سے یہی معلوم ہوا کہ شرکیہ رسموں یعنی میلاد، قیام وفاتحہ وعرس وغیرہ اور گناہوں کے چھیڑنے سے لوگ رسموں اور گناہوں کو چھوڑتے نہیں۔ لیکن اگر ان کو ساتھ لے کر جماعتوں میں پھیر لیا جائے اور ان کے سامنے کلمہ طیب کا صحیح مطلب سامنے آتا ہے تو رسموں اور گناہوں کو خود بخود چھوڑتے ہیں۔ یہ ہمارا تجربہ ہے۔ [۳]

کفر ہی کفر۔ فتویٰ ہی فتویٰ

سیرت النبیؐ کی مشہور کتاب لکھنے والے علامہ شبلی نعمانیؒ اور دیوبندی مسلک کے ایک اور عالم میاں حمید الدین فراہیؒ کے بارے میں تھانوی صاحب کا ایک فتویٰ دیوبندی کے ایک عالم مولوی عبدالماجد دریابادی نے اپنی کتاب حکیم الامت میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

---

۱ سوانح مولانا یوسف کاندھلوی ص۱۹۰ ۲ ایضاً جلد نمبر ا ص۴۵ ۳ قلمی مکتوب عاشق الٰہی میرٹھی مدرسہ کاشف العلوم دہلی،

مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہوگیا ہے۔ اس کے مطابق مولانا شبلی نعمانی اور مولوی حمید الدین فراہی دونو کافر ہیں اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسۃ الاصلاح، مدرسہ کفر و زندقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد اور بے دین ہیں [۱]

یہ فتویٰ پڑھنے کے بعد جناب عبدالماجد دریا آبادی نے تھانوی صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا جس میں مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین فراہی کے بارے میں اپنی طرف سے صفائی پیش کی کہ یہ لوگ نمازی ہیں۔ یہاں تک کہ تہجد کے بھی پابند ہیں بڑے نیک اور عالم ہیں اس پر تھانوی صاحب نے جواب میں لکھا کہ یہ سب اعمال واحوال ہیں۔ عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال وافعال وفساد وعقائد کے احوال واعمال جمع ہوسکتا ہے [۲]

یہی تھانوی صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ بد دین آدمی اگر دین کی باتیں بھی کرتا ہے تو ان میں بھی ظلمت لپٹی ہوتی ہے۔ اس کے تحریر کے نقوش میں بھی ایک قسم کی ظلمت ہوتی ہے۔ اس لئے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہیئے [۳]

یہی تھانوی صاحب تبلیغی جماعت کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ جماعت ظاہراً نماز کلمہ سکھاتی ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کے اندر گمراہی اور ضلالت بھری ہوئی ہے۔

چنانچہ تبلیغی جماعت کے علماء کے حوالے ملاحظہ فرمائیے۔ براہین قاطعہ کے مصنف مولوی خلیل احمد کے خلیفہ تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس اور ان کے بیٹے محمد یوسف کے ساتھ ایک عرصہ تک کام کرنے والے ان کے خاص دیوبندی عالم عبدالرحیم شاہ فرماتے ہیں جو کام اہل علم کا ہے وہ ایسے لوگ انجام دینا چاہتے

---

۱ حکیم الامت ص۵۷ ۴۷ عبدالماجد دریا بادی، ۲ حکیم الامت ص۴۷۶ ۳ کمالات اشرفیہ ص۵۵
۴ حوالہ ایضاً ص۵۲

ہیں جو نہ صرف دین سے نا آشنا ہیں بلکہ اپنی جہالت اور اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے معاشرہ میں بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا[1]

یہی عبدالرحیم شاہ دیوبندی فرماتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جماعت کا یہ تجزیہ مجبوراً بادلِ ناخواستہ کر رہا ہوں اور دینی تقاضا اور ضرورت سمجھ کر۔ کیونکہ جب ان نابالغ مقتداؤں نے خطاب عام شروع کر دیئے جن کی شرعاً ان کو اجازت نہیں ہے اور انہوں نے اس کام کی افضلیت پر حد سے تجاوز کیا اور دوسرے دینی شعبوں کی کھلم کھلا تخفیف شروع کر دی اور ذمہ داروں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اب تک ان کو نہیں روکا یا وہ رکے نہیں تو ایسی صورت میں ذمہ داری کی بات ہے کہ حقیقتِ حال واضح کر دی جائے۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کتاب ہی نہیں اُتاری بلکہ ساتھ نبی کو بھی بھیجا۔ کیونکہ نبی ہی کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ تو کتاب کی سمجھ آتی ہے۔

یہی عبدالرحیم شاہ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کمپوڈر تک نہیں ہو سکتا۔ مگر لوگوں نے دین کو اتنا آسان سمجھ لیا ہے۔ جس کا جی چاہے وعظ و تقریر کرنے کھڑا ہو جائے کیا کسی سند کی ضرورت نہیں ایسے ہی موقعہ پر مثال خوب صادق آتی ہے۔ نیم حکیم خطرہ جان اور نیم مُلا خطرہ ایمان[2]

تبلیغی جماعت والے لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ تبلیغ کے لئے جب گھر سے نکلو گے کہ کتنا ثواب ہوگا۔ مگر یہ لوگ نہیں سوچتے کہ جس طرح ڈرائیونگ سے ناواقف شخص کو سٹیرنگ پر بٹھا دیا جائے تو تمام مسافروں کی جان خطرے میں پڑ جائے گی اسی طرح جاہل شخص کو تبلیغ کا منصب سپرد کر کے لوگوں کا ایمان محفوظ نہیں رہتا۔ اس لئے غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی ارشاد فرمایا کہ جب دین اُٹھ جائے گا تو

---

[1] حوالہ ایضاً ص۵۲ [2] اصول دعوت و تبلیغ ص۵۴

لوگ جاہلوں کو پکڑ لیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے اور وہ جاہل غلط مسئلے بتائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے[1]

یہ بھی فرمایا کہ پھر دین کا معاملہ جاہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ یعنی وہ نااہل ایسی باتیں کریں گے کہ لوگ تباہ و برباد ہوں گے۔ حضور علیہ السلام نے اسے قیامت کی نشانیوں میں سے قرار دیا۔ اب دیکھ لیجئے۔ تبلیغی جماعت والے بظاہر کلمہ و نماز کی پابندی کی بات کرتے ہیں مگر دین کی اصل سے وہ دور ہوتے ہیں۔ اس لئے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو تباہ کرتے ہیں۔ بے نمازی کی مضرت اسی کی ذات تک ہے اور دوسرے کی مضرت متعدی ہے جو پوری نسل کو تباہ کرتی ہے[2]

یعنی نماز نہ پڑھنے والا صرف اپنی ذات کا نقصان کرتا ہے اور نمازی ہو کر غلط عقائد کا پرچار کرنے والا پوری نسل کو تباہ کرتا ہے۔ اس کا نقصان اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ دماغی امراض کی طرح دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ مدرسہ دیوبند کے ایک اور اُستاد۔ اس تجویز، عوام میں کام کرنے کے لئے محمد الیاس صاحب کے طریقۂ کار اور تبلیغ کو اختیار کیا جانے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کی کتاب فضائل حج اور تبلیغ کے فضائل کا مصداق، تبلیغی جماعت کی تحریک کو قرار دینے کے بارے میں عبدالرحیم شاہ لکھتے ہیں۔ عجیب تضاد ہے کہیں تو اس کو سُنتِ نبوی قرار دیتے ہیں اور کہیں اس کا بانی اور محرک مولوی الیاس کو قرار دیتے ہیں[3]

مولوی الیاس کے برادر نسبتی احتشام الحق صاحب کاندھلوی، الیاس صاحب کے خاص معاون اور بچپن سے بڑھاپے تک کے ساتھی کی تحریر جو ضروری انتباہ کے عنوان سے کتاب زندگی کی صراطِ مستقیم کے آخر میں شائع کی ہے اسے ذرا توجہ سے پڑھئے۔ لکھتے ہیں۔

---

[1] بخاری و مسلم [2] اصول دعوت و تبلیغ [3] حوالہ ایضاً

نظام الدین (بستی) کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفہم کے مطابق نہ قرآن وسُنّت کے موافق ہے اور نہ مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن وحدیث ائمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں۔

مذکورہ عبارت کے جواب میں دیوبندی عالم محمود الحسن گنگوہی اور احتشام الحسن کاندھلوی کو لکھتے ہیں۔ میں اب تک یہی سمجھتا رہا ہوں کہ خرابیٔ صحت کی وجہ سے آپ نے کاندھلہ مستقل قیام فرمایا اور نظام الدین کا قیام ترک کر دیا اور اسی وجہ سے تبلیغی کام میں حصہ نہیں لے سکتے مگر اس ضمیمہ سے معلوم ہوا کہ حصہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تبلیغ دینی کام نہیں بلکہ مخرب دین جماعت ہے[1]۔

چشمہ آفتاب۔ کتاب کو مرتب کرنے والے عالم قمر الدین صاحب مظاہری اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی اس تحریک کی بانیوں میں سے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں تبلیغی جماعت پر تنقید کرتے ہوئے اس کو گمراہی کی طرف دعوت دینے والی جماعت قرار دیا ہے[2]۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے خط کا یہ جملہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت تھانوی صاحب کے بعض خلفا اور خواص اس (تبلیغی) جماعت کو پسند نہیں کرتے تھے۔

عبد الرحیم شاہ صاحب دیوبندی مزید لکھتے ہیں کہ صحیح عقائد ہی ذریعہ نجات ہیں۔ اعمال مدارِ نجات نہیں۔ قارئین کرام، خود دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے بڑے بڑے علماء کی تحریروں سے ان کی اصلیت آپنے ملاحظہ فرمائی ان کے لئے مزید فتویٰ دینے یا تبصرہ کی ضرورت نہیں حالات نے خود ان کے اپنے قلم سے ہی خود اِن کو غلط ثابت

---

[1] اصول دعوت وتبلیغ صفحہ ۱۵۰ [2] چشمہ آفتاب صفحہ ۷ محمود حسن۔ قمر الدین مظاہری

کر دیا۔ اب فیصلہ دیوبندیوں اور تبلیغیوں کو خود کرنا چاہیے۔ اگر یہ خود کو دُرست کہیں تو ان کے یہ سب بڑے غلط ثابت ہوتے ہیں اور اگر یہ اگر بڑوں کی بات درست قرار دیں تو یہ خود غلط ثابت ہوتے ہیں اور ان تمام تحریروں کے پڑھنے سننے والے ان تحریروں سے ہی نتیجہ نکالیں گے کہ یہ بڑے چھوٹے سب کے سب غلط جھوٹے اور مکار ہیں۔

ہم اہلسنت والجماعت (سُنّی) جن کو تبلیغی دیوبندی وغیرہ بریلوی کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس لئے بُرے ہیں کہ ہم ان کو انہی کی تحریروں کا آئینہ دکھاتے ہیں اور جب ان سے پوچھتے ہیں کہ دونو آوازوں میں کونسی آواز ٹھیک ہے تو یہ جواب دینے کے بجائے بدزبانی کرتے ہیں یہ مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی بنانے کے سوا اِن کے پاس اور کیا ہے۔ جس چیز کو دوسروں کے لئے ناجائز اور حرام کہتے ہیں۔ وہ اپنے لئے جائز اور حلال سمجھتے ہیں۔ یہ ایسے مجرم ہیں کہ جائز کو ناجائز سمجھنے اور کہنے کا جرم دوسرا ناجائز کہہ کر وہی کام کرنے کا جرم۔ یہ دنیا میں ہی عذاب الٰہی کا شکار ہیں۔

تبلیغی جماعت عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں

اسلام کی تبلیغ کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم عطا فرمایا ہے جہاں جائیں ان کی عزت ہوتی ہے انہیں بستر بچھا کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ بدبخت اور جماعت ایسی ہے کہ بستر بچھانے کے بجائے اُوپر اُٹھا کر سزا کے طور پر ہر وقت چلتے ہی رہتے ہیں۔

فوج کا قانون ہے کہ اگر سپاہی غیر حاضر ہو جائے یا ڈسپلن کی خلاف ورزی کرے یا حکم عدولی کرے تو اُسے کوارٹر گارد (فوجی جیل) میں بند کر دیتے ہیں چوبیس گھنٹے کے اندر آٹھ گھنٹے سزا کے طور پر بیس کلو کا وزن بطورِ (پٹھو) اس کے سر پر رکھتے ہیں پھر اُسے کہتے ہیں کہ اب ڈبل مارچ کرو۔ یہی سزا اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت والوں

کودی ہے کہ بدبختو بیس کلو کا وزن لو اور جگہ جگہ دھکے کھاؤ۔ مسجدوں میں جاکر ان کی بے ادبی کرو۔ رات کو مسجد میں سوتے ہیں۔ گندی ہوا نکال کر مسجد کو بدبودار کرتے ہیں۔ کئی بدبخت ناپاک حالت میں رہتے ہوں گے یہ اُن کے لئے عذاب مہین نہیں تو اور کیا ہے اسی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہتے ہیں۔ اسی کو دعوت دین اور اسلام کہتے ہیں۔

مندرجہ بالا عبارات ان علمائے کرام کی ہیں جن کا تعلق دیوبند سے ہے یا جو تبلیغی جماعت میں رہ چکے ہیں۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے کے مصداق تبلیغی جماعت کے خدوخال اور کردار دیکھ کر ہی پردہ اُٹھایا جاتا ہے۔

تبلیغی جماعت کے بانی

مولوی الیاس صاحب منصبِ رسالت پر

مولوی الیاس کی شخصیت کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔ تبلیغی جماعت کے دو مرکزی قائدین مولانا الوالحسن ندوی نے مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت کے نام سے موصوف کی مفصل سوانح حیات لکھی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ حتمی طور پر تو نہیں کہا جاسکتا کہ منصبِ نبوت ان کا آخری نشانہ ہے لیکن اس منصب کی طرف پیش قدمی ضرور کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد موصوف مولانا الیاس کا وہ واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ جو نزول وحی سے متعلق ہے۔ لکھتے ہیں۔

مولانا الیاس فرماتے تھے کہ جب میں ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا تھا۔ حضرت گنگوہی صاحب سے کہا تو حضرت تھرا گئے اور فرمایا کہ مولانا قاسم نے بھی یہی شکایت حاجی صاحب اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ سے فرمائی تھی تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لے گا۔[1]

---

[1] دینی دعوت و تبلیغ ص ۴۵

حالانکہ حاجی صاحب کا جواب یہ نہیں تھا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لے گا بلکہ اصل قصہ یہ ہے کہ مولانا قاسم نے جب حاجی صاحب سے یہ شکایت کی کہ جہاں تسبیح لے کر بیٹھا ایک مصیبت ہوتی ہے اس قدر گرانی جیسے سو سو من کے پتھر کسی نے رکھ دیئے۔ زبان و قلب سب بستہ ہو جاتے ہیں۔[1]

اس پر حاجی صاحب نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہ نبوّت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور یہ وہ ثقل ہے جو حضور علیہ السلام کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا۔ تم سے حق تعالیٰ کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے۔[2]

اب اس کی تفصیل کی روشنی میں مولانا ابوالحسن ندوی کے لکھنے کے مطابق معلوم ہوا کہ بعینہٖ یہی قصہ مولانا الیاس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یعنی ان کے قلب پر بھی نبوّت کا فیضان ہوتا ہے اور انہیں بھی (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نزولِ وحی کی گرانی محسوس ہوا کرتی تھی۔ یہاں تک تو پیغمبرانہ منصب کی طرف ایک خاموش پیش قدمی تھی۔ اب مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں میں ظاہر کئے جانے کا دعویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

ملفوظات الیاس کا مرتب اپنی کتاب میں ان کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کی تفسیر خواب میں یہ القا ہوئی کہ تم مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو (لاحول) خدا کی پناہ۔ آدمی جب بدبختی پر اُتر آتا ہے تو کیسی کیسی لرزا دینے والی جسارتیں کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

یہاں تک تو مولانا الیاس کی عظمت شان کے اظہار کا مثبت طریقہ تھا۔ اب دوسرا رُخ دیکھئے۔ اس نکتے سے آپ ناواقف نہ ہوں گے کہ دوسروں کی تنقیص کرکے بھی اپنی

---

[1] سوانح قاسمی جلد اول ص ۲۵۸، [2] سوانح قاسمی جلد اول ص ۲۵۹ [3] ملفوظات الیاس ص ۵۱ تبلیغی جماعت ص ۴۵

برتری کا اظہار کیا جاتا ہے۔

چنانچہ تبلیغی کارکنوں کا انبیاء کرام کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے ان کے نام اپنے ایک گشتی مراسلہ میں موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے تھے تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کریں۔ تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے [۱] (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

قسم ہے آپ کو جلالتِ خداوندی کی۔ ذرا اس عبارت کی اسپرٹ پر غور فرمائیے اور بے لاگ ہو کر فیصلہ دیجئے کہ کیا اس عبارت میں انبیاء کے مقابلے پر اپنے اور اپنے تبلیغی کارکنوں کی برتری کا جذبہ کارفرما نہیں ہے۔ دین کا وہ کونسا کام ہے جو خدا کی مشیّت کے بغیر وجود میں آتا ہو لیکن نہ کر سکنے والے کے مقابلے میں کر گزرنے والے کی برتری تو بہر حال ثابت ہو جاتی ہے اس لئے کہنے دیجئے کہ اس اہانت آمیز پیرایۂ بیان کا مقصد سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ جن انبیاء کرام کا حلقۂ تبلیغ سالہا سال کی جدوجہد کے بعد بھی چند افراد سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ان کے مقابلے پر آج کے ان تبلیغی کارکنوں کی برتری ثابت کی جائے جو اپنے لئے ایک عالم کو ہدایت یاب بنا چکے ہیں اور اس کے بعد انہیں اس ہلاکت خیز نخوت میں مبتلا کر دیا جائے کہ جو کام انبیاء سے بھی نہ ہو سکا وہ کام ہم کر گزرے۔

معاذ اللہ۔ ذرا سوچئے کہ کیا تنہا یہی آواز پوری تبلیغی جماعت کی ہلاکت کیلئے کافی نہیں ہے اور یہ بھی سن لیجئے کہ انبیاء کے مقابلے میں اُمتی کو آگے بڑھانے کا یہ جذبہ کچھ اتفاقی نہیں ہے کہ اسے قلم کی لغزش قرار دیا جائے۔ بلکہ ان حضرات کا مزاج ہی یہ ہے جیسا کہ مولانا الیاس کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب دیوبندی اپنی

---

[۱] ملفوظات، مکاتیب الیاس ص۱۰۶، ۱۰۷

ایک تقریر میں فرماتے ہیں۔ پیغمبروں کو عمل کی وجہ سے فضیلت نہیں۔ عمل کی وجہ سے فضیلت نہیں۔ عمل میں تو بعض دفعہ اُمتی پیغمبر سے بڑھ جاتے ہیں [۱]

اب بالکل اسی طرح کا عقیدہ اس گروہ کے امام مولانا قاسم صاحب بھی بہت پہلے اپنی کتاب تحذیر الناس میں تحریر فرما گئے ہیں۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں۔

انبیاء اگر اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں [۲]

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ مولانا الیاس سے لے کر مولانا حسین احمد اور مولانا قاسم تک سب کے حق میں مشترک طور پر قلم کی لگاتار لغزشوں کا تصور کیوں کر کیا جا سکتا ہے ایک ہی مذہبِ فکر کے بعض پیشواؤں کے لکھنے اور سوچنے کا ایک ہی انداز کیا واضح طور پر اس امر کی نشاندہی نہیں کرتا۔ درا صل قلم کا یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ بلکہ پیغمبروں کی تنقیص کی طرف ان حضرات کی ایک سوچی سمجھی اور منظم پیش قدمی ہے۔

گذشتہ صفحات میں تبلیغی جماعت کا مولانا الیاس کی طرف منسوب ہونا اظہر من الشمس ہو گیا اور یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ وہ کون تھے کیا چاہتے تھے اور کس طرح انہوں نے تبلیغ دعوت کے پردے میں پیغمبرانہ منصب کی طرف پیش قدمی کی ہے اور صرف پیش قدمی ہی نہیں کی بلکہ چھلانگ لگا کر انبیاء سے بھی آگے نکل جانے کی کوشش کی گئی ہے۔

دیوبندی اور تبلیغی منصب نبوّت پر

گذشتہ صفحات میں آپ رحمتہ اللعالمین کا مضمون پڑھ آئے ہیں کہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں کہ لفظ رحمتہ اللعالمین صرف حضور پر

---

[۱] اخبار مدینہ بجنور یکم جولائی ۱۹۵۸ء ص ۲ کالم ۳ [۲] تحذیر الناس ص۳

ہیں آتا بلکہ ہر نبی اور رسول مومنین بھی رحمۃ اللعالمین ہو سکتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ حضور بڑے رحمۃ اللعالمین ہیں اور باقی چھوٹے رحمۃ اللعالمین، حالانکہ

چودہ سو برس سے ساری اُمت کا یہ متفقہ عقیدہ رہا ہے کہ خدائے پاک نے قرآنِ پاک میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین کے لقب سے جو موصوف نے کیا ہے وہ انہی کے ساتھ خاص ہے۔ اب کائنات میں کوئی دوسرا رحمۃ اللعالمین نہیں ہو سکتا۔

لیکن گنگوہی صاحب کا کہنا ہے کہ رحمۃ اللعالمین کا وصف حضور کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے بھی رحمۃ اللعالمین ہو سکتے ہیں۔ انہی کے الفاظ میں یہ عبارت پڑھیئے۔ کسی نے ان سے سوال کیا کہ لفظ رحمۃ اللعالمین۔ مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا ہر شخص کو کر سکتے ہیں۔ جواب میں فرمایا۔ لفظ رحمۃ اللعالمین صفتِ خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے[1]۔

اور حیرت میں ڈوب کر یہ عبارت بھی پڑھیئے کہ گنگوہی صاحب کا یہ جواب۔ جواب تک ہی نہیں رہا۔ بلکہ انہوں نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا۔

جیسا کہ اشرف السوانح کا مصنف تھانوی صاحب کے متعلق لکھتا ہے۔ دل تھام کر یہ عبارت پڑھیئے۔ حضرت والا (تھانوی صاحب) کی سراپا رحمت شخصیت پر بلا مبالغہ وکفی باللہ شہیداً کا لفظ صادق آتا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) جب سے حضرت گنگوہی صاحب نے شیخ العرب والعجم حاجی صاحب یعنی اپنے پیر و مرشد کو بعد وفات حضرت حاجی صاحب ممدوح کو یاد فرمایا تھا۔ یعنی بار بار فرماتے تھے۔ ہائے رحمۃ اللعالمین ہائے رحمۃ اللعالمین[2] معاذ اللہ

سرکار رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وصفِ خاص میں پے بہ پے

---

[1] فتاوی رشیدیہ نیا ایڈیشن ص۱۲ سابقہ جلد ۲ ص۹ [2] اشرف السوانح جلد نمبر ۴ ص۱۵۳

اشتراک کے دعوے پہلے تو گنگوہی صاحب نے اپنے پیر کو رحمۃ العالمین کہہ کر پکارا اور اب اشرف السوانح کا مصنف خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ رحمۃ اللعالمین کا لقب تھانوی صاحب پر بھی بلا مبالغہ صادق آتا ہے اور غضب تو یہ ہے کہ ظالم اس لفظ کے اطلاق میں مبالغہ بھی تسلیم نہیں کرتا۔ مدعا صاف ظاہر ہے کہ تھانوی صاحب واقعی رحمۃ اللعالمین ہیں اور پھر بارگاہ خداوندی میں اس ملعون کی جسارت بھی ملاحظہ فرمایئے کہ حبیب خدا کی بے حرمتی اور اس کے ساتھ تھانوی صاحب کی ہمسری پر خدا کو گواہ بنا رہا ہے۔

آسمان تیری قبر پر آگ برساتا رہے

خدا کی پناہ۔ حبیبِ خدا کی شانِ یکتائی پر اس سے زیادہ سنگین حملہ اور کیا ہو سکتا ہے یہاں پر اگر رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفادار اُمت ذرا بھی عشق و ایمان کی غیرت رکھتی ہے تو وہ اپنے آقا کی حرمتوں کے خلاف تبلیغی جماعت کے ان شرمناک منصوبوں کو خاک میں ملا دے۔ تبلیغی جماعت والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آج بھی رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے اپنی جان کا نذرانہ دینا جانتے ہیں۔ جیتے جی وہ دنیا میں کوئی دوسرا رحمۃ اللعالمین نہیں بننے دیں گے[1]

خرافات ہی خرافات

چودہ سو برس سے اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ جو بدبخت کسی صحابی رسول کو کافر کہے وہ قطعاً اسلام سے خارج ہے لیکن گنگوہی صاحب کا کہنا ہے کہ اسلام سے خارج ہونا تو بڑی بات ہے وہ اہلِ سُنّت والجماعت سے بھی خارج نہ ہوگا۔ اب انہی گنگوہی صاحب کے یہ الفاظ اور عبارت ملاحظہ فرمائیں کہ جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی

---

[1] اشرف السوانح جلد ۳ ص۱۵۳

تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ گناہ کے سبب اہلِ سُنت سے خارج نہ ہوگا[1] یہ منافقانہ انداز نہیں تو اور کیا ہے :

اَب آپ ہی انصاف سے کہیئے کہ گنگوہی صاحب کا یہ سیاہ کارنامہ ایک حق پرست مسلمان کو لرزا دینے کے لئے کافی نہیں۔ کون بدنصیب مسلمان ہے جو ایمان کی غیرت رکھتے ہوئے صحابۂ کرام کے اسلام پر اس ناپاک حملے کو برداشت کر سکے گا۔

حملے پہ حملہ

محرم میں ذکر الشہادتین امام حسنین کریمین کی کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو تب بھی سبیل لگانا شربت پلانا۔ چندہ سبیل اور شربت دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہے[1]

آج ہندو پاک میں کون سی مسلم آبادی ہے۔ جہاں عاشقانِ اہل بیت یہ کام نہ کرتے ہوں تو معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک حرام ہے۔ آگے اور شوشہ سُنیئے اور سر دھنیئے۔

منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجنا درست نہیں ہے یہ سود (ربطہ) میں داخل ہے[2]۔

اب اس گرانقدر فتوئے میں ذرا حساب لگا کر بتائیے کہ ہندو پاک میں کتنے مسلمان ہوں گے جو سود کے اس گناہ کبیرہ سے محفوظ ہوں گے۔ یہ ہے تبلیغی جماعت کا ایمان اور کردار جس کا آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

آگے مزید سنسنی خیز حالات پڑھیئے۔ شانِ نبوت و حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں وہابیہ دیوبندیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثلِ ذات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانۂ

---

[1] فتاوی رشیدیہ جلد نمبر ۲ ص۱۴۱ [2] حوالہ ایضاً جلد نمبر ۳ ص۱۱۱ و ص۱۲۸

تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم دنیا والوں کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ہے[1]۔

وہابیہ کی زبان سے بارہا سُنا گیا کہ الصلوٰۃ والسلام کا نعرہ یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس ندا و خطاب پر کرتے ہیں[1]

وہابیہ خبیثہ کثرتِ درود و سلام پر خیر الامم و دلائل الخیرات و قصیدۂ بردہ اس کے پڑھنے اور اس کے ورد کرنے والے کو مکروہ جانتے ہیں[2]۔

مولانا حسین احمد نے اپنی کتاب شہابِ ثاقب میں وہابیہ نجدیہ پر جو فتوے اِن کے عقائد پر دیئے ہیں۔ وہ آپ نے پڑھ لئے۔ اَب یہی مولانا صاحب اپنی دوغلی پالیسی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ شاہ مسعود بن عبد العزیز جب ہندوستان کے دورے پر آئے تو انہی مولانا نے ۲۹ نومبر ۱۹۵۵ء کو جمعیتہ العلمائے ہند کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ اس سپاسنامے کا اقتباس کا حصہ آپ بھی پڑھیئے۔ آپ حیرت میں ڈوب جائیں گے۔ جس میں فرقہ وہابیہ خبیثہ گستاخ کی خدمت میں انہوں نے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے۔ اسی طرح خبیثہ کے ساتھ اپنی فکری یکجہتی اور مذہبی رفاقت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے انہیں ذرا بھی شرم نہ آئی۔ پھر باوثوق ذریعے سے ایسی دردناک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہابیوں نے مدینے پر حملہ شروع کر دیا ہے۔ جس سے مسجدِ نبوی کے قبے کو جس میں حضور کی قبرِ اقدس و اطہر ہے۔ صدمہ پہنچا ہے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی مسجد شہید کر دی گئی ہے[3]۔

اس لرزہ خیز خبر پر ہندوستان میں صفِ ماتم بچھ گئی اور جذبات کا ہیجان اس قدر طوفان خیز ہو گیا کہ اس وقت کی خلافت کمیٹی کو حالات کی تحقیقات کے لئے

---

[1] شہاب ثاقب ص۴۷ [2] شہاب ثاقب ص۶۵ [2] حوالہ ایضاً ص۶۶ [3] رپورٹ خلافت کمیٹی ص۳۰ تبلیغی جماعت ص۷۸

اپنا ایک نمائندہ وفد حجاز بھیجنا پڑا۔ خلافت کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق یہ وفد مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل تھا۔

سیّد سلیمان ندوی[1]، مولانا محمد عرفان[2]، مولانا ظفر علی خان[3]۔ سیّد خورشید حسن[4] اور مولانا عبدالماجد دریابادی کے علاوہ مسٹر شعیب قریشی بھی تھے۔

وفد نے یہاں پہنچ کر مسلمانانِ ہند کو اطلاع دی مکّہ مکرمہ میں جنّت المعلیٰ کے مزارات شہید کر دیئے گئے (مولد النبی) جس مکان میں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی توڑ دیا گیا ہے۔ لیکن نجدی حکومت نے یقین دلایا ہے کہ وہ مدینے کے مزارات کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جائے گا[1]

پھر ایک سال بعد ۱۹۲۹ء میں حجاز پر نجدی حکومت کے جابرانہ اور قاہرانہ تسلّط سے پیدا شدہ حالات پر غور کرنے کے لئے جب مؤتمر عالم اسلامی کے نام سے موسمِ حج پر مکّہ میں ایک عالمی اجتماع منعقد ہوا۔ تو اس میں شرکت کے لئے خلافت کمیٹی کی طرف سے بھی ایک وفد وہاں بھیج دیا گیا۔

اس موقعہ پر وفد نے اپنے چشم دید واقعات و تأثرات کی جو رپورٹ بھیجی تھی اس کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔

۲۲ مئی کو اکبری جہاز ساحل پر لنگر انداز ہوا اس وقت سب سے پہلی جو وحشت ناک اور جگر گداز جو خبر موصول ہوئی وہ (مدینے پاک کے) جنت البقیع اور دیگر مقامات کے انہدام کی تھی۔ لیکن ہم نے اس خبر کے قبول کرنے میں تامل کیا اس لئے کہ سلطان ابن سعود خلافت کمیٹی کے دوسرے وفد کو تحریری وعدہ دے چکے تھے کہ وہ مدینہ منورہ کے مزارات کو اپنی اصل حالت پر رکھیں گے۔ لیکن جدہ پہنچ کر سب سے پہلے ہم نے ایک رکن شیخ عبدالعزیز سے جب اس خبر کی حقیقت دریافت

---

[1] رپورٹ خلافت کمیٹی ص۲۳

کی تو انہوں نے تصدیق کر دی اور یہ فرمایا کہ نجدی قوم بدعت اور کُفر کے استیصال کو اپنا فرض خیال کرتی ہے اور اس مسئلے میں وہ دنیائے اسلام کے مصالح کی کوئی پرواہ نہیں کرے گی۔ خواہ دنیائے اسلام خوش ہو یا ناراض[1]

بہر حال حالات و واقعات کچھ بھی ہوں سلطان بن عبدالعزیز کے تمام حتمی اور واجب الایفاء عہدوں کے باوجود مدینہ منوّرہ کے تمام قبّے گرا دیئے گئے۔[2]

زخم ہی زخم

یہی تھا نجدی قوم کا وہ فاتحانہ اقدام جس پر دیوبندی جمعیۃ العلمائے ہند کے موقعہ پر جلالۃ الملک سلطان بن عبدالعزیز کو مبارکباد کا تحفہ پیش کیا اور ان کے پاس اپنا خصوصی نمائندہ بھیج کر اپنے بھرپور اطمینان و مسرت کا اظہار کیا تھا۔ گویا تیرہ سو برس سے اُمتِ مرحومہ نے جن نقوشِ محبت۔ کو حوادثِ زمانہ کی نظر سے بچا بچا کر محفوظ کر رکھا تھا اور جن کے پُرکیف نظاروں سے عشق و ایمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوا کرتی تھیں وہ اِن باغیانِ رسالت کے دلوں میں کانٹوں کی خلش بن کر کھٹکتے رہتے تھے۔ اِن کے جلتے ہوئے دلوں کو اس دن مسرت و اطمینان کی گھڑی میسّر آئی۔ جس دن روئے زمین کی سطح سے عرفان و محبت کے یہ نقوش مٹا دیئے گئے ان کی خوشی کا قاصد اس لمحے کے انتظار میں رُکا ہوا تھا جب تک کہ رسول مجتبےٰ کے لاڈلوں کی خواب گاہوں کو قدموں کی ٹھوکروں سے روزانہ ڈالا گیا اور جب تک کہ دنیا کے اسی کروڑ مسلمانوں کی آنکھوں سے لہو کی بوندیں نہیں ٹپک گئیں۔ ان سیاہ بختوں نے اطمینان کا سانس نہیں لیا۔

اس مقام پر اپنے قارئین سے پوچھتا ہوں کہ خون کے رشتے کا درد محسوس کر کے بتائیے کہ آپ کے لختِ جگر کی قبر کے ساتھ اگر کوئی یہ سلوک کرے تو آپ کے دل کا کیا حال ہوگا۔

---

[1] رپورٹ خلافت کمیٹی ص۵۵

پھر صحرائے نجد کے جن درندوں نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادوں، شہزادیوں اور ازواجِ مطہرات وطاہرات اور ان کے محبوب صحابہ کی مقدس لاشوں پر تیشے چلائے گئے اور ان کے مزارات کی حرمتوں کو خاک وخون میں ملایا گیا۔ زندگی کے کسی لمحے میں بھی آپ انہیں معاف کر سکتے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر کی وہ تقریر جو حجازِ مقدس سے واپسی کے بعد انہوں نے دہلی کی جامعہ مسجد میں کی تھی۔ پڑھیے۔ میں خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں اور اس کو حاضر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے ابنِ سعود سے ذاتی عداوت نہیں نہ میری مخالفت ذاتی غرض پر ہے، جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہی کہوں گا اور صاف صاف کہوں گا خواہ اس سے کوئی جماعت خوش ہو یا ناراض۔

سلطان ابن سعود اور ارکانِ حکومت بار بار کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی رٹ لگاتے تھے۔ لیکن میں نے تو یہ پایا کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو دنیا کمانے کے لئے آلہ بنا رکھا ہے۔ جو لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں چوری کرتے ہیں برا کرتے ہیں لیکن جو لوگ قرآن وحدیث کو آلہ بنا کر دنیاوی حکومت حاصل کرتے ہیں چوروں ڈاکوؤں سے بھی برا کرتے ہیں لے

تبلیغی جماعت کے سلسلے میں ایک خط اور اس کا جواب

جمشید پور، ۱۵ر فروری ۱۹۵۴ء، مکرم بندہ۔ ماہو المسنون گذارشِ خدمت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے نام سے جو ایک نیا گروہ چند سال سے پیدا ہوا ہے۔ جس کے بانی مولوی الیاس تھے۔ آج کل ان کی جگہ پر ان کے بیٹے مولوی محمد یوسف کاندھلوی امیر جماعت کا کام کرتے ہیں۔

لے مقالات محمد علی جلد اول صفحہ ۹۶-۹۵

ایک دو سال سے جمشید پور میں بھی اس جماعت کا اثر پھیل رہا ہے اور چند آئمہ مساجد بڑی اور سرگرمی کے ساتھ اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا یہاں کے چند سنی صحیح العقیدہ افراد تبلیغی جماعت میں شریک ہوئے تھے اور اس جماعت کے پروگرام کے مطابق ان لوگوں کو بھی بستی نظام الدین دہلی کے مرکز میں جانے کا اتفاق ہوا وہاں جا کر انہیں معلوم ہوا کہ یہ تو بدعقیدہ لوگ ہیں۔ مزاراتِ اولیاء، عرسوں، نذر ونیاز وغیرہ کے مخالف ہیں تو اس کے بعد یہ لوگ تبلیغی جماعت سے علیحدہ ہوگئے۔ آپ چونکہ تبلیغی جماعت کے مرکز سے بہت قریب رہتے ہیں۔ اس لئے اس جماعت کے مذہبی عقیدوں سے آپ یقیناً باخبر ہوں گے ازراہِ کرم صحیح حالات سے مطلع فرما کر شکر گزار بنائیں۔

ایک سائل خواجہ حسن نظامی اور درگاہ نظام الدین کے جنرل سیکرٹری پیر سید ظہور حسن نظامی

جواب من جانب خواجہ حسن نظامی

۲۵ فروری ۱۹۵۴ء، محبی سلام علیکم، خط ملا، بہت خوشی ہوئی، مولوی الیاس مرحوم میرے ساتھ گنگوہ میں پڑھتے تھے جبکہ ان کے بھائی مولوی محمد یحییٰ صاحب، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے زیرِ اثر تعلیمی کام کر رہے تھے۔ مولوی الیاس کے والد مولانا اسماعیل صاحب مرحوم سے میں نے آٹھ برس کی عمر سے تعلیم پائی تھی۔

یہ ٹھیک ہے کہ یہ سب لوگ درگاہوں، عرسوں اور نذر ونیاز کے مخالف ہیں۔ اور جب سے مولوی محمد یوسف صاحب نے جماعت بندی کی ہے ہر جمعرات کو بکثرت لوگ آتے ہیں جو درگاہوں کے مخالف ہیں۔ چنانچہ ایک سال ہوا اس جماعت کے نو آدمی روضہ شریف کے اندر جوتیاں لے کر چلے گئے ہیں۔ اس پر لڑائی ہوئی اور فریقین کے زخمی مردوں اور عورتوں کو پولیس میرے پاس لائی اور میں نے دونوں

ہیں صلح کرادی ۔ ورنہ دونوں جیل جاتے ۔ بہرحال اس خاندان کا شاگرد ہوں مگر ان کے عقائد کا مخالف ہوں۔

منجانب :۔ مخلص حسن نظامی

جنرل سیکرٹری جماعت نظامیہ درگاہ نظام الدین دہلی کا جواب

محب الفقراء السلام علیکم :۔ مزاجِ گرامی، آپ کا گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ آپ نے جس جماعت کے متعلق استفسار فرمایا ہے وہ ہمارے صوفیا عقائد کی منکر ہے۔ مزارات اولیاء اللہ کے انہدام کو ثواب اور نذر و نیاز اور فاتحہ، میلاد شریف، عرس وغیرہ کو حرام سمجھتی ہے اس جماعت سے علیحدہ رہنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ عقائد خراب کرنا اور لوگوں کو تبلیغ اسلام کے نام پر بدمذہب اور گمراہ کرنا ان کا اول اصول اور فرض ہے۔

دعاگو : سید ظہور حسن نظامی عزیزی - دہلی

گذشتہ صفحات میں آپ دیوبندی عالم مولانا عبدالرحیم شاہ صاحب جو مولانا الیاس اور ان کے بیٹے مولوی محمد یوسف صاحب کے ساتھ تبلیغی جماعت کے لئے زندگی کا بیشتر حصہ گذارا انہوں نے تبلیغی جماعت کے خلاف جن خیالات کا اظہار کیا ہے آپ پڑھ چکے ہیں لیکن علمی طور پر جو ان پر گزری وہ اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ قصبہ تاولی ضلع مظفر نگر۔ یوپی میں مدرسہ حسینیہ نام کا ایک دیوبندی مدرسہ ہے وہاں ۲۶ فروری ۱۹۶۶ء کو ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں دیوبندی فرقے کے اکثر مشاہیر شریک ہوئے اور کم و بیش سارے شرکاء نے اپنی اپنی تقریروں میں تبلیغی جماعت پر کھل کر تنقیدیں کیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس موضوع پر مولوی عبدالرحیم شاہ نامی ایک دیوبندی فاضل کی تقریر بہت زیادہ مبسوط اور دھماکہ خیز تھی۔ دیوبندی حلقے میں تبلیغی جماعت کے ساتھ موصوف کی وہ تقریر اتنی گرانقدر اور اہم سمجھی گئی کہ اصول دعوت و تبلیغ کے نام سے الجمعیتہ پریس دہلی سے چھپ کر کتابی شکل میں شائع ہوگئی

اس کتاب کے مرتب مولانا نور محمد چندینی۔ نام کے ایک دیوبندی فاضل ہیں۔ موصوف مولانا عبدالسبحان میواتی کے معتمد خاص ہیں۔ جو علاقہ میوات میں تبلیغی جماعت کے بہت بڑے مقتدا تھے۔

جیسا کہ مولانا ابوالحسن ندوی اور مولوی محمد یوسف کے سوانح نگار نے اپنی اپنی کتابوں میں انہیں جماعت کا سرخیل اور استاد عربی لکھا ہے۔

اتنی تمہید کے بعد اب کتاب۔ اصول دعوت و تبلیغ کی اہمیت و مقبولیت اور اس کی طلسم کشائی کا اندازہ لگانے کیلئے ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا یہ اداریہ پڑھئے۔[1] مدیر موصوف لکھتے ہیں۔ ہمارے پاس۔ اصول دعوت و تبلیغ کے نام سے ایک رسالہ تبصرہ کے لئے آیا ہے جس کے مصنف مولوی عبدالرحیم شاہ۔ بارہ ٹوٹی صدر بازار دہلی۔ ہیں اس کا کافی حصہ اس بحث پر مشتمل ہے کہ تعلیماتِ قرآن وسنت سے صحیح واقفیت کی بنا پر اُمتِ اسلامیہ کی رہنمائی و ہدایت کا حق علماء کو پہنچتا ہے اس کے بعد تبلیغی جماعت کے اندرونی نظام عمل کے متعلق بھی بعض واقعات و روایات کو منظر عام پر لایا گیا ہے۔

ہم نے اس رسالہ پر اپنے تبصرہ اور اپنی کسی بھی رائے کے اظہار کو اس لئے روک دیا کہ ہم ادارہ تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات کو اس پر متوجہ کریں کہ اس رسالہ میں جو کچھ حالات بیان کئے گئے ہیں وہ اُن کی تصدیق یا تردید فرمائیں۔[1]

اس رسالہ کی اشاعت کو کئی مہینے گذر گئے اور اخبار الجمعیۃ میں اس کے متعلق کئی مضامین بھی نکل چکے ہیں۔ اس کے باوجود، تبلیغی جماعت کی طرف سے خاموشی برتی گئی۔ یہ خاموشی ایک بہت بڑے طبقے کو ذہنی خلجان میں ڈال سکتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خاموشی اگر اسی طرح قائم رہی تو اس رسالہ کے مندرجات سے ایک بڑے طبقے کا

---

[1] ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ماہ ستمبر ۱۹۶۵ء ۶ ص ۴

متاثر ہوجانا غیر طبعی نہ ہوگا۔[۱]

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ان شذرات سے دیوبندی جماعت میں مولوی عبدالرحیم شاہ کی آواز کا وزن واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اتنی تمہید کے بعد اور مولوی عبدالرحیم شاہ کی تقریر کا پس منظر ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا نے مزید برآں حالات پر روشنی ڈالی جو فی زمانہ کچھ ناعاقبت اندیش مصنوعی دین کا درد رکھنے والوں (تبلیغی جماعت کی جانب سے رونما ہورہے ہیں۔ میوات کا علاقہ خاص طور پر ان کا شکار ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ جو کام اہل علم کا ہے وہ ایسے لوگ انجام دینا چاہتے ہیں۔ جو نہ صرف دین سے ناآشنا ہیں بلکہ اپنی جہالت اور بدکرداریوں کی وجہ سے معاشرہ میں کسی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے بلکہ بدنام ہیں۔

مولوی نور محمد چندیتی کے بڑی وضاحت کے ساتھ اس شک کا بھی ازالہ کردیا ہے کہ اس جلسہ میں تبلیغی جماعت کی نقاب کشائی کا دینی فریضہ انجام دینے میں صرف مولوی عبدالرحیم شاہ اکیلے نہیں بلکہ دیوبندی فرقہ کے دوسرے مشاہیر علماء بھی اس فرض کی انجام دہی میں ان کے شریکِ حال ہوگئے تھے موصوف کے الفاظ یہ ہیں میں نے دیکھا کہ مولانا کی اس تقریر سے علماء کا مجمع اس قدر متاثر ہوا کہ مولانا موصوف کے بعد آنے والے ہر مقرر کا یہی موضوع بن گیا اور جو عالم بھی آیا۔ مولانا کی تائید ہی کرتا رہا۔ مجمع عوام وخواص کا یہ عالم تھا کہ دو چار گھنٹے مولانا اور تقریر فرماتے تو تب بھی جانے کا کوئی نام نہ لیتا۔

مولانا کے بعد حضرت مولانا فخرالحسن صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا انظر شاہ صاحب، کشمیری دیوبند وغیرہ نے تقاریر کیں۔ علاوہ ان کے دیگر علمائے کرام مولانا ابوالکلام صاحب، مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ مولانا محمد یعقوب شاہ صاحب مظاہر علوم سہارنپور، علاوہ ان کے دیگر قرب وجوار کے علمائے کرام سے

[۱] حوالہ ایضاً ص۴

اسٹیج بھرا ہوا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مولانا سب کی آواز ہیں۔

چوراہے پر بھانڈا پھوڑ دیا

مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبندی وہی حضرت ہیں جو علاقہ براڑ قصبہ منیر کے مناظرہ میں تبلیغی جماعت کی طرف سے وکیل بن کر آئے تھے اور تبلیغی جماعت کی بے جا حمایت کے صلے میں وہاں انہیں جن شرمناک ذلتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا شاید وہ عمر بھر نہیں بھول سکیں گے۔ رات کی خموشی کا وہ منظر بھی قابل دید تھا۔ جبکہ حق وصداقت کا مدیران کے سوئے ہوئے ضمیر کو بار بار جھنجھوڑ رہا تھا لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ ہزاروں کا مجمع گھنٹوں منتظر رہا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی وہ سچائی کی طرف پلٹ آئیں لیکن ایمان و دیانت کی طرف پلٹ کر نہیں آئے۔

لیکن وہ قصبہ منیر تھا۔ اب تاؤلی ضلع مظفر نگر کے جلسہ میں مولوی ارشاد احمد صاحب اتنے بدل گئے کہ تبلیغی جماعت کے خلاف ہتھیار اُٹھاتے ہوتے ہوئے انہیں ذرا بھی جھجک نہیں آئی۔ جن تبلیغی جماعت کی شقاوتوں پر پردہ ڈالنے کے رسوائیوں کا ایک وبال انہوں نے اپنے سر لے لیا تھا آج چوراہے کے درمیان انہوں نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا۔

ذہنی کیفیت بدل گئی

مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی نے تبلیغی جماعت کے متعلق اپنے خیالات کی تبدیلی کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ مولوی یوسف صاحب کی زندگی میں انہوں نے بارہا جماعت کے اندرونی مفاسد کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی تھی۔ لیکن ہر بار انہوں نے گریز اور چشم پوشی سے کام لیا۔ اب موصوف ہی کے الفاظ سے پوری

کہانی سنیئے۔

تقریباً پانچ چھ سال تک مسلسل مولانا مرحوم (محمد یوسف) کو اس کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں اور میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ حضرت اگر آپ نے توجہ نہیں فرمائی تو علمائے کرام زیادہ عرصہ خاموش نہیں بیٹھیں گے اور ضرورت ان کو مجبور کر دے گی۔ جس کے نتیجے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا حالات ہوں[1]۔

بالآخر جب میں نے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں دیکھا تو میں نے استخارہ کیا اور خوب دعائیں مانگیں۔ الحمد للہ جب مجھے خوب شرح صدر ہو گیا تو میں نے تبلیغی جماعتوں کی موجودگی میں ان کمزوریوں کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا۔ جو مسلمانوں کے لئے سمِ قاتل کا درجہ رکھتی ہیں[2]

اب ذیل میں تبلیغی جماعت کے ان مقاصد کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں جس نے مولوی عبدالرحیم شاہ جیسے ایک جاں نثار تبلیغی رہنما کو تڑپا دیا اور وہ بیزار ہو کر تبلیغی جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔

موصوف کے الفاظ۔ تبلیغی جماعت کے بعض ناعاقبت اندیش آپس میں اختلاف اور تحزّب کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ تبلیغی جماعت میں تو بڑی سرگرمی دکھاتے ہیں اور دوسرے اجلاس کے ساتھ مخالفانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور ہر علاقے کے خواص وامیر جماعت مبلغین کی یہ عام شکایات ہیں کہ وہ بڑے سے بڑے عالم کی نہ خود تقریر سنتے ہیں بلکہ ان کا اور ان کی تقریر کا مذاق کے ساتھ ذکر کرتے ہیں[3]۔

ذہنی تعصب اس قدر ہے کہ جہاں بھی تبلیغی جماعت کا اقتدار ہے۔ آئمہ ومدرسین کو مخالف قرار دے کر فوراً اُن کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ خواہ کیسی ہی تعلیمی صلاحیت رکھتا ہو۔ میں اس کی تفصیل بھی پیش کر سکتا ہوں۔ مگر میرا مقصد جزئیات کو جمع کرنا نہیں بلکہ

[1] اصولِ دعوت وتبلیغ ص۴۶ [2] حوالہ ایضاً ص۴۴ [3] اصول دعوت وتبلیغ ص۴۶

اس غلط ذہن کو اُجاگر کرنا ہے۔ جو خاموشی کے ساتھ پرورش پا رہا ہے۔ میں اس کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور دوسروں کو بھی اس سے بچانا چاہتا ہوں۔

جہالت کا ماتم

تبلیغی جماعت کے متعلق مولوی عبدالرحیم شاہ کی تقریر کا یہ حصہ ایک جلے ہوئے انسان کی دردناک چیخ ہے۔ لفظ لفظ سے دل کا اضطراب لہو کی بوند کی طرح ٹپک رہا ہے۔ تبلیغی جماعت کی گمراہی کا بڑھتا ہوا طوفان دیکھ کر موصوف تلملا اُٹھے ہیں اور ساری مصلحت بالائے طاق رکھ کر فرماتے ہیں۔

مسلمانوں میں فتنے کے داخلے کے لئے یہ سب سے بڑا دروازہ ہے جسے تبلیغی جماعت نے کارِ ثواب سمجھ کر کھول دیا ہے۔ بظاہر یہ بات بہت خوشنما معلوم ہوتی ہے کہ سب کو تبلیغ کے کام میں لگ جانا چاہیئے۔ لیکن سنجیدگی کے ساتھ نتائج پر غور کیجئے تو یہ کام اتنا ہی خطرناک ہے۔ جتنا خطرناک کہ کسی انجان آدمی کو ڈرائیور کی جگہ بٹھا دینا ہے۔ کوئی بھی دین کے ساتھ یہ مذاق اسی حالت میں کر سکتا ہے جبکہ دین کی قدر ومنزلت اس کے دل سے بالکل نکل جائے اور صرف اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کے لئے انجان آدمیوں کو وہ محاذِ جنگ پر بھیج دے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی اس طرح کے اقدامات کو تحسین کی نظر سے دیکھے لیکن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ، جب دین کا کام نااہلوں کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ دوسری حدیث میں دین کی ناقدری اور علم کے فقدان کی آخری حالت ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں۔ اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُھَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا متفق علیہ

یعنی جب علم اُٹھا لیا جائے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا مذہبی پیشوا بنائیں گے۔ ان سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بغیر علم کے مسئلے کا جواب دیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود بھی گمراہی کا شکار ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

تبلیغی جماعت والے اپنی جماعتی اقتدار کے ہوس میں ناخواندہ پیشواؤں کا دستہ جو تیار کر رہی ہے کیا عجب ہے کہ آگے چل کر انہی کے ذریعہ فرمانِ نبوت کی تصدیق ہو جائے بہرحال کہنا یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کا یہ اقدام علامات قیامت ہی کی ایک ابتدائی نشانی ہے۔ قیامت جس طرح ایک ہولناک چیز ہے۔ اس کی نشانیاں بھی کم خوفناک نہیں ہیں۔ امت میں ایک فتنے کا دروازہ کھول دینا کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ بلکہ ماتم کرنے کی جا ہے کہ فتنہ قیامت کے ظہور کے لئے نوشتہ قدرت نے تبلیغی جماعت ہی کو نامزد کیا ہے۔

مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی نے بڑی جرأت کے ساتھ تبلیغی جماعت والوں کی نمازی کی نخوت کا جادو توڑا ہے۔ نماز کی عظمت وارجمندی دونوں جہان میں مسلم ہے لیکن کسی نمازی کو عزازیلی غرور میں بدمست ہو کر بہکنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ نماز کے نام پر تبلیغی جماعت کے لوگ مسلم معاشرے میں جو نت نئے فتنے اُٹھا رہے ہیں مولوی عبدالرحیم شاہ نے بڑے شائستہ پیرائے میں ان کی نشان دہی کی ہے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں۔

میرے دل میں ان مسلمانوں کی بڑی قدر ہے جو محض دینی جذبہ اور اخلاص سے دین سیکھنے کے لئے نکلتے ہیں اور نمازی بن کر لوٹتے ہیں لیکن اگر علماء و مدارس و خانقاہ و دیگر دینی شعبوں کی تخفیف (تحقیر کا جذبہ) ساتھ لے کر لوٹے تو میرے نزدیک ایسا تہجد گزار بھی بڑا مجرم ہوگا ایسے بے نمازی کے مقابلے میں جو اِن سب کی عزو احترام کرتا ہے اور اس کو گناہ کا احساس اور اس پر ندامت کیونکہ بے نمازی کی مضرت اس کی ذات تک ہے اور دوسرے کی مضرت متعدی ہے پوری نسل کو نقصان ہوگا۔

اس سے بڑھ کر مذہبی صفائی کا تصور نہیں کہا جا سکتا کہ علماء اور عوام کے درمیان بے اعتمادی کی دیوار کھڑی کر دی جائے بلاشبہ یہ پیشہ ایمان کے رہزنوں کا ہے جسے اب تبلیغی جماعت نے اختیار کر رکھا ہے۔

تبلیغی جماعت کے اغراض و مقاصد اور اس کے طریقِ کار کے متعلق اب تک جتنی حقیقت پیش کی گئی ہیں انہیں سامنے رکھ کر انصاف سے بتائیے کہ ان کی روشنی میں کیا یہ بات اچھی طرح واضح نہیں ہو جاتی کہ یہ ایک نہایت گستاخ اور بدعقیدہ جماعت ہے اور یہ کہ تبلیغ دین کا لبادہ اوڑھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو ایک نئے فرقے میں تبدیل کرنا اس کی جدوجہد کا آخری نقطہ ہے۔ نیز انجام کار یہ یہاں وہی کچھ کرنا چاہتی ہے جو نجد کی تبلیغی جماعت نے حالات سازگار ہونے کے بعد حجاز میں کیا تھا۔

اتنی واضح اور یقینی شہادتوں کے بعد بھی اگر آپ تبلیغی جماعت کی طرف سے کسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں تو میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ واقعات کے اس نقطے پر ایک غیر جانبدار ذہن کے ساتھ غور فرمائیں۔

تقریباً چالیس پچاس برس سے ہندوستان میں تبلیغی جماعت قائم ہے یہ سوال اگر خارج از بحث قرار دیا جائے کہ اس طویل مدت میں اس نے کتنے غیر مسلموں کو مشرف با اسلام کیا جب بھی یہ سوال اپنی جگہ پر قطعاً معقول ہے کہ تبلیغی گشتوں، چلّوں اور اجتماعات کی مہم پر سال میں لاکھوں روپے پانی کی طرح بہا دینے کے بعد عملی دنیا میں اس کی خدمات کے نتائج کیا ہیں۔

کتنے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت سے مسلمان کیا اور کتنے مسلمانوں کو اس نے حقیقی طور پر دیانت و تقویٰ اور خدا ترسی کے جوہر سے آراستہ کیا بلکہ مجھے کہنے دیا جائے کہ دینی زندگی برپا کرنے کی بات تو الگ رہی مسلم معاشرہ میں عمل کی جو برائیاں آج سے پچاس برس پہلے تھیں۔ بجائے اس کے کہ ان میں کچھ کمی واقع ہوتی اور اضافہ ہوگیا۔

یہی نہیں بلکہ مفتی مالوہ حضرت مولانا رضوان الرحمٰن صاحب کی ایک روایت کے مطابق چند سال ہوئے اندور کے اسٹیشن پر تبلیغی جماعت کا ایک دستہ پکڑا گیا جس کے پاس کافی مقدار میں ناجائز افیون تھی۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے اندور کے مسلمانوں پر اِن لوگوں کے تبلیغی گشت کا سارا راز فاش ہو گیا۔

؎
وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پر تھے
روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور

تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت

مولوی عبدالرحیم شاہ نے بہت تفصیل کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ تبلیغی جماعت کی موجودہ تحریک کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ تبلیغی جماعت کے لوگ اپنے اجتماعات میں عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کی موجودہ حیثیت انبیاء، وصحابہ کی سُنّت ہے۔ تو یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے نیز احادیث کی کتابوں میں تبلیغ کے جو فضائل بیان کئے گئے ہیں تو کیا ان تمام فضائل کی مصداق یہی تبلیغی جماعت ہے۔ موصوف ہی کے الفاظ سے یہ دلچسپ بحث سنئے۔

فرماتے ہیں اس سلسلے میں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ بہت سے حضرات نے فضائل تبلیغ پر کتابیں لکھی ہیں اور تعلیم میں انہی کو سنایا جاتا ہے۔ اس سے بڑا مغالطہ ہو رہا ہے عام طور سے لوگ ان تمام فضائل کا مصداق اس تحریک کو سمجھتے ہیں حالانکہ سخت ضرورت ہے کہ مؤلفین اس میں امتیاز پیدا کریں۔

اس بحث میں شاہ صاحب نے ایک نہایت بنیادی سوال اُٹھایا ہے جسے طے کئے بغیر آگے نہ بڑھئے۔ تبلیغی جماعت کے لوگ اپنے موجودہ طریقہ، تبلیغ کے متعلق ایک ہی سانس میں دو طرح کی متضاد باتیں کرتے ہیں ایک طرف تو کہتے ہیں کہ یہ انبیاء اور صلحا کی سُنّت

ہے اور دوسری طرف یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے بانی مولوی الیاس ہیں۔ اس تضاد میں کس پر عمل کیا جائے۔

پچھلے اوراق میں مولوی احتشام الحسن صاحب کا نام آپ نے پڑھا ہو گا یہ مولانا الیاس صاحب کے برادر نسبتی ان کے خلیفہ اوّل اور ان کے معتمد خاص ہیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک عمر کا طویل حصہ تبلیغی جماعت کی قیادت و رفاقت میں گزارا ہے۔ نجدی حکومت کے ساتھ تبلیغی جماعت کے معاہدہ کا سارا مرحلہ آپ ہی کا انجام دیا ہوا ہے۔ اِن اہم خصوصیات کے ساتھ انہیں جان لینے کے بعد اب تہلکہ خیز خبر پڑھئے۔ کہ اسی کتاب۔ اصول دعوت و تبلیغ کے آخری ٹائٹل پیج پر انتظار کیجئے۔ کے عنوان سے ان کی ایک بھانڈا پھوڑ تحریر شائع ہوئی ہے۔ تحریر کیا ہے۔ بیچ چوراہے۔ تبلیغ جماعت کو انہوں نے ننگا کر دیا یہ تحریر انہوں نے اپنی ایک کتاب زندگی کی صراطِ مستقیم کے اخیر میں ضروری انتباہ کے نام سے شائع کی ہے۔

عالمِ حیرت میں ڈوب کر ان کی تحریر پڑھئے لکھتے ہیں۔ نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن و سُنّت کے موافق ہے اور نہ مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن و سُنّت آئمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں۔ یہ نہ کہا جائے کہ مولوی احتشام الحسن کی ذاتی رائے ہے دلائل ان کے ساتھ کیونکہ اوّل تو وہ عرصہ دراز تک تبلیغی جماعت کے کرتا دھرتا رہ چکے ہیں بلکہ ایک طرح سے ان کی حیثیت بانیوں کی ہے۔ جماعت کے راز سے جتنے وہ واقف ہیں کوئی بھی اتنی واقفیت نہیں رکھتا۔ اس لئے ان کی یہ تحریر کسی طرح بھی بے وزن نہیں رکھتا اس لئے ان کی یہ تحریر کسی طرح بھی بے وزن نہیں قرار دی جا سکتی نہ ذہنی طور پر وہ اپنے جماعتی مسلک و مشرب سے مرتد ہو گئے ہیں کہ ان کے اس اقدام

کو دیو بندی جماعت کے خلاف کسی تخریبی سازش پر محمول کیا جائے اس لئے ماننا پڑے گا کہ جو کچھ بھی انہوں نے کہا ہے یہ خود ان کے ضمیر کی آواز ہے۔ اعترافِ قصور اور عذرِ گناہ کے لئے خدا کی طرف سے جو وقت مقرر تھا جب وہ آگیا تو دل کے پٹ خود بخود کھل گئے اس لئے یہ الزام بھی قطعاً لغو ہے کہ اتنے تک وہ کیوں خاموش رہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ چشمۂ آفتاب کے نام سے ان کی اس تحریر کا جو جواب شائع کیا گیا ہے اسے پڑھ لینے کے بعد تو پوری طرح اطمینان ہو جاتا ہے کہ مولوی احتشام الحسن کا موقف قطعاً صحیح اور حقیقتِ حال کے عین مطابق ہے۔

میری عقل و فہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام مولوی الیاس کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف، بدعتِ حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے دین کا اہم کام کس طرح قرار دیا جا رہا ہے اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔

درج بالا عبارت کا ردِ عمل

دیکھ لیا آپ نے طلسم فریب کا تماشہ، جب پانی سر سے اُونچا ہو گیا۔ جب ایک گناہ پوری شدت کے ساتھ سارے بحر و بر میں پھیل گیا اور جب ایک فتنہ جوان ہو کر قیامت ڈھانے لگا تب کہا جا رہا ہے کہ نظام الدین کی موجودہ تبلیغ قرآن و حدیث کے موافق نہیں ہے۔ بتایا جائے کہ آج تک ساری دنیا کے مسلمانوں کو جو فریب دیا گیا ہے کیا یہ انبیاء کا طریقہ ہے۔ یہ صحابہ کی سُنت ہے یہ افضل ترین عبادت ہے یہ دین کا اہم کام ہے۔ آخر اس عالمگیر گمراہی کا وبال کس کی گردن پر ہوگا۔ موجودہ حالات میں دینی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک

ان سارے مسلمانوں کو جنہیں دین کے نام پر تبلیغی جماعت میں شامل کیا گیا ہے۔ واپس نہیں ملا لیا جاتا۔

سب سے سنگین الزام تو یہ ہے جب مولانا الیاس ہی کی زندگی میں یہ بات طے پا گئی تھی کہ تبلیغی جماعت کی موجودہ تحریک بدعت حسنہ ہے سُنت نہیں ہے تو اتنے عرصہ تک مسلمانوں کو کیوں دھوکہ دیا گیا کہ یہ انبیاء کا طریقہ ہے یہ صحابہ کی سُنت ہے پس بتایا جائے کہ دنیا کے کئی لاکھ مسلمانوں کی اعتقادی گمراہی اور اس کے ہولناک نتائج کا ذمہ دار کون ہے۔

کہنے دیا جائے کہ مولوی محمد یوسف، مولوی احتشام الحسن سے لے کر لکھنؤ کے مولوی منظور نعمانی مولوی ابوالحسن ندوی بھوپال کے مولوی عمران، مولوی راغب اور کلکتہ کے مولوی ضیاء الدین اور حاجی غلام رسول تک سب کے سب تبلیغی جماعت کے اس راز سے واقف تھے لیکن ایک بدعت کو سُنّت کا درجہ بدرجہ دے کر سب نے ایمان اور دیانت کا خون کیا سب نے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکا اور سب نے دین کے ساتھ ایک شرمناک مذاق کیا۔

اب جبکہ ایک اعتقادی گمراہی دلوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تو تبلیغی جماعت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تحریک سُنت نہیں ہے۔ بلکہ بدعت حسنہ تھی لیکن برا ہو فریب مسلسل کا کہ اب یہ بدعت حسنہ بھی نہیں رہی بلکہ ضلالت بن گئی وہ بدعت ضلالت جس کے مرتکب کو حدیث میں جہنم کی بشارت دی گئی۔

اب جبکہ خود ہی اقرار ہے کہ وہ بدعت ضلالت ہے تو اب دیو بند کے تیغ زن سپاہیوں کو حکم دیا جائے کہ وہ تبلیغی جماعت کے خلاف بھی اسی جذبۂ ثواب کے ساتھ جہاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔ جس جذبے کے تحت وہ اپنے لئے مروّجہ بدعات میلاد قیام اور عرس و فاتحہ کے خلاف جہاد کرنے میں مصروف رہا کرتے ہیں۔

مولوی عبدالرحیم شاہ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ میں حیران ہوں۔ کیا کہوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا پتہ نہیں کب سے تبلیغی جماعت کا مرکز بھی ایمانیات میں داخل ہوگیا ہے اور اس کا مخالف کافر قرار دیا ہے۔

یہ تھیں وہ عبارات جو علمائے دیوبند نے تبلیغی جماعت کے خلاف لکھی ہیں۔

صاحب ایمان اور دردِ دل رکھنے والا آدمی اپنی غلطی تسلیم کرتا ہے ورنہ مولوی قاسم، رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی۔ ان حضرات نے کسی کو اپنا کلمہ پڑھوایا درود شریف کے ساتھ اپنا نام بھی درود پاک میں رکھ دیا کوئی نبوت کے مقام پہ پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ جاننے کے باوجود اپنی غلطی تسلیم نہیں کی اور اپنی انانیت کی خاطر اپنی ضد پر اڑے رہے۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور آنے والی بے شمار مخلوق کو گمراہ کرنے کا سامان پیدا کر گئے کیا یہی دیوبندی اپنے علماء پر فخر کرتے ہیں[1]۔ (لاحول ولاقوۃ)

دیوبندی اور تبلیغی جماعت کا دوغلا ایمان

اہلِ سُنت کا کوئی معمولی عالم کم تعلیم یافتہ یا مستند۔ کسی لالچ میں دیوبندی نہیں بنتا اور نہ اپنے آپ کو دیوبندی کہلانا پسند کرتا ہے۔ کیونکہ سُنی مولوی جب دیوبندی کے روپ میں سامنے آئے گا تو اُسے لازماً دیوبندیوں کا کردار ادا کرنا پڑے گا اُسے اولیائے کرام اور انبیاء عظام کی عظمت کے خلاف بولنا پڑے گا۔ اُسے تمام رسم و رواج مثلاً فاتحہ جمعرات، میلاد اور عرس وغیرہ کی مخالفت کرنی ہوگی۔ جو کسی سُنی مولوی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی اُسے جان دینی منظور ہے اپنی عزت قربان کرسکتا ہے اس کے سامنے زر و جواہر کے ڈھیر لگادیئے جائیں پھر بھی وہ دیوبندی بن کر اولیائے کرام اور انبیائے عظام کا گستاخ بننا اُسے گوارا نہ ہوگا۔

لیکن اس سُنی مسلک کے مقابلے میں دیوبندی ہی ایسے دوغلے عقیدے اور

[1] شرح جمعیت حضور کے ارشادات کے عنوان میں مزید ملاحظہ فرمائیں۔

ایمان والے ہیں کہ سُنیوں کی مساجد میں قبضہ جمانے کے لئے کئی سال مسلسل سُنی بنے رہیں گے اور فضا اپنے مسلک کیلئے ہموار کرتے رہیں گے۔ عوام میں اختلاف اور انتشار پیدا کریں گے۔ عوام کے درمیان دشمنی کی ایسی دیوار حائل ہوجائے گی۔ جو کبھی بھی وہ دیوار گرائی نہیں جاسکے گی یہ ہے ان کا لائحہ عمل یہ ہے ان کا ایمان اور اسلام

تبلیغی جماعت کا انسانی حقوق پر ڈاکہ

تبلیغی جماعت کا کردار اور عمل صرف دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ زنی کے مترادف ہے انسانی حقوق و فرائض کو پس پشت ڈال کر گروہ در گروہ اپنے علاقے سے باہر نکل جاتے ہیں۔ گھر پہ جوان بیوی ہے۔ بچے ہیں بوڑھے والدین ہیں اور ان کے حقوق ہیں بیوی کے حقوق صرف خاوند ہی ادا کرسکتا ہے اولاد کو والد کی سرپرستی نہ ہوگی تو وہ آوارہ ہوجائیں گے۔ والدین کے حقوق سے انسان کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا اگر والدین بوڑھے ہوں تو حج نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ حضور نے حضرت اویس قرنی رضؓ کو صرف والدہ کی بڑھاپے کی وجہ سے اپنے پاس نہ آنے دیا والدین کو محبت اور عزت کی نگاہ کے دیکھنے سے حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ لیکن تبلیغی جماعت والے ان تمام حقوق کو پامال کر کے باہر نکل جاتے ہیں جاکر مسلمانوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں۔

آج تک سُننے میں نہیں آیا کہ تبلیغی جماعت والوں نے کسی عیسائی یہودی یا کسی ہندو اور سکھ کو مسلمان بنایا ہو حضرت امام احمد بن حنبل رضؓ کی جس دن وفات ہوئی نعرے ہزار غیر مسلم اسلام لائے تھے لیکن یہ ہیں تبلیغی جماعت والے جو مسلمانوں کو مشرک اور کافر بناتے ہیں خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں یہ ہیں تبلیغی جماعت والے جن کے متعلق تبلیغی جماعت کے علماء اور دیوبند کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ تبلیغی جماعت مخرّب دین اور گمراہ کن جماعت ہے۔

تبلیغی جماعت کے متعلق حضورؐ کے ارشادات

تبلیغی جماعت : دہلی کی ایک گمنام مسجد سے بگولے کی طرح اُٹھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ پاکستان بننے کے بعد تبلیغی جماعت نے اپنا مرکز ۱۹۶۳ء میں رائے ونڈ (پاکستان) قرار دیا اور ان کے پہلے جلسے میں صرف چالیس آدمی شامل ہوئے تھے۔ ان کا نعرہ، کلمہ، نماز روزہ ہے جو مسلمانوں کو سکھاتے ہیں لیکن حقیقت میں دجل و فریب سے کام لے کر مسلمانوں کے ذہن کو انبیاء کرام اور اولیائے عظام سے بیزار کر رہے ہیں۔ عرس فاتحہ، میلاد شریف کے منکر تو شروع سے ہی تھے۔ آہستہ آہستہ عوام کے ذہنوں میں توحید کی آڑ میں بدعت اور شرک کا فتویٰ بھی ساتھ ساتھ دے رہے ہیں۔ جو آج تک ان کا یہی معمول ہے۔

گذشتہ صفحات میں تبلیغی جماعت کی دینی شقاوتوں کو بے نقاب کرنے والے جتنے حوالے دیئے گئے ہیں وہ ہمارے نہیں۔ بلکہ دیوبندی فرقے کے ذمہ دار علماء اور تبلیغی جماعت کے پرانے کارکنوں کے ہیں۔ اس لئے تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ سارے الزامات حقیقت پر مبنی ہیں۔ لہٰذا اس تاویل کے لئے اب کوئی گنجائش باقی نہیں ہے کہ ہم نے کسی غلط جذبے میں صرف تبلیغی جماعت کو بدنام کرنے کے لئے یہ الزامات تراشے ہیں۔ ہمارا کسی مذہبی جماعت کے ساتھ تعلق صرف دینی مفاد اور اخروی سعادت کے جذبے پر مبنی ہوتا ہے۔ بے خبری کی حالت میں جس مسلمان کا بھی تبلیغی جماعت کے ساتھ اب تک کوئی تعلق رہا ہے۔ ہم اسے بھی نیک نیتی پر معمول کریں گے۔ لیکن مشاہیر دیوبند اور تبلیغی جماعت کے پُرانے کارکنوں کی زبانی ان سنسنی خیز انکشافات کے بعد کیا کوئی سچا مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی اب تبلیغی جماعت کو برداشت کر سکے گا جو جماعت فریب کی راہ دین حق کا چہرہ مسخ کرنے اُٹھی ہو اس میں حق پرست مسلمانوں کی شمولیت کی اب گنجائش کہاں ہے۔

اس لئے پاک و ہند میں پھیلے ہوئے طول و عرض تمام صحیح الاعتقاد دوستوں کو میں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ میرے اس مضمون کے اقتباسات کی روشنی میں ہر جگہ کی تبلیغی جماعت کے جو شرمناک حالات منظرِ عام پر آئے ہیں یا تو وہ ان کی تسلی بخش صفائی پیش کریں یا پھر کفر و ضلالت کی اس تبلیغ کی یہ دوکان بند کر دیں۔ اس کے علاوہ اخلاقی طور پر کوئی تیسری راہ ان کے لئے کھلی ہوئی نہیں ہے۔

اتنی تفصیلات کے بعد بھی تبلیغی جماعت کی مذہبی گمراہیوں کو محسوس کرنے کیلئے دین کا کوئی گوشہ تشنہ رہ گیا ہو تو حضور کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

پچھلے صفحات میں تبلیغی جماعت کے متعلق جتنی تفصیلات سپردِ قلم کی جا چکی ہیں۔ وہ اس بات کا یقین دلانے کے لئے بہت کافی ہیں کہ خیر کے نام پر دین میں فساد پھیلانا اور سادہ لوح مسلمانوں کا عقیدہ خراب کرنا تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں کا اصل مُدعا ہے۔

لیکن تھوڑی دیر کے لئے واقعات و تجربات کی ان شہادتوں سے الگ ہٹ کر آپ حقیقتِ حال کا ایک اور رُخ ملاحظہ فرمائیں تو حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

گذشتہ اوراق میں نجد کے وہابی فرقے کے ساتھ تبلیغی جماعت کے روحانی اور مذہبی ارتباط اور فکر و اعتقاد کی یکسانیت کا حال آپ نے پڑھ لیا اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ جن کتابوں سے نجدی مذہب کے ساتھ تبلیغی جماعت کا ذہنی اور فکری تعلق ثابت کیا گیا ہے وہ خود تبلیغی جماعت ہی کے معتمد کتابیں ہیں اس لئے ایک حقیقی واقعہ کو اب غلط الزام دے کر چھپایا نہیں جا سکتا۔

اتنی بات ذہن نشین کر لینے کے بعد محو حیرت ہو کر حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پڑھئے۔ جو آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے فرمایا جو قیامت تک برپا ہونے والے جن مذہبی فرقوں کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں نجد کا یہ فتنہ وہابیت، خاص طور پر نمایاں ہے

(۱) حدیث پاک۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ ائمہ فتن کے بارے میں سرکار کی یہ حدیث

نقل فرماتے ہیں۔

واللہِ ماترکَ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم من قائدٍ فتنۃٍ اِلٰی اِن تَقضِی الدنیا مبلغ معہ ثلثۃ مائۃ فصاعداً اِلاّقد سمّاہ لنا باسمِہٖ واسم قبیلَتِہٖ [1]

ترجمہ: خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا جو آج سے قیامت تک کہ حضورؐ نے اس کا نام اور اس کے قبیلے تک کا نام بھی بتادیا۔

شیطان کے سینگ والی حدیث آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں۔ جہاں تھوڑی سی تفصیل مزید پڑھیں۔ خاص طور پر قرن شیطان کا ترجمہ: شیطان کی سینگ کیا جاتا ہے۔ لیکن دیوبند کی لغات مصباح اللغات ص۶۶۳ میں اس کا ایک ترجمہ شیطان کی رائے کا پابند بھی کیا گیا ہے۔ بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجد خیر وبرکت کی جگہ نہیں بلکہ فتنہ وشر کی جگہ ہے کیونکہ رحمۃ اللعالمین کی دعا سے محروم ہوجانے کے معنی ہی یہی ہیں کہ ہمیشہ کے لئے اس خطے پر شقاوت وبدبختی کی مہر لگ گئی اب وہاں سے کسی خیر کی توقع رکھنا تقدیرِ الٰہی سے جنگ کرنا ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہاں کی خاک سے کوئی ایسا شخص ضرور اُٹھے گا جو شیطان کی رائے کا پابند ہوگا اور شیطان کا فتنہ وہاں سے سارے جہان میں پھیل جائے گا۔

نجد وحجاز کا جغرافیائی نقشہ سامنے رکھئے تو آپ کو واضح طور نظر آئے گا کہ نجد کا علاقہ مدینے پاک سے بالکل مشرق جانب واقع ہے مدینے پاک سے سرکار نے جن الفاظ سے اس سمت کی طرف اشارے کئے ہیں وہ ایک وفادار مومن کو چونکا دینے کیلئے

ہ ابوداؤد شریف بحوالہ تبلیغی جماعت ص۱۴۵

کافی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نگاہِ رسالت پناہ میں نجد کا فتنہ اُمت کے لئے کس درجہ ہولناک اور ایمان شکن تھا۔

حدیث نمبر۲۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حدیث بیان کرتے ہیں۔ اِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کان عند باب حفصۃؓ فقال بیدہٖ حول المشرق الفتنۃ ھاھنا من حیث یطلع قرن الشیطان مرتین او ثلاثاً بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور انور ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے دروازے پر کھڑے تھے وہاں سے مشرق کی طرف اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ فتنہ کی جگہ یہ ہے یہاں شیطان کی سینگ نکلے گی[1]۔ راوی کو شک ہے کہ یہ الفاظ حضور نے دوبار کہے یا تین بار۔

حدیث نمبر۳۔ انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وھو مستقبل المشرقِ ان الفتنۃ ھاھنا ان الفتنۃ ھاھنا من حیث یطلع قرن الشیطان یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف رُخ کرکے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھے گا۔ فتنہ یہاں سے اُٹھے گا۔ فتنہ یہاں سے اُٹھے گا یہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی[2]

غور فرمائیے۔ ان تینوں حدیثوں میں صرف مشرق کی سمت ہی کا ذکر نہیں ہے کہ اس نجد کا خطہ مراد لینے میں کسی اور احتمال کی گنجائش نکل آئے بلکہ اس کے ساتھ ہر جگہ من حیث یطلع قرن الشیطان (جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی) کا اضافہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ مشرق کی سمت سے کوئی دوسرا علاقہ نہیں بلکہ خاص نجد مراد ہے کیونکہ بخاری شریف کی حدیث میں نجد کے نام کے ساتھ یہ وصف ذکر کیا گیا ہے اس لئے حدیث کی زبان میں مشرق سمت کا وہ خطہ جہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔ نجد کے

[1] مسلم شریف جلد دوم ص۳۹۵ [2] حوالہ ایضاً

سوا اور کوئی دوسرا خطہ نہیں ہوسکتا۔

حدیث نمبر۴ : انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ وسلم من بیت عائشہ رضی اللہ عنہا فقال راس الکفر من
ھاھنا من حیث یطلع قرن الشیطان یعنی المشرق : بیان کرتے ہیں کہ ایک دن
حضور علیہ السلام سیدہ عائشہ رضؓ کے حرم سرا سے باہر تشریف لائے اور مشرق کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کفر کا مرکز یہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔

حدیث نمبر۵ : سیدی علامہ دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الدرا سنیۃ میں کتب
صحاح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ یخرج ناس مِن قبل
المشرق یقرء ون القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الذین کما یمرق السھم
من المرمیۃ لایعودون فیہ حتی یعود السھم الیٰ فوقہٖ سیماھم تحلیق
ترجمہ :- کچھ لوگ مشرق کی سمت سے ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن
قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اُترے گا وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے
تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین میں پلٹ کر نہیں آئیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے
کمان کی طرف لوٹ آئے ان کی خاص علامت سر منڈانا ہوگی[1]۔

حدیث نمبر۶ - یہی علامہ دحلان رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث بھی کتب صحاح سے اپنی کتاب
مذکور میں تخریج فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :- یخرج ناس مِن المشرق
یقرءون القرآن لایجاوز تراقیھم کلما قطعی قرنٌ لِنشاءٍ قرنٌ حتی
یکون آخرھم مع المسیح الدجال[2] یعنی کچھ لوگ مشرق کی طرف سے ظاہر ہوں
گے جو قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اُترے گا۔ جب ان کا گروہ
ختم ہو جائے گا تو وہیں سے دوسرا گروہ جنم لے گا یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ دجال

لہ الدرالسنیۃ صد۴۹ ۲ہ حوالہ ایضاً صد۵۰

کے ساتھ آئے گا۔
دیارِ نجد میں بنو حنیفہ کا قبیلہ وہی بد قسمت قبیلہ ہے جہاں سے شیطان کی سینگ
طلوع ہوئی اور جس کی خاک سے زلزلوں اور فتنوں نے جنم لیا۔ جیسا کہ مولوی مسعود عالم
ندوی دیوبندی محمد بن عبدالوہاب نامی کتاب میں حاشیہ پر لکھتے ہیں۔
نجد کا جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے۔ اس کا مشہور شہر ریاض ہے جو آج سعودی
حکومت کا پایۂ تخت ہے۔ عارض کو جبلِ یمامہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام
ہے اور اس کے گرد و نواح کی زمین وادی حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے۔ محمد بن عبدالوہاب
نجدی کی جائے پیدائش، عینیہ اور دعوت کا مرکز درعیہ۔ دونوں اس وادی میں واقع
ہیں۔ اب تاریخ کی ایک ٹریجڈی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ دل آزار قبیلہ شروع ہی سے سرکارِ
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اذیت اور طبعی کراہت کا موجب رہا ہے احادیث
میں اس قبیلے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر۷ : علامہ دحلان نے اپنی کتاب میں کتب صحاح سے سرکارِ اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ سمعت فی عھد الرسالۃ اعرض نفسی علی
القبائل فی کل موھم ولم یحبنی احد جواباً اقبح ولا اخبث من رد بنی حنیفہ[2]
یعنی رسالت کے ابتدائی ایام میں ہر موسم حج پر باہر سے آنے والے قبائل کے سامنے میں
اپنی دعوت پیش کیا کرتا تھا۔ لیکن بنو حنیفہ کے جواب سے زیادہ قبیح اور ناپاک مجھے کسی
نے نہیں دیا۔

اسی کے ساتھ علامہ دحلان کی تخریج کردہ ایک روایت اور پڑھ لیجئے۔ جو ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کی وادی سے منسوب ہے۔ اس میں بنو حنیفہ کی وادی کے متعلق ارشاد
فرماتے ہیں۔ اِن وادیھم وادی فتن الیٰ آخر الدھر ولایزال فی فتنہ من کذابھم

لہ حاشیہ کتاب محمد بن عبدالوہاب صد۱۶ ، ۲ہ صد۵۲

الیٰ یوم القیامۃ وفی روایۃ ویلٌ یمامہ ویل لا فراق لہٗ لہ یعنی اس قبیلے کی وادی سے آخری زمانے تک فتنے اُٹھتے رہیں گے اور وہ وادی اپنے جھوٹے پیشواؤں کے بدولت قیامت تک فتنوں سے معمور رہے گی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ ہلاکت ہو یمامہ کیلئے ایسی ہلاکت جو کبھی ختم نہ ہو سکے۔

واضح رہے کہ مسعود عالم ندوی صاحب کی تصریح کے مطابق وادی حنیفہ کا دوسرا نام یمامہ ہی ہے۔

حدیث نمبر ۸: جامع ترمذی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔ قال مامات النبی صلی اللہ علیہ وھو یکرہ ثلاثۃ - احیاء ثقیف - بنی حنیفہ و بنو امیہ

پہلی حدیث سے لے کر آٹھویں حدیث تک یہ تمام حدیثیں نجد کے فتنے کو مختلف زاویوں سے سمجھنے اور بارگاہِ رسالت میں اس خطے کے مقہور ہونے کی جہت کو واضح کرنے کے لئے بہت کافی ہیں اب ذیل کی حدیثوں میں اس فتنے کے علمبرداروں کا حال اور خدوخال پڑھئے۔

حدیث نمبر ۹۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے۔ قال کان بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقسم قسماً فلمّا اتاہ ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِعدل۔ فقال ویلک فمن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت اِن لم اکن اعدل فقال عمر رض ائذن لی اضرب عنقہٗ فقال دعہ فان لہ اصحاباً یحقر احدکم صلوٰتہٗ مع صلواتھم وصیامہ مع صیامھم یقرءون القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ لہ یعنی ہم لوگ حضور انور کی خدمت

لہ حوالہ ایضاً ص ۵۳ لہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵

میں حاضر تھے اور حضور مالِ غنیمت تقسیم ہو تا ہے کہ ذوالخویصرہ نام کا ایک شخص جو قبیلہ تمیم کا رہنے والا تھا آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول انصاف سے کام لو۔ حضور نے فرمایا افسوس تیری جسارت پر میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرنے والا ہے اگر میں انصاف نہ کرتا تو تو خائب اور خاسر ہو چکا ہوتا۔ حضرت عمر رض سے جب نہ رہا گیا تو انہوں نے عرض کیا حضور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ تو حضور نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے بہت سے ساتھی ہیں۔ جن کی نمازوں اور جن کے روزوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ ان ساری ظاہری خوبیوں کے باوجود وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰: یہی واقعہ دوسرے سلسلہ روایت سے بھی مروی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اقبل رجل غائر العینین ناتئ الجبھۃ کث اللحیۃ مشرف الوجنتین محلوق الرأس فقال یا محمد اتق اللہ۔ فقال فمن یطع اللہ اذا عصیتہ فیامننی اللہ علی الارض ولا تامنونی فیسأل قتلہ فمنعہ فلما ولی قال ان من ضئضئی ھذا قوماً یقرءون القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الاسلام مروق السھم من الرمیۃ فیقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عادٍ

یعنی ایک ایسا شخص آیا جس کی گہری آنکھیں، کھڑا ماتھا۔ گھنی داڑھی، ڈھلکی ہوئی گالیں اور مونڈھا ہوا سر کہنے لگا اے محمد اللہ سے ڈرو حضور نے فرمایا میں ہی نافرمان ہو جاؤں گی تو اللہ کی فرمانبرداری کون کرے گا۔ اللہ نے تو مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے۔ لیکن تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ اس درمیان میں ایک صحابی نے اس کے قتل کی اجازت چاہی تو حضور نے اسے روک دیا جب وہ شخص چلا گیا تو فرمایا اس کی نسل سے

From,

W.M, Young esque,
Secretary to the Government,
of the Punjab.

To,

Moulvi Abu Said Muhammad Hussain,
Editor of the Ashaat-ul-Sunnah,
Lahore.

D/Lahore 19th January 1987.

Sir,

In Respect to your letter No. 195 of the 12th May last asking that the use of expression Wahabi in reference to member of community which you claim to represent may be prohibited in government order.

I am directed to forward the eshased copy of letter No 1758 dated the 3rd December from the officiating secretary to the Government of India, in Home Department, the discontinue of the use of term Wahabi in official correspondence.

2. I return the books received with your letter No. 547 of the 21st September last togather with the original signed notice which you have been good enough to submit in your subreguent letters for the Perusal of Governmet.

I have the honour to be your most sir obedient servent for so the secretary to the Government of Punjab. Copy of the letter No 1758 dated the 3rd December 1886 from the officiating secretary to the Government of India Home Department to the secretary Government of the Punjab.

ایک جماعت پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں انہیں پاتا تو قوم عاد کی طرح ان کے ساتھ قتال کرتا۔

حدیث نمبر ۱۱ : یہی واقعہ حضرت شریک بن شہابؓ سے بھی منقول ہے اس میں انہوں نے اس گستاخ شخص کے متعلق حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

ثم قال یخرج فی آخر الزمان قوم کانّ ھذا منھم یقرءون القراٰن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ سیماھم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج آخرھم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموھم ھم شرّ الخلق والخلیقۃ[1] یعنی پھر حضور نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایک گروہ نکلے گا گویا یہ شخص اسی گروہ کا ایک فرد ہے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ ان کی خاص پہچان، سر منڈانا ہے وہ ہمیشہ گروہ در گروہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔ جب تم ان سے ملوگے تو انہیں تم اپنی طبیعت و سرشت کے لحاظ سے بدترین پاؤگے۔

حدیث نمبر ۱۲ : حضرت ابوسعید خدری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال سیکون فی امتی اختلاف وفریقۃ" قوم یحسنون القیل و یسیئون الفعل یقرؤن

---

[1] : مشکوٰۃ شریف صـ۳۰۸ حوالہ ایضاً صـ۳۰۹

القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیّۃ ویرجعون حتیٰ یرتد السھم علی فوقہ ھم شر الخلق والخلیقۃ طوبیٰ لمن قتلھم وقتلوہ یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منا فی شیٔ من قاتلھم کان اولیٰ باللہ منھم قالو یارسول اللہ ما سیماھم قال التحلیق [1]

یعنی حضور نے ارشاد فرمایا میری امت میں اختلاف وتفریق کا واقع ہونا مقدر ہو چکا ہے پس اس سلسلے میں ایک گروہ نکلے گا جس کی باتیں بظاہر دلفریب و خوشنما ہوں گی۔ لیکن کردار گمراہ کن اور خراب۔ وہ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اُترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے پھر دین کی طرف واپس لوٹنا انہیں نصیب نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ تیر اپنے کمان کی طرف واپس لوٹ آئے وہ اپنی طبیعت اور سرشت کے لحاظ سے بدترین مخلوق ہوں گے وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ دین سے ان کا کچھ بھی تعلق نہ ہوگا جو ان سے قتال کرے گا وہ خدا کا مقرب ترین بندہ ہوگا۔ صحابہ نے فرمایا ان کی خاص پہچان کیا ہوگی۔ یارسول اللہ، فرمایا سر منڈانا۔

حدیث نمبر ۱۳: اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ اصل حدیث بیان کرنے سے پہلے حدیث کے راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم آسمان سے زمین پر گر پڑنا میرے لئے آسان ہے لیکن حضور کی طرف سے کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا بہت مشکل ہے اس کے بعد اصل حدیث کا سلسلہ یوں شروع ہوتا ہے فرماتے ہیں۔
انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سیخرج قوم فی آخر الزمان

[1]: مشکوٰۃ شریف صہ ۳۰۹

حدّاث الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریّۃ لا یجاوز ایمانھم حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیّۃ فاینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم یوم القیامۃ [1] یعنی میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آخیر زمانے میں نوعمر اور کم سمجھ لوگوں کی ایک جماعت نکلے گی باتیں وہ بظاہر اچھی کہیں گے لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پس تم انہیں جہاں پاؤ قتل کر دینا۔ تاکہ قیامت کے دن ان کے قاتل کے لئے بڑا اجر و ثواب ہے۔

حدیث نمبر ۱۴: حضرت ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: سیکون فی آخر الزمان دیدان القراء فمن ادرک ذالک الزمان فلیتعوذ باللہ منھم۔ یعنی آخر زمانے میں کیڑے مکوڑوں کی طرح ہر طرف مُلّا نے پھوٹ پڑیں گے۔ پس تم میں سے جو شخص وہ زمانہ پائے تو اُسے چاہیئے کہ وہ ان سے خدا کی پناہ مانگے اسی کے ساتھ یہ حدیث پڑھیے۔ جو مشکوٰۃ شریف میں حضرت حسن بصری سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔ یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ لوگ اپنی مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں گے جب ایسا زمانہ آجائے تو

[1]: بخاری شریف جلد دوم صہ ۱۰۲۴

تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا۔ اللہ ایسے لوگوں سے بے پرواہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۵ : محدث کبیر امام ابو لیلیٰ نے حضرت انس بن مالکؓ سے اس حدیث کی تخریج فرمائی اور صاحب ابریزنے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ (حدیث عربی طویل ہے اس لئے ترجمہ پیش ہے)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ مدینے میں ایک بڑا ہی عابد زاہد نوجوان تھا ہم نے ایک دن حضور سے اس کا تذکرہ کیا حضور اسے نہیں جان سکے پھر اس کے اوصاف و حالات بیان کئے جب بھی حضورؐ اسے نہ پہچان سکے۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ اچانک سامنے آگیا۔ جیسے ہی اس پہ نظر پڑی ہم نے حضورؐ کو خبر دی کہ یہ وہی نوجوان ہے حضورؐ نے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا میں اس کے چہرے پہ شیطان کے دھبے دیکھتا ہوں اتنے میں وہ حضورؐ کے قریب آیا۔ اور سلام کیا حضور نے اس سے مخاطب ہوکر فرمایا کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تو ابھی اپنے دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھ سے بہتر یہاں کوئی نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ اس کے بعد جیسے ہی وہ مسجد کے اندر داخل ہوا حضورؐ نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔ میں، جب اس ارادہ سے وہ مسجد کے اندر گئے تو اسے نماز پڑھتا دیکھ کر واپس لوٹ آئے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ ایک نمازی کو کیسے قتل کروں جبکہ حضورؐ نے نمازی کے قتل سے منع کیا ہے پھر حضور نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں۔ جب وہ مسجد کے اندر گئے تو اس وقت نوجوان سجدہ کی حالت میں تھا وہ بھی اسے نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ کی طرح واپس لوٹ آئے پھر حضورؐ نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں۔ حضور نے فرمایا تم ضرور اسے

قتل کروگے بشرطیکہ تمہیں وہ مل جائے۔ لیکن جب حضرت علی مسجد کے اندر داخل ہوئے تو وہ جاچکا تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میری امت کے جملہ فتنہ پردازوں سے یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا۔ میری امت کے دو افراد بھی آپس میں کبھی نہ لڑتے۔

حاصل مطالعہ۔ یہ پندرہ حدیثیں آپ کی نظر کے سامنے ہیں۔ میں درخواست کروں گا کہ آپ ایک بار پھر انہیں غور سے پڑھیں بات اس پیغمبر ذی شان کی ہے جو غیب کے رموز و اسرار اور مستقبل کے حالات سے پوری طرح واقف اور باخبر ہے۔ اس لئے سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے۔ یا مغرب کی بجائے مشرق کی طرف ڈوب سکتا ہے۔ لیکن نبی کی بات کبھی غلط نہیں ہوسکتی۔

میں آپ کو غیرتِ حق کی قسم دیتا ہوں مذکورہ بالا حدیثوں پر ذرہ بھی یقین ہو تو ہاتھ میں انصاف و دیانت کا چراغ لے کر تلاش کیجئے کہ آخری زمانے میں جس گروہ کے ظہور کی پیغمبر نے خبر دی ہے۔ آج وہ گروہ کہاں ہے خدا کا شکر ہے کہ خبر دینے والے نے اس گروہ کو مختلف نشانیوں کے ذریعہ اتنا واضح کر دیا ہے کہ وہ دوپہر کے اجالے میں ہے۔ نشانیاں اسی لئے بتائی گئی ہیں کہ ان کی روشنی میں دین و ایمان کے غارتگروں کا سراغ لگایا جائے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص نبی کی خوشنودی کے مقابلے میں اپنی خواہشات کا غلام نہیں ہے تو اس کے لئے اس فتنے سے نظر بچانا بہت مشکل ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان پندرہ حدیثوں کے درمیان بکھری ہوئی جملہ نشانیوں کو اگر آپ ترتیب کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیں تو واقعات و مشاہدات کی سطح سے نجدی گروہ یا تبلیغی جماعت کی تصویر اچانک ابھر آئے گی۔

اور زحمت نہ ہو تو تھوڑی دیر کے لئے اپنی نگاہ کا رشتہ میری نوکِ قلم ساتھ جوڑ دیجئے۔ میں حدیثوں کے انبار سے نشانیاں چنتا جا رہا ہوں، آپ جوڑتے جائیے کچھ ہی دیر میں تبلیغی جماعت کی تصویر نہ بن جائے تو میرے قلم پر سے اپنا اعتماد اٹھا لیجئے۔

حدیث نمبر ۱ تا نمبر ۸ میں بتایا گیا ہے کہ کفر اور شیطان کے فتنے کا مرکز مدینہ کے مشرقی سمت پر واقع ہونے والا نجد کا خطہ ہے اسی مشرقی خطے سے مسلمان نام کا ایک گروہ اٹھے گا جو پڑھے گا لیکن قرآن اس کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائے گا لیکن دین سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اب تجربات کی روشنی میں پرکھ لیجئے کہ سوا تبلیغی جماعت کے آج وہ کون سا گروہ ہے جس کا ایک کنارہ دہلی میں ہے تو دوسرا کنارہ۔ نجد کے ریاض سے جا ملتا ہے۔

حدیث نمبر ۹، ۱۰، ۱۱: ذوالخویصرہ نامی جس گستاخِ رسول کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ وہاں یہ بھی مذکور ہے۔ وہ قبیلہ بنی تمیم کا آدمی تھا۔ اور آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا گروہ اسی کی نسل سے ہوگا۔ اب عرب کے مستند مورخین کا ایک تازہ انکشاف ملاحظہ فرمائیے۔

مشہور مورخ علامہ زینی دحلان اپنی کتاب الدرالسنیہ کے صہ۵۱ میں لکھتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کا سلسلۂ نسب بنی تمیم سے ہے اس لئے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ ذوالخویصرہ کی نسل سے ہو جس کے متعلق بخاری شریف میں حدیث ابو سعید خدری سے حدیث منقول ہے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف)

علامہ زینی مورخ مکہ کے بارے میں صاحب لمعات نے لکھا ہے کہ ان میں سے

کوئی ـــ ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے نہیں تھا ان کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں: لم یکن فی الخوارج قوم من نسل ذوالخویصرہ۔ اس لئے ماننا پڑیگا کہ حدیث نمبر ۹، ۱۰، ۱۱ میں ظاہر ہونے والے گروہ سے نجدی گروہ مراد لینا حقیقتِ واقعہ کے عین مطابق ہے۔

حدیث نمبر ۱۲ میں اس گروہ کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ ان کا تعلق دین سے کچھ بھی نہ ہوگا اس خبر کی تصدیق کرنا چاہتے ہوں تو تبلیغی جماعت کے حلقہ ہائے درس قرآن اور ان کے دعوتی اجتماعات کو دیکھ لیجئے۔

لوگوں کو دین اور قرآن کی طرف بلاتے بلاتے ان کی زبانیں خشک ہو جاتی ہیں لیکن انہیں کسی طرح اندر سے جھانک کر دیکھ لیجئے تو یہ ساری نمائش اس لئے ہے کہ دین میں فساد پیدا کریں۔

حدیث نمبر ۱۲، نمبر ۱۳ میں اس گروہ کی ایک پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ اوپر سے باتیں اچھی کریں گے لیکن اندر سے عمل اس کے خلاف ہوگا۔ قول فعل کا یہ تضاد دیکھنا چاہتے ہوں تو تبلیغی جماعت کو دیکھ لیجئے۔ باتوں کی حد تک وہ کتنے سراپا اخلاص۔ اسلام دوست اور خوشنما نظر آتے ہیں۔ لیکن کردار دیکھئے تو اب تک لاکھوں خوش عقیدہ مسلمانوں کا ایمان غارت کر چکے ہیں توحید کا نام لے کر رسالت کی تنقیص کرنا اس گروہ کا جماعتی شعار بن چکا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰ میں اس گروہ کی پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کا خون بہائیں گے۔ مشرکین سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے نجدی گروہ کے بارے میں اس خبر کی تصدیق کرنا چاہتے ہوں تو مولانا محمد علی جوہر کا

یہ منصفانہ بیان پڑھیئے۔ پچھلے صفحات میں مولٰنا حسین احمد صاحب کا بھی اسی طرح کا بیان گذر چکا ہے۔

نجد اور نجدیوں کا یہی کارنامہ ہے کہ مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کے خون میں ان کے ہاتھ رنگے رہیں۔ اور غالباً اس وقت بھی یمن کے مسلمانوں پر جنگ جاری ہے حالانکہ (سرگلبرٹ ڈیلومنٹ) سے حدود حرم کے سامنے ہی ملاقات کر کے انہوں (نجدیوں) کے برطانیہ سے معاہدہ کیا ہے کہ برطانوی انقلاب کے حدود کے خلاف قدم نہیں اٹھائیں گے لے

حدیث نمبر ۵-۱۱-۱۲ میں اس گروہ کی ایک خاص پہچان یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ التزام کے ساتھ اپنا سر منڈائیں گے۔ گویا یہ فعل ان کا جماعتی نشان شعار بن جائے گا اب اس کی تصدیق کے لئے عرب کی مستند تاریخ الفتوحات الاسلامیہ کے مصنف کا یہ بیان پڑھ لیجئے۔

حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان کی خاص نشانی سر منڈانا ہے یہ نجدی گروہ کے حق میں بالکل صراحت ہے۔ کیونکہ یہی لوگ اپنے پیروکاروں کو سر منڈانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ سرکارؐ کی بتائی ہوئی یہ نشانی خوارج اور گذشتہ بددین فرقوں میں سے کسی فرقہ کے اندر موجود نہیں تھی۔ یہ شعار صرف وہابیہ نجدیہ کا ہے۔

لفظ تحلیق کی تشریح۔ تحلیق کی لغوی تشریح کے سلسلے میں بحث ونظر کا ایک گوشہ بہت زیادہ قابلِ غور ہے اور وہ یہ ہے کہ تحلیق کا ترجمہ عام طور پر سر منڈانا، کیا جاتا ہے۔ لیکن دیوبند کی معتمد اور مستند کتاب مصباح اللغات

لے مقالات محمد علی جوہر حصہ اول ص۳۷ تبلیغی جماعت نمبر۱ ص۱۹۴ لے الفتوحات الاسلامیہ ج۲ ص۲۶۸

یں اس کے ہم مادہ لفظ کا ترجمہ۔ چکر لگانا اور حلقے میں بیٹھنا بھی کیا گیا ہے خالی الذہن ہو کر سوچیئے تو یہ دونوں ترجمے تبلیغی جماعت پر پوری طرح فٹ ہو جاتے ہیں۔ ایک ترجمہ اگر ان کی۔ چلت پھرت کو بتاتا ہے تو دوسرا ترجمہ ان کے اجتماع کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

تبلیغی جماعت کے سرکردہ عالم مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی لکھتے ہیں کہ غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کمپونڈر تک نہیں ہوسکتا مگر ان تبلیغی جماعت والوں نے دین کو اتنا سمجھ لیا ہے کہ جس کا جی چاہے وعظ وتقریر کرنے کھڑا ہو جائے کسی سند کی ضرورت نہیں۔

میرے بزرگو! جب ناواقف اور نااہل لوگ منصب خطابت پہ فائز ہونگے وہ مبلغ اپنے علم کے مطابق نہیں بولیں گے بلکہ علم سے آگے نکتے پیدا کریں گے۔ اور مسجدوں کا حال کیا پوچھتے ہو کہ تبلیغی جماعت کی ان خانہ بدوشوں کی بدولت اب وہ مسجد کے سوا سب کچھ ہی ہے۔ کھانا پکانا، کھانا کھانے، اور لیٹنے سونے سے لے کر زندگی کے دوسرے مشاغل تک سارے دُنیوی امور اب مسجد میں ہی انجام پاتے ہیں مسجدوں کی بے حرمتی کے ایسے ایسے جگر سوز حالات سننے میں آتے ہیں کہ کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔

تبلیغی جماعت کا منافقانہ خدوخال

حضرات گرامی! آپ نے تبلیغی جماعت کے حضور کے ارشادات اور تبلیغی جماعت کے ہی علمائے کرام نے تبلیغی جماعت کے اندرونی خدوخال کس طرح بے نقاب کئے ہیں آئیے ہم آپ کو حقیقی چہرہ دکھائیں۔ جو اندر اور باہر میں کتنا فرق ہے۔ کتنی گہری سازش اور منافقت اسلام اور مسلمانوں کے

ساتھ کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ارشد القادری اپنے جلے دل کے ساتھ چشم دید واقعات پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ مجھے اتفاقاً بستی نظام الدین دہلی جانا پڑا۔ خیال آیا کیوں نہ پہلی رات محبوبِ الٰہی نظام الدین کے حضور میں بسر کی جائے چنانچہ بندہ شام چار بجے بس سے اُتر کر جیسے ہی بستی نظام الدین میں داخل ہوا۔ تو مجھے دو آدمی نظر آئے جو میری طرف ہی آ رہے تھے۔ جب وہ میرے قریب پہنچے تو ان کا حلیہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ لمبی ڈاڑھیاں اور پیشانی پر سجدہ کے داغ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا وہ بڑے تپاک سے ملے اور میرا حال دریافت کرنے لگے۔ میں نے اپنے آپکو مسکینی صورت بنا کر خاموش رہا۔ تو دونوں حضرات کہنے لگے کہ یہی تبلیغی جماعت کا وہ مرکز ہے جہاں سے ساری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے۔ اگر بُرا نہ منائیں تو اندر تشریف لے چلیں۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ کس طرح دین زندہ ہو رہا ہے۔ مدت ہوئی ایک شخص نے یہاں اپنی روحانیت کا پودا لگایا تھا اب وہ جوان ہو گیا ہے اور ان کی برکات سے ایک عالم فائدہ اٹھا رہا ہے بس ایک نظارہ کر لیجئے۔ مرجھائے ہوئے اسلام کو دین کے خادموں نے کیسا تر و تازہ کر رہا ہے۔

میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح ان کے اندرونی حالات سے باخبر ہو سکوں۔ منہ مانگی مراد سمجھ کر میں ان کے ہمراہ چل پڑا صدر گیٹ سے داخل ہوتے ہی ایک بارہ دری میں ادھیڑ عُمر کے لوگ قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔

ان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے یہ لوگ علاقہ میوات کے نومسلم ہیں ان کے باپ دادا بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہلاتے تھے لیکن کفریہ اور شرکیہ رسموں میں یہ لوگ اس طرح ڈوبے ہوئے تھے کہ اسلام سے دور کا بھی انہیں

لگاؤ نہیں تھا۔ تبلیغی جماعت کے لوگوں نے انہیں حقیقی اسلام سے روشناس کیا اب یہ لوگ دن رات مرکز میں رہ کر دین سیکھتے ہیں۔ جب یہ پکے ہو جائیں گے تو اپنا علاقہ خود سنبھال لیں گے۔

تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھے اور ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر رُک گئے۔ اور کمرے کے لوگوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

یہ تبلیغی جماعت کے نہایت روشن دماغ اور تجربہ کار علماء ہیں۔ دماغی تطہیر کے فن میں یہ لوگ عظیم مہارت رکھتے ہیں۔ خیالات کا دھارا موڑ کر دین کی طرف لگانا ان کا شب و روز مشغلہ ہے۔ آپ ان کے پاس بیٹھیے۔ مجھے بٹھا کر وہ دونوں باہر نکل گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد ان تبلیغی مولویوں نے مجھے نہایت اعزاز و تکریم کے ساتھ بٹھایا۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے راستے میں ہی اغوا کر لیا گیا ہے وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ میں اپنے وطن سے اسی جگہ کے لئے آیا ہوں۔

جب انہوں نے نہایت اصرار کے ساتھ مجھ سے دریافت کیا کہ میں یہاں کس مقصد کے لئے آیا ہوں۔ تو اچانک مجھے خیال آ گیا کہ تبلیغی جماعت کے اندرونی حالات سے واقف ہونے کے لئے ایک سنہری موقعہ ہاتھ آ گیا ہے اُسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

میں نے ان سے کہا کہ میں جمشید پور سے آیا ہوں وہاں کی تبلیغی جماعت کے متعلق ایک نہایت ضروری بات حضرت جی سے کہنی ہے اس وقت حضرت جی کے منصب پر مولوی محمد یوسف صاحب فائز تھے۔

انہوں نے ہزار معلوم کرنا چاہا کہ وہ کون سی بات ہے لیکن میں نے انہیں ہر بار ٹال دیا کہ میں اپنی بات حضرت جی سے ہی کہوں گا۔

حضرت جی ۔ اس وقت موجود نہیں تھے وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا ۔ رات درگاہ شریف میں گذاری ۔ صبح جب میں درگاہ شریف سے باہر آیا تو مجھے راستے میں ہی وہ دونوں شکاری مل گئے دور سے ہی انہوں نے مجھے آواز دی جب میں ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے خوشخبری سنانے کے انداز میں کہا کہ حضرت جی، صبح سے ہی تمہیں تلاش کر رہے ہیں ۔

جیسے ہی میں ان کے ہمراہ اندر داخل ہوا تو پہلے دن والے مولوی صاحبان مجھے مل گئے انہوں نے دیکھتے ہی کہا ۔

تم کہاں چلے گئے تھے ہم تمہیں کل سے تلاش کر رہے ہیں ۔ میں نے جواب دیا کہ میں درگاہ شریف چلا گیا تھا وہیں رات گذاری ۔ ان میں سے ایک مولوی نے کہا کہ تم رات بھر اس بدعت خانے میں کیا کرتے رہے کیا تم جماعت میں ابھی نئے نئے شامل ہوئے ہو

میں نے ٹالتے ہوئے کہا کہ بس یوں ہی ذرا دیکھنے چلا گیا کہ وہاں کیا ہوتا ہے ۔ چنانچہ وہ مجھے اندرونِ خانے حضرت جی کے پاس لے کر چلے گئے ۔

دیکھتے ہی فرمایا ۔ کون صاحب ہیں' کہاں سے آئے ہیں ۔ ایک مولوی صاحب نے سر جھکا کر کہا' یہی مولوی صاحب ہیں جو جمشید پور سے آئے ہیں وہاں کی تبلیغی جماعت کے متعلق کوئی ضروری بات حضور والا سے کرنا چاہتے ہیں ۔

اتنا سُن کر حضرت جی نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا ۔ بکو' کیا کہنا ہے ۔

میں نے جمشید پور کی تبلیغی جماعت کی سرگذشت بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہاں پر پہلے بہت اچھا اثر و رسوخ تبلیغی جماعت کا تھا ۔ اب کچھ کمزور پڑ گیا ہے پہلے تو بہت اچھا اثر قائم ہو گیا تھا عام لوگ تبلیغی سرگرمیوں سے بے حد متاثر تھے اور اس کی طرف سے حُسنِ ظن رکھتے تھے لیکن جب سے کچھ تبلیغی کارکنوں

نے ، میلاد و قیام اور علمِ غیب جیسے اختلافی مسائل میں اپنے عقیدہ کا اظہار شروع کیا اس وقت سے بہت سے لوگ تبلیغی جماعت سے علیحدہ ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی مسجدوں میں تبلیغ کا کام بند ہو گیا ہے ۔

ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ حضرت جی کے چہرے کا رنگ سُرخ ہو گیا اور فرطِ غضب میں اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے چیخ پڑے ۔ اور اپنے تئیں تبلیغی جماعت کا ایک ناتجربہ کارکن سمجھ کر مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا ۔

جب لوگ تبلیغ کا ڈھنگ نہیں جانتے تو کس نے کہہ دیا کہ وہ تبلیغ کریں یہاں مجھے تبلیغ کرتے ہوئے بیس سال ہو گئے ہیں میں نے کسی سے کبھی ہیں کہا کہ میلاد فاتحہ چھوڑ دو حالانکہ جاننے کی حد تک سب جانتے ہیں کہ میرا بھی عقیدہ اور مسلک وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے ۔ لیکن میں نے اچھی طرح تجربہ کر لیا ہے کہ ان چیزوں سے براہِ راست روکنے کے بجائے اب لوگوں کا ذہن بدلنے کی ضرورت ہے ۔ تبلیغی گشت اور مرکز میں چلّہ گذارنے کا راز یہی ہے کہ لوگوں کو اپنے علماء کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ اٹھنے بیٹھنے کا موقعہ فراہم کیا جائے ۔

یہاں کے ماحول میں ذہن ڈھل جانے کے بعد لوگ خود بخود ان چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں بلکہ اپنے عقیدے میں اتنے سخت ہو جاتے ہیں کہ دوسروں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

میری طرف رُخ کر کے حضرت جی نے حکیمانہ انداز میں فرمایا ۔ مولوی صاحب آپ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگ اس ملک کے اندر اقلیت میں ہیں بدعتیوں (سُنّیوں) کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ ان حالات میں اپنا مذہب پھیلانے کے لئے ہمیں اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ مکر سے کام لیں ۔

آخر مکر بھی کوئی چیز ہے۔ کفر و شرک سے پھیرنے کے لئے مکر سے کام لینا قطعاً کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ حق پرستی کے جوش میں آکر اگر ہم تقویۃ الایمان اور بہشتی زیور کے عقائد برملا بیان کر دیں تو لوگ ہمیں مسجدوں میں نہ جانے دیں۔

اس لئے میں تمام تبلیغی کارکنوں کو سخت تاکید کرتا ہوں کہ وہ بدعتیوں (سُنّیوں) کے ساتھ مکر سے کام لیں یعنی مصلحت کا تقاضا ہو تو میلاد و قیام بھی کر لیں۔ اگر ضرورت پیش آئے تو اپنے علماء کو بُرا بھلا بھی کہہ لیں جیسے بھی ہو ان کے ساتھ لگے رہیں انہیں اپنے ہمراہ لے کر جماعتوں میں پھرائیں۔ کبھی نہ کبھی ان میں سے لوگ ٹوٹ کر ادھر آ ہی جائیں گے۔

مولوی صاحب! دیکھو مجھے یہاں بیس سال ہو گئے ہیں تبلیغ کا کام سنبھالے ہوئے ہوں اختلافی مسائل تو بڑی چیز ہے اس کی ہوا بھی کسی کو نہیں لگنے دی۔

یہ جو تم ہزاروں آدمیوں کو دیکھ رہے ہو۔ جو تبلیغ میں دن رات لگے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر لوگ بدعتی اور قبر پرست تھے لیکن اپنے علماء کی عقیدت کے زیر اثر خود ہی ان کا ذہن بدل گیا۔ یہاں تک کہ جن شرکیہ رسموں کو کہنے پر بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے اب بغیر کہے سنے چھوڑ دیا۔ تبلیغی جماعت نے اسی راز کو پا لیا ہے۔

اس وقت میرا دل (ارشد القادری) مایوس ہو کر رہ گیا کہ کاش میرے پاس ٹیپ ریکارڈر ہوتا۔ اور میں حضرت جی کی آواز کو اس میں قید کر لیتا۔ تو آج مجھے تبلیغی جماعت کی اصل حقیقت سے روشناس کرانے کے لئے ایک کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ صرف دو انچ کا فیتہ سارے زمانے کو اس صدی کے سب سے بڑے مرکز "دجل و فریب" سے واقف کرا دیتا۔

آج حضرت جی کے مذکورہ بالا "ارشادات" پر سوائے خداوند ذوالجلال

کے اور کوئی گواہ میرے پاس نہیں ہے۔ فرشتوں کا ایک نوشتہ ضرور ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ اس میدان میں کھلے گا جہاں تبلیغی جماعت کا انجام معلوم کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہی باقی نہیں رہے گی۔

جو لوگ ان حالات تحریر شدہ پہ اعتماد کر سکیں ان سے عرض کروں گا کہ تبلیغی جماعت کی صحیح تعبیر کے لئے اب وہ خود ہی لغت میں کوئی مناسب لفظ تلاش کریں۔ کافی غور و خوض کے بعد بھی مجھے ابھی تک کوئی ایسا لفظ نہیں مل سکا جو، رہبری اور رہزنی، دونوں مفہوم کو ایک ساتھ ادا کر سکتا ہو۔

قارئینِ حضرات! تبلیغی جماعت کا منافقانہ کردار مکر، فریب، آپ نے پڑھ لئے ہیں کہ کس طرح سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں مبتلا کر کے دین سے گمراہ کر رہے ہیں۔ آئیے ہم آپ کو اس تبلیغی جماعت کی قانونی حیثیت سے بھی روشناس کراتے ہیں۔

آپ ابھی پچھلے صفحات میں شرعی حیثیت کے عنوان سے پڑھ آئے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے متعلق مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر ان کے فتنے سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا۔

آج اسلام اور مسلمانوں کے لئے تبلیغی جماعت فتنۂ عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ اس فتنۂ عظیم سے مسلمانوں کو محفوظ اور مامون فرمائے۔

آمین

تبلیغی جماعت کی قانونی حیثیت

انگریز مولوی محمد حسین وہابی بٹالوی کے شکر گزار تھے۔ بٹالوی کو جاگیر بھی دی اور انعام سے بھی سرفراز کیا بٹالوی نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے لئے وہابی کے بجائے اہلحدیث کا نام عروج و مشتہر کیا۔ انہوں نے باقاعدہ حکومت برطانیہ کی وفاداری کا اعلان کیا۔ بٹالوی نے سرکاری تحریرات میں وہابی کے بجائے اہلحدیث لکھے جانے کے احکام جاری کرائے۔

چونکہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی بانیٔ وہابیت نے اپنی جماعت کا نام محمدی گروہ رکھا تھا۔ مسلمانوں نے کہنا شروع کر دیا کہ واقعی یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہونے کے باعث محمدی ہی تو ہیں۔ وہابی حضرات نے اس نسبت کو چھپانے کی غرض سے خود کو موحّد کہنا شروع کر دیا۔ مسلمانانِ اہلِ سُنّت والجماعت کہتے کہ واقعی یہ منکرینِ شانِ رسالت ہونے کے باعث سکھوں کی طرح بڑے موحّد تو ہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی کی سرکردگی میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی مہربان سرکار سے درخواست کی کہ مسلمانانِ ہند آپ کے اس خود کاشتہ نجدی پودے کو وہابی کہتے ہیں۔ انہیں قانونی طور پر اس نام سے روکا جائے اور ہماری جماعت کا نام سرکاری طور پر اہلحدیث رکھ دیا جائے گورنمنٹ نے جواب دیا وہ پروفیسر محمد ایوب قادری کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

اِمینوں (مولوی محمد حسین بٹالوی) نے ارکانِ جماعت اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعے سے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کی اس درخواست پر شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنے تائیدی دستخط کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔

وہاں سے حسبِ ضابطہ منظوری آگئی کہ آئندہ وہابی کے بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کیا جائے۔

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے اس کی باقاعدہ اطلاع مولوی محمد حسین کو دی۔ اس طرح گورنمنٹ اور اس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۸۱۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۲۷ گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۵ مارچ ۱۸۹۰ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۵۶۔ اور گورنمنٹ یوپی کی طرف سے ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶ گورنمنٹ سی۔ پی، کی طرف سے ۱۴ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۴۰۷ اور گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۱۴ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۷۳۲، اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین کو ملی۔[1]

یہ ہے ان حضرات کے اہلِ حدیث ہونے کی کُل کائنات۔ یہ چور دروازہ مسلمانوں کو دو طرح کا دھوکہ دینے کی خاطر ایجاد کیا گیا۔

اولاً اس لئے کہ مسلمانوں کو یہ دھوکا دیا جائے کہ یہ لوگ حدیث سے بہت لگاؤ رکھنے کے باعث خود کو اہلِ حدیث کہتے ہیں۔ ثانیاً اس غرض سے کہ محدثین حضرات کے لئے تصانیف علمائے کرام میں لفظ اہلحدیث بھی عام استعمال میں آتا ہے۔ لہٰذا اس سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا آسان ہوگا۔ کہ صاحبو! ہماری جماعت کوئی نئی نہیں۔ ہمارے گروہ کا نام تو بڑے بڑے علمائے کرام کی تصانیفِ عالیہ میں بھی شروع زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے یہ ہے ان حضرات کی بے ایمانی۔

قارئین کرام! درخواست بالا کا جواب اور منظوری اصل انگریزی مضمون کو

---

[1] مقدمہ حیات سید احمد شہید صـ ۲۶ از پروفیسر محمد ایوب قادری۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ایوب قادری

درج کرنا ازحد مفید ہوگا۔ پڑھیئے۔ اور وہابیوں کی کارستانیوں بے ایمانیوں دھوکہ بازیوں کا اندازہ لگائیے۔

درخواست کی منظوری انگریزی میں خود وہابیوں کے اخبار اہلحدیث امرتسر نے درج کی ہے۔

انگریزی درخواست پڑھنے کے لئے ورق اُلٹیے:-

ترجمہ:- صاحب ڈبلیو۔ ایم ینگ بہادر سیکرٹری پنجاب گورنمنٹ بذریعہ چٹھی نمبر ۱۳۷ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء بنام مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر۔ اشاعۃ السنۃ لاہور۔ بجواب چٹھی نمبر ۱۹۵ مورخہ ۱۲ مئی ۱۸۸۶ء تحریر کرتے ہیں کہ حسبِ درخواست آپ کی کہ لفظ "وہابی" اس جماعت کے لئے سرکاری کاغذات میں استعمال نہ کیا جائے۔

کتابیں جو آپ نے چٹھی نمبری ۵۴۷ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۸۸۶ء سے اصل دستخط شدہ نوٹس جو آپ نے اپنے ساتھ خط کے ساتھ گورنمنٹ کے ملاحظہ کے لئے بھیجی تھیں واپس کی جاتی ہیں

چٹھی نمبری ۱۷۵۸ مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء از صاحب قائم مقام سیکرٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ بنام صاحب سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب بجواب آپ کی چٹھی نمبری ۱۰۴۴ مورخہ ۱۸ جون ۱۸۸۶ء آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر جناب سی۔ آئی۔ ایچ سن اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ آئندہ سرکاری خط و کتابت میں وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ حوالہ کتاب تبلیغی جماعت مؤلفہ علامہ محمد اشرف نقشبندی مجددی ص ۳۹ سے ۴۲ تک۔

یہ ہیں تبلیغی جماعت کے کردار جو دیوبندیوں کی ہی ایک شاخ نے کتنے روپ بدلے۔ پہلے محمدی بنے پھر موحّد کہلائے۔ پھر اہلحدیث کہلا کر گورنمنٹ برطانیہ سے منظوری کرائی۔ یہ اہلحدیث جو دیوبندیوں کا دوسرا نام ہے۔ ان حالات کو آپ پڑھ چکے ہیں۔

ایسے کرنے کے لئے تو آدمی گناہ بھی کرتا ہے مگر وہ گناہ کو گناہ ہی سمجھتا ہے ثواب نہیں کہتا۔ اس طرح کے گنہگاروں سے کسی دن بھی واپسی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ لیکن جو لوگ گناہ کو ثواب اور بدبختی کو توحید اور بغاوت کو

From

W.M, Young esque,
Secretary to the Government,
of the Punjab.

To,

Moulvi Abu Said Muhammad Hussain,
Editor of the Ashaat-ul-Sunnah,
Lahore.

D/Lahore 19th January 1987.

Sir,

In Respect to your letter No. 195 of the 12th May last asking that the use of expression Wahabi in reference to member of community which you claim to represent may be prohibited in government order.

I am directed to forward the eshased copy of letter No 1758 dated the 3rd December from the officiating secretary to the Government of India, in Home Department, the discontinue of the use of term Wahabi in official correspondence.

2. I return the books received with your letter No. 547 of the 21st September last togather with the original signed notice which you have been good enough to submit in your subreguent letters for the Perusal of Governmet.

I have the honour to be your most sir obedient servent for so the secretary to the Government of Punjab. Copy of the letter No 1758 dated the 3rd December 1886 from the officiating secretary to the Government of India Home Department to the secretary Government of the Punjab.

صفحہ ۴۳۸ منسوخ سمجھا جائے۔

ایمان سمجھ لینے میں ان کی واپسی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ ان تمام حقائق کے ہوتے اور سمجھتے ہوئے مسلمان کا ضمیر ہی اس کا فیصلہ کرے گا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی تبلیغی جماعت کے ساتھ دینے سے ہے یا اس سے علیحدہ رہنے میں۔ اگر آپ کو اپنی ضمیر اجازت دیتی ہے تو ان تمام خرافات سے دور رہ کر صرف اور صرف محبوبِ خدا کی خوشنودی حاصل کریں اسی میں نجات کا ذریعہ ہے۔

آخر میں ان حقائق کو ختم کرنے سے پہلے عرض کرتا چلوں کہ اپنی معلومات کے مطابق تبلیغی جماعت سے متعلق جتنے حقائق پیش کئے گئے ہیں ان پر پُرخلوص جذبے کے ساتھ غور فرمائیں۔

گزشتہ صفحات میں تبلیغی جماعت کے عقائد۔ کردار۔ افعال اور اعمال کا جائزہ لے چکے ہیں اب اگلے ہاتھوں ان کے انسانیت سوز مظالم کی داستان سنیئے۔

تبلیغی جماعت کے مظالم

ایک قدم اور آگے

جس طرح کتاب کے ابتدائی صفحات میں نجدی کے مظالم تحریر کئے گئے کہ نجدی حکومت نے کس طرح بزورِ شمشیر مسلمانوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کیا۔ مسلمانوں پر کتنے مظالم کئے گئے۔ تمام مقابر اور مزارات و قبہ جات گرا دیئے گئے اور عاشقانِ رسول کو چُن چُن کر قتل کیا۔ اسی طرح تبلیغی جماعت والوں نے یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ ان کے پاس حکومت کے اختیارات نہیں ہیں ورنہ یہ تبلیغی جماعت بھی نجدی حکومت کی طرح لوگوں کے ساتھ جدال و قتال کرتی۔ لیکن تبلیغی جماعت والوں نے بجائے بزورِ شمشیر ذہنی طور پر مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں لا رہی ہے اور ساتھ ہی ان کی جماعت کے خلاف کوئی نعرۂ رسالت بلند کر دے یا حضور کی تعریف اور توصیف بیان کرے تو اس کو جتنی سزا دی جاتی ہے آپ درجہ ذیل واقعات اور حالات سے اندازہ لگا سکیں گے۔ جس طرح ظالم بھٹو نے اپنے دورِ حکومت میں اپنے مخالفین پر جو جور و ستم ڈھائے وہ اخباروں رسالوں میں چھپے۔ آزاد کشمیر میں ظالم اور جابر بھٹو کے دلائی کیمپ (آزاد کشمیر) میں سیاسی اختلاف کی بنا پر مخلوقِ خدا پر ظلم و ستم کی داستانیں جس طرح تفصیل کے ساتھ منظرِ عام پر آئیں اسی طرح رائے ونڈ میں مسکین صورت شیطان اور یزیدی سیرت، تبلیغی جماعت کے دلائی کیمپ کے داستان بھی ملکی اخبار اور جرائد میں اور رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ کے ماہنامے میں شائع ہوئی ہیں۔

جس طرح بھٹو نے سیاسی مخالفین پر ظلم وستم ڈھانے کے لئے آزاد کشمیر میں ایک دلائی کیمپ قائم کیا تھا اور وہاں پر اپنے مخالفین کو نیست و نابود کیا کرتا تھا۔ اسی طرح تبلیغی جماعت کے نام نہاد مسلمان رائے ونڈ میں۔ اپنے مرکز (ہیڈ کوارٹر) میں مرکزی مدرسہ کو دلائی کیمپ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں وہاں پر اہلِ سنت والجماعت اہلِ اسلام کو محبوس و مقید کیا جاتا ہے۔ انہیں طرح طرح کے اذیت ناک طریقوں سے سزا دی جاتی ہے۔ الٹا لٹکا یا جاتا ہے۔ زد وکوب کیا جاتا ہے اور انتہائی درد ناک عذاب دے دے کر انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے اور اس کی کانوں کان کسی کو خبر نہیں ہونے دی جاتی۔ رائے ونڈ کے کیمپ (مدرسہ) میں موت کا کنواں بھی قائم کیا گیا ہے عام جسمانی تشدد کے علاوہ جس شخص کو واقعی مار ڈالنا مقصود ہوتا ہے اسے اس کنویں میں گرا دیا جاتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسے ختم کر دیا جاتا ہے یہ واقعات اور حقائق ملکی اخبار وجرائد میں وانشگاف ہو چکے ہیں۔

رائے ونڈ سے انسان نما بھیڑیئے اور درندے اہلِ سنت کے افراد کو اپنے صدر مدرسہ رائے ونڈ میں چھت سے اُلٹا لٹکا کر باندھتے ہیں۔ ڈنڈے اور سریئے لوہے کے مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔

رائے ونڈ میں موت کا کنواں

رائے ونڈ میں تبلیغی بھیڑیوں کی درندگی اور سفاکی کا سُن کر صورتحال کی مزید تحقیق کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ کا ایک وفد رائے ونڈ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان تبلیغی مسلم نما درندے ظالم انسانوں نے وہاں موت کا کنواں بنا رکھا ہے جسے یہ موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے

ہوں تو اسے عام جسمانی تشدد کے بعد اسے موت کے کنوئیں میں پھینک دیتے ہیں۔ رپورٹ، رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ماہِ صفر ۱۳۶۸ھ تبلیغی جماعت نمبر ۲ ص ۱۷۳

قید خانہ رائے ونڈ

رائے ونڈ۔ میں ان تبلیغی درندوں نے اہل سنت کے مسلمانوں کو قید رکھنے کا انتظام کر رکھا ہے۔ جہاں پر یہ تبلیغی۔ ظالم ہاتھی۔ بے گناہ اہلِ اسلام کو قید میں رکھتے ہیں اور ان پر قسم قسم کے مظالم ڈھائے جاتے ہیں اور جسمانی تشدد وعذاب دیا جاتا ہے اور اسی طرح سے انہیں اس اسلامی شعائر کو ترک کر کے تبلیغیوں کے جاہل مسلک میں داخل ہونے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر وہ نہ مانیں تو انہیں تشدد کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ ان بے چارے بے بس مسلمانوں کے خلاف وارتوں بلکہ دنیا میں کسی مسلمان کو خبر تک نہیں ہونے دی جاتی یہ زیرِ زمین کاروائیاں تمام کی تمام خفیہ اور راز دارانہ ہوتی ہیں یہ ایک قسم کے تخریب کار کیمپ ہیں یہ خفیہ حقیقت بھی اس وقت فاش ہوئی جب جماعت رضائے مصطفےٰ کا وفد تحقیق کے لئے وہاں گیا۔

رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ رقمطراز ہے

اخباری رپورٹ کے مطابق محمد اقبال ولد محمد خان پر تشدد سے قبل تبلیغی جماعت کے خونی کیمپ رائے ونڈ میں چار لڑکے پہلے سے بند کئے ہوئے تھے لیکن اس صورتِ حال کی مزید تحقیق کے لئے جب رضائے مصطفےٰ کا وفد

رائے ونڈ پہنچا تو معلوم ہؤا کہ چار لڑکے ہی نہیں بلکہ ۳۵ آدمی انہوں نے بند کئے ہوئے تھے نیز وہاں ایک موت کا کنواں بنا رکھا تھا۔ اور عام تشدّد جسمانی کے علاوہ جس شخص کو واقعی مار ڈالنا چاہتے تھے اس کو کنوئیں میں گرا دیتے تھے۔

رائے وِنڈ میں دو قیدیوں کا واقعہ

رائے ونڈ میں محبوس افراد میں سے ایک نوجوان محمد رشید بھی تھا جو پتوکی (شہر) میں ٹریکٹر کا کام کرتا تھا محمد رشید کے والد رحمت علی کے بقول تبلیغی جماعت کے ظالم ایک نوجوان پرویز کو جیب تراشی کے الزام میں پکڑ کر لے جا رہے تھے اتفاقاً پرویز کی محمد رشید پر نظر پڑ گئی اور اس نے محمد رشید کو آواز دی کہ اس صورتِ حال کی میرے گھر اطلاع دے دینا بس اتنی سی بات پر ان ظالموں نے محمد رشید کو بھی پکڑ لیا اور دونوں کو دو بجے دن اپنے خونی کیمپ میں لے جا کر آنکھیں باندھ کر اُلٹا لٹکا دیا۔ اور ڈنڈوں اور سلاخوں سے مارنا پیٹنا شروع کیا اور مرچیں جلا کر ان کا دھوآں ان کی ناک میں چڑھایا گیا دوسرے دن کسی طرح محمد رشید کے والد کو پتہ چل گیا جو وہ چوہدری محمد اسلم چیئرمین اور دیگر چند حضرات کو لے کر تبلیغی جماعت کے خونی کیمپ میں پہنچا اور بڑی مشکل سے دوسرے دن پانچ بجے شام دونوں نوجوانوں کو چھڑا کر لایا گیا۔ اور پھر سترہ دن تک محمد رشید کا علاج کرایا گیا تب کہیں جا کر اس کو افاقہ ہؤا۔

(رپورٹ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ماہ صفر ۱۳۹۵ھ)

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ نے مندرجہ بالا تحریر اس عنوان کے تحت شائع کی:

رائے ونڈ میں (دلائی) خونی کیمپ اور مسکین صورت یزید سیرت تبلیغی جماعت کی اندھیر نگری اور انتظامیہ کی بے توجہی۔

رائے وِنڈ کے خُونی کیمپ میں کُشت و خون کی داستان

تبلیغی جماعت، رائے ونڈ مسلمانوں سے دشمنی اور کفار سے دوستی کے سلسلے میں تمام انسانی حدود کو پھلانگ رکھا ہے۔ یہ لوگ اپنے اکابرین کی ہدایات و اعمال کی پیروی کرتے ہیں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ انسان نما شیطانی فوج پر جائز اور ناجائز جلی و خفی طریقہ سے اپنے غیر مسلم آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اہلِ اسلام کا قتل و خون روا رکھتے ہیں جس کے ثبوت میں محمد اقبال اور محمد خان کا واقعہ واضح دلیل ہے۔ آخر ماہِ اکتوبر ۱۹۷۷ء رائے ونڈ کے خونی کیمپ میں ظلم و ستم کی سفاکی اور درندگی کی انتہا کر دی گئی جبکہ محمد اقبال کو دردناک عذاب و تشدّد سے شہید کر دیا گیا اور یوں اسلام دشمنی کے واقعات میں ایک اور سنگین واقعہ کا اضافہ ہؤا۔

اور دوسرا ساتھی محمد خان ان تبلیغی درندوں کے دیئے ہوئے جسمانی تشدّد کے باعث اپنے حواس کھو بیٹھا۔ ناظرین انگشتِ بدنداں ہو جائیں گے۔ جب معلوم ہوگا کہ کس جُرم کی پاداش میں یہ ظلم و ستم ان یزید سیرت مسلمانوں نے انسانوں کے ساتھ کیا۔

نعرہ یا رسول اللہ کی سزا

سمن آباد لاہور کا ایک دوکاندار محمد اقبال نامی تھا اپنے علاقہ کی مسجد صدیق اکبر کی انتظامیہ کمیٹی کا صدر تھا اپنے مذہبی جذبے کے تحت تبلیغی جماعت کے

جل وفریب کے جال میں پھنس گیا اس نے اپنے دوست محمد خان کو ساتھ لیا عبادت کی نیت سے رائے ونڈ چلا گیا۔ محمد خان لپٹن چائے کی کمپنی کا ملازم تھا۔ رائے ونڈ کے نام نہاد مدرسہ کے دجل وفریب میں اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت میں اس نے نعرۂ رسالت لگایا اور اولیاء اللہ کی عقیدت میں بابا شاہ جمال زندہ باد کا بھی نعرہ لگایا اس سے تبلیغی جماعت کے کارکن اسے پکڑ کر لے گئے۔ رسوں سے باندھا اور کمرے میں چھت کے ساتھ اُلٹا لٹکا کر نعرہ یا رسول اللہ لگانے کے جرم میں ڈنڈوں اور سریوں سے مارنے لگے جب اس کے ساتھی محمد اقبال کو پتہ چلا تو وہاں گیا وہ اس دردناک منظر کو دیکھ کر لرز گیا اور پوچھا کہ محمد خان کا کیا جرم ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس نے یا رسول اللہ کا نعرہ لگایا اور بابا شاہ جمال زندہ باد کا نعرہ بھی لگایا۔ محمد اقبال نے کہا کہ کیا نعرہ یا رسول اللہ لگانا یا بابا شاہ جمال زندہ باد کا نعرہ لگانا جرم ہے تو انہوں نے اس کے سر پر ڈنڈا برسایا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ انہوں نے اسے بھی رسوں سے جکڑ کر چھت سے لٹکا دیا اور ڈنڈوں اور سریوں سے مارتے رہے۔ المختصر یہ کہ محمد اقبال زخموں کی تاب نہ لا کر گنگا رام ہسپتال میں دم توڑ گیا اور اس مردِ مجاہد نے نعرۂ رسالت کی وجہ سے درجۂ شہادت حاصل کیا اور دفن کر دیا گیا اس کے پوسٹ مارٹم رپورٹ میں درج تھا کہ سر میں ½۵ انچ گہرے زخم کے باعث موت واقع ہوئی جبکہ جسم پر اس کے علاوہ بھی ۴۵ ضربوں کے نشان تھے یہ واقعہ ملک کے اخباروں اور جرائد میں بھی شائع ہوا بڑے بڑے اخباروں نے سرخیاں اور عنوان دے کر اس واقعہ کو شائع کیا۔

تبلیغی جماعت کے ملاؤں کے بہیمانہ تشدد کا شکار ہونے والا جاں بحق ہو گیا۔ متوفی کو چھت سے اُلٹا لٹکا کر ڈنڈوں سے پیٹا گیا۔ آج قبر سے لاش نکال کر پوسٹ مارٹم کیا جائے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو مقدمہ روکنے کے لئے دس ہزار روپیہ

کی پیشکش کی گئی [1]

رائے ونڈ میں زخمی ہونے والے دوکاندار نے ہسپتال میں دم توڑ دیا اجتماع کے منتظمین نے دوکاندار اور اس کے ساتھی کو اُلٹا لٹکا کر نشانہ بنایا تھا [2]

رائے ونڈ میں زخمی ہونے والا نوجوان چل بسا۔ متوفی کی میت قبر کھود کر آج پوسٹ مارٹم کیا جائے گا۔ [3]

سمن آباد کے محمد اقبال کی لاش قبر سے نکال کر پوسٹ مارٹم کرنے کا حکم دے دیا متوفی کو مبینہ طور پہ رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماعات میں یا رسول اللہ کے نعرہ پہ زدوکوب کیا گیا [4]

زخمی محمد خان کے گھر کے ارد گرد پراسرار نقل و حرکت۔ تبلیغی جماعت کے غنڈے تشدد کے عینی گواہ کو اغوا کرنا چاہتے ہیں پولیس قتل کی واردات کو حادثے کا رنگ دینے کی کوشش کر رہی ہے [5]

سانحہ رائے ونڈ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرا کر ملزموں کو سزا دی جائے۔ دینی و سیاسی حلقوں میں تبلیغی جماعت کے خلاف اظہار غم و غصہ [6]

محمد اقبال کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے [7]

رائے ونڈ کے تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع پہ پابندی لگائی جائے [8]

---

[1] روزنامہ حیات لاہور۔ راولپنڈی جلد نمبر ۱ شمارہ ۱۹۵ [2] روزنامہ مساوات لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۷۷ء [3] روزنامہ مشرق لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۷۷ء [4] روزنامہ امروز لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۷۷ء [5] روزنامہ حیات لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۷۷ء [6] روزنامہ مغربی پاکستان لاہور یکم دسمبر ۱۹۷۷ء [7] روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ راولپنڈی ۲۸ نومبر ۱۹۷۷ء [8] روزنامہ آزاد ۲۸ نومبر ۱۹۷۷ء تبلیغی جماعت نمبر ۲ صفحہ ۱۲۵۔

قارئین حضرات! ان چند واقعات سے خود ہی اندازہ لگائیں کہ ان نام نہاد تبلیغی اور فی الحقیقت اسلام دشمن درندوں کے دلوں میں کس قدر بغضِ رسول ہے اور کس قدر اسلام سے نفرت اور بیزاری ہے۔ یہ انسان نما بھیڑیے۔ اصل کس اسلامی دنیا کے دشمن اور غیر مسلم دشمنوں کے ایجنٹ ہیں ان کے بڑے بھی یہی کچھ تھے

ان تمام کا بانی اور پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی دشمنِ اسلام اور دشمنِ رسول تھا جس نے اہلِ اسلام کا اسی طرح قتل اور اسی طرح جائز قرار دیا تھا۔ اسی کے یہ پیروکار ہیں وہ مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں کی اولاد سے تھا۔

محمد اقبال شہید کے اہل و عیال پوچھتے ہیں

محمد اقبال کے بچے جنہیں تبلیغی درندوں نے یتیم بنا دیا۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکا دسویں جماعت میں زیرِ تعلیم ہیں۔ باقی سب بچے چھوٹے تھے سب سے چھوٹا بچہ دو سال کا تھا۔ لوگ عید کی خوشیاں منا رہے تھے تو ظالموں کے ظلم کا شکار بچے سارا دن قبرستان میں اپنے باپ کی قبر پر پڑے بلکتے رہے۔ ان کے لئے عید کا چاند غم کی گھٹاؤں سے ابھرا اور آنسوؤں میں ڈوب گیا۔

روزنامہ مغربی پاکستان میں ایک مکتوب

مکرمی سلام مسنون! آپ کے جریدہ کے توسط سے تبلیغی جماعت سے چند اہم سوالات دریافت طلب ہیں۔

۱۔ تبلیغی جماعت ایمان و عقائد کے بجائے اعمال پر کیوں زور دیتی ہے حالانکہ عقیدہ بنیاد ہے۔

۲۔ تحریکِ ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران لوگ

قربانیاں دے رہے تھے اور وقت کے ظالم حکمرانوں کے خلاف کلمۂ حق بلند کر رہے تھے اس وقت تبلیغی جماعت کہاں تھی۔ تبلیغی جماعت جو ثواب کے تبلیغ کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کو ساتھ ملاتی ہے اس نے بمطابق حدیثِ پاک، افضل الجہاد کلمۂ حق، سلطان جابر یعنی ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کر کے افضل الجہاد کا ثواب کیوں حاصل نہ کیا۔

۳۔ تبلیغی جماعت جہاد جیسے اہم اسلامی حکم کی ترغیب کیوں نہیں دیتی حالانکہ جہاد قیامت تک رہے گا۔

محمد اقبال شہید کا ساتھی محمد خان

محمد خان زخموں اور ضربوں کی تاب نہ لا کر ہسپتال میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ محمد خان لپٹن چائے کی کمپنی میں بطور چپڑاسی ملازم تھا اس کے پاس علاج معالجہ کے لئے رقم نہ تھی اس کے گھریلو اخراجات کا بوجھ اس کا برادرِ نسبتی مہدی خان جو گجرات کے ایک سکول میں ٹیچر تھا پورے کر رہا تھا۔

تبلیغی جماعت کے ہاتھوں ایک اور قتل

محمد خان مذکور شہید کے قتل سے پہلے اس تبلیغی جماعت کے ہاتھوں شہر قصور میں حاجی محمد خان شہید ہو چکے تھے۔ اس خونی ڈرامے کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔

شہر قصور میں حاجی محمد خان کا قتل۔ تبلیغی جماعت کا قاتل اور اس کا انجام۔

رائے ونڈ کے سانحہ قتل سے پہلے قصور میں اس خونی ڈرامے کا منظر۔

نوائے وقت لاہور کی اشاعت میں بدیں عنوان و مضمون رقمطراز ہے کہ عقیدے کے اختلاف کی وجہ سے ایک نمازی کو ڈنڈے سے مار کر ہلاک کر دیا۔

قصور ۲۸ جون (نامہ نگار) مقامی پولیس نے کوہاٹ کے ایک پٹھان شربت خان کو ایک معمر نمازی حاجی محمد خان کے قتل کے الزام میں گرفتار کرکے تحقیقات شروع کر دی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ملزم شربت خان جو موضع کوہاٹ کا رہنے والا ہے اور رائے ونڈ میں تبلیغی جماعت کا رکن ہے وہ کوٹ حلیم خان کی مینار والی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اُس نے حاجی محمد خان سے مذہبی مسائل پر جب بحث کی تو اسے مقتول کے عقیدے اور اپنے عقیدے کے اختلاف کی وجہ سے اُسے بہت رنج پہنچا جس پر اس نے غصّے میں آکر حاجی محمد خان کو ڈنڈے سے پیٹنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے حاجی محمد خان شدید زخمی ہو گیا اور اس کی چیخ و پکار سُن کر جب راہ گیر مسجد میں پہنچے تو اس کو خون میں لت پت پایا جس پر ملزم بھاگ نکلا لوگوں نے ملزم کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ حاجی محمد خان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہسپتال میں دم توڑ دیا۔

حاجی محمد خان شہید ہو گیا

مقتول ہر وقت مسجد میں عبادت کرتا رہتا تھا۔ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ رضائے مصطفٰے کے نمائندے خصوصی رپورٹ کے مطابق مینار والی مسجد کے امام حافظ مرزا بیگ صاحب نے اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے تبلیغیوں سے کہا کہ تمہارا اور ہمارا عقیدہ ایک نہیں ہے آپ لوگ میلاد شریف اور گیارہویں شریف اور دیگر تقریبات کو نہیں مانتے اور ویسے بھی مسجد میں آپ کا کھانا پینا، سونا، بیٹھنا، لیٹنا باتیں کرنا آدابِ مسجد کے خلاف ہے اس لئے آپ لوگ ہماری مسجد سے نکل کر اپنے ہم عقیدہ سامنے والی غیر مقلدین کی مسجد میں چلے جائیں۔ چنانچہ تبلیغی جماعت والے مسجد کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر حافظ صاحب کو بد دعائیں دیں اور

بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ جون ۱۹۷۶ء)

شربت خان پٹھان کا انتقام

۲۸ جون ۱۹۷۶ء بروز سوموار، تبلیغی جماعت کا ایک رکن شربت خان بقصدِ انتقام ۹ بجے صبح مسجد میں آیا حاجی محمد خان مرحوم بھی مسجد میں ہی تھے۔ شربت خان نے پہلے نفل پڑھے پھر مسجد کی صفائی کی اور اس کے بعد حافظ مرزا بیگ کی رہائش گاہ کی طرف جانے کی کوشش کی۔ حاجی محمد خان نے کہا کہ میں تمہیں اُوپر نہیں جانے دوں گا تمہارا اوپر جانے کا کیا مقصد ہے، نیچے رہو۔ چنانچہ شربت خان بدبخت نے حاجی محمد خان صاحب کو ڈنڈے سے مارنا شروع کیا اور مسجد کا دروازہ بند کر کے خوب مارا اور چاقو سے ان کے ہونٹ چیر دیئے۔ جب حاجی محمد خان بیہوش ہو گئے تو اس خبیث نے مسجد کا دروازہ کھولا اور حاجی محمد خان کو بیہوشی کی حالت میں ٹانگوں سے گھسیٹ کر بازار میں پھینک دیا۔

لوگوں نے شور مچانا شروع کیا کہ پٹھان نے حاجی محمد خان کو مار دیا ہے۔ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ پٹھان کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ کسی کے قابو نہ آیا اتنے میں ایک نوجوان محمد عاشق برف لے کر آ رہا تھا اس نے ٹانگے سے پٹھان کے منہ پر پاؤں کا ٹھڈّا دے مارا پٹھان گر پڑا لوگ اسے پکڑ کر تھانے لے گئے حاجی محمد خان کا لڑکا محمد نذیر خان یہ سُن کر موقعہ پر پہنچ گیا اور حاجی صاحب کو ہسپتال لے گیا ہسپتال میں دو گھنٹے بعد حاجی صاحب دو بجے دن مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ؕ

خُدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شربت خان کی خودکشی

شربت خان پٹھان کو جب پولیس نے جیل بھجوادیا تو اس نے جیل والوں کو بھی تنگ کرنا شروع کر دیا جس پر اُسے چکی میں بند کر دیا گیا وہاں اس نے دیوار کے ساتھ ٹکریں مارنی شروع کر دیں اور جیل میں پندرہ دن بعد خودکشی کر کے واصلِ جہنم ہوا۔ آٹھ دِن کے بعد اس کے وارث آئے اور قبر کھود کر اس کی لاش نکالی اور ٹرک پر لاد کر کوہاٹ چلے گئے۔ اصلی پروگرام کے تحت شربت خان حافظ مرزا بیگ صاحب کو قتل کرنے آیا تھا وہ ہاتھ نہ آئے تو ظالم نے حاجی محمد خان کو شہید کر دیا اور چند دنوں بعد خود حرام موت مر کر خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنا۔

تبلیغی جماعت کا شرمناک کارنامہ

ایک گستاخی اور دریدہ دہنی

ایک دریدہ دہن مولوی کا مکتوب بنام مولینا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی۔

خط کا مضمون: جناب مولوی محمد شفیع صاحب اوکاڑوی۔ سلام مسنون۔

آپ اپنے مختلف وعظ میں یہ مذموم الزام تبلیغی جماعت پر تراش رہے ہیں کہ انہوں نے دو لڑکوں کو رائے ونڈ میں الٹا لٹکا کر مروا دیا ہے اس بات کی وضاحت کریں کہ یہ خبر کس اخبار کی ہے۔ کس دن، کس تاریخ، کس مہینہ اور سال کی ہے اگر آپ نے محض الزام کے لئے یہ غلط پروپیگنڈا شروع کیا ہے اور وجہ سے فضا کو مسموم کر رہے ہیں تو کیوں نہ اس غلط خبر پر مارشل لاء میں کارروائی کی جائے۔

بندہ عبدالرشید فاروقی خطیب جامع مسجد رحمانیہ ناظم آباد کراچی

خط کا جواب منجانب مولنا محمد شفیع اوکاڑوی

مصدقہ اخباری اطلاعات کے مطابق حمید علی پارک سمن آباد لاہور کا ایک آدمی مسمی محمد اقبال جو اپنے علاقے کی مسجد صدیق اکبر کی انجمن کا صدر بھی تھا۔ رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت کی سن کر مذہبی جذبے کے تحت بہ نیت عبادت اپنے دوست محمد خان جو پٹن چائے کی کمپنی میں چپراسی ہے، کے ساتھ گذشتہ تبلیغی جماعت کے اجتماع میں ۲۲؍۲۲ کو شامل ہوا وہاں محمد خان نے عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے جذبے سے مغلوب ہو کر نعرۂ رسالت اور بابا شاہ جمال زندہ باد کا نعرہ لگایا اس پر رات کے ایک بجے تبلیغی جماعت کے چند رکن محمد خان کو پکڑ کر ایک کمرے میں لے گئے وہاں انہوں نے محمد خان کو رسیوں سے باندھ دیا پھر چھت سے لٹکا دیا اور ڈنڈوں اور لوہے کے سریوں سے اُسے مارنے لگے محمد خان کے دوست محمد اقبال کو پتہ چلا تو وہاں گیا اور جب اس نے یہ دردناک منظر دیکھا تو وہ لرز گیا اور ان سے پوچھا کہ محمد خان نے کیا جرم کیا ہے اسلام کے ان نام نہاد مسلمانوں نے جواب دیا کہ اس نے رات کو نعرۂ رسالت لگایا تھا۔ اس پر محمد اقبال نے کہا کیا نعرۂ رسالت لگانا جرم ہے تو انہوں نے کہا کہ اس کا جواب مولنا شیر جنگ دیں گے۔ تھوڑی دیر بعد مولوی شیر جنگ وارد ہوئے اور انہوں نے اقبال کے ساتھ بات کرتے ہوئے اس کے سر پر زور سے ڈنڈا مارا پھر اقبال بے ہوش ہو گیا۔ پھر بے ہوشی کے عالم میں اسے چھت سے لٹکا دیا گیا اور چور چور کہہ کر اس پر ڈنڈے برسانے لگے اقبال کو جب ہوش آیا تو اس نے چلانا شروع کر دیا وہ چور نہیں ہے۔ بلکہ وہ مسجد صدیق اکبر کی انجمن کا صدر ہے۔ پھر اس نے اچھرہ کے چند مولویوں کے نام بتائے کہ ان سے میرے متعلق تصدیق کریں تب مولوی شیر جنگ نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ اس واقعہ کا تذکرہ کسی سے نہیں کرے گا۔

مولوی شیر جنگ نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ اس واقعہ کا تذکرہ کسی سے نہیں کرے گا۔ اور ایک تحریر پر زبردستی اس سے دستخط کرائے جن میں یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ دونوں ٹریفک کے حادثے میں زخمی ہوئے ہیں بعد ازاں دونوں زخمیوں کو لاہور لایا گیا اور گنگا رام ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر انہوں نے اصل راز فاش کرنے کی کوشش کی تو ان کو زہر کا ٹیکہ لگا دیا جائے گا۔ دو روز بعد ۲۵ کو اقبال کے گھر والوں کو معلوم ہوا تو اقبال کی بیوی نسیم ہسپتال گئی تو اقبال نے اپنی بیوی کو اصل واقعہ سے آگاہ کیا۔ نسیم نے مارشل لاء حکام کو درخواست دے دی اور اقبال زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۷۷ء کو جاں بحق ہو گیا اسلام کے ان مبلغین نے پُر اسرار طور پر اقبال کو میانی صاحب کے قبرستان میں دفن کرنا چاہا تو اقبال کے لواحقین نے احتجاج کیا لیکن اس کے باوجود قاتلوں کی پشت پناہی کرنے والے بااثر لوگوں نے اقبال کو دفن کر دیا اس پہ اقبال کی بیوی نے دوبارہ مارشل لا حکام سے خود چل کر اصل حالات سے آگاہ کیا اور تحقیقات کی درخواست کی مارشل لاء حکام کی ہدایت پر ڈپٹی کمشنر لاہور نے نعش کو پوسٹ مارٹم کرنے کا حکم دیا۔ مقامی مجسٹریٹ تحسین احمد نے پولیس کی موجودگی میں پولیس سرجن فریدبخش ہاشمی نے قبر کھدوائی اور نعش کا پوسٹ مارٹم کیا۔ پولیس سرجن نے اپنی رپورٹ میں محمد اقبال کی موت کا سبب دماغ پر لگنے والی چوٹ قرار دیا۔ سرجن نے رپورٹ میں لکھا ہے کہ سر کا زخم ۱/۲ ۵ انچ گہرا ہے اور جسم کے دیگر حصوں پر ۴۵ ضربوں کے نشان ہیں۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مولوی شیر جنگ کے مارے ہوئے ڈنڈے کا زخم ۱/۲ ۵ گہرا ہے اور اسی سے محمد اقبال کی موت واقع ہوئی ہے۔ مارشل لاء حکام نے شیر جنگ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف اقدام قتل اور حبسِ بے جا میں رکھنے کے

الزام میں مقدمہ درج کر لیا ہے تاہم ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

ماہنامہ فیضانِ لاہور نے لکھا ہے کہ جمعیۃ العلمائے اسلام کے رہنما مولوی عبید اللہ انور اور مولوی جمال مبینہ طور پر قاتلوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اقبال کی بیوی کو ۳۵ ہزار روپیہ دینے کی پیشکش کی ہے۔ لیکن اقبال کی بیوی نے انکار کر دیا ہے۔ اقبال کے وُرثاء میں ایک بیوی اور چھ بچے ہیں جن کا اب کوئی سہارا نہیں ہے۔ اس واقعہ کا دوسرا زخمی محمد خان اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہے اور مدہوشی کے عالم میں بسترِ مرگ پر پڑا سسک رہا ہے۔

ایمان سوز اور دلگداز سانحہ پر

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کا تبصرہ

یہ خبر انتہائی دلگداز بھی ہے اور دلخراش بھی۔ اور اس کے ساتھ لمحۂ فکریہ بھی کہ تبلیغی جماعت کا سالانہ اجتماع جو ہر سال کی طرح اس سال بھی رائے ونڈ میں منعقد ہوا۔ وہاں ایک شخص محمد اقبال اور اس کے ساتھی کو تبلیغی جماعت کے کارکنوں نے پکڑ کر کمرے میں بند کیا اور چھت کے ساتھ الٹا لٹکا کر اس طرح انہیں پیٹا کہ وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ اور محمد اقبال چند روز کے بعد ہسپتال میں اس وحشیانہ مارکیٹ کی تاب نہ لا کر جاں بحق ہو گیا اور دونوں نوجوانوں کا قصور اور جُرم یہ تھا کہ اس اجتماع میں انہوں نے نعرۂ رسالت بلند کیا۔

دل اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے یہ خبر پریس میں بھی آ چکی ہے اور کئی رسالوں میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ تبلیغی جماعت کے ذمہ دار لوگوں کی طرف سے کوئی تردیدی بیان بھی میری نظر سے نہیں گذرا۔

اس لئے بادلِ نخواستہ اس خبر کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔

اگر یہ خبر سچی ہے تو اس نازک مرحلے پر اس سے زیادہ المناک حادثہ کوئی نہیں ہو سکتا کہ جو لوگ قوم کی اصلاح اور فلاح کا پیغام پہنچانے کیلئے گلی گلی پھرتے ہیں کیا ان کے سینے میں دھڑکنے والا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے حضور نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سننے پر اتنی دشمنی اور اتنی سخت سزا وہ لوگ دیتے ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کا مبلغ کہلاتے ہیں پھر اس مایوسی کے اندھیرے میں اُمید کی کرن کہاں سے نظر آئے گی۔

قوم کو اتحاد کی جتنی اس وقت ضرورت ہے شاید ہی کبھی ایسی ضرورت ہوئی ہو۔ اشتراکیت، لادینیت، الحاد اور فسق وفجور کے اس دور میں اور اس اُمڈے ہوئے سیلاب کے سامنے بھی اگر ہم اپنی صفوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہیں بنا سکتے اور ایسی باتوں پر ایک بندہ مومن کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تو پھر ان لوگوں کو نظر ثانی کرنی ہوگی۔

ادارہ ضیائے حرم، مرحوم ومغفور کے درجات بلندی کے لئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ دے اور اس کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

اور اہلِ سنت کو بھی یہ سوچنے کی توفیق دے کہ ان کے ایک فرد پر ایسی زیادتی کرنے کی جرأت کیوں اور کیسے کی گئی۔

(ادارہ ضیائے حرم ماہنامہ فروری ۱۹۷۸ء)

ایک اور سفاکانہ قتل

گاؤں ہلکی چارمنگ (علاقہ باجوڑ ایجنسی) میں محمد عالم نامی شخص تبلیغی جماعت

کے ساتھ تبلیغی دورہ پر گیا تھا۔ گذشتہ روز جب وہ اپنے گھر آیا تو اپنے نوجوان بیٹے کے ساتھ تبلیغی سلسلے میں تلخ کلامی ہوگئی جس پر محمد عالم نے طیش میں آکر کلاشنکوف رائفل سے اندھا دھند فائرنگ کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور فرار ہوگیا۔ (روزنامہ خبریں لاہور ۲۱ فروری ۱۹۹۳ء)

تبلیغ کے پردے میں تخریب

تبلیغی جماعت والے ڈاکو نکلے

سرگودھا کے صنعت کار چوہدری خلیل کے گھر میں ڈاکہ ڈالنے والے تبلیغی جماعت کے تین ملزمان کو اس وقت گرفتار کیا گیا جب ملزمان مدنی مسجد سرگودھا میں درس سُن رہے تھے۔ ملزمان زاہد سعید اور رؤف نے پولیس کو بتایا کہ وہ رحمان پورہ سرگودھا کے رہنے والے ہیں اور انہوں نے عہد کر رکھا تھا کہ وہ تبلیغی جماعت میں شامل ہوکر چالیس روز کا چلّہ پورا کریں گے اور چلّہ کے اخراجات پورا کرنے کے لئے یہ پہلی واردات تھی۔ اخبار جنگ لاہور ۷ جولائی ۱۹۸۶ء

قارئینِ کرام۔ تبلیغی جماعت والوں کا کردار آپ پڑھ چکے ہیں انسان کے لباس میں بھیڑیئے۔ مسلمانوں کے لباس میں یہودی، یقین نہ آئے تو یہ آیت پڑھیں۔ وکانو من قبل یستفقون علی الذین کفر و فلما جاءھم ما عرفو کفرو بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔ حضور کی تشریف آوری سے قبل تورایت اور انجیل میں حضورؐ کے بعثت کی خوشخبری تھی۔ جو یہودی اور عیسائی لڑائی میں کافروں کے ساتھ لڑتے تھے تو حضورؐ کا وسیلہ لے کر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ ہمیں اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے کافروں پر فتح عطا فرما تو فتح یقینی ہوجاتی تھی۔ لیکن جب حضور تشریف لے آئے

اور اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ اہلِ کتاب نے آپ کو پہچان بھی لیا۔ لیکن بغض و حسد کی وجہ سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلعنۃ اللہ علی الکفرین ۔ یہودیو! میرے محبوب کو پہچان کر بھی تم نے انکار کر دیا تو قیامت تک تم پر میری پھٹکار اور لعنت ہے ۔ یہ تبلیغی جماعت والے مسلم نما یہودی، خواہ ان کا تعلق اسماعیلی جماعت سے ہو یا دیوبندی جماعت سے حضورؐ سے بغض و عداوت یہی یہودیوں کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر اور فتنے سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔

ایمان کی سلامتی تب ہوگی جب میرے مصطفےٰ راضی ہوں گے۔ وقتِ نزع کلمۂ شہادت تب ہی ادا ہو سکے گا۔ جب میرے مصطفےٰ کی نظرِ کرم ہوگی۔ اب قبر سے نجات تب ہی ملے گی، تب حضورؐ کی شخصیت کا اقرار کیا جائے گا قیامت کے دن نجات تب ہوگی جب میرے مصطفےٰ شفاعت فرمائیں گے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
دگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

باب پنجم

فتنۂ عظیم ۔ سپاہِ صحابہ کی تنظیم

قرآنِ پاک جلا دیا

لو اپنے ہی جال میں صیاد آگیا

مُلک بھر میں قرآن مجید کے سینکڑوں جلے ہوئے نسخے نوحہ کناں ہیں عظمتِ قرآن اور عظمتِ صحابہ کی آڑ میں سینکڑوں بے گناہ مسلمانوں کا قتلِ عام۔ ان کے مکانات اور دکانات کا جلاؤ۔ گھیراؤ اور تشدّد اور ظلم وستم کی انتہا یہ کہ ملک بھر میں سینکڑوں مساجد اور قرآن مجید کے پاکیزہ نسخوں کا نذرِ آتش کیا جانا۔ یہ ہیں " انجمن سپاہِ صحابہ

قرآنِ پاک کے جلانے کی تمام کارروائیاں مسجد صدیقِ اکبر کے مولوی کے کہنے پر کیں۔

مولوی اکرم نے مجھے بلا کر کہا آگ لگا کہ اہلِ تشیع کے کھاتے میں ڈال دیں گے یوں جھنگ کی طرح ربوہ میں بھی انجمن مضبوط ہو جائے گی۔

پہلے اس نے مجھ سے صفوں میں آگ لگوائی۔ لیکن متوقع حالات خراب نہ ہو سکے جس پر اس نے کہا کہ اب قرآن پاک کے ضعیف اوراق کو جلانا ہے۔ میں نے کہا یہ گناہ ہے۔ مگر مسجد کمیٹی کے ایک ممبر نے کہا جیسے مولوی اکرم نے کہا ہے یوں ہی کرو۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد شہر میں کافی ہڑتالیں ہوئیں۔

کچھ دنوں بعد جوش ٹھنڈا ہؤا تو مولوی اکرم نے کہا کہ اب سیپاروں کو آگ لگانی ہے میں نے پھر کہا یہ گناہ ہے، مگر اس نے کہا کہ ہماری نیت تو ٹھیک ہے۔

آخری کارروائی پر مجھے اور ایک لڑکے کو پکڑ کر ایک دوسرے مولوی نے

ڈنڈوں سے مارا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ عدالت میں ۱۴ سالہ لڑکے کا بیان۔

ربوہ۔ (نامہ نگار) جامعہ مسجد صدیقِ اکبر میں قرآن جلانے کا مقصد سپاہِ صحابہ کو مضبوط بنانا تھا میں نے حافظ اکرم اور غلام محمد کے کہنے پر قرآنِ پاک کے اوراق کو آگ لگائی تھی۔ قرآن مجید کی بے حرمتی کے الزام میں ملوث ۱۴ سالہ ملزم بلال نے۔ آر۔ ایم ربوہ کی عدالت میں اپنے بیان میں اس بات کا اقرار کیا کہ جامعہ مسجد صدیقِ اکبر میں قرآن پاک کے جلانے سے لے کر قرآنِ پاک کے آخری واقعہ تک کی تمام کارروائیاں اس نے کی ہیں۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ملزم بلال گورنمنٹ ہائی سکول میں جماعت ہشتم کا طالب علم ہے۔ اور جونیئر سپاہ صحابہ کا جو ۱۶ سال کے کم عمر کے لڑکوں پر مشتمل ہے، کا جنرل سیکریٹری ہے۔ بتایا ہے کہ تعزیہ ۹ محرم میں آگ لگنے کے بعد مولوی محمد اکرم نے مجھے بلوایا اور کہا ایک ضروری کام کرنا ہے۔ بلال نے بتایا کہ میں نے دریافت کرنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ مسجد کی صفوں کو آگ لگانی ہے۔ اور یہ کارروائی ہم شیعوں کے کھاتے میں ڈال دیں گے۔ اس طرح شیعوں کے خلاف نفرت پھیل جائے گی۔ لہٰذا اگلے روز میں مسجد میں چپکے سے داخل ہو کر کاغذ وغیرہ کو اکٹھا کیا صفوں سمیت آگ لگا دی اور آگ لگانے کے بعد میں مسجد کے صحن میں ہوتے ہوئے اپنے والد کے ساتھ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے مسجد میں داخل ہو کر بتایا کہ آگ لگی ہوئی ہے۔ لہٰذا سب نے مل کر آگ بجھا دی اس سے شہر میں کشیدگی پھیل گئی۔ لیکن متوقع طور پر حالات خراب نہ ہو سکے۔ (جیسے ہم چاہتے تھے) اس کے بعد حافظ اکرم نے مجھے دوبارہ طلب کر کے کہا کہ اب تم نے قرآن پاک کے ضعیف اوراق کو آگ لگانی ہے۔ میں نے شروع میں انکار کیا اور کہا کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ضعیف اوراق کو مٹی میں دبا دیں یا پانی میں بہا دیں یا آگ لگا دیں ایک ہی بات ہے۔ لیکن آگ کا یہ فائدہ ہو گا کہ

سپاہِ صحابہ جھنگ کی طرح یہاں بھی سپاہ صحابہ مضبوط ہو جائے گی اور لوگ اہلِ تشیع کے خلاف ہو جائیں گے لہٰذا اگلے روز غلام محمد جو مسجد کمیٹی کا ممبر بھی ہے۔ مجھے مسجد کے تہ خانے میں ملا اور کہا کہ جو کام مولوی اکرم نے کہا ہے وہ کر دو۔ لہٰذا جب ظہر کی جماعت کھڑی ہوئی تو میں بھی نماز میں کھڑا ہو گیا۔ لیکن تیسری رکعت میں نماز توڑ دی۔ اور جا کر ضعیف اوراق کو آگ لگا دی اور اوپر جوتیاں رکھ کر دوبارہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے آ رہا تھا کہ بیرونی سیڑھیوں سے ایک آدمی آتا دکھائی دیا تو گھبراہٹ میں ایک ٹین سے ٹکرا گیا۔ اور میرا پاؤں زخمی ہو گیا تاہم میں جماعت میں شامل ہو گیا اور بعد ازاں جا کر پٹی کروائی اس واقعہ سے شہر میں زبردست اشتعال پیدا ہوا ہڑتالیں بھی ہوئیں۔ لیکن کچھ دنوں بعد یہ جوش و خروش ٹھنڈا ہو گیا تو مولوی اکرم نے ایک بار پھر مجھے بلایا اور کہا کہ جو بچے مسجد میں قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں سے کتنے بچے سیپارے پڑھتے ہیں۔ اور کتنے قرآن پاک پر سبق لیتے ہیں۔ میں نے بتایا کہ کچھ بچوں کو قرآن پاک پر سبق دیا جاتا ہے۔ اب کی بار مولوی اکرم نے کہا کہ ہم نے سیپاروں کو آگ لگانی ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ گناہ ہے اس پر مولوی اکرم نے کہا کہ ہماری نیت تو اچھی ہے۔ ہم شیعوں کے خلاف اس شہر میں ایسی فضا پیدا کر دیں گے کہ پھر سپاہِ صحابہ سارے شہر میں چھا جائے گی۔ لہٰذا اگلے دن پھر آگ لگا دی۔ لیکن گھبراہٹ کی وجہ سے میں نے الماری بند کر دی اور اوپر آ گیا۔ لیکن بچے جب نیچے گئے تو انہوں نے آگ لگی دیکھی تو شور مچایا۔ اس پر لوگوں نے آگ بجھا دی۔ لیکن مولوی اکرم ناراض ہو گیا اور کہا تم نے الماری کیوں بند کی۔ اس واقعہ کے بعد شہر میں جلسے وغیرہ بھی ہوئے لیکن چند دن کے بعد لوگ پھر ٹھنڈے پڑ گئے اسی طرح ایک بار میں نے پھر یہ کام کیا تو مولوی منظور احمد چنیوٹی کو ٹیلیفون پر

اطلاع دی گئی اس کا انہیں سخت افسوس ہوُا اور مسجد کے اردگرد۔ سی آئی ڈی کے آٹھ آدمی بٹھا دیئے گئے۔ پانچویں مرتبہ مولوی اکرم نے پھر مجھے آگ لگانے کو کہا تو میں رونے لگا لیکن مولوی اکرم کے مجبور کرنے پر پولیس کے جانے پر پھر آگ لگانی چاہی تو اندر ایک آدمی فرح لطیف نماز پڑھنے لگا تو میں نے اُسے باہر نماز پڑھنے کو کہا۔ اور آتشزدگی کے باعث اسے کہا کہ وہ باہر نماز پڑھے لہٰذا اس کے جانے کے بعد میں قرآن مجید کے نسخوں کو آگ لگا کر باہر آگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شور مچ گیا جس پر امجد نامی لڑکا جس نے آگ دیکھ کر شور مچایا اس پر مجھے اور فرح لطیف کو پکڑ لیا گیا اور مولوی اعجاز نے مجھے اور فرح لطیف کو ڈنڈوں سے مارا بعد میں سپاہِ صحابہ والوں نے فرح لطیف کو پولیس کے حوالے کیا پھر تفتیش کے دوران فرح لطیف کو بے گناہ ثابت ہونے پر رہا کر دیا گیا۔

(روزنامہ پاکستان لاہور ۸ ستمبر ۱۹۹۲ء)

فتنہ عظیم کا دوسرا واقعہ

ملازم کا بیان

(۱) قرآنِ مجید خطیب کے بھائی نے جلایا۔

(۲) مولنٰا منیب الرحمٰن اس واقعہ کی بنیاد پر مولنٰا جھنگوی کی طرح مقبولیت چاہتے تھے۔

مولنٰا کے عقیدت مند اور محافظ۔ امین بھولا کے انکشافات

(۳) بوڑھی ماں اور مرحوم بھائی کے بچوں اور اپنی زندگی کی خاطر میں چپ رہا۔ پولیس سے تحفظ کی یقین دہانی ملنے پر حقیقی واقعہ سے آگاہ کر دیا۔

(۴) دونوں نے مجھے کہا کہ اب معاملہ سنبھال لینا اور اسلام آباد چلے گئے لیکن ایک واپس آگیا میں نے کہا کہ تم نے کفر کیا ہے تو مجھے گولی مارنے

کی دھمکی دی گئی۔

واقعات تفصیل سے پڑھیئے

فیصل آباد (بیورو رپورٹ) جون ۱۹۹۲ء میں عیدالاضحیٰ سے قبل مسجد حبیبیہ فاروق آباد کے خطیب کے گھر میں ہونے والے بم دھماکے سے قبل میں نے ایک راکٹ نما کھلونے جیسا بم گھر کی الماری کے اوپر پڑا دیکھا تھا۔ جس کے بارے میں پوچھنے پر مجھے ڈانٹ دیا گیا اور اس کے بعد ۱۴ اگست ۱۹۹۲ء کو محلہ فاروق آباد میں واقع مسجد حبیبیہ میں قرآن مجید کے جلانے کے پورے واقعہ کو بھی میں نے دیکھا تھا لیکن میں نے اپنے اہلِ خانہ اور خود اپنی زندگی بچانے کی خاطر اپنی زبان بند رکھی۔ مسجد کے خطیب اور اس کے بھائی نے میری موجودگی میں قاعدوں اور سیپاروں کے اوراق جلانے کا تذکرہ بھی کیا تھا میرے سامنے پیٹرول حاصل کیا گیا جو مسجد کے اندر جا کر آگ لگائی گئی۔ بعد ازاں جلی ہوئی رضائی قرآن مجید کے نسخے رکھنے والی الماری میں ٹھونس دی۔ مسجد کے خطیب نے مجھے اپنے لئے مکان دیا پانچ سو روپیہ ماہانہ کے عوض مجھے محافظ رکھا اور اپنے بھائی کی لائسنسی بندوق بھی دی۔ میں ذہنی طور پر بالکل نارمل ہوں اور اس سلسلے میں مجھے کبھی کسی نفسیاتی معالج کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ میں بچپن سے ہی مولنٰا انیس الرحمٰن کا معتقد ہوں۔ اور انہیں سے قرآن مجید پڑھتا رہا ہوں۔ میرا دوسرے کسی مذہبی فرقے سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ کسی دوسرے فرقہ کے مذہبی رہنما یا کارکن سے کوئی رابطہ ہے اور نہ ہی کبھی کسی امام بارگاہ میں گیا۔ پولیس نے مجھ پر کوئی تشدد نہیں کیا، بلکہ جب مجھے اپنے اور اہلِ خانہ کے تحفظ کا یقین دلایا گیا تو میں نے اپنے ضمیر کے مطابق پولیس کو تمام واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ یہ اعتراف حقیقت اور انکشاف محلہ فاروق آباد کی مسجد حبیبیہ کے خطیب منیب الرحمٰن اور ان کے والد مولنٰا

انیس الرحمٰن لدھیانوی کے سلسلے میں امین عرف بھولا۔ نے ایک خصوصی ملاقات کے دوران نمائندہ روزنامہ پاکستان سے کئے جو اپنے ذرائع سے اس خفیہ مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جہاں ملزم محمد امین عرف بھولا کو رکھا گیا تھا، ملاقات کے دوران محمد امین عرف بھولا نے روانی کے ساتھ پُر اعتماد لہجے میں تمام واقعات بیان کئے۔ اس وقت وہ ہشاش بشاش نظر آرہا تھا اور اس کے چہرے سے کسی قسم کے تشدّد یا دباؤ کی بظاہر کوئی علامت نظر نہیں آرہی تھی۔ محمد امین عرف بھولا۔ اس وقت پولیس کی حراست میں ہے۔ عدالت نے اس کا جسمانی ریمانڈ ۱۵ ستمبر تک دیا ہوا ہے ملزم امین عرف بھولا کے بیان کی روشنی میں پولیس اب مسجد کے خطیب اور ان کے بھائی مجیب الرّحمٰن کو تلاش کر رہی ہے۔

محمد امین عرف بھولا کے بیان کے مطابق مولٰنا منیب الرحمٰن سے اس کی واقفیت ان کے والد مولٰنا انیس الرحمٰن کے وقت کی ہے۔ عید الاضحیٰ سے آٹھ روز قبل میں جمعہ پڑھنے جامع مسجد جبیبیہ منصور آباد گیا تو مولٰنا منیب الرحمٰن نے مجھ سے کہا کہ بھولے چائے پی لو۔ میں نے سگریٹ طلب کی تو اس نے کہا کہ الماری کے اوپر ہونڈا سگریٹ کا بڑا پیکٹ پڑا ہے وہ اٹھا لاؤ میں نے جب وہ پیکٹ اٹھایا تو اس پیکٹ کے نیچے ایک بوتل کے برابر دس انچ لمبا ایک بم نما گولہ پڑا تھا جس میں ایک سُرخ پن لگی تھی میرے پوچھنے پر منیب الرّحمٰن نے بتایا کہ یہ بم ہے۔ میں نے سمجھا کہ شاید یہ مذاق کر رہے ہیں چنانچہ میں وہاں سے سگریٹ پی کر گھر واپس آگیا عید سے ایک روز قبل جب مجھے اطلاع ملی کہ منیب الرحمٰن کے گھر بم کا دھماکہ ہوا ہے تو میں وہاں گیا منیب الرّحمٰن نے مجھے بتایا کہ ایک جماعت کے کسی فرد نے رات کو ان کے گھر بم پھینکا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا۔

میں نے استفسار کیا یہ بم وہی نہیں تھا جو میں نے الماری میں پڑا دیکھا تھا تو منیب الرحمٰن نے مجھے جھاڑ دیا اور کہا تم چپ کرو وہ بم نہیں تھا اس واقعہ کے بیس روز بعد منیب الرحمٰن میرے گھر آیا اور کہا بھولے تیری والدہ ضعیف ہے اور تیرے بھائی مرحوم کے بچے بھی ہیں وہ سب کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں تم میرے پاس خالق آباد آجاؤ تاکہ تمہارا کرایہ وغیرہ بچے رہے چنانچہ میں اس کے ہاں شفٹ ہو گیا۔ میں نے ۱۴ اگست جمعہ کے دن لکڑیوں کا ایک چھپر سایا نے کیلئے مسجد میں چلا گیا پھر منیب الرحمٰن نے مجھے کہا کہ میں نے اسلام آباد ایک ضروری کام کے لئے جانا ہے اس پہ پیر کالونی کی پہاڑی والی گراؤنڈ کے قریب واقع دار العلوم ہے۔ تبلیغی جماعت کے طالب علم واپس گئے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد ایک نمازی حاجی محمد اسحاق نے مجھ سے کہا کہ امین تم گھر چلے جاؤ۔ میں نے ان سے کہا کہ میں چائے پینے جا رہا ہوں۔ منیب الرحمٰن نے مجھے کہا کہ تم ذرا ٹھہرنا اور مسجد سے باہر کھڑے ایک ہونڈا موٹر سائیکل سے لال دھاریوں والے آئیل کے ڈبے سے پیٹرول نکالا اور اندر لے گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد مجھے آکر کہا کہ تم اب جاؤ میں چائے پینے گھر چلا گیا اس نے مجھے مسجد کے باہر اس لئے شاید کھڑا کیا تھا کہ میری موجودگی میں کوئی اندر نہ آجائے۔ اچانک مسجد کے مین گیٹ کو کھول کر منیب الرحمٰن آگ بجھانے لگے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہاں الماری میں قرآن مجید کے چند اوراق کو آتشزدگی سے معمولی نقصان پہنچا تھا۔ دونوں نے مجھے عجلت میں کہا کہ اب تم معاملہ سنبھال لینا۔ میرے قریب اس وقت ایک ہمسایہ محمد حسین بھی تھا پھر دونوں بھائی منیب الرحمٰن اور مجیب الرحمٰن اسلام آباد چلے گئے لیکن مجیب الرحمٰن واپس آگیا میں نے اس سے کہا کہ تم نے یہ سب کچھ کر کے کفر کیا ہے اس نے جواب دیا۔ زبان بند رکھنا اگر تم بولے تو تمہیں گولی مار دیں گے اور یہ تمام سانحہ تم پر ڈال دیں گے۔ اور پھر تمہاری

ضعیف ماں اور تمہارے مرحوم بھائی کے یتیم بچوں کا کیا بنے گا چنانچہ میں نے چُپ سادھ لی۔ ان لوگوں نے مسجد میں اعلان کر دیا کہ قرآن پاک کو جلانے کا واقعہ پیش آگیا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پُورے شہر میں پھیل گئی۔ علاقہ مجسٹریٹ اور پولیس بھی وہاں پہنچ گئی میں نے پولیس کو دیکھ کر سوچا کہ میں ساری بات ان کو بتا دوں تا کہ میرے ضمیر پر کوئی بوجھ نہ رہے لیکن پھر میرے ذہن میں اپنی ضعیف والدہ اور مرحوم بھائی کے یتیم بچوں اور خود اپنی زندگی کا سوال آیا۔ چنانچہ میں چپ رہا پھر یہ مسئلہ بنا کہ شہر میں ہڑتالیں اور احتجاج ہوئے اور پھر منیب الرحمٰن نے اپنے بھائی کی لائسنسی بندوق ۱۲ بور مجھے دی اور کہا تمہیں پانصد روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے گا تمہیں صرف بندوق سے مسلح ہو کر مسجد کے گیٹ کے سامنے ڈیوٹی دینا ہے اور اگر تم کسی غفلت کے مرتکب ہوئے تو حالات کے تم خود ذمہ دار ہوں گے اس احتجاج اور ہڑتال کے دوران منصور آباد کے چوکی انچارج محمد دلاور میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر چوکی لے آئے جہاں میں نے جان کے تحفظ کی یقین دہانی کے بعد سارا واقعہ صحیح صحیح من وعن ان کو سنا دیا اور مطالبہ کیا کہ میری والدہ اور بھائی کے یتیم بچوں کا بھی تحفظ کیا جائے۔

ایک سوال کے جواب میں محمد امین نے بتایا کہ مولوی منیب الرحمٰن نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ وہ بھی مولوی حق نواز جھنگوی کی طرح عوام میں ہر دلعزیز اور مشہور ہونا چاہتے تھے اور ان واقعات کو بنیاد بنا کر وہ ایک باقاعدہ تحریک چلانا چاہتے تھے۔ منیب الرحمٰن اور مجیب الرحمٰن نے دو مرتبہ مجھے مارا بھی۔ لیکن میں خاموشی سے مار کھاتا رہا۔ محمد امین نے بتایا جب منیب الرحمٰن جمعۃ المبارک کے روز خطبہ دینے کے لئے منبر پر بیٹھتا تو متعدد نوجوان اسلحہ لے کر

مسجد کے باہر درختوں تلے بیٹھ جاتے تھے اس نے بتایا کہ مجیب الرحمٰن کو اس کے والد جائیداد کی تقسیم کے سلسلے میں عاق بھی کر چکے ہیں [1]

اس دلگداز سانحہ پر حکومت کا ردِ عمل

یہ واقعات جب بار بار ہونے لگے تو یہ بات حکومت کے نوٹس میں لائی گئی جس پر وزیرِ اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں نے کہا کہ میں اس دلخراش واقعہ میں بوجھل دل کے ساتھ اسمبلی میں رکھ رہا ہوں تا کہ عوام حقائق سے آگاہ ہو سکیں انہوں نے کہا کہ جامعہ مسجد صدیق اکبر چنیوٹ میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔ ۱۴ر جولائی کو مسجد کے خادم بندو نے پولیس میں رپورٹ درج کروائی کہ مسجد کی صفوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے اور انہیں آگ لگا دی گئی ہے ۱۵ر جولائی ۲ بجے دن نماز ظہر کے دوران مسجد کے ملحقہ کمرے سے دھؤاں اٹھتا دکھائی دیا۔ پتہ چلا کہ کسی بدبخت نے قرآن پاک کے نسخوں کو آگ لگا دی ہے۔ اور ایسی بے حرمتی کی گئی ہے جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس پر بھی مقدمہ درج ہؤا مسجد کے مدعی فریق نے آٹھ افراد پر شک کا اظہار کیا ان کا تعلق دوسرے فرقے سے تھا ان لوگوں کو شاملِ تفتیش کیا گیا اور بعد میں بے گناہ ثابت ہونے پر ان کو فارغ کر دیا گیا۔ ۲۷ر جولائی کو پھر مقدمہ درج ہؤا کہ مسجد کے پچھلے حصوں میں پھر آگ لگی ہوئی ہے۔ جس میں تکیہ، گتہ اور سپاہ صحابہ کا جھنڈا جل گیا ۲۹ر اگست کو قاری منظور احمد نے اطلاع دی کہ خادم بندو کے بیٹے بلال بندو کو میں نے کام سے باہر بھیجا ہے واپس آکر بلال مسجد کے

۱۔ روزنامہ پاکستان لاہور ۸ ستمبر ۱۹۹۲ء روزنامہ پاکستان لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء

اندر گیا۔ اور پھر بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا۔ بعد میں محمد امجد نے الماری کھولی تو اس میں آگ لگی ہوئی تھی جس کو بجھا دیا گیا خادم کے بیٹے بلال بندو نے ایک شخص فرخ لطیف پر شبہ ظاہر کیا۔ پولیس فرخ لطیف کے ساتھ محمد بلال کو بھی شامل تفتیش کر لیا۔ بعد میں فرخ لطیف کو تفتیش سے خارج کر دیا گیا تفتیش کے نتیجے میں بلال بندو نے ان واقعات کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے خوفناک انکشاف کئے اور بتایا کہ ان واقعات میں مولوی اکرم امام مسجد غلام محمد۔ مولوی محمد شفیق مولوی عبدالعزیز اور ماسٹر خلیل ایک مذہبی تنظیم کا مقامی صدر بھی ہے اس تحقیق کی روشنی میں محمد بلال بندو کو باقاعدہ گرفتار کر لیا گیا اس نے دفعہ ۱۶۴ کے تحت بیان ریکارڈ کروادیا۔ اس دوران مولوی اکرم اور غلام محمد نے بھی ان حرکات کو تسلیم کر لیا اور بتایا کہ یہ ذلیل حرکت اس لئے کرتے رہے تاکہ چنیوٹ میں جھنگ جیسے حالات پیدا کئے جائیں۔ اور لیڈرشپ چمکائی جائے ان لوگوں نے کہا ہم نے اس مقصد کے لئے بلال کو اُکسایا ۵ ستمبر کو اکرم اور غلام محمد کو بھی باقاعدہ گرفتار کر لیا گیا انہوں نے کہا کہ اس کیس میں کسی بے گناہ کو نہیں پکڑا گیا اصل ملزم گرفتار ہو چکے ہیں۔ وزیرِ اعلیٰ نے کہا چنیوٹ میں سالِ رواں کے دوران تعزیہ جلانے کا کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ ۸ جولائی کو رپورٹ میں درج کرائی گئی کہ چوک ننگر یزاں میں تعزیئے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ تحقیقات کے بعد یہ واقعہ غلط ثابت ہوا۔ ۱۴ جولائی کو تعزیئے کے لائسنس ہولڈر ملک وارث خان نے درخواست دی کہ تعزیئے کی بے حرمتی کی پھر کوشش کی گئی، تحقیق سے یہ بات بھی غلط ثابت ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح کا واقعہ ۱۹۸۹ء میں پیش آیا تھا اس کے بعد کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی۔ وزیرِ اعلیٰ نے کہا کہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ منفی مقاصد کے حصول کے لئے اس حد تک چلے جاتے ہیں میں اس واقعہ میں ملوث مجرموں کے خلاف آخری حد تک جاؤنگا

اور کسی کو بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ ضمنی سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ چنیوٹ سے تبدیل کئے جانے والے ایس ایچ او کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کی تحقیقات دیگر افسران کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے اس واقعہ کی تحقیقات جلد مکمل کرنے کی ہدایت کی ہے لیکن ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ اس کے کسی پہلو کو نہ چھوڑا جائے چراغ اکبر شاہ کے کئی سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اس طرح کی دہشت گرد مذہبی تنظیموں پر پابندی کا مسئلہ وفاقی حکومت کے زیرِ غور ہے اور صوبائی حکومت بھی اپنے احساسات رکھتی ہے انہوں نے کہا کہ اس معاملے میں اس حمام میں بہت سے لوگ ننگے ہیں۔ اس معاملے کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے غور کیا جا رہا ہے اگر اس کو اب قرارداد کی شکل میں ہم لائیں تو یہ سیاسی مسئلہ بن جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ عقائد کی تلخیاں اور نفرتیں جگہ جگہ موجود ہیں اس میں کوئی فرقہ ہی شامل نہیں ہے بلکہ بہت سے حلقے ملوث ہیں اس پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

سپاہِ صحابہ کی دو رنگی

نہ دیوبندی۔ نہ بریلوی سنّی اور نہ شیعہ

نعرہ

شیعہ دیوبندی۔ بھائی بھائی

کہتے ہیں کہ گرگٹ ایک چھوٹا سا جانور ہے۔ دیکھا نہیں ہے لیکن سُنا ہے کہ چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے۔ سنا ہے کہ یہ جانور اپنا رنگ بدلتا رہتا ہے گھڑی میں کچھ پل میں کچھ۔ کبھی بھی وہ ایک رنگ میں نہیں رہتا۔ لیکن انسان نما چھپکلی کو

اگر کسی نے دیکھنا ہو تو سپاہِ صحابہ کو دیکھ لے ان کے علماء میں نہ مستقل مزاجی ہے اور نہ ان کا قول و فعل ایک۔ حالات کے مطابق پینترے بدلنا۔ مارچ میں بُلبل اور دسمبر میں اُلّو بننا ان کا شیوہ ہے۔ عداوت اور دشمنی پر اُتر آئے تو یزید بن جائے اور محبت اور دوستی میں آجائے تو صحیح مسلمان نظر آئے۔ ایسے کی مثال گرگٹ سے ہی دی جاسکتی ہے۔ دینی معاملات میں جہاں اسلام کا حکم یہ ہے کہ حق بات کو مرتے دم تک حق کہو۔ اور باطل کو آخر دم تک باطل ہی کہو۔ دینی امور میں کچھ زیادہ ہی تاکید فرمائی گئی ہے اعمال و افعال میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ مگر عقائد میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ جن باتوں کا تعلق عقائد و ایمان اور اصول سے ہو گا ان میں کمی بیشی ہو ہی نہیں سکتی۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل خدا کا فرمان ہے۔ حق اور باطل کو آپس میں مت ملاؤ۔ باطل کو حق کہہ کر دھوکہ نہ دو بلکہ حق کو حق اور باطل کو ہمیشہ باطل کہو، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا آج ہم مرزائیوں کو بے دین۔ گمراہ اور کافر کہیں اور کل انہیں۔ مسلمان دیندار سمجھنے لگیں تاوقتیکہ وہ اپنے عقائد اور نظریہ سے توبہ نہ کر لیں۔

آیئے آج ہم آپ کا تعارف ایسے حضرات سے کرا رہے ہیں جو کل تک ہمیں (بریلویوں کو) مشرک۔ بے دین۔ گمراہ۔ بدعتی انگریزوں کے ایجنٹ کہتے تھے آج ہم بغیر توبہ کے انہیں عقائد پر قائم رہتے ہوئے ایک دم ہم ان کی نظر میں موحد، ایماندار اور سچے پکے سُنّی مسلمان ہو گئے۔ کل تک وہ ہمیں چیخ چیخ کر کہتے تھے کہ آپ کا اور ہمارا راستہ الگ ہے۔ راستے جدا ہیں۔ اور اختلافات اصولی ہیں۔ عقیدے مختلف ہیں۔ مگر آج اس سے بھی زیادہ بلند آواز میں ہمیں اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں کل تک وہ لوگ جادۂ حق پر چلنے والے اور ہم خیالات فاسدہ کے مطابق بدعتی اور گمراہ۔ کل تک وہ قرآن و سنّت پر عمل پیرا اور ہم قصے

کہانیوں والے۔ وہ اللہ اور رسول پر کاربند اور ہم رضا خانی دین کے مدّاح۔ وہ خدا پرست اور ہم قبر پرست وہ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرنے والے اور ہم مُردوں کا کفن اتارنے والے کل تک وہ ہمارے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کریں۔ ہم نعرۂ رسالت لگائیں تو ان کی طرف سے شرک و بدعت کے فتوے۔ گیارہویں شریف برائے ایصالِ ثواب ہو تو خنزیر کی طرح حرام، علمِ غیب بہ عطائے الٰہی بھی صریح شرک، اور آج۔ آج یہ باتیں طاق نسیاں کے حوالے کر کے نعرہ لگایا جا رہا ہے

دیوبندی۔ بریلوی۔ بھائی بھائی

بھلا ایسا کیوں۔ جب عقائد میں اس قدر تفاوت اور بُعد ہو تو بھائی بھائی کیسے بن گئے۔ حنفی اور سُنّی زبان سے کہنا اور بات ہے۔ عقائد اور اعمال سے ثابت کرنا اور بات ہے۔

پہلے دیوبندی اور بریلوی شائد دیوبند اور بریلی کے رہنے والوں کو کہا جاتا ہو مگر آج یہ مستقل نظریئے بن چکے ہیں اب عقائد کے لحاظ سے دونوں میں فرق کیا جائے گا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ دیوبندی حضرات یہ نعرہ کیوں لگا رہے ہیں۔ اپنی کانفرنسوں میں نعرۂ رسالت محمد رسول اللہ کا جواز کہاں سے آگیا کیا دیوبندیوں کے عقائد میں تبدیلی آگئی ہے یا بریلویوں نے دیوبندیت کو اپنا لیا ہے آخر نعرہ دیوبندی بریلوی۔ بھائی بھائی کا اجراء کس طرح کر لیا گیا ہے۔ وجہ کیا ہے بات کیا ہے، راز کیا ہے۔ اس بات کو ایسے لوگوں کے لئے قرآن پاک نے بھی اشارہ کیا ہے۔ ومن الناس من یقول آمن باللہ و بالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین۔ لیکن حقیقت میں لا الی ھولاء ولا الی ھؤلاء۔ مذبذبین۔ بین ذالک انہی کے متعلق آیا ہے۔ اگر راز حاصل کرنا ہے تو آیئے راز بھی سن لیں۔ گرگٹ مزاجی۔ جی ہاں۔

سپاہِ صحابہ کے موجودہ سرپرست اور ان کے دیگر ساتھی دیوبندیوں کے ساتھی کل تک احمد رضا خان انگریزوں کا ایجنٹ تھا لیکن آج بر بنائے مصلحت وہ انگریز کا دشمن قرار دیا گیا ہے۔ کل تک احمد رضا خان پکا رافضی تھا (معاذ اللہ) آج اُسے کٹر سُنّی کہا جا رہا ہے۔ کل کے مشرک، آج کے موحد اعظم ہیں کل جو ہمارے پیچھے نماز پڑھنے سے کتراتے تھے آج اعلانیہ پکڑ کر ہمیں آگے کھڑا کر دیتے ہیں۔ کل تک گیارہویں شریف خنزیر کا گوشت تھی۔ آج مل کر کھا لینے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ کل تک یا رسول اللہ کا نعرہ شرک تھا آج کانفرنسوں میں یا رسول اللہ محمد رسول اللہ دونوں نعرے لگ رہے ہیں۔ لیکن کسی دیوبندی کی اس شرک کے خلاف زبان تک نہ کھل سکی۔ کل تک احمد رضا خان بریلوی اور ان کے خلفا بے دین، گمراہ، ضال اور مضل تھے آج سپاہِ صحابہ والے ان کے نام پر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

اے امام احمد رضا تجھ پر ہمارا سلام ہو تو نے اپنے دشمنوں سے بھی رحمۃ اللہ لکھوا دیا۔ یہ ہے وہ گرگٹ مزاجی اور بدبُو دار عقیدہ جو لمحہ لمحہ اپنا رنگ و بُو بدلتا رہتا ہے وہ احمد رضا جو ۱۹۲۱ء میں دارِ فانی سے رخصت ہو گیا اپنے انمٹ نقوش پا چھوڑ گیا لیکن بقول صدر سپاہِ صحابہ کے امام احمد رضا پکا رافضی تھا۔ اور آج سے سال دو سال قبل بھی رافضی تھا تو اچانک ایک سال بعد وہ کس طرح سُنّی ہو گیا۔

ایک دیوبندی صاحب بڑے دُکھ اور درد سے فرماتے ہیں کہ اس وقت کی اہم ضرورت تمام سُنّی مکاتبِ فکر کو باہمی اختلافات بھلا کر باہم یکجا اور اکھٹے ہو کر شیعیت کے خلاف کام کرنا ہے مگر جوشِ عقیدت میں ہماری دکھ بھری آہ پہ غور نہیں کرتے۔ ہمارا سینہ چیر کر نہیں دیکھتے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنے اکابر کی کتب کو ہاتھ لگانا بھی گوارا نہیں کرتے۔ بس آنکھیں بند کر کے ان کا ایمان ہے

کہ ان میں حقائق و معارف کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ احمد رضا خان کے خلاف جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہی ٹھیک ہے اس کی کتاب اٹھانے کی تکلیف کون کرے جب ہم باہمی اختلافات کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کرتے ہیں تو بے جا تاویلوں کے انبار رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ہمارا اختلاف باہمی ہے کیا۔ کیا گیارہویں اور چالیسواں نزاع کا باعث ہے کیا صلوٰۃ و سلام اور ذکر بالجہر جھگڑے کی بنیاد ہے۔ کیا عرس اور میلاد شریف فساد کی جڑ ہے۔ ان میں سے کوئی بھی وجہ نزاع نہیں۔

ہمارا اختلاف فروعی نہیں۔ ہمارا اختلاف اصولی ہے۔ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ دیوبندی کتب میں اللہ تعالیٰ اور سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین، تنقیص اور گستاخیاں پائی جاتی ہیں۔ عبارات اُردو میں ہیں مطلب اور مفہوم واضح ہے۔ اور یہ مسئلہ اصولی مسئلہ ہے جب تک ان سے توبہ نہ ہو گی (جس طرح چند دیوبندی علماء نے توبہ کی ہے) اس وقت تک یہ اختلاف ختم نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہ بھی باور کرایا جاتا ہے کہ اب ہم دیوبندی بریلوی نزاع بھلا چکے ہیں ہمارا جہاد اب صرف شیعہ کے خلاف ہے مگر ہمیں یہ بات بھی قبول کرنے میں ذرا دِقت محسوس ہوتی ہے اس لئے کہ یہ کارروائی یکطرفہ ہے ممکن ہے آپ کے اختلافات کچھ اس طرح کے ہیں کہ نظر انداز نہیں کئے جا سکتے ورنہ آپ میں اور ہم میں فرق کیا رہ جائے گا۔ کل تک ہم تحذیر الناس کی عبارات کی دھجیاں اڑاتے رہے تو کیا آج ہم ان دھجیوں کو جوڑنے اور ملانے بیٹھ جائیں گے۔ کل تک ہمارے نزدیک براہینِ قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارات ایمان کا خاتمہ کر دینے والی تھیں تو کیا آج وہ عبارات ایمان و یقین میں اضافہ کرنے والی بن جائیں گی، نہیں اور کبھی نہیں۔ وہ عبارات کل بھی باطل تھیں آج بھی باطل ہیں اور تا قیامت باطل ہی رہیں گی اور پھر ہمیں اپنے

ساتھ چلانے سے قبل ذرا ہمارے بارے میں کچھ فیصلہ تو کیجئے کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے دین والے ہیں یا رضا خانی دین والے۔ ہم سُنّی ہیں یا رافضی۔ مسلمان ہیں یا بدعتی اور مشرک۔

کیا سال دو سال قبل والی تقریریں آپ نے بھلا ڈالی ہیں اُس وقت تو بڑے شدّ و مد سے ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ اور رافضی کہا جاتا تھا آج بھی تو ہمارے عقائد وہی ہیں آپ کا فتویٰ کیوں بدل گیا۔

جن اکابر علماء دیوبند کی کتب میں توہین آمیز کلمات اور عبارات پائی جاتی ہیں اور جن پر علمائے مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ برصغیر کے جید ترین علماء بھی فتویٰ کفر عائد کر چکے ہیں وہ اکابر آپ کے نزدیک حجۃ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات قطب الاقطاب۔ حکیم الامت اور شیخ الاسلام کا درجہ دیتے ہیں بتائیے آپ اور ہم کس طرح بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ ان عبارات میں ایمان کی حلاوت ہے جبکہ ہمارے نزدیک وہ صریح کفریہ ہیں اور ہم بار بار کہتے ہیں کہ وہ عبارات دیوبندی بریلوی سے ہٹ کر کسی عیسائی یا یہودی کے آگے رکھ دیجئے جو اردو اور اس کی دیگر ضروریات و لوازمات سے واقف ہو تو دیکھئے وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔ ہمارا فتویٰ ہمیشہ سے ایک تھا ایک ہے اور ایک رہے گا ہم گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے نہیں جب تک شیعوں کے خلاف، سپاہِ صحابہ کی سیاسی تحریک نہیں چلی تھی اس وقت تک ہم بے ایمان، مشرک، بدعتی اور رافضی تھے لیکن آج انہی عقائد کی موجودگی میں آپ ہی کے نزدیک ہم پکے سچے مومن اور سُنّی ہوں گے۔

آپ کی اس تبدیلی اور گرگٹ مزاجی پر حیرت کے سمندر میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔ کہ آپ لوگ انگریزوں کے ہی بنائے فارمولے پر اب تک آپ عمل کر رہے

ہیں کہ جھوٹ اس قدر بولو کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگے۔

ایک اور محقق صاحب فرماتے ہیں کہ اب لکھنے والے دنیا سے گذر گئے مر کھپ گئے۔ گڑے مُردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ جو کام ہے اب کرنے کا وہ کیجئے۔

ہمیں اپنے سُنّی بھائیوں سے سخت شکوہ ہے کہ وہ محض اعمال و افعال ہی کو سارا دین سمجھ بیٹھے ہیں۔ عقائد و ایمان کی اہمیت وحیثیت کو یکسر بھلا دیا حالانکہ اعمال کی مقبولیت کا دارو مدار عقائد کی درستی پر ہے۔ بصورتِ دیگر آخرت میں کچھ حصّہ نہیں اور ہمیں یہاں یہ بات کہہ دینے میں بھی کوئی عار نہیں کہ ملک کے سربراہ ہوں کو پہلے مذہب سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ بزرگانِ دین کی کتب سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ آج کے مولویوں پر اعتبار نہ سہی کیا چودہ سو سال کے سارے ائمہ کرام معاذ اللہ محض مُلّاں یا ملوانے تھے تمام سابقہ علمائے احناف کی کتب بحمد اللہ موجود ہیں ان میں صاف موجود ہے کہ جو قوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر دن رات تبرّے بکتی ہو اس سے میل جول، اٹھنا بیٹھنا اور محبت و دوستی کا اظہار مسلمان کے لئے جائز نہیں

ہمیں سخت افسوس ہے کہ آج کے سربراہ دینی معاملات میں بہت پیچھے ہیں انہیں پتہ ہی نہیں کہ اسلام میں رواداری کا مطلب و مفہوم کیا ہے۔ ان سربراہوں کو پتہ ہی نہیں کہ کس کا جنازہ پڑھنا ہے اور کس کا نہیں پڑھنا۔ کس کے مزار پر جانا ہے اور کس کی قبر سے بچنا ہے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

بات کچھ دُور نکل گئی عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک دیوبندی صاحب نے فرمایا کہ مرنے والے کھپ گئے انہیں بھول جائیے اور شیعوں کے خلاف کام کرنے کے لئے

ہمارے ساتھ متحد ہو جائیے (ہم اس مخالفت کی تفصیل آگے چل کر بیان کریں گے) ہم یہاں پر دیوبندی صاحب سے گذارش کریں گے کہ دیوبندی صاحب۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم میں بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جو بڑھ چڑھ کر شیعت کے خلاف کام کر رہے ہیں اگر مرکھپ جانے والوں کو معاف کر دیا جائے تو تمام شیعہ اکابر خمینی جیسے بھی مرکھپ گئے ہیں تو ان کی کفریہ عبارت پر کیوں گرفت کرتے ہو انہیں معاف کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ گڑے مُردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ۔

بہر حال توحید کی آڑ میں جس طرح آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور اولیائے کرام کی توہین و تنقیص اور گستاخیاں تقریراً و تحریراً کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں وہ کسی صورت نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہماری دینی غیرت و حمیت گوارا نہیں کرتی کہ آپ سے دوستی رکھیں ہمارے نزدیک جو قرآن مجید کو محرّف شدہ اور نامکمل کہے صحابہ کرام پر تیرہ بازیاں کرے وہ بھی قابلِ نفرین ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی شان میں نجدی زبان استعمال کرے وہ بھی لائقِ ملامت ہے ہمیں اللہ اور اس کے رسول کی عزت و عظمت ہر چیز سے پیاری اور مقدم ہے۔

ہم سپاہ صحابہ سے فقط یہ پوچھتے ہیں کہ وہ ہمارے خلاف زبان تو نہیں کھولتے مگر دل سے کیا سمجھتے ہیں اگر کہیں کہ مسلمان تو دنیا کے سب سے بڑے چھوٹے آپ لوگ ہوں گے۔ کیونکہ کل تک ہم رافضی اور بدعتی تھے آج اچانک علماء کیسے ہو گئے۔ ہمارے عقائد میں جب فرق ہی نہیں پڑا تو مسلمان کیسے ہو گئے پس ہمارا فقط مدعا صرف اتنا ہے کہ ہم اپنی ملت و قوم پر اس بات کو واضح کر دیں کہ آپ کل سچے تھے یا آج سچے ہیں۔

سپاہ صحابہ والو! ہم آپ کی گرگٹ والی چال لوگوں کو دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں مشرک کہیں تو کیا ہم اپنی آنکھیں بند کر لیں آپ ہمیں رافضی کہیں تو ہم

زبانوں کو قفل لگا دیں آپ ہمیں ننگی گالیاں دیں ہم برداشت کر لیں گے۔ اگر آپ ہمیں رافضی کہیں تو ہم برداشت کر لیں گے۔

فاروقی صاحب آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے متعلق جو کچھ کہتے رہے یا کہہ رہے ہیں آپ کی تقریر کی کیسٹیں بھی موجود ہیں آپ بار بار پینترے بدل رہے ہیں۔ آپ اگر اپنے اکابر کے خلاف کچھ بھی سُننا گوارا نہیں کرتے تو کیا ہم اتنے بے غیرت ہیں کہ آپ کی ہر دشنام طرازی برداشت کرتے جائیں اور لب کشائی نہ کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

آپ کو بار بار چیلنج کیا گیا آپ کے پاس گیارہ سوالات بھیجے گئے۔ ان کا جواب تاحال نہیں آیا ہم پھر بھیجیں گے۔ نمبر وار جواب دیں ضروری ہے۔

آپ کے اکابرین نے شیعوں کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ کافروں کی نماز جنازہ جائز ہے۔ آپ کے اکابرین نے شیعوں کو کافر کہنے کے بجائے سُنی شیعہ نکاح جائز قرار دیا۔ ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ یہ سب باتیں تحریر میں آچکی ہیں آپ کس کس کو جھٹلائیں گے۔

سپاہِ صحابہ والو جواب دو۔ مسلک اعلیٰ حضرت بریلوی، ہر شیعہ نوازی کا انکار کرنے والے جواب دیں کہ:۔

(۱) صحابہ کرام کو ملعون و مردود کہنے والے کو سنت و جماعت سے خارج نہ سمجھیں تو آپ اور آپ کے اکابرین۔

(۲) شیعوں سے سُنی لڑکیوں کا نکاح کریں تو آپ اور آپ کے اکابر۔[1]

(۳) شیعوں کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال بتائیں تو آپ اور آپ کے اکابرین۔[2]

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ [2] امداد الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۸

(۴) تعزیہ کی اجازت دیں تو آپ۔ لے

(۵) ہندوؤں اور شیعوں کے جھگڑے کو کفر و اسلام کا جھگڑا قرار دیں تو آپ۔

(۶) ماتم کریں اور مرثیے لکھیں تو آپ ؎

(۷) شیعہ رہنماؤں کی نمازِ جنازہ پڑھائیں تو آپ اور آپ کے اکابرین۔

یہ سب پاپڑ بیلنے کے بعد اور دیوبندی شیعہ کا عملی مظاہرہ کرنے کے باوجود بریلوی پہ ناحق طعنہ زنی کرنا سراسر کذب بیانی و بد دیانتی ہے۔

جواب دو۔ گنگوہی صاحب کا صریح فتویٰ ہے کہ جو لوگ شیعہ کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ان کی تجہیز و تکفین حسبِ قاعدہ ہونا چاہیئے اور بندہ بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ صـ۵۵)

مفتیانِ دیوبند۔ جواب دیں کہ کافر کافر۔ شیعہ کافر۔ کہنے والے سپاہِ صحابہ کے علماءِ دیوبند جھوٹے ہیں یا دیوبندی امام گنگوہی صاحب جھوٹے ہیں جن کا صریح فتویٰ ہے کہ (بندہ شیعہ کی تکفیر نہیں کرتا)

کافر تو کافر۔ فتاویٰ رشیدیہ کی روشنی میں شیعہ گمراہ بھی نہیں۔ بلکہ محض فاسق اور گنہگار ہیں ان کی تجہیز و تکفین حسبِ قاعدہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

عدمِ تکفیر کی صراحت کی طرح دوسری جگہ بھی صراحت سے لکھا ہے کہ جو شخص حضراتِ صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ صـ۵۵

لے: مرثیہ صـ۳ الاضافات الیومیہ تھانوی جلد ۴ صـ۱۳۹ ۔ ؎ خدام الدین لاہور ۸ نومبر ۱۹۷۷ء، روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ جون ۱۹۷۷ء

تعزیہ داروں اور مرثیہ خوانوں کے متعلق فتویٰ دیا ہے کہ یہ لوگ فاسق ہیں۔ اور ان کی نماز جنازہ واجب ہے۔ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صـ۵۴۰)

تحقیق مذکور سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اکابر دیوبند کے پیشوا گنگوہی صاحب کے نزدیک شیعہ روافض چونکہ نہ کافر ہیں اور نہ گمراہ بلکہ فاسق ہیں۔

مزید برآں صحابہ کرام کو کافر قرار دینے والا بھی چونکہ اہلِ سنت والجماعت سے خارج نہیں ہوتا اور سنّی کا سنّی ہی رہتا ہے۔

لہٰذا شیعہ۔ روافض اور (خاک بدہن گستاخ) صحابہ کی بے ادبی وطعنہ زنی کرے اور انہیں کافر اور ملعون، مردود کہنے والے بھی چونکہ مسلمان اور سنّی ہیں اس لئے زندگی اور موت میں ان کے سب معاملات میں سُنّیوں اور مسلمانوں کی طرح سرانجام دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں سب کچھ تفصیل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

دیوبندیوں سپاہِ صحابہ کی منافقت اور بُغضِ رسولؐ کی انتہا۔

یہ بھی انجمن سپاہِ صحابہ کی صریح منافقت ہے کہ خلفائے راشدین کا دن منائیں۔ تو نہ بدعت اور شرک، لیکن حضور کا دن میلاد النبی منائیں تو شرک و بدعت ہی نہیں بلکہ ہندوؤں کے کنہیا جنم کے مشابہت ہے۔

خلفائے راشدین کے دن سرکاری طور پہ منانے کے لئے زور دیے رہے ہیں اور ان کے یوم وصال پہ جلوس نکالنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں جب کہ رشید احمد گنگوہی کے نزدیک اس طرح بزرگانِ دین کا یوم یا یادگار منانا سراسر بدعت اور حرام ہے۔ لہٰذا سپاہِ صحابہ والو۔ منافقانہ چال چھوڑ دو، دو رنگی رَوش سے توبہ کرو یا اپنے شیعہ نواز اکابرین دیوبند کی تکفیر کرو۔ ان کے فتوؤں سے اظہارِ بیزاری کرو۔ لاتعلقی اختیار کرو اور اہلِ تشیع واہلِ دیوبند

دونوں میانہ روی اختیار کرو۔

شیعہ دیوبندی بھائی بھائی۔ اب شیعوں کو بُرا مت کہو وہ تمہارے بھائی ہیں اگر ایسا نہیں تو تمہارے اکابرین فتویٰ دینے والے بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔

قارئین حضرات! ان دیوبندیوں نے کیا کیا گل کھلائے۔ کتنی جماعتیں بنائیں۔ تحریکیں چلائیں۔ نیا نیا فرقہ نکالا۔ پہلے دیوبندی تھے۔ وہابی بھی تھے۔ موحد بھی تھے اب اہلحدیث بھی ہیں۔ مودودی بھی ہیں اور اب سپاہِ صحابہ بن بیٹھے۔ چودہویں صدی کا اسلام کے لئے عظیم فتنہ۔

خدا کے فضل وکرم سے اہلِ سنت والجماعت۔ سنیوں میں دیگر کوئی فرقہ نہیں۔ سب سُنّی کہلانے پر فخر کرتے ہیں امام فاضل بریلوی سے نسبت رکھتے ہیں۔ اور نسبت بھی اسی لئے رکھتے ہیں کہ وہ عاشقِ رسول ؐ تھے۔ عاشقِ رسول ؐ سے نسبت رکھنی کیا جرم ہے۔

اللہ والوں نے اپنی نسبت مدینے پاک کے کُتّوں کی طرف کر کے بھی اعتراف کیا ہے کہ کُتّوں کے ساتھ نسبت بھی بے ادبی ہے۔

ے نسبتِ خود را بسگت کردم ولیکن
زانکہ نسبت سگِ کوئے تو شد بے ادبی است

دیوبندیوں کے آج کئی فرقے ہیں یہ تمام کے تمام نئی پود ہیں۔ جب ان کی شاخیں نکل کر تناور درخت بنیں گی اُس وقت اُن فرقوں کا کیا عالم ہوگا۔

ملتِ اسلامیہ جو پہلے ہی متعدد فرقوں میں بٹی ہوئی ہے اس پر ایک تازہ فرقے کا بوجھ لاد دیا گیا۔ پہلے شیعہ۔ رافضی۔ خارجی، چکڑالوی۔ نیچری۔ دیوبندی۔ اہلحدیث تھے۔ پھر ایک شاہسوار اور جماعتِ اسلامی کے نام سے

میدان میں آیا۔ ابھی اس سے ملتِ اسلامیہ عہدہ برآ نہیں ہوئی تھی کہ ایک تازہ بوجھ سپاہِ صحابہ کے نام سے لاد دیا گیا۔ اللہ اور رسول ؐ نے فرقہ بازی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں لیکن پہلے جناب مودودی صاحب بین الاقوامی شخصیت ہونے کے باعث وہابیت کا خفیہ فرقہ جماعتِ اسلامی کے نام سے پیش کر لیا اور مسلمانوں کی جماعت میں خوشنما نام کا ٹائیٹل لگا کر شامل کر دیا۔ کاش وہ ایسا نہ کرتے اپنا زورِ قلم بکھرے ہوئے مدعیانِ اسلام کو جوڑنے اور بہک جانے والوں کو راہِ راست پر لاتے۔ اگر راہِ راست یا سنّیت سے انہیں نفرت تھی اور وہابیہ پر جان چھڑکنا اور اسی کی تبلیغ کو وہ ضروری خیال کرتے اور باعثِ نجات بناتے تو غیر مقلدوں یا دیوبندیوں میں شامل رہتے لیکن نیا فرقہ کھڑا کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی سے پہلے پاک وہند میں وہابیت کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی سے پہلے دیوبندی عقائد ونظریات کی اس نام سے کوئی جماعت نہ تھی۔ سر سید احمد خان علی گڑھی سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا کہ نیچریت کیا ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے مرزائی فرقہ خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری ہرگز نہ تھا۔ غلام احمد پرویز سے پہلے خود کو اہلِ قرآن کہلانے والا کوئی نہ تھا۔ مودودی صاحب دی گریٹ سے پہلے کوئی فرقہ جماعتِ اسلامی کے نام سے مسلمانوں میں متعارف نہیں تھا حق نواز جھنگوی سے پہلے سپاہِ صحابہ کے نام سے کان نا آشنا تھے۔ یہ سب کے سب دنیا فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ وہ اپنے کئے کی سزا بھگت رہے ہوں گے۔ جو زندہ ہیں اللہ انہیں ہدایت بخشے کہ وہ تائب ہو کر راہِ ہدایت

اختیار کریں اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہونے سے پہلے ولا تموتن الا وانتم مسلمون پر عمل کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہماری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلّم ہی ہادیٔ کل اور ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ قیامت تک آنے والوں مدعیانِ اسلام میں سے راہِ ہدایت پر وہی شمار ہوگا۔ جو اس آقائے کائنات کے لائے ہوئے دین پر ثابت قدم رہے گا۔ اور اس میں کسی قسم کی کاٹ چھانٹ نہیں کرے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے اسلام صحابہ کرام نے سیکھا ان سے تابعین نے ان سے تبع تابعین نے غرضیکہ اسی طرح ہر نئی نسل اپنے بزرگوں سے دین حاصل کرتی رہی اور اُسے اگلی نسل تک پہنچاتی رہی قیامت تک دین اسی طرح جاری رہے گا۔

اس حقیقت کی روشنی میں قارئینِ کرام غور تو فرمائیں کہ جو جماعتیں اور فرقے کل یا پرسوں کی پیداوار ہیں۔ ان بدخواہوں اور دین کے دشمنوں اور ملتِ اسلامیہ کے رہزنوں نے یہ راستہ اختیار کیا کہ سید الانبیاء کے دین کی میراث پانے والوں کو غلط اور باطل قرار دیا ان کی بعض کوتاہیوں اور کمزوریوں کو سامنے رکھ کر اصلاح کرنے کے لئے نئے فرقے بنا کر کھڑے ہوگئے۔ جب بعض بھولے بھالے مسلمان ان کی اصلاحی گرمی سے متاثر ہوکر ہمنوا بنے تو اپنا رنگ یوں دکھانا شروع کر دیا کہ مقدس شجر اسلام میں بعض خود ساختہ عقائد ونظریات کے پیوند لگا کر نیا اور تازہ بہ تازہ دین پیش کرنے لگ گئے۔ علمائے ملت جب ان خود ساختہ ایجادات پر گرفت کرتے تو اپنا اصلاحی رنگ سامنے کر کے مسلمانوں کو ورغلاتے کہ یہ لوگ ہیں کہ فلاں

فلاں کوتاہیوں کے مرتکب ہیں۔ یہی وہ غلا پن گمراہ لوگوں کا ہے۔ جس کے باعث ہر تخریب کار اور فرقہ ساز اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔

ہاں چاہتے ہیں کہنا کچھ اپنی لے میں ہم بھی
نغمہ نواز رکھ دے اب سازِ لن ترانی

مختلف عنوانات کے تحت اس کتاب میں جو کچھ تحریر ہوا ہے اگر اُسے انصاف اور دیانت داری کے ساتھ پڑھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ علمائے اہلِ سنّت سے بغض وعناد رکھنے والوں کے وہ صاحبانِ جُبّہ و دستار جو اپنے سیاسی مصلحت کی بنا پر آسمانِ علم کے شمس وقمر منوانے اور تقویٰ وطہارت میں رشکِ جنید وشبلی باور کرانے کی خاطر اپنے پروپیگنڈے کی ساری مشینری کو حرکت دی ہوئی تھی اور تا حال بھی مصروفِ عمل ہے کچھ اور ہی نظر نہ آنے لگیں۔

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد کسی سے مناظرہ مقصود نہیں اور نہ کسی کو سبّ وشتم کرنے کا خیال آیا نہ ہی کسی کی بے جا طرفداری اپنا شعار بنایا۔ ہر بات کا ثبوت اور حوالہ جات موجود ہے ہر شخص خدا کو حاضر ناظر جان کر طرفداری اور جانبداری کو چھوڑ کر اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو انشاء اللہ حقیقت اس پر واضح ہو جائے گی۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

سوچیں بدل گئیں ۔ ذہن بدل گئے

کتاب کے تیسرے باب میں علمائے دیوبند کے عقائد اور نظریات پڑھ لئے ہیں کہ کس طرح ان دیوبندیوں کے علمائے ہی اپنے علماء پر گرفت فرمائی

اوران کے تمام غلط نظریات کو منظرِ عام پر لے آئے۔ ان میں مولٰنا مرتضیٰ احسن دیوبندی۔ مولٰنا عامر عثمانی دیوبندی مدیر ماہنامہ تجلّی دیوبند اور مولٰنا عبدالرحیم شاہ کے بیانات پڑھ آئے ہیں انہوں نے کھُل کر اپنے عقائد کے راز ہی افشا نہیں کئے بلکہ کھُل کر تنقید بھی کی اور اپنے علمائے کرام کے فتویٰ بازی سے اتنے پریشان ہوئے کر ان کی خوب خوب خبر لی۔ حقیقت، حقیقت ہی ہوتی ہے اگر خدا توفیق دے تو سچ بات زبان پر آ ہی جاتی ہے لیکن یہ فیضان ہر کسی کے مقدر میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ جب چاہے جس کا چاہے اس کا سینہ کھول کر حقیقت اس پر آشکار کر دیتا ہے جیسا کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے چند جیّد علما اور مبلّغ واعظانِ دین پر جب حقیقت واضح ہو گئی کہ محبتِ رسول ؐ ہی ایک ایسی نعمت ہے جس کے ذریعے دین و دنیا کی نعمتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ عام مقولہ ہے کہ دوسرے کی عزّت کرو۔ تاکہ تمہاری بھی عزت ہو۔ جب ہم اللہ کے رسول ؐ جن کے متعلق حکم ہے وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا۔ کہ میرے محبوبؐ کی عزّت اور توقیر کرو، جب ان کی عزّت کرو گے تو ان کے صدقے تمہاری بھی عزّت ہو گی۔

ان علمائے کرام نے محبتِ رسول ؐ کے جذبے سے متاثر ہو کر دیوبندیت سے توبہ کر کے مسلک اہلِ سنّت میں شامل ہو گئے یہ وہ علمائے کرام ہیں جو علمائے دیوبند کے روحِ رواں تھے۔ جس مسلک کی خاطر صبح و شام وقت صرف کرتے تھے آج اسی مسلک کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ان میں مولٰنا اورنگ زیب قادری خصوصی شاگرد مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی مولوی محمد عمر کراچی، مولٰنا محمد رفیق راولپنڈی، مولٰنا محسن فاروقی گجرات۔

مناظرِ اسلام علامہ خطیب الرحمٰن صاحب، جامی گوجرانوالہ، علامہ احمد سعید صاحب قادری گوجرانوالہ جو مسلسل ۲۵ سال تک اپنے مسلک کے چمن کی آبیاری کرتے رہے آج اسی چمن کو اپنے ہاتھوں آگ لگا دی۔ اسی پر بس نہیں۔ مولٰنا فضل الرحمٰن جنرل سیکریٹری جمعیۃ العلمائے اسلام کیا فرماتے ہیں۔

اگر نعرۂ رسالت سے دیوبندیت دفن ہوتی ہے تو ہو جائے۔

حضور نورِ خدا کی حیثیت سے ہر جگہ حاضر ہیں۔

ہم خدا اور رسول ؐ کے ساتھ ہیں، نانوتوی اور تھانوی کے ساتھ نہیں ہیں[1]

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

مناظرۂ جھنگ
سپاہِ صحابہ کے لئے تازیانۂ عبرت

قارئین حضرات! اب آخر میں ایک اضافی مضمون آپ کی دلچسپی اور سپاہِ صحابہ کی عبرت کے لئے پیش کرنا مناسب اور ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اس مضمون سے عوام کی آنکھیں شائد کھُل جائیں اور سپاہِ صحابہ حضرات شاید اپنے گریبان میں منہ ڈال کر کچھ سوچنے پر مجبور ہو جائیں اور بے جا تعصّبات، گالی گلوچ، کفر و شرک اور بدعت کے فتوؤں سے باز آ جائیں کسی کے اکابرین پر نام لے کر مغلّظات سے بھرپور چیلنج کرنا یہ عالم کا بلکہ

---

[1]: پندرہ روزہ ندائے اہل سنّت لاہور ۱۶ ر جون سے ۳۰ ر جون ۱۹۹۲ء - (انٹرویو)

یہ مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔

راقم الحروف نے جو کچھ گذشتہ صفحات میں پیش کیا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا بلکہ انہی کی تحریر انہیں کی کتابوں سے نکال کر ان کے سامنے رکھ دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ مشرکین کے بتوں (خداؤں) کو بھی بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے زعم میں بتوں کو ہی خدا مان رہے ہیں تم انہیں بُرا کہو گے تو وہ تمہارے برتر اور عظمتوں والے ربّ کو اسی طرح گالیاں دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے علم کی اِنتہا کسی پر ختم نہیں کی اپنے رسولوں کو بھی جو کچھ عنایت فرمایا وہ ان کی استعداد اور ان کے درجات کے مطابق عنایت فرمایا۔ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط قرآنِ پاک کا ارشاد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ط۔

موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی دعویٰ اپنی علمی قابلیت کا ظاہر فرمایا تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ تم نے بہت بڑا دعویٰ علم کا کیا ہے۔ جاؤ فلاں مقام پر میرا ایک بندہ ہے جسے میں نے ایک خصوصی علم سے نوازا ہے۔ اس کی رفاقت حاصل کرو۔ موسیٰ علیہ السلام صاحبِ کتاب اور صاحبِ شریعت رسول تھے ان کے اس دعوے کو بھی اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ نہ سمجھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف عاجزی اور انکساری ہی محبوب ہے تکبّر سے اُسے نفرت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۔ بڑائی اس ذاتِ باری کو ہی زیب دیتی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی عاجزی کو ہی ترجیح دی تو پھر ایک عالم کی شان یہ ہے کہ

حضور کے نقشِ قدم پر عمل کرتے ہوئے عاجزی اختیار کرے اسی میں دونوں جہانوں کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

عالم کی شان سمندر کی طرح ہے وہ بہتا ہی چلا جاتا ہے اس میں کسی قسم کا شور شرابا نہیں ہوتا۔ دنیا بھر کی غلاظتیں اپنے پیٹ میں لئے ہمیشہ رواں دواں رہتا ہے اور جو ندیاں نالے ہوتے ہیں وہ وقتی ہوتے ہیں۔ بارش ہوئی شور شرابا کیا کسی کا مکان گرا دیا کسی کے کھیت تباہ کر دیئے۔ سڑکیں اور پُل تباہ کر دیں اور جب جوش ٹھنڈا ہُوا تو وہاں نہ پانی ہوتا ہے اور نہ اس کا نام و نشان۔

عالم کی شان اسی طرح ہونی چاہیئے کہ عاجزی اور انکساری کا نمونہ بن کر عوام کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرے۔ اگر احترامِ دین اور فکرِ آخرت رکھنے والا طبقہ جن کو علمائے کرام کہا جاتا ہے۔ اپنی مجموعی کوششیں اور تمام تر جدّوجہد دینِ حق کے اصولی مسائل پر مرکوز کرتے اور اپنی تمام زندگی احیائے دینِ اسلام پر وقف کرتے تو آج عالی قدروں اور جنسی لذتوں نے جو زمین ہموار کر دی ہے شاید اس کی نوبت نہ آتی۔ لیکن افسوس کہ محدود ذہنوں کی تنگ نظری نے انہیں بھی میدان میں لا کھڑا کیا اور سوادِ اعظم کی مرکزی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اختلاف سے اختلاف پیدا ہُوا اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اصول تو درکنار، فروعات پر بھی تعصّب اور تحزّب کی تند و تیز ہوائیں چلنے لگیں ایسے حالات میں ہر دردمند اور حساس مسلمان کا دل تڑپ اٹھتا ہے اور تڑپنا بھی چاہیئے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔

جہاں تک بعض اختلافات کا تعلق ہے وہ باعثِ رحمت [illegible] کے تمام

یہ مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔

راقم الحروف نے جو کچھ گزشتہ صفحات میں پیش کیا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا بلکہ انہی کی تحریر انہیں کی کتابوں سے نکال کر ان کے سامنے رکھ دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ مشرکین کے بتوں (خداؤں) کو بھی بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے زعم میں بتوں کو ہی خدا مان رہے ہیں تم انہیں بُرا کہو گے تو وہ تمہارے برتر اور عظمتوں والے ربّ کو اسی طرح گالیاں دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے علم کی انتہا کسی پر ختم نہیں کی اپنے رسولوں کو بھی جو کچھ عنایت فرمایا وہ ان کی استعداد اور ان کے درجات کے مطابق عنایت فرمایا۔ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ قرآنِ پاک کا ارشاد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۔

موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی دعویٰ اپنی علمی قابلیت کا ظاہر فرمایا تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ تم نے بہت بڑا دعویٰ علم کا کیا ہے۔ جاؤ فلاں مقام پر میرا ایک بندہ ہے جسے میں نے ایک خصوصی علم سے نوازا ہے۔ اس کی رفاقت حاصل کرو۔ موسیٰ علیہ السلام صاحبِ کتاب اور صاحبِ شریعت رسول تھے ان کے اس دعوے کو بھی اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ نہ سمجھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف عاجزی اور انکساری ہی محبوب ہے تکبر سے اُسے نفرت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۔ بڑائی اس ذاتِ باری کو ہی زیب دیتی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی عاجزی کو ہی ترجیح دی تو پھر ایک عالم کی شان یہ ہے کہ

حضور کے نقشِ قدم پر عمل کرتے ہوئے عاجزی اختیار کرے اسی میں دونوں جہانوں کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

عالم کی شان سمندر کی طرح ہے وہ بہتا ہی چلا جاتا ہے اس میں کسی قسم کا شور شرابا نہیں ہوتا۔ دنیا بھر کی غلاظتیں اپنے پیٹ میں لئے ہمیشہ رواں دواں رہتا ہے اور جو ندیاں نالے ہوتے ہیں وہ وقتی ہوتے ہیں۔ بارش ہوئی شور شرابا کیا کسی کا مکان گرا دیا کسی کے کھیت تباہ کر دیئے۔ سڑکیں اور پُل تباہ کر دیں اور جب جوش ٹھنڈا ہؤا تو وہاں نہ پانی ہوتا ہے اور نہ اس کا نام و نشان۔

عالم کی شان اسی طرح ہونی چاہیئے کہ عاجزی اور انکساری کا نمونہ بن کر عوام کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرے۔ اگر احترامِ دین اور فکرِ آخرت رکھنے والا طبقہ جن کو علمائے کرام کہا جاتا ہے۔ اپنی مجموعی کوششیں اور تمام تر جدوجہد دینِ حق کے اصولی مسائل پر مرکوز کرتے اور اپنی تمام زندگی احیائے دینِ اسلام پر وقف کرتے تو آج عالی قدروں اور جنسی لذتوں نے جو زمین ہموار کر دی ہے شاید اس کی نوبت نہ آتی۔

لیکن افسوس کہ محدود ذہنوں کی تنگ نظری نے انہیں بھی میدان میں لا کھڑا کیا اور سوادِ اعظم کی مرکزی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اختلاف سے اختلاف پیدا ہؤا اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اصول تو درکنار، فروعات پر بھی تعصب اور تحزّب کی تند و تیز ہوائیں چلنے لگیں ایسے حالات میں ہر دردمند اور حساس مسلمان کا دل تڑپ اٹھتا ہے اور تڑپنا بھی چاہیئے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔

جہاں تک بعض اختلافات کا تعلق ہے وہ باعثِ رحمت بھی ہیں۔ لیکن

بیمار عقلیں اور نارسا ذہن جب ان اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اجتماعی اور متفقہ مسائل میں بھی کیڑے نکالنے لگیں تو کون سا حقیقت آشنا دل ہے جو زخمی نہ ہو اور کون سی صداقت پسند آنکھ ہے جو اشک بار ہوئے بغیر رہ سکے۔

یہ روح فرسا منظر دیکھ کر ہر حساس دل تڑپ اٹھتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔ یہی اختلاف اور یہی انتشار ہے جس نے علماءِ کرام کے دلوں کو کھوکھلا کر دیا ہے اگر علمائے کرام خود معمولی معمولی باتوں پر دست و گریبان نہ ہوتے تو پاکستان میں ہم پر عرصہ پینتالیس سال سے ظالمانہ اور جابرانہ نظام مسلط نہ رہتا۔

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا!
اور کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج بھی علمائے دین جنہیں حکومت سے جبراً عادلانہ نظام قائم کرانا تھا آپس میں دست و گریبان ہو رہے ہیں۔ ہر عالم کا اپنا الگ فرقہ ہے ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ایک دوسرے کو سلام کہنا گوارا نہیں کرتے آپس میں سر پھٹول ہو رہی ہے بعض علمائے کرام تشدد میں آکر اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں جہاں رسوائی اور شرمندگی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

اگر ہمارے علمائے کرام معتدل پالیسی اختیار کریں اور آپس میں مل بیٹھ کر افہام و تفہیم سے کام لیں تو اختلافات خود بخود ختم ہو سکتے ہیں۔

لیکن معاملہ جب گالی گلوچ اور مناظرہ تک پہنچ جائے تو اس کا جواب دینا ہی پڑتا ہے اسی سلسلے کی ایک سرگذشت مناظرہ جھنگ ہے۔ مولوی حق نواز جھنگوی نے قومی اتحاد کے دور میں پر پرزے نکالے اور ایک نئے فرقے (سپاہِ صحابہ) کی بنیاد رکھی ورنہ اس سے قبل اس فرقے کا نام بھی سننے میں نہیں آیا تھا۔

مولانا مفتی محمود صاحب کے دور میں جھنگوی صاحب حد سے زیادہ تجاوز کرتے گئے مناظرے کا چیلنج دینے لگے۔ نتیجہ کیا نکلا کہ مناظرے میں مرزا قادیانی کی طرح علمائے بریلی سے بری طرح شکست اٹھانی پڑی۔ بعد میں اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

آیئے ہم آپ کو تھوڑی دیر کے لئے جھنگ لئے چلتے ہیں کہ مناظرہ جھنگ کیوں پیش آیا کیا وجوہات تھیں کیا حالات تھے کیا مناظرہ کا ہونا ضروری ہو گیا تھا آیئے اس مناظرے کا پسِ منظر دیکھتے ہیں کہ ملّی وحدت اور ملکی سالمیّت کا شیرازہ منتشر کرنے کا کون سا باعث تھا جس کی وجہ سے یہ مناظرہ ناگزیر ہو گیا تھا۔

تفصیل مناظرہ جھنگ
اور
مولوی حق نواز جھنگوی کی شکست

تفصیل مناظرے کی اس طرح ہے کہ جھنگ صدر میں دو محلّے "پرانی عیدگاہ" اور "پیلیانوالہ" محلہ متصل واقعہ ہیں جن کا ماحول عرصہ دراز سے تفرقہ و انتشار کا چلا آ رہا تھا۔ پیلیانوالی مسجد میں دیوبندی مسلک کے مولوی حق نواز صاحب خطیب تھے۔ جنہوں نے سستی شہرت و قبولیت اور شہری سطح پر نام نہاد لیڈر شپ کے حرص میں شہر کے پُرامن ماحول کو نذرِ آتش کر رکھا تھا۔ وہ صبح و شام سیاسی اور مذہبی اختلافات کو ہوا دے کر مسلمانوں کو باہم دست و گریباں کر کے چند ناعاقبت اندیش افراد کے ایک مخصوص حلقہ میں "مجاہدِ اسلام" بننے کی فکر میں تھے محافظِ مسلک دیوبند کا لقب پا کر وہ ہند و دہند کے تمام

تقاضے فراموش کر چکے تھے جب بھی سٹیج پر جلوہ فگن ہوتے تو پوری تقریر مختلف سیاسی طبقوں اور مذہبی حلقوں پر طعن و تشنیع اور مغلظات سے بھر پور ہوتیں اور کسی خطاب میں متانت و شائستگی کا نام تک نہ ہوتا پورا خطاب صرف بلند بانگ دعوؤں، مناظرانہ تعلیمات، مباہلوں کے چیلنج اور اہلِ اسلام کی تکفیر پر مشتمل ہوتا۔

جھنگ کی عدالتیں اور تھانے ان امور کی قطعی شہادت مہیا کرتے ہیں کہ شہر کے عوام و خواص ان حقائق سے بخوبی آگاہ ہیں۔ الغرض مولوی صاحب موصوف کی وجہ سے جھنگ میں دیوبندی اور بریلوی فساد کا مستقل ماحول پیدا ہو چکا تھا۔

دونوں مسجدوں کی انتظامیہ کیٹیاں اس پریشان کُن ماحول کو ختم کرنے کے لئے ایک مرتبہ اکٹھی ہوئیں اور بالآخر ایک تحریری معاہدہ پر متفق ہو گئیں جس کے ذریعے اس مکدّر فضا کو سازگار بنایا جا سکتا تھا۔ پُرانی عیدگاہ کے خطیب مولینا صدیق صاحب نے اس معاہدہ پر دستخط کر دیئے مگر مولوی حق نواز صاحب نے یہ کہہ کر مجھے اپنی مسجد کی انتظامی کمیٹی (بزعم خویش) کلمۂ حق بلند کرنے سے نہیں روک سکتی اس معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اس مصالحتی کوشش کو بالکل ناکام بنا دیا۔

اسی طرح کئی مرتبہ بریلوی مسلک کے ذمہ دار افراد کی طرف سے فریقین میں صلح و آشتی کی فضا پیدا کرنے کی کوششیں ہوئیں مگر مولوی حق نواز نے ہمیشہ انہیں سستی شہرت کے حصول میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے مسترد کر دیا کیونکہ ان کا سارا کاروبارِ قیادت اسی تفرقہ بازی کا مرہونِ منت تھا اس لئے وہ کسی قیمت پر اس رویہ سے باز نہیں رہ سکتے تھے اور ان حالات کو برقرار رکھنے میں بالواسطہ ضلعی انتظامیہ بھی

ملوّث تھی کیونکہ اس نے اس سلسلہ میں کبھی قطعاً کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا حالانکہ اس کے سامنے تمام حقائق و شواہد روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح تھے۔

پاکستان قومی اتحاد کے قیام سے مولوی صاحب موصوف ضرورت سے زیادہ چمکے اور ان کو پَر پُرزے کچھ زیادہ ہی لگ گئے۔ پھر مارشل لاء کے زیرِ سایہ قائم شدہ قومی اتحاد کی نوماہی حکومت نے اس میں اور زیادہ رنگ بھرا۔ پھر کیا تھا مولوی صاحب سراپا انتشار اور مجسمہ تفرقہ بازی بن گئے۔ پھر فتنہ و فساد۔ افترا پردازی اور گالی گلوچ کا سلسلہ زور و شور سے شروع ہو گیا۔ دیگر مسالک کے علماء بالعموم بریلوی مسلک کے قائدین بالخصوص اعلٰحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کو سبّ و شتم اور تبرّا بازی کا نشانہ بنایا گیا۔ اعلٰحضرت کے مرقد مبارک اور کفن تک کو گالیاں دینے سے گریز نہ کیا گیا۔ روئے زمین کی بریلویت کو مناظرے کے چیلنج ہونے لگے. قبروں میں لیٹے ہوئے بزرگوں کو نام سے لے کر کسی کے کفن پھاڑتے. کسی کی ہڈّیاں بکھیرتے. کسی کی میّت کو چوک میں لٹکاتے کسی کو سمندر میں غرق کرتے اور کسی کو نذرِ آتش کرتے۔

الغرض مسجد و منبر کا تقدّس پامال ہوتا رہا۔ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی جاتی رہی۔ لیکن ضلعی انتظامیہ خاموش ہی رہی اور سوادِ اعظم اہلِ سنّت والجماعت کے ہزاروں افراد ملکی حالات اور شہری امن کی خاطر سب کچھ سن کر سَراپا اضطراب ہوتے ہوئے بھی خاموش رہے۔ شہر کے بعض علمائے وفود کی صورت میں ضلعی انتظامیہ سے ملاقاتوں اور تحریری درخواستوں کے ذریعے مولوی صاحب مذکور کو ان تخریبی کاروائیوں سے روکنے کی

نے حضرات اہلِ سنّت کو کافر، مشرک، گمراہ، بد باطن اور مشرکینِ مکّہ، جہنّمی بے ایمان اور لعنتی جیسے الفاظ سے پکارنا شروع کر دیا۔ حضور پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کو مشرکین اور بد باطنوں کا رہنما کہا اور دیگر اکابرین کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کئے جن کو زبان پر لایا ہی نہیں جا سکتا اپنے معتقد دیوبندی مسلک کے لوگوں کو شادی بیاہ، غمی خوشی کے معاملات میں اہلِ سنّت سے قطع تعلقی کی تعلیم دینے لگے۔

پرانی عیدگاہ کی انتظامیہ کمیٹی انجمن تبلیغ الاحناف کی طرف سے انفرادی طور پر مسجد پپلیانوالی کی انتظامیہ کے مختلف افراد سے درخواست کی گئی کہ مولوی صاحب کو اس شر و فساد سے باز رکھیں لیکن یہ سب کوششیں بے کار ثابت ہوئیں اور مولوی صاحب نے باز نہ آنا تھا اور نہ باز آئے۔

رمضان المبارک شروع ہوا تو پھر عیدگاہ کی انتظامیہ نے پپلیانوالی مسجد کمیٹی کے پاس جا کر اجتماعی سطح پر پُر امن و سکون کی فضا پیدا کرنے کے لئے سلسلہ جنبانی کی اور کمیٹی کے ارکان بالخصوص شیخ محمد فاروق صاحب ایڈووکیٹ نے یقین دہانی کرائی کہ ہم مولوی صاحب کو سمجھا کر آپ کی شکایات دور کریں گے اور لاؤڈ سپیکر کا ہارن جو بطورِ خاص پُرانی عیدگاہ کا سکون برباد کرنے کے لئے لگایا گیا تھا اُس کا رُخ بھی بدل دیں گے۔ اہلِ سنّت کی طرف سے مستقل مصالحت کے لئے تین نکاتی فارمولا پیش کیا گیا۔

(۱) کوئی فریق ایک دوسرے کے مسلک پر طعن و تشنیع نہ کرے۔

(۲) ایک دوسرے کے اکابرین پر زبانِ طعن دراز نہ کی جائے۔

(۳) اختلافی مسائل کو جن کے بیان سے فضا مکدر ہوتی ہے حتی المقدور نہ چھیڑا جائے۔

استدعا کی غالباً ایک آدھ مرتبہ سرکاری طور پر مولوی صاحب کو تنبیہہ کی گئی لیکن کون سنتا تھا کیونکہ مولوی صاحب قومی اتحاد کے نو ماہی دورِ اقتدار کی وجہ سے اپنے آپ کو مطلق العنان حاکم سے بھی زیادہ با اختیار ہو چکے تھے۔ اسی اثناء میں پرانی عیدگاہ کی خطابت کے فرائض استاذ العلماء صدر الافاضل حضرت علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی مدظلہ العالی نے سنبھال لئے۔ مولانا موصوف انتہائی کم گو، منکسر المزاج اور صلح پسند شخصیت تھے۔ شرافت و متانت کا یہ پیکرِ اتم اور علم و تحقیق کا یہ ناپیدا کنار سمندر اپنے فکر و عمل میں اسلاف کی سچّی تصویر تھے۔

ان کی آمد پہ اہالیانِ جھنگ نے خدا کا شکر ادا کیا اور یہ امید باندھ لی کہ شاید اب مولوی حق نواز صاحب بھی امن و سکون کا ماحول پیدا کرنے کی اجازت دے دیں۔

کچھ عرصہ واقعی ماحول خوشگوار رہا۔ لیکن اسی دوران قومی اتحاد کا دورِ حکومت بھی ختم ہو گیا۔ اور مولوی حق نواز صاحب کی عدالتوں، کچہریوں، سرکاری دفاتر کے چکروں والی مصروفیات بھی کم ہونے لگیں چنانچہ مولوی صاحب کی شعلہ بیانی میں پھر اضافہ ہونے لگا اور تمام تر رُخ تنقید علمائے اہلِ سنّت کی طرف ہو گیا۔ اور اہلِ سنّت کو کافر و مشرک اور گستاخِ رسول کے القاب دیئے جانے لگے علّامہ سیالوی صاحب نے صرف اس امید پہ کہ لوگوں کے سمجھانے یا سرکاری تنبیہات سے مولوی صاحب کی اصلاح ہو جائے گی خاموشی اختیار کئے رکھی۔ لیکن مولوی صاحب نے جامعہ مسجد پرانی عیدگاہ میں مکمل سکوت کو بریلوی مسلک کے اس عظیم مرکز کی کمزوری پہ محمول کیا اور ان کا خطبۂ جمعہ اور صبح و شام کے درس مستقل شر و فساد کا باعث بن گئے اور مولوی صاحب

لیکن انتظامیہ نے اس فارمولے پر عمل درآمد سے معذرت ظاہر کی۔ اس کی افادیت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہا کہ ہمارے مولوی صاحب نہیں مانتے بلکہ وہ اس اختلاف و انتشار کو حق و باطل، خیر و شر اور کفر و اسلام کا معرکہ سمجھتے ہوئے بزعم خویش کلمۂ حق بلند کرنے پر مُصر ہیں۔ اور لاؤڈ سپیکر کا ہارن بھی بدلنے سے انکار کر دیا اور تیسرے دن نمازِ فجر کے درس سے فارغ ہوتے ہی برملا لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ شیخ الحدیث حضرت علامہ سیالوی صاحب کو مناظرے کا باقاعدہ چیلنج کر دیا اور کہا کہ میرا دعویٰ ہے کہ بریلوی علماء گستاخِ انبیاء ہیں۔ معاذ اللہ

لاؤڈ سپیکر پر ہی اس کا جواب طلب کیا گیا اور کہا بصورتِ دیگر میں تمہاری شکست کا اعلان کر دوں گا۔

شیخ الحدیث مدظلہ العالی جھنگ میں تشریف فرما نہ تھے کیونکہ وہ صرف جمعہ پڑھانے کے لئے ہی آیا کرتے تھے چنانچہ مجلسِ انتظامیہ نے مولوی صاحب کا چیلنج قبول کر لیا اور علامہ سیالوی صاحب کو اس امر کی اطلاع دے کر اسی روز جھنگ بلوا لیا مولوی حق نواز کے ارادتمند مسجد پپلیانوالی میں جمع ہو کر نعرہ بازی کر رہے تھے اور ماحول میں مزید تناؤ پیدا کر رہے تھے۔ اسی شب نمازِ تراویح سے فارغ ہو کر مولوی حق نواز نے پھر لاؤڈ سپیکر پر چیلنج کیا اور مطالبہ کیا کہ خطیب مسجد پرانی عیدگاہ لاؤڈ سپیکر پر میرے چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان کرے ورنہ میں ان کی شکست کا اعلان کر دوں گا۔ اور ساتھ ہی شیخی بگھاری کہ ابھی ابھی شرائط طے کر دو اور کل مناظرہ ہو گا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے بھی لاؤڈ سپیکر پر مولوی حق نواز کے چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی کہا کہ آپ مناظر ہیں تو بجائے لاؤڈ سپیکر کے اعلانات کے حسبِ دستور موضوع اور شرائطِ مناظرہ طے کرنے کے لئے اپنا وفد بھیجیں۔ جس پر مولوی حق نواز نے اپنی تحریر دعوتِ مناظرہ دو آدمیوں کے ہاتھ

بھیجی اور ہمارے وفد کو موضوع و دیگر شرائط مناظرہ کے تعین کے لئے بلوایا۔ ہمارے وفد نے جو چار آدمیوں پر مشتمل تھا محلہ پپلیانوالہ میں واقع مولوی محمد یوسف صاحب چشتی (دیوبندی) کے مکان پر مولوی حق نواز اور ان کے رفقاء سے مل کر موضوعِ مناظرہ اور دیگر شرائط وغیرہ متعین کیں مولوی صاحب مذکور جو کہ پہلے صبح ہی سے مناظرہ شروع کرنے کا چیلنج کر رہے تھے بعد اصرار تقریباً بیس دنوں کی مہلت لی کہ رمضان المبارک میں اتنا طویل مناظرہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح تاریخ ۲۷ اگست ۱۹۷۹ء بمطابق شوال ۱۳۹۹ھ بروز سوموار انعقاد مناظرہ طے پا گیا۔

اس کے بعد بھی ہماری طرف سے حالات کو پُرسکون رکھنے کی پوری کوشش ہوتی رہی لیکن مولوی صاحب مذکور نے اپنی ہر تقریر حتیٰ کہ جمعۃ الوداع اور عید الفطر کے خطبات میں بھی مناظرے کے موضوع پر اشتعال انگیز دعوے مُغلّظات اور جھوٹے الزامات کے ذریعے حالات کو خراب تر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ خطبہ جمعۃ الوداع میں اعلان کیا کہ ۲۷ تاریخ کو ہونے والے مناظرے میں اگر بریلویت کے چیتھڑے جھنگ کے چوک میں نہ لٹکا دوں تو مجھے کتیا نے جنا ہے۔

(مندرجہ بالا اعلانات کا ریکارڈ محفوظ اور موجود ہے)

تین منصفین کی تقرری۔ دو کی تبدیلی

اس مناظرہ کے لئے تین افراد کو متفقہ طور پر منصف منتخب کیا گیا تھا جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ جناب پروفیسر تقی الدین انجم صاحب، سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج جھنگ

۲۔ جناب پروفیسر احمد سعید انصاری صاحب، گورنمنٹ کالج جھنگ۔

۳۔ جناب پروفیسر محمد حنیف چوہدری صاحب۔

مقررہ شرائط کے پیشِ نظر جب متذکرہ بالا حضرات سے رابطہ قائم کیا گیا تو مؤخر الذکر دو منصفین نے معذرت کر دی۔

چنانچہ اندریں صورت شرائط مناظرہ کے تحت دو اور منصفین فریقین نے کامل اتفاق سے منتخب کر لئے اور اس طرح تینوں منصفین (جنہوں نے فیصلہ مناظرہ تحریر فرمایا) متفقہ طور پر تحریری دستخطی کاروائی کے ذریعے مقرر کر لئے گئے۔

ضلعی انتظامیہ کی مداخلت

۲۶ راگست ۱۹۶۹ء مناظرہ سے ایک روز قبل ڈپٹی کمشنر صاحب جھنگ نے فریقین کو طلب کیا اور ان سے مناظرہ منسوخ کرنے کے لئے کہا جس پر ہم نے ڈی سی صاحب کو پوری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اور متذکرہ بالا تین نکاتی فارمولا ان کے سامنے بھی پیش کر دیا ہمارے نمائندوں نے بالصراحت ڈی سی جھنگ پر یہ واضح کر دیا کہ اگر وہ اس فارمولے پر عمل درآمد کی ضمانت مہیا کر دیں تو ہم بلاوجہ ایسی کاروائی میں شریک نہیں ہوں گے لیکن اس امر کی حتمی ضمانت کے بغیر اب ہم مناظرے سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ ہم نے عرصہ دراز کی فساد انگیزیوں سے تنگ آکر اس مناظرے کو بصورتِ حل قبول کیا ہے ہم انشاءاللہ مولوی حق نواز صاحب کی اصل حقیقت علمی میدان میں بے نقاب کریں گے ان کی شکستِ فاش ان کے لئے عبرت ناک انجام ثابت ہو گی۔

بہرحال ضلعی انتظامیہ نے حکامِ بالا کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کر دیا جس پر حکام بالا نے ڈی سی جھنگ کو ہدایات دیں کہ اگر یہ مناظرہ ناگزیر ہو چکا ہے تو بجائے فریقین کے انتظامات پر چھوڑ دینے کے ضلعی انتظامیہ خود اپنی نگرانی میں پر امن ماحول میں کرائے۔

چنانچہ ڈی سی جھنگ نے ایس پی صاحب اور اے سی صاحب جھنگ اور دیگر ضلعی حکام کی موجودگی میں ہمیں یہ حکم دیا کہ آپ کا مناظرہ کل صبح آپ کی مقررہ شرائط ہی کے مطابق ضلعی انتظامیہ کے زیرِ نگرانی بمقام بنگلہ نول والا (واقع گوجرہ) جھنگ سے تقریباً نو میل دُور منعقد ہو گا آپ لبسوں پر اپنے منصفین، سامعین اور کتب وغیرہ لے کر متذکرہ مقام تک پہنچ جائیں۔ ضلعی حکام اور پولیس انتظامات کے لئے وہاں موجود ہو گی اور آپ آزادی کے ساتھ اپنا مناظرہ جاری رکھ سکیں گے۔

چنانچہ حسبِ ہدایات انتظامیہ۔ فریقین صبح تقریباً ۸ بجے بمقام بنگلہ نول والا پہنچ گئے جہاں ضلعی انتظامیہ کی زیرِ نگرانی یہ عظیم تاریخی مناظرہ منعقد ہوا۔ اور بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

حضرات یہ ہیں وہ حالات و واقعات اور مناظرہ کا پسِ منظر جس میں مناظرہ ایک ناگزیر امر ہو چکا تھا۔

جھنگ کا یہ عظیم تاریخی مناظرہ چند لحاظ سے ہماری تاریخ کا عدیم المثال مناظرہ ہے اس سے پہلے سرزمین جھنگ میں اس نوعیت کا مناظرہ کبھی منعقد نہیں ہوا تھا اہلِ سنت کے لئے سنہری۔ درخشاں اور روشن ترین باب ہے۔

موضوعِ مناظرہ

گستاخِ رسول کون ہیں۔ دیوبندی یا بریلوی

ان سوالات پر مناظرہ ہوا

۱۔ وعندہ مفاتح الغیب — علمِ غیب پر

۲۔ انما انا بشر مثلکم — نور و بشر پر

۳۔ حضورؐ کا نماز میں تصور

۴۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ — مختارِ کل

۵۔ رحمۃ اللعالمین

۶۔ خاتم النبیین

۷۔ عظمتِ مصطفیٰؐ

تاریخی مناظرہ کی مکمل کاروائی

صدر منصف جناب تقی الدین انجم صاحب کا بیان

حضراتِ گرامی! میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس مناظرہ میں منصف کے فرائض سر انجام دینے کے لئے میرا نام بھی منتخب کیا گیا ہے میں ایک لحاظ سے اس کو اپنے لئے باعثِ رحمت سمجھتا ہوں کہ جانبین نے مجھ پر اعتماد کیا لیکن اس کو ایک لحاظ سے بہت بڑی آزمائش بھی سمجھتا ہوں کہ جب سے یہ مسئلہ میرے سامنے آیا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے احکم الحاکمین مجھے یہ توفیق عطا فرما کہ میرے کسی گوشۂ خیال میں کوئی تعصب کوئی پاسداری یا کسی قسم کی جانبداری کا

خیال نہ آنے پائے اے ربِ کائنات مجھے ہدایت اور توفیق عطا فرما کہ میں اپنے ذہن اور ضمیر کی روشنی اور پوری صفائی قلب کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونے کی حیثیت سے صحیح فیصلے کا اعلان کرسکوں۔ یہ میں نے گذارش کی ہے ویسے میں اپنے ذاتی خیال مختصراً عرض کردیتا ہوں کہ ملتِ اسلامیہ قرآن و سنّت تمام چیزوں کا لبِ لباب نکالا جائے تو ہمیں اتحاد۔ فکری اتحاد۔ عملی اتحاد۔ اسلام نے سکھایا انتشار اور افتراق ہمارا شیوہ نہیں۔ لیکن کبھی کبھی چونکہ ہم انسان ہیں ہماری کم ظرفی کی وجہ سے ایسی صورتِ حال پیدا ہوجاتی ہے کہ جانبین میں یا بعض افراد میں کچھ غلط فہمیاں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ایسا دعویٰ پیش کردیتے ہیں جو متنازعہ فیہ ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ اگر ہم سے خلوص نیت کے ساتھ ہوا ہے تو ہماری کوتاہیوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور اگر ہم نے اس کو اپنے ذہنوں میں فساد فی الارض کے لئے پیدا کیا ہو تو بھی اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی غلطیوں کا سرِعام کھلے دل سے اعتراف کرسکیں۔

حضراتِ گرامی! اس معاملہ میں آج جو مناظرہ ہو رہا ہے بڑے بڑے علماءؒ یہاں موجود ہیں۔ اور میں نے اپنی ساری زندگی بحیثیت ایک استاد گزاری ہے اور دینی علم کا کوئی اتنا بڑا ذخیرہ میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی میرے پاس اتنی معلومات ہیں جتنی آپ حضرات کو ہوں گی۔ لیکن تجزیہ اور تجربہ کے طور پر آپ کے استدلال دیکھوں گا۔ شرائط آپ کے دمیان طے ہوچکی ہیں وہ میرے سامنے بھی موجود ہوں گی اور ان کے مطابق ہم تمام حضرات مل کر فیصلہ کرلیں گے۔ اور انشاء اللہ آپ اس بات کا یقین رکھیئے کہ ظاہری طور پر تو ہمیں یہ فیصلہ آپ کے روبرو سنانا ہے۔ لیکن درحقیقت ہم یہ فیصلہ اللہ کے سامنے

پیش کر رہے ہیں جو دلوں کے خیال کی باریک سے باریک لہر کو بھی جانتا ہے جو لطیف و خبیر ہے۔

اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ جو شرائط فریقین میں طے ہوئی ہیں ان کی پابندی کی جائے گی اور نہایت ہی خلوص کے ساتھ علمی اور ادبی گفتگو کے ساتھ یہاں پہ تحقیق ہوگی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کا بیان

انجم صاحب کی تقریر کے بعد علمائے دیوبند کی طرف سے مولوی منظور احمد چنیوٹیؒ جو کہ دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے صدر مناظرہ بھی تھے۔ کھڑے ہوئے اور کہا میں منظور احمد چنیوٹیؒ مناظرہ کا آغاز کرنے سے پہلے شرائط ایک دفعہ پھر پڑھ کر سناتا ہوں تاکہ فریقین شرائط کو دوبارہ سن لیں اور منصفینِ حضرات کے سامنے بھی شرائط موجود ہیں۔

مناظرہ کا طریقِ کار

مناظرہ کا کل وقت آٹھ گھنٹے کا ہوگا جس میں دو گھنٹے کا وقفہ ہوگا۔ طریقِ کار یہ ہوگا کہ دیوبندی مناظرہ اپنی گفتگو سے مناظرے کا آغاز کرے گا اور پہلے دس منٹ میں دیوبندی مناظر موضوعِ مناظرہ کے مطابق اپنے مؤقف کو بیان کرے گا اور ان عبارات کی صفائی دے گا یہ سلسلہ ایک گھنٹہ تک جاری رہے گا۔

دوسرے گھنٹے میں بریلوی مناظر دیوبندی مکتبِ فکر کی عبارت پیش کریگا اور اپنا مؤقف موضوعِ مناظرہ کے مطابق ثابت کرے گا۔ جب کہ دیوبندی مناظر ان کا رد کرے گا اور ان کی صفائی پیش کرے گا۔ یہ سلسلہ بھی دس منٹ

تقسیم کے مطابق ایک گھنٹہ جاری رہے گا۔ یہ ترتیب بقایا وقت مناظرہ میں بھی اسی طرح جاری رہے گی۔

مقامِ مناظرہ

مقامِ مناظرہ سابقہ جگہ سے تبدیل ہو کر انتظامیہ کے حکم کے مطابق ریسٹ ہاؤس بنگلہ نول والا ہو گیا ہے۔

وقت اور تاریخ مناظرہ

مناظرہ متذکرہ ۶/۹۷ ۲۷ بروز سوموار بوقت آٹھ بجے صبح شروع ہوگا۔ لیکن انتظامی امور کی وجہ سے تاخیر ہو گئی ہے لہٰذا اب مناظرہ شروع کرنے کا وقت نئے سرے سے متعین ہوگا۔

منصفینِ مناظرہ

۱۔ پروفیسر انجم صاحب ۔ صدر منصفین

۲۔ جناب منظور حسین صاحب ۔ ایڈووکیٹ

۳۔ جناب غلام باری صاحب ۔ ٹیچر سکول

صدر مناظرہ

دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے صدر مناظرہ مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ۔ اور بریلوی مکتبِ فکر کی طرف سے مولانا عبد الرشید صاحب، رضوی جھنگوی۔ دیوبندی مناظر مولوی حق نواز جھنگوی ہوں گے۔ جبکہ بریلوی مناظر حضرت

علامہ مولنٰا محمد اشرف صاحب سیالوی ہوں گے۔

تعداد سامعین

شروع میں تعداد پچاس پچاس رکھی گئی تھی۔ بعد میں تعداد سامعین کے فیصلہ کے مطابق پچیس پچیس کر دی گئی ہے۔ سامعین میں سے خصوصی حضرات یہ ہیں۔

۱۔ شیخ محمد فاروق صاحب ۔ ایڈووکیٹ ۔ دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے۔

۲۔ حاجی اللہ وسایا صاحب۔ صدر انتظامیہ
″ ″ ″ ″

۳۔ جی ایم نظامی صاحب ۔ ایڈووکیٹ
″ ″ ″ ″

۴۔ ملک محمد اقبال صاحب۔ سیکریٹری
″ ″ ″ ″

۱۔ محمد طاہر القادری ۔ ایڈوکیٹ ۔ بریلوی مکتبِ فکر کی طرف سے

۲۔ شیخ محمد وارث صاحب ۔ صدر انتظامیہ
″ ″ ″ ″

۳۔ قاری محمد طیّب صاحب
″ ″ ″ ″

۴۔ منظور اکبر حیدری صاحب
″ ″ ″ ″

مولوی حق نواز جھنگوی کی شکست

یہ مناظرہ مع دو گھنٹہ وقفہ کے آٹھ گھنٹے جاری رہا۔ کئی دفعہ مولوی حق نواز جھنگوی کے قدم اکھڑ گئے اور فرار کی کوشش کی لیکن منصفین نے ایسا نہ ہونے دیا۔ بالآخر منصفین نے فیصلہ سنا دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

تاریخی اور عدیم المثال

روئیداد

مناظرہ جھنگ

مابین

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولنٰا محمد اشرف سیالوی بریلوی

مولنٰا مولوی حق نواز صاحب (دیوبندی) خطیب جھنگ

ملنے کا پتہ

مکتبہ فریدیہ جناح روڈ (ہائی سٹریٹ) ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منصفین کا فیصلہ

آج مورخہ ۶/۹ ۲۷ کو بمقام بنگلہ (نول والہ) تحصیل جھنگ، مولانا حق نواز صاحب عالم دیوبندی اور مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب (عالم بریلوی) کے مابین مناظرہ منعقد ہوا۔ جس کا موضوع یہ تھا۔

"دیوبندی مناظر" یہ ثابت کرے گا کہ علمائے بریلی کی عبارات جو اُن کی کتبِ معتبرہ میں موجود ہیں۔ گستاخانہ اور توہینِ انبیاء پر مبنی ہیں۔ جبکہ بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ علمائے دیوبند کی عبارات جو اُن کی کتبِ معتبرہ میں موجود ہیں گستاخی اور توہینِ انبیاء پر مبنی ہیں"۔ ——— مناظرہ مذکورہ میں دیوبندی مکتبِ فکر کی جانب سے مولانا منظور احمد صاحب (چنیوٹی)، اور (بریلوی مکتبِ فکر) کی جانب سے مولانا عبدالرشید صاحب (رضوی)، نے صدر مناظرہ کے فرائض انجام دیئے۔

ہم "منصفین" بالاتفاق فیصلہ کرتے ہیں اور اس مناظرہ میں مولانا محمد اشرف صاحب (سیالوی، بریلوی مناظر) کو ان کے نسبتاً وزنی استدلال، کی بنا پر کامیاب قرار دیتے ہیں۔ ———

مورخہ۔ ۶/۸ ۲۷

پروفیسر تقی الدین انجم

محمد منظور خان۔ ایڈوکیٹ

غلام باری ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ریل بازار۔ جھنگ، صدر

منصفین کا فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ ۶/۹ ۲۷ بروز سوموار کو بمقام بنگلہ (نول والا) تحصیل جھنگ مولوی حق نواز صاحب عالم دیوبندی اور مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی عالم بریلوی کے مابین مناظرہ ہؤا جس کا موضوع یہ تھا۔

دیوبندی مناظر۔ یہ ثابت کرے گا کہ علمائے بریلوی کی عبارات جو ان کی کتب معتبرہ میں موجود ہیں گستاخانہ اور توہینِ انبیائ پر مبنی ہیں۔ جبکہ بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ علمائے دیوبند کی عبارات جو ان کی کتب معتبرہ میں موجود ہیں گستاخی اور توہین انبیاء پر مبنی ہیں۔ مناظرہ مذکورہ میں دیوبندی مکتبِ فکر کی جانب سے مولانا منظور احمد چنیوٹی اور بریلوی مکتبِ فکر کی جانب سے مولانا عبدالرشید صاحب رضوی نے صدر مناظرہ کے فرائض انجام دیئے۔

ہم منصفین بالاتفاق فیصلہ کرتے ہیں اور اس مناظرہ میں مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی بریلوی مناظر کو مولوی حق نواز کے نسبتاً وزنی استدلال کی بنا پر کامیاب قرار دیتے ہیں۔

آج مورخہ ۶/۹ ۲۷

دستخط غلام باری صاحب ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ریل بازار جھنگ

دستخط پروفیسر تقی الدین انجم صاحب

دستخط محمد منظور احمد خان۔ ایڈووکیٹ

نتائجِ مناظرہ

۱۔ یہ عظیم تاریخی مناظرہ باقاعدہ طور پر سرکاری حکام کی زیرِ نگرانی منعقد ہوا جس کا مکمل ریکارڈ ضلعی انتظامیہ نے اپنے پاس محفوظ کر لیا اور فیصلہ کی اطلاع (بریلوی مسلک کے علماء کی کامیابی کے طور پر) حکامِ بالا کو حسبِ ضابطہ ارسال کر دی گئی۔

۲۔ اس مناظرے میں شہر جھنگ کے انتہائی معزز اور بحیثیت پڑھے لکھے تین تین افراد کو متفقہ طور پر بطورِ منصف منتخب کیا گیا تھا۔ جنہوں نے اپنے فرائض منصبی ادا کئے۔ یہ تمام کاروائی تحریری و دستخطی ہوئی۔

۳۔ یہ مناظرہ ایک سرکاری ہال (ریسٹ ہاؤس) میں طرفین کے پڑھے لکھے منتخب سامعین اور انتظامی افسران کی موجودگی میں کُل چھ گھنٹے تک نہایت پُرسکون ماحول میں بغیر کسی ناخوشگوار واقع کے جاری رہا۔

۴۔ اس مناظرے کی حیثیت روایتی مناظروں کے بجائے ایک شاندار علمی مکالمے کی تھی۔

۵۔ مناظرہ باقاعدہ طور پر انجام پذیر ہوا۔ اختتام مناظرہ کے دو گھنٹہ بعد فیصلے کا باضابطہ اعلان ہوا۔ اور فریقین بڑے اطمینان سے اعلان فیصلہ سُن کر پُرامن طریقہ سے واپس چلے گئے۔

۶۔ تینوں منصفین نے متفقہ طور پر (بغیر کسی اختلاف کے) بریلوی مسلک کے مناظر حضرت علامہ مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی مدظلہ العالی کو کامیاب قرار دیا۔

۷۔ بریلویت کی شاندار تاریخی فتح و کامرانی کا یہ متفقہ فیصلہ تحریری صورت

میں منصفین کے دستخطوں سے آج تک محفوظ ہے۔

۸۔ اس مناظرہ میں دیوبندیّت کی باقاعدہ نمائندگی مولوی منظور احمد چنیوٹی (صدر مجلس ختم نبوت) نے کی اور مولوی حق نواز جھنگوی سمیت چھ دیوبندی مستند علماء کر رہے تھے جو پاکستان کے مختلف گوشوں سے بلائے گئے تھے۔

۹۔ اس مناظرے کے بعد دیوبندی مسلک کے بے شمار افراد دیوبندیّت سے تائب ہو کر صحیح العقیدہ سُنّی بریلوی بن گئے۔

۱۰۔ اس مناظرے کے بعد سرزمین جھنگ پر کئی دنوں تک بریلویت کی فتح مبین کا جشن، صدقات۔ خیرات۔ محافل اور اجلاس و چراغاں کی صورت میں منایا جاتا رہا۔

ذالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

اقتباس کتاب مناظرہ جھنگ۔ مرتبہ ابوالعطاء حافظ نعمت علی چشتی صاحب شائع کردہ مکتبہ فریدیہ۔ جناح روڈ ساہیوال

سُخن ہائے فکر و نظر

منفی اندازِ فکر کیوں

حضراتِ گرامی! ہر فرقہ اور جماعت کے علماء دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں کہ فرقہ بازی نہ کرو آؤ ہم باہم مل کر بیٹھیں۔ وقت کی اہم ضرورت ہے لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ خود کیا ہیں۔ کیا وہ خود فرقہ بازی نہیں کر رہے۔ اور پھر دوسروں پر یہ الزام لگانا کہ وہ مخالفت کرتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ آیئے ہم آپ کو اس میدان میں لئے چلتے ہیں کہ

ہمیں اس اکھاڑے میں آنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ کسی چیز کی ضرورت ہی اس وقت پیش آتی ہے جب رہنمائی کے پردے میں رہزنی اور تخریب کاری کا بازار گرم ہو چکا ہو۔ کسی بھی اہلِ علم و دانش کے کارناموں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے اس کے گرد ایسے تخریب پسندوں کا جمِ غفیر نظر آئے گا جو رہبری کے پردے میں رہزنی کا کام کرتے ہوں گے اور اصلاح کے نام پر فساد کی جڑیں مضبوط کرنا ان کا مشغلہ رہا ہوگا۔ چونکہ بدقسمتی سے ایسے نصوصِ دین بھی مسلمانوں کے سامنے قوم کے رہنما، دینی پیشوا اور روحانی مُقتدا ہی بن کر آتے ہیں۔ بایں وجہ کتنے ہی مسلمانوں کی قوتِ فیصلہ ایسے مواقع پر گھٹنے ٹیک دیتی ہے اور اہلِ اسلام سے کتنے ہی بدنصیب ان کے بعض خوشنما کاموں کو دیکھ کر بِک جاتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی کے دور میں بھی دو طبقے تخریبِ دین کا کام کرنے میں پیش پیش تھے۔ یعنی حکومت اور تام نہاد مذہبی رہنما۔ بعینہٖ اسی صورتِ حال سے امام احمد رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کو دوچار ہونا پڑا۔ وہاں اکبر اور جہانگیر تھے۔ تو یہاں اسلام دشمن انگریز۔ وہ حکومت علی الاعلان اسلام کو بدلنے اور مٹانے پر مُصر تھی۔ لیکن انگریزی حکومت نامعلوم اور پُراسرار طریقوں سے اُس وقت کے فیض و فضل سے محروم علماء جو دینِ محمدی کی جڑیں کھودنے میں مصروف تھے وہ صاف نظر آتے تھے کہ اسلام دشمن کے اراکینِ سلطنت ہیں۔ لہٰذا عوام الناس انہیں اپنا رہنما تسلیم کرنے پر کبھی راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن برطانوی دور کے علماءِ سُوء نے ایسے نامعلوم طریقوں سے برطانوی حکومت کے اسلام دشمنی والے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی منحوس کوشش کی کہ ملتِ اسلامیہ کے کتنے ہی بیدار مغز حضرات تک کی قوتِ فیصلہ ان کے کھوٹ کا سراغ لگانے سے

قاصر رہی۔

راقم الحروف کا قلم اٹھانا ان کے معتقدین کی دل آزاری کی خاطر نہیں بلکہ اس حقیقت کی نقاب کشائی کا نازک فریضہ ادا کرنا ہے۔ نقاب کشائی اس وقت تک نہیں کی جا سکتی جب تک اس دور کی تخریب کاری کا مکمل نقشہ پیش نہ کر دیا جائے۔

دوسری وجہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی فلاحِ دارین کا جذبہ ہے یعنی جو مدعیانِ اسلام گمراہ گروہوں کے پیچھے لگ کر ان کے مُعتقد ہو کر گروہوں میں بٹ گئے۔ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ جماعت سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت سے علیحدہ ہو گئے ہیں انہیں یہ دکھا دیا جائے کہ جن حضرات کو آپ غلط فہمی میں اپنا پیشوا اور رہنما تسلیم کر چکے ہیں۔ ان کے اصلی اور حقیقی خد و خال کیا تھے۔ چنانچہ اس وجہ سے ہمیں بتانا پڑا کہ مسلمانوں کی جمعیت اور شیرازہ بندی کو کس نے نقصان پہنچایا۔ یہ فرقے دورِ حاضر میں کس نے بنائے کن صاحبان جُبّہ و دستار سے بنوائے۔ کس مقصد کی خاطر بنوائے۔ یہ بتا کر جملہ مدعیانِ اسلام سے اپیل کروں گا کہ ایسے حضرات کے پیچھے لگ کر دنیا میں مسلمانوں کی اجتماعی قوّت کا جنازہ نکالنا اور آخرت میں داخلِ جہنّم ہونا زیادہ مفید ہے یا اس کے برعکس۔ یہ فیصلہ قارئین نے کرنا ہوگا۔

ہو سکتا ہے کہ بعض حضرات میرے اس اقدام کو نظرِ استحسان سے نہ دیکھیں بلکہ غیر مسلموں کے پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق اپنے تاثرات کا اظہار کرنے لگ جائیں کہ کسی فرقے کے اعتقادات یا اس کے اکابر پہ تنقید کرنا منفی اندازِ فکر اور فضا کو مکدر کرنا ہے۔ ایسے تمام حضرات کی

خدمت میں ہم یہ وضاحت پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی پیوند کاری کرنے والوں اور مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے والوں کا تذکرہ کیوں ناگزیر سمجھا گیا۔

جن حضرات کے ہم نے اسلام دشمنی کے پُر اسرار اور حقیقی خدوخال پیش کئے ہیں ان میں سے اکثر دنیا سے آنجہانی ہو چکے اور ان کا معاملہ اب چونکہ براہِ راست اپنے مالک سے ہے لہٰذا ان کے بارے میں ہمیں اب کوئی فیصلہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے انہیں کتنے ہی مدعیانِ اسلام نے اپنا پیر اور پیشوا بنا لیا تھا اور ان کی حقیقت نہ سمجھنے کی بدولت کتنے ہی اسلام کا دعویٰ کرنے والے آج بھی بخوشی اُسی گمراہی کے گڑھے میں گرتے جا رہے ہیں۔ جس میں ان کے پیشوا گرے تھے چونکہ انہیں رہنما سمجھنے والے اندھا دھند اُسی عمیق گڑھے میں گرتے جا رہے ہیں جو آنکھ کھلنے پر مکمل تباہی نظر آجائے گی لہٰذا کلمہ گوئی کا پاس اور لحاظ کرتے ہوئے انہیں آخری زیاں سے بچانے اور قہرِ جہنّم سے نجات دلانے کی محض یہ ایک اپیل اور مفصّل گذارش ہے۔ اور بس۔ کیا یہ منفی اندازِ فکر ہے۔

قرآن کریم کو ہی دیکھ لیجئے کہ اس نے اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کا بُطلان خوب شرح و بسط کے ساتھ واضح فرمایا۔ اور ان کے سرغنوں کو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے ذلیل و خوار کیا حتیٰ کہ مسلمانی کا دم بھرنے والے ان عناصر کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کے راز کھول کھول کر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیئے اور ان کے وجود کو ملتِ اسلامیہ کے لئے کھُلے کافروں سے زیادہ نقصان دہ قرار دے کر وقت آنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو واشگاف لفظوں میں یوں حکم دیا۔

يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ

اے غیب کی خبریں دینے والے کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ۔

اللہ تعالیٰ نے تو ان مسلمانی کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم کو جہاد کرنے اور سختی برتنے کا حکم دیا تھا۔ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے مسلمانوں کی جڑیں کھودنے اور کافروں کے ہاتھ مضبوط کرنے میں خفیہ طور پر مصروف رہتے تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو منفی اندازِ فکر کہا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اسلامی تعلیم اور مثبت اندازِ فکر یہی ہے کہ غلط مدعیانِ اسلام کا محاسبہ کرنا نہایت ضروری اور اہم ترین فریضہ ہے۔

اب اسی ارشادِ ربانی کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے کہ جن لوگوں نے برطانوی سامراج کے اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر مبنی منصوبے اور انہیں متحدہ ہندوستان میں ایک عضوِ معطل بنا دینے والی سکیم کو مسلمانوں کے رہنما۔ پیشوا۔ ناخدا کشتیِ ملت اور مسیحائے قوم وغیرہ بن کر کامیاب کیا یا وہ لوگ جنہوں نے بایں جُبّہ و دستار گاندھی جیسے ملتِ اسلامیہ کے دشمن اور ٹھیٹ بُت پرست کی کُٹیا پر رات دن ناصیہ فرسائی کی۔ اسلام اور ہندو مت کا فرق مٹانے اور باپو کی جے مناتے رہے۔ مسلمانوں کا رُخ حرمِ کعبہ سے سومنات کی جانب پھیرتے رہے کیا ایسے لوگوں کی خلافِ اسلام ظاہر اور پوشیدہ کارگذاریوں کو ظاہر کرنا حکمِ خداوندی کی تعمیل اور قرآنِ کریم کی تعلیم ہے یا منفی اندازِ فکر۔

وقت آنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایسے منافقوں کو نام لے کر

مسجد نبویؐ سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے منافقوں کی تعمیر کردہ مسجد ضرار کو مسمار کرا دیا ان کی مسجد کو از روئے شرع مسجد قرار نہیں دیا گیا اِن کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کے لئے بخشش کی دعا کرنے سے آپ کو منع فرما دیا گیا۔ معلوم نہیں اسلامی رواداری کے نام نہاد اور علمبردار۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اللہ جلّ شانہٗ کے ان احکام کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔

عہدِ رسالت کے فوراً بعد منکرینِ زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ مدعیانِ نبوت منظرِ عام پر آئے جو مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی برابر کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق خلیفۂ اوّل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور جملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے باتفاق رائے نہ صرف ان سے جہاد کیا بلکہ ان فتنوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حالانکہ ملّتِ اسلامیہ ان دنوں انتہائی نامساعد حالات سے دوچار تھی۔ یہ ہے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ عدیم النظیر افراد کا طرزِ عمل جو مسلمانوں کے لئے قیامت تک روشنی کے مینار کا کام دیتا ہے گا۔ صحابہ کرامؓ کا تقویٰ و طہارت اور اصابت رائے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ مطمئن تھے کہ اپنی بارگاہ کے ان تربیت یافتہ افراد کی پیروی کرنے کا بعد والوں کو یوں حکم دیا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق قرار دیتے ہوئے اپنے کلام معجز نظام میں واضح طور پر اور واشگاف لفظوں یہ اعلان فرمایا: فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اہْتَدَوْا ۔ وَاِنْ

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ پھر اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لائے جیسے تم لائے تب وہ ہدایت پا گئے۔ اور اگر منہ پھیریں تو وہ بڑی ضد میں ہیں۔

مہاجرین و انصار کے اوّلین گروہ اور باقی ان کا اتباع کرنے والے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اور دنیا ہی میں جنہیں جنّت کا مژدہ سنا دیا گیا کیا انبیائے کرام کے بعد بنی نوع انسان کے اس افضل ترین گروہ سے بہتر کوئی اسلامی تعلیمات کو سمجھ سکتا تھا کیا اس کامیاب ترین جماعت کے طرزِ عمل کو منفی انداز قرار دینے والے اسلامی نظریہ رکھنے والے سمجھے جائیں یا غیر اسلامی نظریات کے حامل اور صحابہ کرام کے اتباع سے عاری۔ حالانکہ قرآنِ کریم کی رُو سے ایمان وہی معتبر ہے جو صحابہ کرامؓ کی طرح ہو۔ اعمال وہی مقبول ہوں گے جو ان حضرات کے اتباع میں ہوں۔ اسلامی نظریات و تعلیمات کی وہی تعبیریں معقول اور قابلِ تسلیم ہیں جو ان حضرات سے منقول ہیں۔ یہی مقدّس گروہ قصرِ اسلام کی بنیاد تھا۔ جو عمارت اس بنیاد پر تعمیر ہوگی وہی اسلامی ہوگی اور ان سے ہٹ کر جو عمارت بھی بنائی جائیگی خواہ اس کی بنیاد قرآن کریم پر بنائی جائے یا احادیثِ مقدسہ پر۔ توحید پہ مبنی ٹھہرائی جائے یا تصوف پر۔ سراسر غیر اسلامی اور عند اللہ ناقابلِ قبول ہوگی۔ کیونکہ صحابہ ہی حقانیت کا مدار۔ اور معیار اور کتاب و سُنّت کے عملی مفہوم و معانی کا وہ زندہ ثبوت ہیں جن کی نظیر چشم فلک کہن نے نہ آج تک دیکھی ہے اور نہ دیکھی جا سکتی ہے۔ خود اللہ ربّ العزّت نے اپنے ان مقبول ترین بندوں اور عظیم الشان گروہ کی تعریف فرمائی۔ اور انہیں سندِ قبولیت بخشی۔ کامیابی و کامرانی کا مژدہ سنایا۔

یہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا مقدس گروہ جن کے اعمال مقبول جن کا ایمان باقی امتِ محمدیہؐ کے لئے نمونہ۔ جو دنیا میں رضائے الٰہی اور وعدہ جنت کی بشارتوں سے نوازے گئے۔ ان کا طرزِ عمل اور اللہ و رسولؐ کی تعلیمات کے تحت اندازِ فکر یہ ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے۔ اگر وہ اس کے متبعین اس انتہائی تلبیس سے باز نہ آئیں تو صحابہ کرامؓ نے موت کے گھاٹ اتار دینے کے علاوہ اور سلوک تجویز ہی نہیں کیا اس کے ساتھ ہی جن لوگوں نے اسلامی فرائض میں سے صرف ایک زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا تو صحابہ کرامؓ نے باتفاقِ رائے ان لوگوں سے بھی جہاد کیا۔ اور ان کے دعویٰ مسلمانی کو ایک پرکاہ کے برابر حیثیت نہیں دی۔

اب کیا فرماتے ہیں آج کے مدعیانِ علم و دانش کہ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دورِ حاضر کے دجّال اور اس کے پیروکاروں کے ساتھ از روئے شرع کیا سلوک ہوتا۔ صحابہ کرامؓ نے تو ایک ہی فرض کے انکار کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن جو آج اکثر فرائض کے منکر ہیں اور جن کے نزدیک صرف اسلام کا دعویٰ کر لینا ہی ان کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ ایسے مدعیانِ اسلام اور ان صاحبانِ جُبّہ و دستار کے ساتھ اسلامی حکومت کیا سلوک کرتی۔ جنہوں نے برطانوی سامراج اور ہنود و یہود کے ایما پر ان کے وظائف کے تحت مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگائیں اسلام کے اینگلو انڈین ایڈیشن تیار کئے۔ بعض اسلام اور عیسائیت کا فرق مٹاتے رہے تو کتنے ہی مسلمانوں اور ہندوؤں کو شیر و شکر بناتے اور سب کو اپنے گاندھی مہاراج کے قدموں میں جھکانے کی خاطر تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ ایسے اسلام دشمن عناصر کا اسلامی حکومت کے

ہاتھوں کیا حشر ہوتا۔ اگر بدقسمتی سے آج کہیں بھی ایسی اسلامی حکومت نہیں تو ایسے افراد کی نشان دہی کون سا منفی اندازِ فکر ہے۔ کیا مسلمانوں کو از راہِ ہمدردی غلط کار لوگوں سے خبردار کرنا منفی اندازِ فکر ہے۔ کیا آج کل کے اسلام میں رہزنوں کو رہنما اور بدخواہوں کو خیرخواہ ماننا اور منوانا مثبت اندازِ فکر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر صدی میں مجدّد بھیجتا ہی اسی لئے ہے کہ تخریب کاروں نے جو تخریب دینِ متین میں کر رکھی ہو اس کا تجزیہ کریں صحیح و غلط۔ حق اور باطل میں اپنی خداداد قوتِ فیصلہ اور ہمتِ مردانہ سے تمیز کر دکھائیں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیں۔ امام محمد غزالی نے فلاسفہ اور معتزلہ اور زنادقہ کے عمائدین و سرغنوں کو ہر میدان میں علمی محاذ پر شکست دی۔ مباحثہ و مناظرہ اور تقریر اور تحریر میں عمر بھر ان کا محاسبہ کرتے رہے۔ اور اپنے اس علمی کارنامے کے باعث امتِ محمدیہؐ میں حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ امام موصوف کے مخالف علماء کا دعویٰ بھی دورِ حاضر کے علمائے دیوبند کی طرح تھا کہ اصلی اسلام کے حقیقی علمبردار وہی ہیں۔

اسی طرح مجدّد الف ثانی نے اکبری دور کے پیدا کردہ غلط کار علماء اور صوفیا کا زبردست تعاقب کیا۔ اور اسلامی خطوط سے ہٹی ہوئی حکومت کو تائید ایزدی اور ہمت مردانہ سے راہِ راست پر گامزن کر دیا۔ کیا اس دور کے بے فیض و فضل یعنی نام نہاد ابوالفضل و فیضی اور غلط کار علماء و صوفیا مسلمان ہونے کے دعویدار نہیں تھے ان کے دعوائے اسلام کے باوجود انہیں آج بھی غلط کار اور سرہندی مردِ حق آگاہ کو گیارہویں صدی کا مجدّد تسلیم کیا جاتا ہے۔

لیکن حالات کی اس ستم ظریفی کو سمجھنے سے ہم یقیناً بڑی حد تک اپنے آپ کو قاصر ہی سمجھیں گے کہ پچھلے تخریب کاروں یعنی رہنمائی کے بھیس میں رہزنی

کرنے والوں کو رہزن ہی مانا جاتا ہے مگر برطانیہ جیسی اسلام دشمن طاقت اور ہنود جیسے مسلمانوں کے ازلی دشمنوں نے جس جُبّہ و دستار والوں کو خریدا ان سے رہنمائی کے پردے میں رہزنی کا کام لیا ایسے نصوصِ دین اور بدخواہانِ اسلام و مسلمین کی نشاندہی کرنے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچانے کو منفی اندازِ فکر کون سے اسلام کے تحت قرار دیا جاتا ہے۔

ہر حکومت امنِ عامہ اور لوگوں کے مال و جان کی حفاظت کے پیشِ نظر جرائم پیشہ افراد پر کڑی نظر رکھتی۔ ارتکابِ جرم کی پاداش میں انہیں سزائیں دیتی ہے تاکہ انہیں عبرت ہو اور آئندہ لوگوں کو جانی و مالی نقصان نہ پہنچا سکیں کیا حکومت کا یہ اقدام فضا کو مکدّر کرتا ہے یا اپنی رعیّت کی خیر خواہی کا ثبوت۔ نیز جو حضرات ایسے عناصر کی نشاندہی کریں تاکہ ذمہ دار افراد ان سے باخبر ہو کر مناسب قدم اٹھا سکیں تو نشاندہی کرنے والوں کو خطاکار کہا جائے گا یا ملک و ملّت کا خیر خواہ کیا یہ اقدام منفی اندازِ فکر ہے۔

ہر حکومت کا ایک آئین ہوتا ہے جسے وہ ملک میں نافذ کر کے تمام باشندوں کو اس کی پابندی کرنے پر مجبور کرتی ہے اگر کوئی ایک شخص یا جماعت اس آئین کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے گھر میں بیٹھ کر اس آئین میں ترمیم کرے اور کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا کر انہیں اس ترمیمی آئین پر عمل کرنے کی ترغیب دے تو ان حالات میں حکومتِ وقت ایسے فرد یا جماعت کو خیر خواہ سمجھے گی یا باغی شمار کر کے اس کے دماغ کو سیدھا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ جو ایسے پُراسرار باغیوں کی نشان دہی کرے۔ کیا حکومتِ وقت اس نشانِ دہی کرنے والے کو بُرا سمجھے گی جب دنیاوی حکومت کے پُراسرار باغیوں کی نشاندہی کرنا جیسے سیکورٹی فورس یا سی آئی ڈی یا انٹیلیجنس کے محکمے ہیں۔ یہ پسندیدہ

فعل ہوگا۔ اور قابلِ تحسین۔ تو حکومتِ الٰہیہ کے پُر اسرار باغیوں کی نشاندہی کرنا کیا یہ منفی اندازِ فکر ہے۔

ہر حکومت کی فوج ہوتی ہے جو اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے اگر کوئی دشمن یا جاسوس سرحد کے اندر داخل ہو جائے تو اس کو سزا دینی عقلمندی ہے یا چھوڑ دینا ضروری ہے اسی طرح جو دشمنِ دین کا جاسوس اپنا ہم وطن بن کر عقائد کے اندر آ کر ان عقائد کی خلاف ورزی کرے اور لوگوں کو اپنے عقائد کی طرف لے جانے کی کوشش کرے تو ایسے افراد کو سزا دینا۔ منفی اندازِ فکر ہوگا۔

کیا جو حضرات ان اکابر صحابۂ کرام کو گالیاں دینا ثواب شمار کریں جن کے تقویٰ اور طہارت کی فرشتے بھی قسم کھاتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ چشمِ فلک کہن نے جن کی نظیر ہرگز نہیں دیکھی۔ علاوہ بریں ماسوائے چند اصحاب کے باقی اس سارے مقدّس گروہ کو مرتد شمار کریں۔ کلام الٰہی جس میں کوئی ایک لفظ کی کمی بیشی نہ کر سکا ہے نہ کر سکے۔ اُسے محرّف بلکہ اوّل سے آخر تک فرسودہ کتاب بتائیں۔ انجیل موجودہ کو غیر محرّف ٹھہرائیں۔ مجاہد بن کر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلیں۔ ان کے مال و جان کو اپنے لئے مباح اور ان کی آبرو ریزی کرنے کو کارِ ثواب بتائیں بلکہ مسلمانوں کے قتل کو کافروں بُت پرستوں کے قتل سے زیادہ باعث ثواب شمار کریں اپنے مہدی ہونے بلکہ صاحبِ وحی و عصمت ہونے کے راگ الاپیں اور یوں اپنی جعلی نبوت کے پُراسرار سانگ بھریں۔ اپنے بڑوں سے ایسی کرامتیں منسوب کریں کہ انبیاء کرامؑ کے معجزے بھی پیچھے رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے بلکہ مصافحہ کرنے کا جھوٹا دعویٰ کریں تاکہ سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم کی تخصیص مٹائیں اپنا کلمہ

پڑھوانے کی تلقین کریں بلکہ اپنی ذات پہ درود پڑھوائیں۔ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر مسرت کرنے کو کنھیا کی تشبیہ دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آپ کے زمانے میں کوئی نظیر اور مثیل بتائیں حضور علیہ السلام کا علم شیطان کے علم سے کم بتائیں محیط زمین کے علم کا فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انکار کر کے بلکہ شرک بتا کر اسی علم کو شیطان مردود کے لئے نصوص سے ثابت کریں۔ یوں نصوص سے شیطان کو خدا کا شریک ہونا ثابت کریں۔ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ غیبیہ کثیرہ عظیمہ وافرہ کو۔ بچوں پاگلوں اور جانوروں کی معلومات کے برابر بتائیں اور ذرہ نہ شرمائیں۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے جہلا کا خیال اور فضل و کمال سے خالی بلکہ قرآنِ کریم کا انکار بتائیں اور ختمی مرتبت کے نام سے تیرہویں صدی میں نئی خاتمیت گھڑیں اور اُسے آپ کے شایانِ شان گنائیں۔ احادیث مبارکہ کے دفاتر کو من گھڑت پلندے ٹھہرائیں۔ پیشانی پہ قشقشہ کھینچ کر ہنود کی جے کے نعرے لگائیں۔ ان کی ارتھیاں اٹھائیں۔ سمادھیوں پر پھولوں کی چادریں چڑھائیں گاندھی کو نہ صرف اپنا پیشوا اور امام بنائیں بلکہ اس بت پرست کو نبوت کا اہل بنائیں۔ باری تعالیٰ کو مجسم ٹھہرا کر حادث بنائیں بلکہ اس کا جھوٹا ہونا ممکن بتا کر کاذب بالفعل تک ٹھہرائیں بلکہ وقوع کذب کے معنی درست ہو جانا سنا کر منکر الوہیت ہونا دکھائیں کیا ایسے حضرات کو محض جُبّہ و دستار کی بنا پہ مولوی، مولانا، مفتی۔ حضرت جی۔ امام الہند۔ شیخ الاسلام۔ شیخ الہند۔ امام ربانی۔ قطب الاقطاب۔ تقیہ النفس۔ مسیحائے قوم شاعرِ ملت۔ مصلح۔ ریفارمر۔ حکیم الامت۔ مفسّر۔ محدّث۔ نابغۂ عصر۔ شمس العلماء مجدّد۔ شیخ الکل۔ اور امیر المومنین وغیرہ کہلانے کے باعث ہی مسلمانوں کے رہنما، ملتِ اسلامیہ کے پیشوا اور اسلام کے خیر خواہ شمار کیا جائے۔ بھلا کون سا مسلمان انہیں اپنا پیشوا مان سکتا ہے۔ کیا کسی صاحبِ عقل و دانش کو زیب دیتا ہے کہ وہ رہنماؤں کو

چھوڑ کر نصوص دین کو رہنما تسلیم کر لیں۔ ایسے حالات میں شیطان۔ منافقین مدینہ، یزید پلید اور دوسرے ملتِ اسلامیہ کے دشمنوں کی طرح ان حضرات کے سیاہ کارناموں سے مدعیانِ اسلام کو باخبر کرنا ایک اخلاقی اور دینی فرائض کی ادائیگی ہے کیا ایمان کے لٹیروں سے لوگوں کو خبردار کرنا منفی اندازِ فکر ہے۔

پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے ہوئے چھیالیس سال کا عرصہ گزر چکا۔ لیکن تا حال تحریکِ پاکستان کی کوئی شایانِ شان تاریخ منظر عام پہ نہیں آسکی اور نہ ابھی تک نظریہ پاکستان کو اُجاگر کرنے کی ضرورت فرمائی گئی بلکہ اندرونِ خانہ اسے مٹانے اور بے راہ روی کو فروغ دینے کی کوشش ہی ہوتی رہی ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بتایا جاتا تھا۔ گویا

هم بدلنا چاہتے تھے نظمِ میخانہ تمام
آپ نے بدلا ہے لیکن صرف میخانے کا نام

اگر کوئی بھی حکومت تحریکِ پاکستان کی تاریخ مرتب کرواتی اور اُسے سکولوں کالجوں میں رائج کرتی نیز نظریۂ پاکستان کے تحت پاکستان کی انتظامی مشینری چلائی جاتی تو یقیناً اس مملکتِ خداداد کا نقشہ پہلے کی نسبت بہت وسیع ہو چکا ہوتا۔ لیکن اس ستم ظریفی کی داد بھلا کون دے سکتا ہے کہ دنیا کی اس سب سے بڑی اور نظریاتی مملکت میں پاکستان بنانے والوں اور اس کی مخالفت میں سَر دھڑ کی بازی لگا دینے والوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا گیا بلکہ پاکستان کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دینے والوں کو پامال اور اس کے دشمنوں کو مالا مال کیا گیا جب بدخواہوں کو سَر آنکھوں پر جگہ ملی تو انہوں نے نظریۂ پاکستان کو دلوں اور دماغوں سے نکال دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس افسوسناک صورتِ حال کا المناک نتیجہ نگاہوں کے سامنے ہے کہ کشمیر کا مسئلہ صرف سلامتی کونسل کے کاغذات کی زینت بن کر

رہ گیا۔ اور ملک کا ایک بازو کٹ گیا۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت اور نظریاتی ملک کا نقشہ سمٹ کر رہ گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جب پاکستان کے پُراسرار دشمنوں یعنی اِسی ملک میں رہ کر اس کی جڑیں اُکھیڑنے والوں نے یہ دن دکھایا تو جن حضرات نے برطانوی اور گاندھوی دور سے دینِ متین پر ایسی مخصوص عنایات کی بارش کا برسانا شروع کیا ہوا ہے۔ انہوں نے کیا گُل نہیں کھلائے۔ کسی اہلِ نظر سے پوچھئے کہ اسلامی اقدار و شعائر کا کیا حشر کیا جا رہا ہے کیا رہنمائی کے بھیس میں یوں رہزنی کرنے والوں کی نشاندہی اچھی بات نہیں ہے۔ کیا لٹیروں کو رہنما بنا لینے میں دارین کی بھلائی ہے۔ افسوس ہے

متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

کیا علامہ اقبال مرحوم کا یہ اندازِ فکر منفی ہے، ہمارے کرم فرما ناصحین کی تلقین کا ماحصل یہی ہوگا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید اور اس کے ساتھیوں کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اور ابوالفضل فیضی کو یکساں حقیقت دی جائے۔ سلطان فتح علی ٹیپو اور میر صادق جیسے ملت فروش میں کوئی فرق روا نہ رکھا جائے۔ نواب سراج الدولہ اور علی وردی خان کو میر جعفر کے برابر بٹھا دیا جائے۔ فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی ابوالکلام آزاد۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، مولوی حسین احمد۔ مولوی احمد سعید دہلوی

مولوی حفیظ الرحمٰن سیوہاروی، عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی داؤد غزنوی، عبدالغفار سرحدی گاندھی اور شیخ عبداللہ کشمیری۔ ان سب کو ایک جیسا شمار کیا جائے۔ کیا ان کی حقیقت اور ان کا کردار عوام کو بتانا منفی اندازِ فکر ہے۔

ہمارے ناصحین حضرات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی ذی ہوش اور انصاف پسند باقی رہے گا اس وقت تک حضرت امام حسین حضرت مجدد الف ثانی، سلطان محمود غزنوی۔ سلطان فتح علی ٹیپو اور نواب سراج الدولہ وغیرہ کو عالی قدر مراتب ادب و احترام کی نگاہوں سے ہی دیکھا جائے گا لیکن یزید پلید۔ فیضی وغیرہ میر جعفر اور صادق اور ان کی نظریاتی ذریت کے نام سے بھی گھن آتی رہے گی۔ حق و باطل میں تمیز ہوتی رہے گی اور انہیں شیر و شکر نہیں کیا جا سکے گا۔

کیونکہ: ۔ جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اگر تخریب کاروں کی نشاندہی ناپسندیدہ امر ہے تو ہر ایک حکومت میں سی آئی ڈی کے عملے کا مقصد کیا ہے۔ پولیس کس لئے رکھی جاتی ہے۔ فوج میں سیکورٹی کا عملہ اور انٹیلی جنس کا کام کیا ہے۔ آخر ہر حکومت اس اقدام پر کیوں مجبور ہوتی ہے۔ عدالتی نظام کا مقصد کیا ہے۔ ملزموں کا ریکارڈ رکھ کر ان کی اور ان کے لواحقین کی دل آزاری کیوں کی جاتی ہے۔ کیا ناصحین حضرات اور منفی اندازِ فکر رکھنے والے بتا سکتے ہیں کہ حکومت کا یہ نظام غلط ہے یا ملک اور قوم کی خیر خواہی کا جذبہ ہی اس کے پیچھے کار فرما ہے۔

یقیناً ہر عقلمند آدمی ان انتظامی امور کو ضروری قرار دے گا کیونکہ یہ اقدام ملک اور قوم کی بہتری اور لوگوں کے مال و جان کی حفاظت کے لئے ناگزیر ہیں جب اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر چارہ کار نہیں تو اس جانب سے آنکھیں

کیوں بند کر لی جاتی ہیں کہ جان اور مال سے ایمان لاکھوں گنا عزیز ہے۔ جان و مال کے دشمنوں کی نسبت ایمان کے دشمنوں اور رہزنوں کا محاسبہ بدرجہا ضروری ہے اسلامی حکومت جو ایسے افراد کا محاسبہ کیا کرتی تھیں۔

کیا ان کا اندازِ فکر منفی تھا۔

آج حکومت اگر اسلامی ہونے کا ثبوت دینے سے محروم ہو جاتی ہے تو ملک و ملّت سے ہمدردی رکھنے والا کوئی فرد صرف مسلمانوں کی ہمدردی کے تحت ایسے رہزنوں کی نشاندہی کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کا اندازِ فکر کس طرح منفی قرار دیا جا سکتا ہے۔

کیا ایسے ناصحین حضرات حکومت کو مشورہ دینے کے لئے تیار ہیں کہ وہ ملزموں کا ریکارڈ نہ رکھے غلط کار اور جرائم پیشہ افراد کو سزائیں نہ دے کیونکہ ایسا کرنا ناصحین کی اصطلاح کے مطابق ان مجرموں اور اُن کے لواحقین کی دل آزاری کا باعث ہے۔ کیا حکومت عدالتیں توڑ دے۔ پولیس۔ سی۔ آئی۔ ڈی اور سیکورٹی وغیرہ کے محکمے ختم کر دے کیا ایسا کرنے سے نظامِ سلطنت درہم برہم نہ ہوگا۔ کیا ایسا کرنے سے لوگوں کے مال و جان محفوظ رہ سکیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ لہٰذا یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ دینی معاملات میں کھرے کھوٹے کی پہچان کرنا اس سے بھی ضروری اور اہم ترین فریضہ ہے اسے منفی اندازِ فکر قرار دے دینا کھوٹے سکّوں پر پردہ ڈالنا اور خود اپنے بھی کھوٹ کو چھپانے کا ایک حربہ نہیں تو اور کیا ہے۔

مملکتِ خداداد پاکستان میں اس ستم ظریفی کا سلسلہ روزِ اوّل سے ہی چلا آرہا ہے کہ محکمۂ تعلیم نے اسکولوں اور کالجوں کی نصابی کتب میں ایسے ہی علماء اور لیڈروں کو ملتِ اسلامیہ کے رہنماؤں میں شمار کیا ہے جنہوں نے پُراسرار طریقے پر قوم کو اپنے پیچھے لگا کر حکومتِ برطانیہ کی جڑیں مضبوط کیں یا گاندھی کو اپنا

پیشوا بنا کر ملّتِ اسلامیہ کو اس کے قدموں میں جھکائے اور ہندو مسلم فرق مٹا کر دونوں کو ملا کر ایک قوم بنانے پر اپنی عمرِ عزیز برباد کرتے رہے اس کے ساتھ ہی حکومتِ برطانیہ کے عہد میں جو علمائے کرام مسلمانانِ پاک و ہند کی ناخدائی کا فریضہ ادا کرتے رہے پورے نصاب میں ابتدائی جماعتوں کی کتابوں سے لے کر انتہائی جماعتوں کی کتب میں بھی ان حضرات کے بارے میں ایک ٹوٹا پھوٹا لفظ تک نہیں ملتا۔ کیا انگریزوں اور ہندوؤں کے پیارے لیڈر اور علماء کو ان کی تمام تر سیاہ کاریوں اور رہزنی کے باوجود مسلمانوں کا رہنما بنانا اور بچے بچے کو یہی رٹانا منفی اندازِ فکر اور مسلمانانِ پاکستان کو گمراہ کرنا نہیں ہے۔ آخر ملک و ملت کے بدخواہوں خیرخواہ اور رہزنوں کو رہبر بنانے میں دنیا اور آخرت کا کون سا نفع متوقع ہے۔ کیا خود اپنی قوم کو یوں اندھیرے میں رکھنا اور نصوصِ دین کا معتقد بنانا ایک قومی المیہ ہے یا نہیں۔

اے صاحبانِ عقل و دانش۔ انصاف سے کام لیجئے کھرے کھوٹے میں تمیز کیجیے۔ رہزنوں کو رہنما اور رہنمائی کو رہزن بنانے کا مشغلہ ملک و ملت سے غدّاری اور دارین کی بربادی کا باعث ہے۔ خدارا خود اپنی اور دوسروں کی عاقبت برباد نہ کیجئے آخر اس فریب کاری کا جال بچھانے والا انگریز بوریا بستر لے کر بھاگ گیا اور اپنے جزیرے میں اوندھے منہ جا پڑا۔ انگریز اور کانگریس کے وظیفے بند ہو گئے۔ وظیفہ خوار آنجہانی ہو چکے اب ان کا معاملہ براہِ راست اپنے پروردگار سے ہے۔ انہوں نے جیسے بیج بوئے تھے ان کے پھل کھا رہے ہوں گے انہوں نے اپنی عاقبت محض دنیا سنبھالنے کے لئے بیچی تھی لیکن ان کے متبعین شعوری یا غیر شعوری طور پر انہیں رہنما تسلیم کر بیٹھے ان بیچاروں کو نہ دنیاوی نفع ملا اور نہ آخروی۔ یعنی نہ وظیفے نہ ثواب

صرف مذہبی یا علمی نسبت کی لاٹھی پکڑ کر کسی نہ کسی اندھے کے پیچھے اپنی آنکھیں بند کرکے چلے جا رہے ہیں اور یکے بعد دیگرے کنوئیں میں گر رہے ہیں لیکن ان کی لاٹھی چھوڑنے یا آنکھیں کھولنے کی ضرورت نہیں بلکہ سمجھانے والے مسلمانوں پر واہی تباہی بکنا۔ بھلا اس نرالی عقلمندی اور دانشمندی کا کوئی ٹھکانہ ہے۔

جملہ مدعیانِ اسلام سے اپیل ہے کہ وہ کھرے اور کھوٹے کا از روئے انصاف فیصلہ کریں اگر کسی کی محبت یا نفرت پہلے سے دل میں جاگزیں ہے تو تھوڑی دیر کے لئے اُسے بالائے طاق رکھ دیجئے غیر جانبدار ہو کر اور تنقیدی نظر سے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے یہ ایک شفاف آئینہ ہے۔ اس گنہگار انسان نے حتی الامکان یہی کوشش کی ہے کہ یہ آئینہ انصاف اور دیانتداری سے تیار ہو جائے اگر موجودہ مبتدعین کا دل بھی بے ساختہ شہادت دینے لگے کہ جن حضرات کو انہوں نے پیشوا بنایا ہوا تھا۔ وہ ہرگز پیشوا نہیں تھے۔ تو جان برادر ناجی گروہ اہلِ سنت میں آ ملیئے۔

مسلمانوں کی جس حقیقی جماعت یعنی اہلِ سنت وجماعت سے یا آپ کے بڑے بوڑھے کسی کے بہلانے پھسلانے پر علیحدہ ہو گئے تھے اس میں شامل ہونے سے کون سا نقصان ہو جائے گا۔ کیا یہ دارین کی بھلائی کا ذریعہ نہ ہو گا۔ آیئے اپنے قدیم طریقے پر دوسرے مسلمانوں کی طرح آپ بھی اس مرکز پر جمع ہو جائیے۔ تاکہ سارے بھائی بھائی بن کر گلے لگ جائیں اور مسلمانوں کی اجتماعی قوت بڑھ جائے ایک مرکز پر جمع ہو جانے میں ہی دارین کی کامیابی وکامرانی ہے۔

اے کاش۔ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

حالات کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے اور مدعیانِ اسلام کی ہمدردی سے مجبور ہو کر راقم الحروف کو یہ دستاویز مصفّا آئینے کی طرح مصفا صورت میں پیش کرنی پڑی۔ تاکہ انصاف پسند حضرات اور متلاشیانِ حق اس کی روشنی میں حق وباطل میں تمیز کر سکیں اور اس راہ پر گامزن ہو سکیں۔ جس میں دارین کی کامیابی ہے۔ جو ملتِ اسلامیہ اور سعادتِ دارین کا راستہ ہے۔ صراطِ مستقیم اسی کو کہتے ہیں۔ سوادِ اعظم کا یہی راستہ ہے۔ اسی راستے کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اللہ کے سارے مقبول بندے اسی راستے پر چلتے آئے ہیں۔ یعنی اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ والا راستہ یہی ہے۔ اس سے پھرنے والے کو اللہ تعالیٰ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ کی وعید سنائی ہے۔

یاد رکھیئے کہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور عظمت پر زد پڑتی ہو۔ جب حضور کی صفاتِ عالیہ میں تیرگی نمودار ہونے لگے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کو سمجھنے میں دشواری نظر آنے لگے حقِ اعتقاد کی ادائیگی میں کمی اور قصور سرزد آنے لگے تو ایسے وقت اہلِ علم حضرات کے لئے حقِ نصیحت لازم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال وصفاتِ قدسیہ کا بیان کوئی کیا کر سکتا ہے۔ تاہم بے خبروں کو حقیقتِ حال سے روشناس کرانا غافلوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا۔ طالبانِ راہِ حق کو راہِ راست پہ لانا اور عاشقوں کو ذوق وشوق میں برقرار رکھنا صاحبِ ذوق کے لئے ضروری ہے۔

آخر میں ان حقائق کو ختم کرنے سے پہلے عرض کردوں کہ اپنی معلومات اور استعداد کے مطابق دیوبندی عقائد۔ تبلیغی جماعت کے سیاہ کارنامے اور

ان کے مظالم اور زمین دوز سرگرمیاں سپاہِ صحابہ کا کردار۔ نئے فتنے کی شکل میں جتنے بھی حقائق پیش کئے گئے ہیں ان پر پُرخلوص جذبے کے ساتھ غور فرمائیں۔

کتاب ختم کرنے سے پہلے مزید عرض کروں کہ وہابیہ، نجدیہ، دیوبندیہ تبلیغیہ کے متعلق علمائے اہلِ سنّت نے اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق بے شمار کتابیں لکھیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو خبردار کیا ہے۔ لیکن ہر قلمکار کا اپنا طریقہ کار۔ طرزِ استدلال اور اندازِ تحریر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ حقیر اور پُرتقصیر بندہ بھی اپنی علمی اور ذہنی سوچ کے مطابق چند تاریخی حقائق تحریر کر کے روحانی خوشی محسوس کرتا ہے۔ کہ میں نے اپنی طرف سے اپنا ایک فرضِ منصبی ادا کر کے سر سے ایک بوجھ اتار دیا ہے۔ اب اس کتاب سے فائدہ اٹھانا ان لوگوں کا کام ہے جن کے ہاتھ میں یہ کتاب ہوگی۔ ان پراگندہ سطوروں میں کوئی خوبی نظر آئے تو اُسے اس سیاہ کارِ عصیاں شعار کے والدین کریمین مرحومین مغفورین کے نظرِ کرم اور فیضان شمار کیا جائے۔

اور جو غلطیاں اور کوتاہیاں اور فروگذاشتیں نظر آئیں تو وہ میری نااہلی کم علمی، ناسمجھی کا نتیجہ ہوں گی۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ غلطیوں اور مفید مشوروں سے مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کا خیال رکھا جاسکے۔

کسی راقم کی یہ خوش نصیبی کیا کم ہوتی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے قلم کا فیض جاری رہے۔ انسان فانی ہے لیکن اس کا عمل باقی ہے۔ راقم مرنے کے بعد قبر کے کسی گوشے میں ہوگا لیکن راقم کے ہاتھ کی جنبش نے جو گلکاریاں کی ہیں ان کی بہار انشاء اللہ سدا قائم رہے گی اور جب تک کاغذ کے صفحات موجود رہیں گے، کاغذی سفینے دُنیا میں بے شمار لوگوں کو ساحلِ مراد تک لاتے

رہیں گے۔

وقت کی برق رفتاری انسان اور اس کی زندگی کی بے ثباتی کو عیاں کر رہی ہے۔ لیکن وہ لمحے جو اس کی اور اس کے محبوب کی یاد میں گذرتے ہیں اور وہ راتیں جو اس کے محبوب کی ثناگستری میں کٹتی ہیں اور جو ساعتیں اس کے محبوبِ مکرم کی نعت خوانی میں نذر ہوتی ہیں وہی حاصلِ حیات اور مقصدِ زلیست ہوتی ہیں۔

ان اوراق کو لکھنے میں کتنی راتیں صَرف ہوئیں، کتنے دفتر چھانے گئے، کتنے اوراق اُلٹے گئے یہ طویل داستان ہے۔ لیکن جو بھی راتیں اور وقت حضورؐ کے گستاخوں کے مُنہ بند کرنے کے لئے گذاریں وہی میرے لئے باعثِ زلیست اور سرمایۂ حیات ہیں۔

دُعا ہے کہ خداوندِ عالم اس حقیر بندے کی یہ کاوش بطفیل اپنے حبیبِ پاک صلّی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلّم کو شرفِ قبولیت بخشے۔ اور اس کتاب کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو سلامتی کی منزل کی طرف لے جائے۔ اور آخرت میں میرے لئے کفارۂ سیّآت، باعثِ حسنِ خاتمہ، توشۂ آخرت اور سرمایۂ نجات بنائے۔ آمین یاربّ العالمین بجاہِ سیّد المرسلین طٰہٰ ویٰسین۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

مسوّدے کی نظرِ ثانی ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ شروع کی

اور

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ کو اختتام پذیر ہوئی۔

مُصنّف کی دیگر کُتب

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ بارگاہِ رسالتؐ میں قرب حاصل کرنے کے لئے تین طریقے ہیں۔ دینی علم پڑھنا اور پڑھانا۔ فتاویٰ تحریر کرنا اور گستاخانِ رسول کا رَد کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ انسان کو اوّل الذکر کام کے لئے اوائلِ عمر سے ہی توفیق عطا فرمائی۔

دوسرے کام کو جید علمائے کرام سَرانجام دے رہے ہیں۔ آخر الذکر کام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس عمر کے آخری حصّے میں توفیق عطا فرمائی۔ حقیقت میں میری زندگی کا یہی ایک نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

(۱) اس گنہگار انسان کی ایک تصنیف جو میری پہلی کوشش تھی "چراغِ راہ" کے نام سے اپریل ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔ جس میں احوالِ برزخیہ اور امورِ دینیہ سے تعلق رکھنے والے معمولات جو سلف صالحین سے رائج ہیں۔ مثلاً۔ کیا جمعرات کو ارواح اپنے گھروں میں آتی ہیں۔ ایصالِ ثواب دعا جمعرات، تیجا، ساتواں، چہلم اور سالانہ، تعین ایام (دن مقرر کرنا) فاتحہ برِطعام، یعنی کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی۔ دُعا بعد از نمازِ جنازہ، کفنی لکھنے کا ثبوت، حیلۂ اسقاط وغیرہ اور فتویٰ بدعت کا جواب۔ علمائے کرام کی تصدیقات کے ساتھ مفصّل مدلّل پیرایہ میں پیش کی گئی ہے۔

(۲) "نشانِ راہ" یعنی ندائے یا رسولؐ اللہ پہ سیرِ بحث حاصل کی گئی ہے

جس میں عشق و محبتِ رسولؐ بھرپور انداز میں۔ مدارجِ محبت، معیارِ محبت معراجِ محبت۔ کعبے کا کعبہ، غلافِ کعبہ کا رنگ سیاہ اور روضۂ رسولؐ کا رنگ سبز کیوں۔ اس کی حکمت اور فلسفہ، نگاہ ہے یا رسول اللہ نگاہ۔ اچھوتے انداز میں، انگوٹھے چومنے کا ثبوت، نعرۂ رسالت بطورِ استغاثہ، نعرۂ رسالت علمائے دیوبند کی نظر میں، نعرہ رسالت پر سوال و جواب، اغثنی یا رسولؐ اللہ اغثنی۔ جیسے روح پرور عنوانات موجود ہیں جسے پڑھ کر یقیناً انسان جھوم اٹھتا ہے۔ اور آپ بھی یقیناً روحانی مسرّت محسوس فرمائیں گے۔

تقریظ: علامہ مولانا فیض احمد صاحب ۔ مفتی ضلع باغ ۔ آزاد کشمیر

مخدوم اہلِ سنّت محترم جناب حافظ حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں ہے جنہوں نے اس سے قبل مختلف مسائل پہ کتابیں لکھ کر اہلِ سنت پر احسانِ عظیم فرمایا ہے ۔ راقم نے ضربِ حیدریہ "علیٰ المناق النجدیہ" کا چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا ہے مصنف موصوف نے جن تاریخی حوالوں کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ وہ لاجواب ہیں ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دَور میں نئی نسل کی رہنمائی تاریخی پس منظر سے مزدری ہو کر رہ گئی ہے ۔ چند سال قبل اس کی اشد ضرورت تھی ۔ جس کمی کو علمائے اہل سنّت پورا کر رہے ہیں ۔

مصنف موصوف نے جس جذبۂ عشقِ رسولؐ کے تحت یہ کتاب لکھی ہے وہ قابلِ فخر ہے امام اہلِ سنّت فقیہہ اسلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ بارگاہ مصطفوی میں قرب حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں، علم دین پڑھنا اور پڑھانا ۔ فتوٰی نویسی اختیار کرنا اور گستاخانِ رسول کا رد کرنا ۔ فرماتے ہیں کہ یہ راستہ سب سے چھوٹا ہے ۔

اللہ تعالیٰ مصنّف موصوف کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دستخط علامہ مولانا فیض احمد صاحب مفتی دھیرکوٹ ضلع باغ آزاد کشمیر

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء

بروز جمعۃ المبارک

تقریظ: علامہ غلام یٰسین شاہ صاحب ۔ دھیرکوٹ آزاد کشمیر

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

محسنِ اہلِ سنّت خطیب کوہسار جناب مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب قریشی مدظلہ العالی نے تحریری دنیا میں تاریخی کتاب "ضربِ حیدریہ علیٰ اعناق النجدیہ" لکھ کر ایک انقلابی کام سرانجام دیا ۔ ضربِ حیدریہ کے علاوہ مولانا موصوف نے نشانِ راہ یعنی ندائے یا رسول اللہ کے علاوہ چراغِ راہ بھی تحریر فرمائی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور احباب اہلِ سنّت کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مشعلِ راہ بنائے ۔ آمین ۔ بجاہ حبیبکَ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

دستخط علامہ سید غلام یٰسین شاہ صاحب مہتمم و ناظم جامعہ چشتیہ رضویہ ضیاء العلوم ۔ دھیرکوٹ ضلع باغ آزاد کشمیر

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ